

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔



دَوَائِ شَانِی

ترجمہ

الجواب الکافی

لمن سأل عن الدواء الشانی

مصنف

شیخ الاسلام امام محمد بن ابی بکر ابن قییم الجوزیہ
(۶۹۱ھ — ۷۵۱ھ)

مترجم

ابوالعلاء محمد اسمعیل گودھروی

(المتوفی ۱۳۸۳ھ)

تصحیح و تحقیق

مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی

ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد
(پاکستان)

ب
DATA ENTERED

۲۹۷۷

لوق ۱۲۹

۲۰۰۷

سلسلہ مطبوعاتِ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی (۲۰)

ناشر: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد
(پاکستان)

اشاعت اول ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء

تعداد — ایک ہزار

قیمت — دو سو روپے



مطبع: نور آرٹ پریس راولپنڈی

پیش لفظ

شیخ الاسلام علامہ ابن قیم متوفی ۷۵۰ھ کی کتاب الجواب الکافی کا ترجمہ دوائے شافی کے نام سے عالی جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی سابق ڈائریکٹر ادارہ ہڈانے اپنے ندیم عہد میں اشاعت کے لئے منظور کیا تھا، جیسا کہ ان کے بیان سے ظاہر ہے کتاب کا ترجمہ مولانا ابوالعلاء محمد اسمعیل گودھروی مرحوم نے کیا تھا۔ اور اس پر نظر ثانی اور تصحیح و تحقیق کے فرائض مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی ناظم کتب خانہ ادارہ ہڈانے انجام دیئے۔ تقریباً سات سال کے بعد جب ادارہ اسلام آباد میں منتقل ہوا اور کتب خانے کے نئے معاون مولوی احمد فاروق ایم اے نے مخطوطات کی الماریوں کی صفائی اور نوادرات کا جائزہ لینا شروع کیا تو اس کتاب کا کاتب شدہ نسخہ بحفاظت تمام دستیاب ہوا۔

سات آٹھ سال کے بعد کاپیاں بے کار ہو چکی تھیں، اس لئے دوبارہ کاتب ہوئی مجھے بے حد مسرت ہے کہ محترم و کرم فرمایم جناب ڈاکٹر قریشی صاحب کی انتخاب کردہ کتاب آج اشاعت پذیر ہوئی اور اب یہ بے بہا ترجمہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائقین کے ہاتھوں میں پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کتاب سے مستفید ہونے کی توفیق عطا کرے اور تالیف سے لے کر اشاعت تک سارے سعی کرنے والوں کو اپنے جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین

محمد صغیر حسن معصومی

مدیر

ادارہ تحقیقات اسلامی

اسلام آباد۔ (پاکستان)

یکم مارچ ۱۹۷۱ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ -

الجواب الکافی لمن سأل عن الذوایر الثانی، آٹھویں صدی ہجری کے مشہور عالم دین اور صاحب قلم بزرگ امام محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ المولود ۶۹۱ھ والمتوفی ۷۵۱ھ کی ایک مختصر مگر نہایت ہی مقبول کتاب ہے۔ کتاب کا موضوع یہ ہے کہ ایک انسان کیوں دینی و اخلاقی خرابیوں میں گرفتار ہو جاتا ہے اور پھر اس کے نفسی و خارجی اثرات اس کی زندگی پر کس طرح اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔ اس موضوع کو امام ابن قیم نے ایک مسلمان عالم کے نقطہ نظر سے پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور تزکیہ نفس اصلاح اخلاق ردیہ اور تصحیح اعمال و عادات کے عملی طریقے بڑے دل نشین انداز میں بیان کئے ہیں۔

امام ابن قیم حضرت شیخ الاسلام امام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ کے سب سے زیادہ مشہور شاگرد ہیں جنہوں نے امام ابن تیمیہ کا ساتھ دمشق کے جنیل خانہ میں بھی نہ چھوڑا۔ طرح طرح کی توہین و تعذیب سے گزرے۔ مگر حق گوئی سے کبھی باز نہ آئے اور اپنی سادگی عمر اپنے استاذ بزرگ کی طرح اصلاح عقاید و اعمال میں صرف کر دی۔ ان کی بہت سی تصنیفات ہیں اور آج تک ساری دنیا میں مقبول ہیں۔ خصوصاً زاد المعاد۔ و اعلام الموقعین اور مدارج السالکین وغیرہ تو اپنے موضوعات پر اہم ترین کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔

امام ابن قیم کے بہت سے رسالوں کے تراجم اردو میں بھی کئے جا چکے ہیں۔ اس کتاب الجواب الکافی کا اردو ترجمہ بھی ایک مدت ہوئی کئے ہوئے تھا لیکن رد و جوبہ کی بنا پر ایک جدید ترجمہ کی ضرورت سمجھی گئی۔ اول تو اس لئے کہ سابق ترجمہ کی زبان سے اس ترجمہ کی زبان زیادہ سلیس اور سہل ہو دوم اس لئے کہ ایک مفصل فہرست مضامین بھی اس کے ساتھ شامل کر دی جائے تاکہ کتاب سے استفادہ آسان تر ہو جائے۔

یہ ترجمہ تجربہ کار مترجم مولانا ابوالعلاء محمد اسماعیل صاحب گودھروی نے کیا ہے جو مولانا شبلی و حالی کے معاصر ایک پرانے بزرگ تھے۔ یہ مختلف عربی کتابوں کے

مترجم ہیں۔ ترجمہ انہوں نے اپنے شوق سے کبھی کیا تھا۔ ادارہ نے مسودہ ان سے خرید لیا۔ اس کے بعد اصل عربی سے حرفاً حرفاً بلا کر اس کی تصحیح و تکمیل وغیرہ مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی نے کی۔ حوالوں اور ذیلی ملاحظات کا اضافہ بھی انہوں نے ہی کیا ہے اور فہرست وغیرہ بھی ان ہی نے تیار کی ہیں، حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ کتاب کو صحیح تر، مکمل تر اور بہترین صورت میں پیش کیا جائے۔
والا تمام من اللہ۔

ہم امید کرتے ہیں کہ لوگ اس کتاب سے فائدہ حاصل کریں گے۔ دین کسی نظری فلسفہ کا ہی نام نہیں ہوتا ہے۔ یہ فکر و نظر کی صحت اور اعمال و افعال کی درستگی کا ایک مربوط نظام ہے اس لئے ایک اچھے مسلمان کو دین و عقیدہ کے ساتھ ساتھ اعمال و افعال میں بھی صحیح طریقہ پر کار بند ہونا چاہیے۔

اشتیاق حسین قریشی

(سابق) ڈائریکٹر

مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی

کراچی

دوائے شافی ترجمہ الجواب الکافی



فہرست مضامین

| | |
|-----|---|
| ۳ | پیش لفظ |
| ۴ | تعارف کتاب |
| ۹ | مقدمہ مترجم |
| ۱۷ | علاجِ امراض، دعاء کی فیروز مندیاں |
| ۲۳ | دعاء ایک نافع ترین دوا اور مومن کا زبردست حربہ ہے۔ |
| ۲۳ | دعاء میں الحاح و زاری مفید ہے۔ |
| ۲۵ | دعاء کی تاثیر کیوں نہیں ہوتی۔ |
| ۲۶ | اوقاتِ اجابتِ دعاء اور ادعیہ ماثورہ۔ |
| ۳۳ | دعاء کے ساتھ دوسرے اسباب کا ہونا بھی ضروری ہے۔ |
| ۳۳ | دعاء اور تعوذات بمنزلہ اسلحہ کے ہیں۔ |
| ۳۳ | اسباب ترک کر کے صرف تقدیر پر تکیہ کر لینا مذموم ہے۔ |
| ۴۳ | زبانی توبہ و استغفار کے بھروسہ پر گناہوں کا ارتکاب قطعاً درست نہیں۔ |
| ۵۵ | اللہ تعالیٰ سے ڈرنا عقل مندی ہے |
| ۷۱ | فتنہ دنیا و امر و نواہی حکمتِ الہی کا اقتضاء ہے۔ |
| ۷۵ | حسنِ ظن وہ ہے جو انسان کو عمل صالح پر آمادہ کرے |
| ۷۷ | امید و رجاء کے لئے تین باتیں ضروری ہیں۔ |
| ۸۳ | دنیا اور آخرت کی تمام مصیبتوں کی جڑ گناہ ہیں۔ |
| | گناہوں کے بے شمار فتنے و مذموم اثرات ہیں جو قلب و جسم اور |
| ۱۰۲ | دنیا و آخرت دونوں کے حق میں مضر ہیں۔ |

- ۱۰۷ ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب ہو جاتا ہے۔
- ۱۰۹ گناہ قلب کو کمزور کر دیتے ہیں اور بندہ کو توبہ و انابت سے بھٹکا دیتے ہیں۔
- ۱۰۹ بار بار گناہ کرنے سے اس کی برائی کا تصور ختم ہو جاتا ہے اور انسان گناہوں پر فخر کرنے لگتا ہے۔
- ۱۱۱ معصیت بندے کو پروردگار کی نظر میں ذلیل کر دیتی ہے۔
- ۱۱۲ گناہگار پر جانور، چوپائے، پرندے اور کیرے مکوڑے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔
- ۱۱۳ معصیت سے انسان ذلیل ہو جاتا ہے، اور طاعت سے عزت برتر ہوتی ہے۔
- ۱۱۴ معصیت سے نور عقل فنا ہو جاتا ہے۔
- ۱۱۴ معصیت اور گناہوں سے قلب پر مہر لگ جاتی ہے۔
- ۱۱۵ معاصی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔
- ۱۱۶ معصیت کرنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کی دعائے سے محروم ہو جاتا ہے۔
- ۱۱۷ گناہگار ان امت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا۔
- ۱۱۹ معاصی سے پانی، ہوا، زراعت، پھلوں اور گھروں پر آفت آتی ہے۔
- ۱۲۲ معاصی سے عبرت کا نور کچھ جاتا ہے۔
- ۱۲۷ معاصی اور گناہوں سے حیا و شرم کا جوہر فنا ہو جاتا ہے۔
- ۱۲۸ معاصی سے بندہ کے دل میں پروردگار عالم کی عظمت و جلالت کم ہو جاتی ہے
- بندہ نافرمانی کرتا ہے تو پروردگار عالم سے بھلا دیتا ہے اور اس کو نفس اور شیطان کے حوالہ کر دیتا ہے۔
- ۱۳۰
- ۱۳۲ عاصی اور نافرمان بندہ خود اپنی جان کو بھول جاتا ہے۔
- جب کوئی بندہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے تو ایمان کے ساتھ جو بھلائیاں
- ۱۳۳ والبتہ ہیں، ان سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔
- ۱۳۶ معاصی سیرالی اللہ اور سلوک آخرت کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر دیتے ہیں۔
- ۱۳۷ گناہ بندے کو انعامات الہیہ سے محروم کر دیتے ہیں۔
- ۱۴۰ معاصی قلب کے اندر خوف و ہراس، دمشت و وحشت پیدا کر دیتے ہیں۔

معاصی سے قلب مرخص ہو جاتا ہے۔

۱۳۱

معاصی سے قلب کی بصارت اور نور فنا ہو جاتا ہے۔

۱۳۲

گناہ نفس کو ذلیل، نجس، تنگ اور حقیر کر دیتے ہیں۔

۱۳۵

عاصی شیطان کا اسیر ہے، وہ شہوات و خواہشات کے جیل خانہ میں قید ہو جاتا ہے۔

۱۳۶

معاصی سے بندہ خدا اور مخلوق کی نگاہوں سے گرجاتا ہے۔

۱۳۸

گناہ گار کی نیک نامی اور شہرت و شرافت بدنامی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

۱۳۹

معاصی عقل کو غارت کر دیتے ہیں۔

۱۵۰

معاصی اور گناہوں کے سبب پروردگار عالم سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔

۱۵۳

معاصی اور گناہوں سے عمر، رزق، علم بلکہ دین و دنیا کی ساری برکتیں سلب ہو جاتی ہیں۔

۱۵۶

معاصی انسان کو مفلح اور پست کر دیتے ہیں۔

۱۵۹

خداوند تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا تو بندوں کے گناہوں کی وجہ سے آسمان و زمین تہ و بالا ہو جاتے۔

۱۶۳

معاصی سے ہر چیز انسان کی دشمن ہو جاتی ہے۔

۱۶۵

معاصی کی زد انسان کے معاد و معاش دونوں پر پڑتی ہے۔

۱۶۷

معاصی سے قلب کی بصیرت ختم ہو جاتی ہے۔

۱۶۲

معاصی شیطان کے اسلحہ ہیں، گناہ گار آدمی اپنے دشمن کو یہ اسلحہ مہیا کر دیتا ہے۔

۱۷۸

شیطان اور اس کا گنہگار کس طرح حق کو باطل اور باطل کو حق بنا کر پیش کرتا ہے۔

۱۸۶

شیطان انسان پر ہر راستہ روک کر بیچارہ بناتا ہے۔

۱۸۸

عاصی اپنی جان کو ذلیل کرتا ہے اور اپنی آخرت کے حصہ سے محروم ہو جاتا ہے۔

۱۹۵

معاصی حاضر و مستقبل کی نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں۔

۲۰۱

گناہوں سے وہ فرشتے جو آدمی کے لئے مامور و موکل ہیں، دور ہجاک جاتے ہیں۔

۲۰۲

حیات قلب، صحت قلب، امر اعزہ قلب اور موت قلب کے اسباب

۲۰۷

شریعت میں جو سزائیں مقرر ہیں وہ پوری طرح قرین عقل ہیں۔

۲۰۸

- ۲۱۰ عقوبات دو قسم کی ہیں۔ شرعی اور قدری۔
- ۲۱۳ معاصی تین قسم کے ہیں۔
- ۲۱۶ عقوبات قدریہ کی دو قسمیں ہیں۔
- ۲۱۷ عقوبات ابدان کی دو قسمیں ہیں۔
- ۲۲۱ معاصی قلب کو بہرا، گونگا، اندھا اندسوخ کر دیتی ہیں۔
- ۲۲۳ گناہ چار قسم کے ہیں، ملکیہ، شیطانیہ، سببیہ، بہیمیہ۔
- ۲۲۵ حسد، کینہ، ظلم و جور، غل و غش اور مکر و خدع۔
- ۲۲۵ سبعی (درندہ صفتی) گناہ
- ۲۲۶ گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ
- ۲۲۱ زمین و آسمان پیدا کرنے، پیغمبروں کو بھیجنے اور آسمان سے کتابیں نازل کرنے کا مقصد کیا ہے۔
- ۲۲۶ نصاریٰ، مجوس، قدریہ اور فرقہ صابئیہ کا کفر کس قسم کا تھا۔ مزود کے مقابلہ میں حضرت ابراہیمؑ کی دلیل مرجحت اور شرک کرتے ہوئے بھی خدا کو معبود حقیقی ماننے والے گروہ۔
- ۲۲۶ ذات معبود کے ساتھ شرک بہت بڑا گناہ ہے۔
- ۲۳۷ اقوال، افعال، نیت اور ارادہ کا شرک۔
- ۲۴۲ غیر اللہ کی قسم کھانا "خدا چاہے اور تم چاہو" کہنا شرک ہے۔
- ۲۴۵ ارادہ اور نیت کا شرک۔
- ۲۴۶ شرک کی حقیقت یہ ہے کہ خالق کو مخلوق کے مشابہ اور مخلوق کو خالق کے مشابہہ گردانا جائے۔
- ۲۶۰ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سوء عطن اکبر الکبائر ہے۔
- ۲۷۱ خدانے جس مقصد سے مخلوق کو پیدا کیا ہے، شرک اس کے بالکل برخلاف ہے۔
- ۲۷۱ بغیر علم کے صفات خداوندی اور اس کے احکام پر گفتگو کرنا سب سے بڑا ظلم ہے۔
- ۲۷۳ قتل کی برائیوں کے مختلف درجات۔
- ۲۷۸ ایک انسان کا قتل گویا بنی نوع انسان کا قتل ہے۔

۲۸۳ زنا عظیم ترین مفسد کا منبع ہے۔

۲۸۸ معاصی اور گناہ کی راہیں کس طرح بند کی جائیں۔

۲۹۱ خطرات قلب خیر و شر کا مبداء اور منبع ہیں۔

۳۰۰ جہنم میں جانے والے اکثر زبان کی وجہ سے جائیں گے۔

۳۰۷ خطوات یعنی قدم، چلنا پھرنا اور اس میں حزم و احتیاط برتنا۔

۳۰۸ زنا کے مفسد قلب، روح، جوارح اور انسان کے تمام امور پر طاری

ہو جاتے ہیں۔

۳۱۱ لواطت کی خرابیاں اور سزا

ان لوگوں کے جوابات جو لواطت کی عقوبت کو زنا کی عقوبت سے

کم بتاتے ہیں۔

۳۱۳ چوپائے کے ساتھ بد فعلی کرنے سے حد لازم ہوگی یا کاسی و تعزیر۔

مرد سے مرد کی وطی اور دخول کو دو عورتوں کی باہمی مساحت پر

قیاس کرنا غلط ہے۔

۳۱۷ مرض عشق کی دوا۔

۳۱۸ اس مرض کی مدافعت کا دوسرا طریقہ۔

۳۱۹ محبوب سے سچی محبت ہو تو اس میں خیر کی شرکت ممکن نہیں۔

۳۲۸ محبت کے درجات اور مراتب

تعبد کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب کے سامنے اپنے آپ کو انتہا درجہ ذلیل اور

خاکسار کر دیا جائے۔

۳۴۵ محبت کے اقسام۔

۳۴۶ محبت کا بلند ترین مقام یعنی مقام خلقت۔

۳۴۸ محبت عام ہے اور خلقت محبت کے ایک خاص درجہ کا نام ہے۔

۳۶۸ بندہ دو محبوب چیزوں میں سے اعلیٰ محبوب کو اور دو مکروہ چیزوں میں

سے آسان مکروہ کو کیوں اختیار کرتا ہے۔

۳۷۰ ک آدمی کے لئے انبیاء و مرسلین کا طریقہ زیادہ مفید اور زیادہ آسان ہے۔

- ۳۷۲ محبوب کی دو قسمیں ہیں، محبوب لذاتہ اور محبوب لغیرہ۔
- ۳۷۵ اعمال دینیہ کی اصل اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت ہے
- ۳۸۳ جو شخص خدا کی محبت کو فوت کر دیتا ہے، اس سے ہر چیز فوت ہو جاتی ہے۔
- ۳۸۶ عالم علوی اور عالم سفلی کی تمام تر حرکتوں کا اصل موجب محبت ہے۔
- موجودات کی صلاح و فلاح اسی میں ہے کہ اس کی تمام تر حرکات اور تمام تر محبتیں صرف خالق حقیقی کے لئے ہوں۔
- ۳۹۰ محبت محمودہ اور محبت مذمومہ۔
- ۳۹۳ دین کے معنی میں خشوع، خضوع اور خاکساری داخل ہیں۔
- ۳۹۴ صورتوں سے عشق اور حسن پرستی کے دنیوی و آخروی مفاسد۔
- ۴۰۸ عشاق و حسن پرستوں کا دوسرا گروہ لوطی ہے۔ یہ فحش ترین عشق ہے۔
- ۴۱۰ عشق بوحسن پرستی کے مفاسد اور ان کا علاج۔
- ۴۱۶ عاشق خود اپنے معشوق پر ظلم کرتا ہے۔
- ۴۲۱ لذت کا کمال محبوب کے کمال سے وابستہ ہے۔
- ۴۲۸ قرآن حکیم سے محبت کرنا، خدا کی محبت کا معیار ہے۔
- ۴۵۹ عشاق کی قسمیں، عشق کی تحقیق۔
- ۴۶۰ سعید بن سعید کی روایت پر تنقید و تبصرہ۔

مقدمہ مترجم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهر على الدين كله، ارسله بشيرا ونديرا، صلوات الله وسلامه عليه وعلى آله واصحابه ومن تبعه الى يوم الدين.

اما بعد۔ کسی کتاب کی اہمیت اور عظمت اس کے مصنف کی جلالت و عظمت سے معلوم ہوتی ہے۔ یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے شیخ الاسلام علامہ ابن قیم جوزی المستوفی شاہ کی کتاب الجواب الکافی کا ترجمہ ہے۔ شیخ موصوف اور آپ کے استاد شیخ ابن تیمیہؒ کی عظیم شخصیتوں اور علمی منزلتوں سے آج کون واقف نہیں؟ ان کی علمی قابلیتوں، عریانہ صلاحیتوں سے کون باخبر نہیں ہے؟

شیخ الاسلام ابن قیمؒ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جیسی ہستیاں قرون وسطیٰ اور قرون اخیرہ میں بہت کم پیدا ہوئی ہیں۔ دین کے ہر گوشہ میں مختلف عہدوں اور زمانوں کے وقتی، سیاسی، روحانی، مناسی اثرات اثر انداز ہو چکے تھے۔ دین خالص پر ان تاثرات کے نوبہ تو خلاف چرٹھ چکے تھے۔ ایسے وقت میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور آپ کے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ پیدا ہوئے ہیں اور دین خالص کو تمام تاثرات اور وضعی، صناعتی غلافوں سے نکال کر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اپنی عریانہ طاقتوں سے تجدید ملت و دین کی وہ خدمت انجام دی جو کوئی انجام نہ دے سکا۔

یہ وہ زمانہ ہے کہ حجاز، عراق، مصر و شام، نجد و یمن وغیرہ میں بڑی بڑی درسگاہیں قائم تھیں، بڑے بڑے مشاہیر وقت کتاب و سنت علوم دین کی خدمات انجام دے رہے تھے، مفسر بھی تھے، محدث بھی تھے، اصولی بھی تھے اور فقہیہ بھی تھے، متکلم بھی تھے اور صوفی بھی تھے۔ لیکن جو شان شیخ الاسلام ابن قیمؒ کی تھی وہ کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔ اور دور سے بڑے بڑے علماء فضلا کسب فیض، اور اکتساب علم کی غرض سے آتے اور آپ کے حلقہ درس سے سیراب

ہوتے، جس نے ایک مرتبہ میں آپ کے حلقہ درس کا مزہ چکھ لیا، وہ کبھی بھی آپ کا حلقہ چھوڑ کر دوسری چوکھٹ کا نام نہ لیتا

سید نعمان آلوسی بغدادی نے اپنی کتاب جلال العینین کے اندر شیخ الاسلام ابن قیمؒ کے حالات لکھے ہیں جسے شیخ موصوف کی کتاب "زاد المعاد" اور "مدارج السالکین" اور "الجواب الکافی" کے سرورق پر نقل کیا گیا ہے۔ مہم اس کا ترجمہ بعینہ ذیل میں درج کر دیتے ہیں۔ گو سید نعمان کا بیان مختصر ہے لیکن شیخ موصوف کی پوری زندگی کا خلاصہ اس میں درج ہے۔ سید نعمان آلوسی لکھتے ہیں :-

"علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن بکر بن ایوب بن سعد الزری ثم الدمشقی، حنبلی تہذیب کے فقیہ تھے، مفسر اور نحوی تھے، اصولی اور تکلم تھے۔ ابن قیم جوزی کے نام سے مشہور ہیں۔ شذرات میں لکھتے ہیں :-

"بلکہ ابن قیم ایک مجتہد مطلق تھے، ابن رجب حنبلی کہتے ہیں میرے شیخ ابن قیمؒ ۷۹۹ھ میں پیدا ہوئے اور زمانہ تک اپنے استاد شیخ تقی الدین ابن تیمیہ کی خدمت میں رہے اور ان سے کسب علم کرتے رہے، اور اسلامی علوم کی، نیز ہر فن کی ان سے تحصیل کی، قرآن کی تفسیر کے پورے عارف اور علوم القرآن کے اس قدر ماہر تھے کہ کوئی ان کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ اصول دین سے پورے باخبر تھے اور ایسے باخبر تھے کہ تمام کامرجع اور منہجی تھے۔ حدیث، معانی حدیث، فقہ حدیث اور وفائق و استنباط کے کامل ترین ماہر تھے اور اس قدر ماہر تھے کہ ان کے درجہ کو کوئی دوسرا پا نہ سکا، فقہ اصول اور عربیت کے اس قدر جاننے والے تھے کہ ان جیسا کوئی ان علوم سے باخبر نہ تھا، علم کلام اور تصوف میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔

شہد الرحیل الی قبر الخلیل کے انکار کی وجہ سے عرصہ دراز تک جیل خانہ کی کوٹھری میں بند رکھے گئے بڑے زبردست عابد تھے، تہجد گزار تھے، نماز نہایت متانت کے ساتھ لمبی قرات اور لمبے رکوع و سجود سے پڑھا کرتے تھے۔ عبادت کرنے میں، قرآن حکیم کے علوم سمجھنے میں اور علم حدیث اور حدیث کے حقائق سمجھنے میں نے ان کا کوئی مثل نہیں پایا، البتہ وہ معصوم نہیں تھے، لیکن جن معنی میں وہ تھے یکتائے روزگار تھے ان کا کوئی نظیر و ہمسر نہیں تھا انواع و اقسام کے امتحانات میں مبتلا کئے گئے، طرح طرح کی تکلیفیں اور ایسے ایسے پہنچائی گئیں اور پھر آخری مرتبہ اپنے استاد شیخ ابن تیمیہ کے ساتھ قلعہ میں ان سے الگ مقید

رکھے گئے، تا آنکہ شیخ ابن قیم نے قید کی حالت میں ہی وفات پائی، ان کی وفات کے بعد شیخ ابن قیم کو قید سے رہائی میسر آئی۔ قید کی حالت میں ان کا مشغلہ تلاوت قرآن اور اس پر غور و تدبر تھا۔ نہایت گہری فکر سے انہوں نے قرآن کا مطالعہ کیا اور اپنا سارا وقت اسی کے لئے وقف کر دیا جس سے آپ کے لئے خیر و برکت کی بے شمار راہیں کھل گئیں، صحیح ذوق و وجد کی ان کے اندر فراوانی ہو گئی اور اس کی وجہ سے انہیں معارف و صدقہ کے سیر و سلوک کے مقامات و معارف اور غواٹھن و اسرار پر قابو پا گئے۔ اس بارے میں پورے زور سے بحث و کلام کرنے لگے ان علوم پر پوری طرح حاوی اور مسلط ہو گئے شیخ کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ ان کی تصانیف ان علوم سے پر اور لبریز ہیں۔ شیخ موصوف نے بہت سے حج کئے، مکہ مکرمہ میں عرصہ تک بیت اللہ کی عبادت کی۔ اس قدر کثرت سے خانہ کعبہ کا طواف اور حرم میں عبادت کیا کرتے تھے کہ مکہ مکرمہ کے لوگ بھی ان پر تعجب کرتے تھے اور میں نے ان سے ان کا قصیدہ نوبیہ اور ان کی بہت سی تصانیف سنی اور پڑھی ہیں اور ان سے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔

قاضی برہان الدین الزری کا قول ہے آسمان کے نیچے میں نے ابن قیم سے زیادہ وسیع العلم آدمی نہیں دیکھا۔ صدریہ میں درس و تدریس کا کام کرتے تھے اور جوزیہ میں امامت کرتے تھے اور انہوں نے خود اپنے قلم سے بہت سی تصانیف لکھی ہیں اور مختلف علوم و فنون میں کتابیں تصنیف کی ہیں اور ان کو اس قدر کتابیں میسر ہوئیں کہ کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکیں۔

تصانیف

شیخ الاسلام ابن قیم کی تصانیف و تالیفات۔
کتاب تہذیب سنن ابی داؤد و ایضاً مشکلات

کتاب ہجرتین

کتاب الوابل الصیب شرح الکلم الطیب

کتاب زاد المسافرین

کتاب زاد المعاد

اس کتاب کا استخراج نے کئی بار مطالعہ کیا ہے اور ابو زریہ

کی تلخیص کی ہے۔ اس کا ترجمہ بھی اردو میں کیا ہے۔

کتاب نقد المنقول

کتاب اعلام الموقعین عن رب العالمین

اس کتاب کا احقر نے مطالعہ ہی نہیں کیا بلکہ اس کی یادداشتیں بطور کچھول لکھی ہیں۔

کتاب بدائع الفوائد

اس کا مطالعہ بھی احقر نے کیا ہے، بڑی عمدہ اور نفیس کتاب ہے۔ کچھول کی شکل ہے۔

کتاب التونیہ

کتاب الصواعق المرسلہ علی الجہمیہ والمطلہ

اس کتاب کا بڑا حصہ مطالعہ میں رہا ہے۔

کتاب حاوی الارواح الی بلاد الافراح

کتاب نذمہ المشتاقین

آپ کے ہاتھ میں جو کتاب ہے، ماکہ کتاب کا ترجمہ احقر نے اس کتاب کا کافی مطالعہ کیا ہے۔

کتاب الکافی لمن سئل عن الدرر الشافی

کتاب مفتاح دار السعادة

کتاب تحفۃ الوجود فی احکام المولود

یہ کتاب احقر کے مطالعہ میں رہی ہے۔

کتاب الطرق الحکیہ فی السیاسة الشرعیہ

کتاب عمدۃ الصابین

پوری کتاب کئی بار مطالعہ میں آچکی ہے۔

کتاب اغاثۃ اللہفان

یہ کتاب اکثر مطالعہ میں رہی ہے۔

یہ کتاب بھی احقر کے مطالعہ میں رہی ہے۔

کتاب الروح

کتاب الفتح القدسی

کتاب التحفۃ المکیہ

کتاب الصراط المستقیم

تصوف و سلوک میں بہترین کتاب ہے۔

کتاب مدارج السالکین شرح منازل السالکین

احقر کے مطالعہ میں رہی ہے۔

قرآن حکیم کی قسموں کے متعلق بہترین کتاب ہے احقر کے مطالعہ میں رہی ہے۔

کتاب اقسام القرآن المسمی بالبتیان

فتاویٰ وغیرہ۔

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ چھوٹی بڑی اور بہت سی کتابیں شیخ ابن قیم نے لکھی ہیں

ان میں ہر کتاب بلند پایہ رکھتی ہے۔

قاضی برہان الدین الزامی نے آپ کی وفات کی تاریخ یہ لکھی ہے ۱۳ رجب ۱۰۵۰ھ میں آپ نے وفات پائی اور مقبرہ باب الصغیر میں مدفون ہوئے۔ بہت سے مقامات میں آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی اور بار بار پڑھی گئی۔

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے شیخ موصوف کی کتاب الجواب الکافی کا ترجمہ ہے۔ یہ کتاب گو ایک مخصوص سوال یعنی مرض عشق کی دوا کے استفسار کے جواب میں لکھی گئی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ بڑی بڑی محرکۃ الارادہ اور اہم بحثیں اس میں زیر بحث آگئی ہیں۔ یہ بحثیں آپ دوسری کتابوں میں بہت کم پائیں گے۔

کتاب کی عظمت کے بارے میں ہم وہی جملے دہرا دیتے ہیں جو الجواب الکافی کے ناشر علامہ ابو السمع عبد الظار بن محمد حرم لکھ کر مرہ کے امام، خطیب اور مدرس نے اس کتاب کے متعلق لکھے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے :-

من اہم الكتب النافعة في تقويم الاخلاق
وتشقیف العقول وشفاء النفوس من
امراض الجہالت و شہات الضلالت
التي تھلك بها كثير من الناس، كسائل
القضاء والقدر والاعتقاد والارتکال
بغير عمل على رحمة الله

یہ کتاب تقویم اخلاق، صفائی عقول اور امراض
جہالت اور شہات ضلالت سے کہ جن سے بشیاً
مخلوق ہلاک ہوتی ہے نفوس کو شفا
بخشے میں نہایت اہم ہے مثلاً قضا و قدر کے
مسائل اور بغیر عمل کے رحمت خداوندی پر
ملکیہ اور بھروسہ کرنا اور دھوکہ کھانا وغیرہ

آگے چل کر علامہ موصوف اپنے وہ تاثرات بیان کرتے ہیں جو اس کتاب کے مطالعہ سے ان کے قلب پر وارد ہوتے ہیں۔

وكان هذا الكتاب اول كتاب هداية
الله به و انقاذي من الضلال باسئل
یہ پہلی کتاب ہے جس کے ذریعہ خدا نے مجھے ہدایت دی
اور کتاب کے مخصوص اسلوب کے ذریعہ مجھے
ضلالت و گمراہی سے نکالا۔

واقعہ یہ ہے کہ اصلاح اخلاق کے بارے میں علماء دین اور صوفیاء کلام نے بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب اپنے مخصوص انداز، خصوصی طرز بیان، اور ممتاز طریق استدلال میں، ایک انوکھی اور نرالی کتاب ہے۔

ہم نے اس کتاب کو مطالعہ کیا تو اپنے اندر ایک عجیب و غریب کیفیت پائی۔ ہم نے ارادہ

کیا کہ اگر اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کر دیا جائے تو دین و ملت کی ایک اہم خدمت ہوگی۔ چنانچہ ہم نے پوری محنت و کوشش سے اس کا ترجمہ شروع کر دیا، اور الحمد للہ یہ ترجمہ آج آپ کے ہاتھ میں ہے۔

ترجمہ میں ہم نے سخت اللفظ ترجمہ کرنے کی کوشش نہیں کی جیسا کہ بعض علماء کا قاعدہ ہے اس سے مصنف کی کتاب کی اہمیت اور اس کے مطالب بالکل واضح ہونے نہیں پاتے۔ بلکہ بسا اوقات مطلب بالکل خبط ہو جاتا ہے۔ ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ مصنف کا مطلب اور مقصد پوری طرح واضح ہو جائے کہ مصنف کیا کہہ رہا ہے؟ لیکن پھر بھی ہماری کوشش یہ رہی کہ الفاظ و عبارت سے کلیتہً الگ بھی نہ ہوں اور یہ بھی کوشش رہی کہ ترجمہ نہایت سلیس اور بامحاورہ ہو۔

خدا نے قدوس اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور اپنے صالح اور نیک بندوں کے طفیل میں احقر کو اپنی مغفرت و رحمت سے نوازے کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔

سبقت رحمتی علی غضبی میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اس کا ارشاد ہے۔

قارئین کتاب کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ اس کتاب سے مستفیض ہوں تو احقر کو اپنی مخصوص دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں

شیخ الاسلام کی وفات

شیخ الاسلام ابن قیمؒ ۷۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ عمر کا بڑا حصہ اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہؒ کی خدمت میں گزارا۔ علوم دین میں کامل مہارت حاصل کی اور علم دین کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں۔ بے شمار تصانیف و تالیفات اپنے پیچھے چھوڑیں۔ ۸۵۱ھ المرجب المرجب ۸۵۱ھ میں وفات پائی۔ بہت سے مقامات پر آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی وہ سپرد خاک کر دیئے گئے مگر خداوند قدوس ان کے علمی آثار سے ملت اسلام کو مستفیض فرمائے۔

اللہم! انت ولی فی الدنیا والاخرۃ توفی مسلمانا والمحقق بالصالحین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و علیؑ آلہ و اصحابہ و من تبعہ الی یوم
الدين - آمین یا رب العالمین -

العید المذنب
ابو العلاء محمد اسماعیل گودروی کان اللہ لہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

(علاج امراض - دعا کی فیروز منیاں)

امام متقن، حافظ و ناقد شیخ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن شیخ صالح ابو بکر العروسی
ابن القیم الجوزی رضی اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا۔

سوال

کیا فرماتے ہیں سادۃ العلماء آئمہ دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس مسئلہ میں کہ ایک
شخص مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہے اس کی مایوسی اور ناامیدی اس درجہ بڑھ چکی ہے کہ
وہ سمجھ رہا ہے کہ اگر یہ مصیبت اور ابتلاء اس کے لئے یونہی رہی تو اس کی دنیا اور
آخرت دونوں تباہ ہو جائیں گے۔ اس مصیبت و ابتلاء کے دفعیہ کے لئے وہ ہمہ قسم کی
کوشش کر چکا، ہمہ قسم کے طریقے عمل میں لا چکا۔ لیکن اس کی مصیبت و ابتلاء کسی طرح دور
ہوتی نظر نہیں آتی۔ بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔ اس قسم کی مصیبت و ابتلاء کے
دفعیہ کے لئے کیا تدبیر اور کیا علاج کیا جائے۔ اور کونسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ
اپنے اس بندے پر رحم فرماتا ہے جو کسی بندے پر رحم کرتا ہے اور مصیبت میں اس
کی اعانت و امداد کرتا ہے۔ جو بندہ اپنے بھائی کی امداد کرتا ہے خدا اس کی اعانت
کرتا ہے افتونا ما جورین

الجواب

حضرت شیخ ابن القیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکورہ بالا سوال کے جواب میں فرماتے
ہیں۔ الحمد للہ! امانت! صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ما أنزل الله داء إلا أنزل لنا شفاء اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا مرض نہیں پیدا کیا جس کے

لئے شفا نہ پیدا کی ہو۔

صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
 نکل داء دوا اذا اصیب دواء الداء
 ہر مرض کی دوا ہے جب کسی مرض کی صحیح طریقہ پر
 دوا کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مریض اچھا
 ہو جاتا ہے۔

مسند امام احمد میں حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان الله لم ينزل داء الا انزل له شفاء
 اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لئے دوا اور شفا اتاری
 علمہ من علمہ وجہلہ من جہلہ
 ہے۔ جاننے والا اسے جانتا ہے اور جو نہیں
 جانتا وہ نہیں جانتا۔

اور ایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں

ان الله لم يضع داء الا وضع
 اللہ تعالیٰ نے سوائے ایک مرض کے تمام
 له شفاء - او - دواء الاداء
 بیماریوں کی شفا۔ یا دوا پیدا
 واحداً۔
 کی ہے۔

صحابہ نے عرض کیا وہ ایک مرض کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا۔

پھوس بوڑھا پیا

الهرم

امام ابو یوسف ترمذی اس حدیث کی توثیق اس طرح کرتے ہیں۔

هذا حدیث صحیح یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث امراض قلب و روح، امراض اجسام و ابدان اور اسکے علاج و دوا پر مشتمل ہے۔

آنحضرت کا ارشاد ہے کہ جہالت بیماری ہے اور علم سے دریافت کرنا اسکی دوا اور علاج ہے جیسا کہ

امام ابوداؤد اپنی سنن میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں ایک مرتبہ ہم

سفر میں تھے ہم میں سے ایک شخص کو پتھر سے چوٹ لگ گئی اور اس کا سر زخمی ہو گیا اس کے بعد

ایک بار اسے احلام ہو گیا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کیا اس حالت میں مجھے تیمم کرنے

کی اجازت ہے؟ ساتھیوں نے کہا تمہیں پانی پر قدرت حاصل ہے اس لئے تم نہیں پاتے کشتی

تیمم کرنے کی رخصت و اجازت تمہے۔ چنانچہ اس شخص نے غسل کر لیا جس سے وہ شخص مر گیا۔ جب ہم

لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور آنحضرتؐ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا
 قتلوا قتلہم اللہ الا سئلوا
 ان لوگوں نے اسکو مار ڈالا۔ خدا ان کو موت
 اذالم یعلموا فانما شفاء العی
 دے جب وہ خود مستند نہیں جانتے تھے تو
 السوال انما یکفیہ ان تیمم ولعصر
 کسی دوسرے سے کیوں نہیں پوچھ لیا؟ پریشان حال
 او یغصب علی جرحہ خرقۃ
 کی شفا یہ ہے کہ دوسرے سے پوچھ لے اس کے
 ثم یمسح علیہا ویغسل سائر
 لئے صرف یہ کافی تھا کہ وہ تیمم کر لیتا اور غسل
 نہ کرتا یا پھر اپنے زخم پر پٹی باندھ لیتا اور اس
 حبیلہ
 پر مسح کر لیتا اور بقیہ جسم کو دھو لیتا۔

آنحضرتؐ نے اس حدیث کے اندر یہ واضح کر دیا ہے کہ جہالت ایک بیماری ہے اور پوچھ لینا
 اس کا علاج ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ قرآن حکیم کے متعلق فرماتا ہے قرآن شفا ہے۔ چنانچہ ارشاد
 فرماتا ہے۔

ولو جعلناہ فتوانا انجمیا لقالوا لولا
 اور اگر ہم اسکو عربی کے سوا دوسری زبان کا
 فصلت آیاتہ العجمی وعربی
 قرآن بناتے تو یہ لوگ کہتے اسکی آیتیں کیوں واضح
 قل هو للذین امنوا ہدی
 نہیں کی گئیں، جلا بھی قرآن اور عربی آدمی، اے
 و شفاء
 نبی ان سے کہہ دو وہ تو مومنوں کیلئے شفا اور ہدایت
 اور ارشاد فرماتا ہے۔

ومنزل من القرآن ما هو شفاء
 اور ہم قرآن کی وہ آیتیں نازل کرتے ہیں جو ایذا
 ورحمة للمومنین
 کے لئے شفا اور رحمت ہے۔

اس آیت میں لفظ ”من“ آیا ہے۔ یہ ”من“ بیان جنس کے لئے ہے یعنی جنس قرآن شفاء
 اور رحمت ہے۔ یہ ”من“ تبصیضہ نہیں ہے کیونکہ قرآن حکیم سب کا سب شفا اور رحمت ہے
 جیسا کہ ماسبق آیت سے معلوم ہوتا ہے یقیناً قرآن حکیم ہر جہالت، ہر شک و شبہ اور ہر
 ریب و تردید سے قلوب کو شفا دیتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ نے ازالہ امراض کے لئے قرآن حکیم سے
 زیادہ عام، نفع بخش اور اعظم ترین اور زیادہ بہتر کوئی دوا نہیں پیدا کی چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح
 مسلم کے اندر حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 بعض صحابہ کسی سفر میں تھے انکا سفر میں غریب کہ ایک تھیابہ میں ان کا قیام ہوا انہوں نے وہاں کے

لوگوں سے ضیافت اور کھانے پینے کی خواہش کی قبیلہ والوں نے ان کو کھانا کھلانے سے انکار کر دیا اتفاق سے اسی روز قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈکس لیا۔ قبیلہ والوں نے اس کے لئے ہر قسم کا علاج کیا اور اس باسے میں کوئی سعی اٹھا نہ رکھی لیکن کسی دوا سے اس کو آرام نہ ہوا آخر قبیلہ کے کسی آدمی نے کہا ان نووارد آدمیوں کے پاس جاؤ اور دریافت کرو ممکن ہے ان کے پاس اس کا کچھ علاج ہو، چنانچہ یہ لوگ صحابہ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے، ہم نے ساری تدبیر کر دی ہے مگر کچھ نہ ہوا۔ کیا تم میں سے کسی کے پاس اس کا کوئی علاج ہے؟ صحابہ میں سے ایک نے کہا ہاں میں جھاڑ پھونک کرتا ہوں لیکن تم نے ہماری بہانہ نوازی نہیں کی اور باوجود کھانا طلب کرنے کے تم نے کھانا کھلانے سے انکار کر دیا اس لئے جب تک تم اس کا معاوضہ مقرر نہ کرو گے ہم قطعاً اس پر اپنا "منتر" نہیں پڑھیں گے۔ چنانچہ بکریوں کا ایک ریڈ معاوضہ میں طے ہوا اور ایک صحابی وہاں تشریف لے گئے اور الحمد للہ رب العالمین یعنی سورہ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کرنا شروع کر دیا۔ پھر کیا تھا گویا گرہ کھل گئی اور اسے کوئی دکھ تھا ہی نہیں۔ اسی وقت وہ اٹھ بیٹھا اور اضطراب و بے چینی اور دل کی بے قراری ختم ہو گئی اور چلنے پھرنے لگ گیا اور جس قدر بکریاں معاوضہ میں طے پائی تھیں ان کے حوالہ کر دی گئیں، صحابہ نے کہا ابو اب یہ بکریاں ہم آپس میں بانٹ لیں۔ وہ صحابی جنہوں نے "منتر" پڑھا تھا کہنے لگے جب تک بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر اصل واقعہ پیش کر کے آنحضرت صلعم کا فیصلہ نہ لے میں ہم کو نہیں بانٹنا چاہیے۔ آپ کے حکم کا ہمیں ضرور انتظار کرنا چاہیے۔ یہ صحابہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اصل واقعہ پیش کیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا یہ تمہیں کہاں سے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ منتر کا بھی کام دیتی ہے؟ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

قد اصبتم اقسماً و اضربوا لى معكم۔ تم نے خوب کیا۔ بکریاں تقسیم کرو تو اس میں میرا

سہما۔ فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم حصہ بھی لگا لینا۔ اسکے بعد آنحضرت صلعم نے فرمایا

غور کرو۔ یہاں دوا کی تاثیر کس طرح کام کر گئی مرض اس طرح دفع ہو گیا جیسے کسی تھا ہی نہیں سورہ فاتحہ ایک ایسی آسان اور سہل ترین دوا ہے کہ اس کے سہل و آسان اور بہترین دوا ممکن نہیں اگر کوئی بندہ خدا اچھے طریقہ سے سورہ فاتحہ کے ذریعہ علاج معالجہ کرے تو شفا مراد کے لئے سورہ فاتحہ کے اثر عجیب و غریب تاثیر پائے گا۔ چنانچہ ایک مدت مدید تک میں "مگر معظہ" میں رہا اور اس اثنا میں بہت سی بیماریاں مجھ پر مسلط ہوتی رہیں مجھے یہاں نہ کوئی طبیب میسر

آیا نہ دوا، میں صرف سورۃ فاتحہ سے اپنا علاج کرتا رہا اور اسکے اند میں نے عجیب و غریب
تاثیر دیکھی۔ میں اکثر مریضوں کو سورۃ فاتحہ سے علاج کرنے کی ترغیب دیتا تھا۔ اور لوگ اکثر اس
سے صحت یاب ہو جاتے تھے۔

یہاں یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے اور وہ یہ کہ جو اذکار، آیات، دعائیں پڑھی جاتی ہیں
اور جن سے شفا مطلوب ہوتی ہے یقیناً نافع اور شفا بخش ہوتی ہیں لیکن اس کے لئے یہ ضروری
ہے کہ محل اس کی قبولیت کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور قائل و عامل کی قوت و سمیت اور اس کی
تاثیر بھی قبولیت محل کی مقتضی ہو۔ جب تم دیکھو کہ اذکار، آیات، دعائیں اور شفا نہ ہو تو سمجھ
لینا چاہئے کہ پڑھنے اور دعا کرنے والے کی تاثیر و توجہ کمزور ہے یا اثر قبول کرنے والے میں قبول
تاثیر کی صلاحیت نہیں ہے یا کوئی اور ایسی شدید و سخت رکاوٹ موجود ہے جو دوا کی تاثیر کو
روک رہی ہے جس طرح کہ عموماً ظاہری اور حسی امراض میں دواؤں کا حال ہوا کرتا ہے۔ اور کبھی
ایسا اس وجہ سے بھی ہوتا ہے کہ دوا کے اقتضا اور تاثیر کے درمیان کوئی قوی رکاوٹ مزاحم ہو جاتی
ہے۔ جب طبیعت کسی دوا کو کامل طور پر قبول کر لیتی ہے تو جس درجہ طبیعت دوا کو قبول کرے گی
اسی درجہ بدن اور جسم کو نفع پہنچے گا۔ اسی طرح جب آدمی کا قلب کسی دعا۔ تعویذ کو قبول کر
لیتا ہے اور دعا پڑھنے والے کے اندر ازالہ مرض کے لئے نفس فعالہ اور ہمت موثرہ ہوتی
ہے تو یہ دعا۔ مکروہ و ناگوار امر کی مدافعت۔ اور حصول مطلوب و مقصود کا ایک قوی ترین سبب
بن جاتا ہے لیکن بسا اوقات دعا اور منتر کی تاثیر اس لئے نہیں ہوتی کہ کسی ایسی چیز کی دعا کی
جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور اس میں کسی پر ظلم ہو رہا ہے یا اس لئے اثر نہیں
ہوتا کہ دعا کے وقت قلب پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور کامل طور پر جمعیت
خاطر نہیں پائی جاتی۔ اور اس لئے اس کا حال ایک ڈھیلی کمان کا سا ہوتا ہے، ڈھیلی کمان سے
جو تیر پھینکا جاتا ہے وہ کمزور رفتار ہی سے جاتا ہے یا پھر اس لئے تاثیر نہیں ہوتی کہ اجابت دعائیں
کوئی اور چیز رکاوٹ پیدا کر رہی ہے مثلاً حرام غذا کھانی جاتی ہے یا کسی پر ظلم کیا جا رہا ہے یا دلوں
پر گناہوں کا میل چڑھا ہوا ہے اور قلوب پر غفلت سہویا لہو و لعب کی تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں
جیسا کہ مستدک حاکم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے: **ان حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا**
ادعوا للہ وانتم موقنون بالاجابۃ بارگاہ الہی میں اس طرح تم دعا کرو کہ تمہارے اندر
واعلموا ان اللہ لا یقبل دعائے من اجابت دعا کا پورا پورا یقین موجود ہو خوب سمجھ لو

قلب غافل لا اے۔ کہ غافل بے خبر قلب کی دعا اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا

دعا ایک ایسی پر تاثیر دوا ہے جو یقیناً نفع دیتی ہے اور مرض کو دفع کرتی ہے لیکن جب قلب غافل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے بے خبر ہوتا ہے تو دعا کی قوت بیکار ہو جاتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم کے اندر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا

ایہا الناس ان الله طيب لا يقبل الا طيباً وان الله امر المومنین بما امر المرسلين فقال يا ايها الرسول كلوا من الطيبات واعلموا اصلها اني بما تعملون عليم فقال يا ايها الذين امنوا كلوا من طيبات ما رزقناكم (۲)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم نے ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو ایک طویل سفر کرتا ہے اور دعا کرتا ہے۔ فرمایا

الرجل يطيل السفر اشعث اغبر يمد يده الى السماء يارب رب - ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذي بالحرام فاني ليستجاب لذالك

ایک آدمی طویل و طویل سفر کرتا ہے اور اس حال میں بچے کہ خستہ حال، اور گرد و غبار سے اٹا ہوا ہے۔ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر خدا سے مانگتا ہے۔ اسے پُر دگر اسے پُر دگر، اور حال یہ ہے کہ اس کی غذا حرام ہے پینا حرام ہے، اس کے کپڑے حرام ہیں، حرام غذا کھاتی ہے اس کی دعا کس طرح قبول ہوگی ؟

اور عبداللہ بن امام احمد اپنے والد کی کتاب الزہد کے اندر روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل پر ایک بہت بڑی آفت نازل ہوئی تھی اس آفت اور مصیبت کو دفع کرنے کیلئے بنی اسرائیل شہر سے باہر نکلے کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کریں اسوقت اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل کے پیغمبر کو وحی کے ذریعہ آگاہ کیا کہ ان لوگوں کو کہہ دو کہ تم لوگ اپنے ناپاک جسم بیکر صحرا میں آئے ہو۔ اور جن ہاتھوں سے تم نے بندوں کے خون بہائے اور جن ہاتھوں کے ذریعہ تم نے گھروں میں حرام و ناجائز مال جمع کیا ہے

۱۱ سورہ مومنون۔ ترجمہ: اے رسول! اچھی چیزیں کھاؤ۔ اور اچھے عمل کو جو تم لوگ کرتے ہو اس سے میں بڑا باخبر ہوں

۱۲ سورہ بقرہ۔ ترجمہ: اے ایمان والو! اچھی چیزیں جو تم نے جمع کی ہیں کھاؤ۔

وہ ہاتھ تم میری طرف اٹھاتے ہو۔ اور اب جبکہ میرا غضب اور عذاب تمہارے لئے سخت سے سخت ہو چکا ہے اور تمہاری بد اعمالیوں، بد کرداریوں کی وجہ سے تم مجھ سے حد سے زیادہ دُور ہو چکے ہو میرے سامنے دعا کرتے ہو؟ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

یعنی من الدعاء البراءة ما يشفى الطعام من الملح۔
تھوڑی دعا بھی اسی طرح کافی دانی ہو جاتی ہے جس طرح تھوڑا سا نمک کھانے کے لئے کافی دانی ہو جاتا ہے۔

فصل

دعا ایک نافع ترین دوا، اور مومن کا زبردست حربہ ہے!

دعا ایک نافع ترین دوا۔ اور بلاء و مصیبت کا مد مقابل ہے۔ دعا بلاؤ مصیبت کی مدافعت کرتی ہے اور اس کی دوا اور علاج کا کام کرتی ہے، ہر بلاء و مصیبت کو آنے سے روکتی ہے اور اسے دفع کرتی ہے۔ اور اگر بلاء و مصیبت اتر چکی ہے تو اسے پست اور ہلکا کر دیتی ہے اور دعا مومن کا ایک زبردست حربہ اور ہتھیار ہے جیسا کہ صحیح حاکم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا الدعاء سلاح المؤمن۔ و عداد الدین و نور السموات و الارض اور زمین کا نور ہے۔

مصیبت و بلاء کے مقابلہ میں مومن کی دعا کے تین درجے ہیں۔

اولے :- یہ کہ دعا مصیبت کے مقابلہ میں قوی تر، اور زور دار ہو۔ ایسی دعا مصیبت کو قطعاً ہٹا دیتی ہے

دوم :- یہ کہ دعا مصیبت کے مقابلہ میں کمزور ہو۔ اس صورت میں مصیبت قوی ہو جاتی ہے اور بند کو یہ مصیبت خواہ مخواہ ٹھکتی ہی پڑتی ہے لیکن پھر بھی یہ ضروری ہے کہ دعا اگرچہ کمزور ہی کیوں نہ ہو مصیبت کو کچھ نہ کچھ ہلکا ضرور کر دیتی ہے۔

سوم :- یہ کہ دعا اور مصیبت برابر درجے کی ہیں اور یہ دونوں آپس میں مقادمت اور مقابلہ کرتی ہیں جیسا کہ صحیح حاکم کے اندر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا لا یعنی حدس من قدر۔ والدعاء ينفع ما نزل وما لم ينزل وان مصیبت میں بھی۔ اور جواب تک نہیں آئی

نفع دیتی ہے اور مصیبت جب آتی ہے تو دعا اس کا مقابلہ کرتی رہتی ہے روز قیامت تک دعا اور مصیبت آپس میں جنگ کرتی رہتی ہیں۔

البداء لينزل فيلقاه الدعاء
فيعتلجان الى يوم القيامة.

اور اسی صحیح حاکم کے اندر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا

الدعاء ينفع ما نزل وما لم ينزل
فعلیکم عباد اللہ بالدعاء

دعا آئی ہوئی مصیبت میں اور آئندہ آنی والی

مصیبت میں نفع دیتی ہے پس اے خدا کے بند تم دعا

کو لازم پکڑو۔

اسی صحیح حاکم کے اندر حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا

لا يبرئ القدر الا الدعاء ولا يزيد

قدره تقنا کو کوئی چیز رو نہیں کر سکتی سوا دعا کے اور

کوئی چیز عمر کو بڑھا نہیں سکتی سوا نیکی کے اور آدمی گناہوں

کی وجہ سے نازق و روزی سے محروم ہو جاتا ہے

گناہ روزی کو تباہ کر دیتا ہے

في العمل الا البر وان الرجل ليجرم

البرق بالذنب يصيبه

فصل

(دعا میں الحاح و زاری مفید ترین دوا ہے)

نافع اور مفید ترین دوا یہ ہے کہ دعا میں الحاح و زاری کی جائے چنانچہ سنن ابن ماجہ کے اندر حضرت

ابو ہریرہ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا

جو آدمی اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس پر غضب کرتا ہے

من لم يستل الله يعضب عليه

اور مستدرک حاکم کے اندر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا

لا تجزعوا في الدعاء فانه لا يهلك

دعا کرو تو بے تابی نہ آنے دو کیونکہ دعا کرنے کے

مع الدعاء احد.

بعد کوئی شخص ہلاک نہیں ہو سکتا۔

اور امام اورتا علی، امام زہری سے اور وہ حضرت عروہ سے اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت

کرتے ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ دعا میں الحاح و زاری کرنے والوں کو محبوب کہتا ہے

ان الله يحب الملحين في الدعاء

امام احمد کی کتاب النہد کے اندر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں حضرت مورتق فرماتے تھے۔

ما وجدت للمؤمنين مثلاً الا رجل في
البحر على خشبة فهو يدعوا يا رب
يا رب لعل الله عز وجل ان
ينجينا -
نومن کی مثال میں اس سے بہتر یا تا کہ ایک آدمی دریا
کے آبد ایک لکڑی پر سوار ہے اور وہ خدا کو پکارتا
ہے اے پروردگار۔ اے پروردگار۔ غایا اللہ
تعالیٰ اس مصیبت سے اسے بخش دیوے۔

فصل

(دعا کی تاثیر کیوں نہیں ہوتی ؟)

وہ آفت جو دعا کا اثر مرتب ہونے سے روکتی ہے وہ یہ ہے کہ بندہ جلد بازی کر جاتا ہے دعا
کی مقبولیت میں تاخیر اور ڈھیل ہو جاتی ہے تو بندہ مایوس ہو کر دعا ترک کر دیتا ہے اور اس شخص کا
حال اس آدمی جیسا ہو جاتا ہے جس نے کھیت میں دانے ڈالے یا باغ میں درختوں کے پوسے لگائے
کھیتی اور درختوں کی خدمت کرتا رہا، ان کو پانی دیتا رہا لیکن جب اس کے کمال کا وقت آیا اور پھل
لگنے کا زمانہ قریب آ گیا تو اس نے کھیتی اور درختوں کو چھوڑ دیا۔ اور اس سے بالکل غافل اور خبر
ہو گیا۔ چنانچہ بخاری کے اندر حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرت صلم نے فرمایا۔

يستجاب لاحدكم ما لم يعجل يقول
دعوت فلم يستجب لي
تم میں سے ہر ایک کی دعا قبول ہوتی ہے اگر تم جلد بازی
نہ کرو، دعا نہ پھیرا لگتا ہے میں نے دعا کی مگر
میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

صحیح مسلم کے اندر انہی حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلم نے ارشاد فرمایا۔
لا يزال يستجاب للعبد ما لم يدع بائمه
او قطيعته رحم ما لم يستعجل
بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جبکہ وہ گناہ اور قطع
رحم کی دعا نہ کرے اور جلد بازی نہ کرے۔

کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! جلد بازی کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا۔

يقول قد دعوت. وقد دعوت فلم ان
يستجاب لي. فيستحسر عند ذلك و
يدع الدعاء
جلد بازی یہ ہے کہ بندہ کہنے لگتا ہے میں نے دعا کی
اور بہت ہی دعا کی لیکن میری دعا قبول ہوتی نظر
نہیں آتی اسی حالت کو پہنچ کر وہ مایوس ہو جاتا ہے
اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

اور مستند احمد کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلم نے ارشاد فرمایا۔

بندے کی ہمیشہ خیر بھلائی ہے جتنا کہ وہ جلد بازی نہیں کرتا

لا یؤال العید بخیر ما لم یستعجل

صحابہ نے عرض کیا -

یا رسول اللہ بندہ جلد بازی کس طرح کرتا ہے ؟

یا رسول اللہ کيف یستعجل ؟

آپ نے فرمایا

میں نے رب سے بہت دعا مانگی لیکن میری دعا اس نے قبول نہیں کی

یقول قد دعوت لونی فلم یتجب لی

فصل

(اوقات اجابت اور ادعیہ ماثورہ)

کسی مقصد کے لئے جب دعا کی جائے۔ اور دعا کے ساتھ حضور قلب اور جمعیت خاطر موجود ہو اور اجابت دعا کے چھ مخصوص اوقات میں سے کوئی وقت میں پایا جائے تو دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور وہ چھ اوقات یہ ہیں -

۱۔ رات کا آخری تہامی حصہ -

۲۔ اذان کے وقت -

۳۔ اذان و اقامت کے درمیان کا وقت -

۴۔ فرض نماز کے بعد -

۵۔ جمعہ کے دن جب امام منبر پر بیٹھے تاکہ نماز جمعہ ختم ہو جائے -

۶۔ جمعہ ہی کے دن نماز عصر کے بعد کی آخری ساعت -

ان اوقات کے ساتھ ہی ساتھ قلب کے اندر خضوع و خشوع ہی پایا جائے اور بارگاہ رب العالمین میں بجز وانکساری، ذلت و خاکساری، تضرع و الحاح اور رقت قلب بھی موجود ہو اور دعا کر نیوالے کارخ بھی قبلہ کی طرف ہو۔ اور کمال طہارت کے ساتھ ہو، اور اپنے دونوں ہاتھ بارگاہ الہی میں اٹھائے۔ اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجا لائے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو مذاک خاص بندے ہیں۔ درود شریف بھیجے اور وہی حاجت پیش کرنے سے قبل توبہ و استغفار کرے۔ پھر پوری ہمت اور توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ اور نہایت الحاح و زاری، تعلق و خاکساری کے ساتھ بارگاہ الہی میں اپنا سوال پیش کرے۔ اور تضرع و تہلیل، امید و خوف کے ساتھ اس کی جذبات میں دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور اس کی مقدس صفات اور اس کی توحید

کا وسیلہ پڑھے۔ دعا سے پہلے کچھ صدقہ و خیرات کرے تو امید ہے کہ یہ دعا مسترد نہ ہوگی، خصوصاً ماہیکہ وہ دعائیں پڑھی جاتیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان کے قبول ہونے کی امید کی جاسکتی ہے۔ یا وہ دعائیں پڑھنے جن کے اندر اسم اعظم موجود ہے۔

اسم اعظم والی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہے جو سنن احادیث اور صحیح ابن حبان میں حضرت عبداللہ بن ربیعہ عن ابیہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔

اللہم! انی استلک بالی اسئد انک انت اللہ لا الہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احداً

اے اللہ! میں تجھ سے اس وسیلہ کے ذریعہ مانگتا ہوں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی دوسرا الہ نہیں، تو ایک ہے، بے نیاز ہے، ایسی ذات ہے کہ نہ کس کو بنا، اور نہ خود کسی سے بنا گیا۔ اور نہ کوئی اسکے برابر ہے۔

اس کی یہ دعا سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لقد سئل اللہ بالاسم الذی اذا سئل ابہ اعطی و اذا دعی بہ اجاب

یہ آدمی اللہ تعالیٰ کے اس نام سے مانگتا ہے کہ جب اسکے وسیلہ سے سوال کیا جائے تو وہ دیتا ہے اور جب اسکے ذریعہ دعا کی جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے :-

لقد سئلت اللہ باسمہ الاعظم سنن احادیث اور صحیح ابی حاتم بن حبان میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک بار وہ بارگاہ رسالت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی نے نماز پڑھی، نماز کے بعد اس نے یہ دعا پڑھی۔

اللہم! انی استلک بان لا الہ الا انت المنان بدیع السماوات والارض۔ یا ذا الجلال والاکرام۔ یا حی یا قیوم۔

اے اللہ! اس وسیلے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، تیرے سوا کوئی عباد کے لائق نہیں تو ہی بڑا احسان کرنے والا ہے تو ہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اے صاحب عزت و شہنشاہ، اے زندہ جاوید۔ اے سب کو قائم رکھنے والا۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لقد دعا اللہ باسمہ العظیم الذی

یہ آدمی اللہ تعالیٰ سے اسم اعظم کے ذریعہ مانگ

اذا دعی بہ اجاب و اذا استل بہ رہا ہے کہ جبکہ ذریعہ دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول کرتا
اعطی۔ ہے اور جب سوال کیا جاتا ہے تو وہ دیتا ہے۔

یہ دونوں حدیثیں امام احمد بن حنبلہ نے اپنی مسند میں بھی روایت کی ہیں۔ اور جامع ترمذی کے
اند حضرت اسما بنت یزید سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

اسم اللہ الاعظم فی ہاتین الآیتین
الہکم اللہ واحد لا الہ الا هو
الرحمن الرحیم" وقائحة آل عمران
الم اللہ لا الہ الا هو الیومی
القیوم

اسم اعظم ان دو آیتوں کے اندر ہے الہکم اللہ
واحد، لا الہ الا هو الرحمن الرحیم اور آل عمران
کی یہ ابتدائی آیت اسم اللہ لا الہ
الا هو الیومی القیوم

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں۔

ہذا حدیث صحیح

یہ حدیث صحیح ہے

اور مسند احمد اور صحیح حاکم کے اندر حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ اور ربیعہ
بن عاصمؓ سے مروی ہے، اور وہ آنحضرت صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا
انظروا بیاد الجلال والاکرام ، یاذا الجلال والاکرام کہہ کر الخراج کرو۔
یعنی اس سے اچھی طرح تعلق قائم کرو اور اپنے لئے اسے لازم و ضروری گردان لو اور اسکو
ہمیشہ قائم رکھو۔

اور جامع ترمذی کے اندر حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے

ان التبی صلعم کان اذا اہم بالامر
وقع رأسه الی السماء واذا اجتہد
فی الدعاء قال یا حمی و یا قیوم

رسول اللہ صلعم کو جب کوئی اہم امر پیش
آتا تو آپ اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے اور
جب آپ دعائیں پوری طرح سماعی فرماتے
تو یا حمی یا قیوم پڑھا کرتے

اس طرح جامع الترمذی کے اندر حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے

کان التبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا احربہ
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی

(۱) سورہ بقرہ - توجیہ - تمہارا خدا وہی ایک اللہ ہے

(۲) سورہ آل عمران - اس ہر بیان زبردست رحم والے کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

امرتال یاجی یا قیوم برحمتک
استغیث
دشوار امر پیش آتا تو آپ "یا جی یا قیوم برحمتک
استغیث" پڑھا کرتے۔

اور صحیح حاکم کے اندر حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔
اسم اللہ الاعظم فی ثلاث سور من
القرآن البقرة و آل عمران و طہ
حضرت قاسم فرماتے ہیں میں نے ان تین سورتوں میں اسم اعظم تلاش کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اسم
اعظم یہ آیت ہے الْحی الْقیوم

اور جامع الترمذی اور صحیح حاکم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت
صلعم نے ارشاد فرمایا۔

دعوة ذی النون اذ دعا وهو فی بطن
الموت لا اله الا انت سبحانک
انى كنت من الظالمین "انہ لم
یدع بها مسلم فی شیء قط الا استجاب
لہ (قال الترمذی حدیث صحیح)

حضرت ذوالنون (یونس) نے مچھلی کے پیٹ میں
جو دعا کی تھی وہ یہ ہے لا اله الا انت
سبحانک انى كنت من الظالمین جس مسلمان
نے کسی بات کے لئے اس دعا کو پڑھا اللہ تعالیٰ
نے اس کی دعا قبول فرمائی

نیز صحیح حاکم میں حضرت سعد رضی عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔
الا اخرجکم بشیء اذ انزل بوجہ
مکم امرمہم فدعا بہ یفرح
اللہ عنہ و دعای النون

کیا میں تم کو ایک ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ تم میں
سے کسی کو جب کوئی مشکل پیش آئے تو یہ دعا
پڑھے اللہ تعالیٰ اسکی مشکل کو آسان کر دے گا؟
اور وہ حضرت ذوالنون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا ہے

نیز صحیح حاکم میں ان ہی حضرت سعد رضی عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا۔
هل اذ لکم علی اسم اللہ الاعظم
دعاء یونس

کیا میں تمہیں اسم اعظم نہ بتلاؤں؟ اسم اعظم
حضرت یونس کا دعا ہے

کیا نے کہا
یا رسول اللہ هل کان لیوئس خاصمہ؟
یا رسول اللہ کیا یہ دعا حضرت یونس کیلئے خاص تھی؟

آنحضرت صلعم نے فرمایا

الاصحیح قولہ تعالیٰ فاستجبالہ
ونجیناہ من الغم وكذلك
ننبی المومنین فایا مسلم دعا یها
فی مرضہ اربعین مرۃ اذات فی
مرضہ ذلک اعطی اجر شہید
وان بری بری مغفور الہ

کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا؟
ہیسم نے یونسؑ کی دعا قبول کی اور اسے
ہم نے غم سے نجات دی اور ہم ایمان والوں
کو اسی طرح نجات دیتے رہیں گے۔ پس جو
مسلمان بھی اپنی بیماری میں اس آیت کو
چالیس مرتبہ پڑھے گا تو اگر وہ اس بیماری
میں مر گیا تو اسے شہید کا اجر دیا جائے گا۔
اور اگر شفا یاب ہو گیا تو اس کے سارے
گناہ بھی بخش دیئے گئے۔

اور صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کان یقول عند الکرب لا الہ الا
اللہ العظیم المحلیم۔ لا الہ الا اللہ
رب العرش العظیم۔ لا الہ الا اللہ
رب السموات والارض رب العرش
الکریم ۱۱

رسول اللہ صلعم نے عینی کے وقت یہ دعا
پڑھا کرتے تھے لا الہ الا اللہ العظیم
المحلیم۔ لا الہ الا اللہ رب العرش
العظیم۔ لا الہ الا اللہ رب السموات
والارض رب العرش الکریم ۱۱

مسند امام احمد میں حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ

علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سما اذا نزل کرب ان اقول
لا الہ الا اللہ المحلیم الکریم
سبحان اللہ وتبارک اللہ رب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصیبت کے
وقت مجھے یہ دعا پڑھنے کی تعلیم فرمائی لا الہ
الا اللہ المحلیم الکریم سبحان
اللہ وتبارک اللہ رب

۱۱، ترجمہ:۔ کوئی لائق عبادت نہیں سوا اللہ بڑائی والے اور تجل والے کے۔ کوئی لائق عبادت

نہیں سوا اللہ کے جو صاحب عرش عظیم ہے، کوئی لائق عبادت نہیں سوا اللہ کے جو آسمانوں اور
زمین اور عزت والے عرش کا مالک ہے ۱۱

العرش العظيم والحمد لله رب العالمين
العرش العظيم والحمد لله رب العالمين

نیز اسی مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا
ما اصاب احداً قط هم ولا حزن
فقال اللهم انى عبدك ابن
امتك ناصيتي بيدك ماض في
حكمتك - عدل في قضائك اسئلك
اللهم بكل اسم هولك - سميت به
نفسك - او علمته احداً من خلقك
او انزلت في كتابك او استاثرت
به في علم الغيب عندك ان تجعل القرآن
ربيع قلبي ونور صدري وحيلاء
حزني وذهاب همي وعني (۱۱)
الا اذهب الله همهم وحزنهم او
ابدلهم مكانه فرجاً

کسی نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم اسے یاد نہ کر لیں؟ آپ نے فرمایا
بل ينبغي لمن سمعها ان يتعلمها ،
اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں۔

ما كذب نبي من الانبياء الا استغاثت
انبياء كرام مني من حين يغير كوهي كوني بے چینی

(۱۱) اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں تیرے بندے کا بیٹا ہوں، تیری بندی کا بیٹا ہوں میری چوٹی تیرے
ہاتھ میں ہے، میرے حق میں تیرا حکم جاری ہے، میرے حق میں تیرا فیصلہ میں انصاف ہے، اے اللہ! مانگتا ہوں
میں تجھ سے جس نام کی برکت سے وہ نام خاص تیری ذات کا ہے، اتارا ہے تو نے اس کو اپنی کتاب میں یا کہ اس کو سکھایا
ہے تو نے کسی کو اپنی مخلوق میں سے پسند کیا ہے تو نے اس کو علم غیب میں جو شخص ہے تیرے نزدیک یہ کہے تو قرآن کو بہار
میرے دل کی اور نور میرے سینہ کا اور سبب دور ہوئے میری فکر اور غم کا۔ ۱۲

درپیش ہوئی انہوں نے تسبیح (سبحان اللہ) کے ذریعہ
خدا سے فریاد کی۔

بالتسبیح۔

اور کتاب المجاہدین میں ابن ابی الدنیاء نے حسن بھری سے سلسلہ دعا یہ قصہ بیان کیا ہے کہ انصار صحابہ
میں ابو معلق نامی ایک صحابی تھے۔ یہ بہت بڑے تاجر تھے اپنے اور دوسروں کے مال لے کر تجارت
کیا کرتے تھے۔ مال لے کر وہ دور دور جاتے تھے، یہ ایک عبادت گزار و پرہیزگار آدمی تھے۔
ایک مرتبہ انہوں نے سفر کیا۔ دوران سفر میں ایک مسلح ڈاکو سے پالا پڑا۔ ڈاکو نے ان کو کہا جو کچھ
تمہارے پاس ہے یہاں رکھ دو میں تمہیں قتل کرتا ہوں۔ ابو معلق انصاری نے کہا کیا تم مجھے قتل ہی
کرنا چاہتے ہو۔ اگر صرف مال چاہتے ہو تو یہ مال ہے لے لو اور مجھے چھوڑ دو۔ ڈاکو نے کہا یہ مال تو
اب میرا ہو ہی چکا ہے میں تمہیں قتل بھی ضرور کروں گا۔ ابو معلق انصاری بولے اگر مجھے تم چھوڑ نہیں
سکتے تو مجھے اتنی جہالت تو دو کہ میں چار رکعت نماز پڑھ لوں۔ ڈاکو نے کہا اچھا تم جتنی نماز پڑھنا چاہو
پڑھ لو۔ ابو معلق انصاری نے وضو کیا اور چار رکعت نماز پڑھی۔ نماز کے آخری سجدے میں انہوں نے یہ
دعا پڑھی۔

اے محبت کرنے والے۔ اے شاندار عرش کے مالک
اے اپنے ارادہ سے سب کچھ کرنے والے۔ میں
تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری عزت کا واسطہ دے
کہ جسے کوئی چھیڑ نہیں سکتا، تیری مالکیت کا
واسطہ دے کہ جس میں کوئی مزاحم نہیں ہو سکتا۔
اور تیرے نور کا واسطہ دے کہ جس سے تیرے عرش
کا چادروں کھونٹا بھرا ہوا ہے اس چور کے شر سے
تو مجھے بچائے۔ اے فریاد رس میری مدد کر۔ اے
فریاد رس میری مدد کر۔ اے فریاد رس میری مدد کر

یا ورود۔ یا ذا العرش المجید۔
یا فعال لما تريد۔ استلک بعزاک
الذی لا یومر و بملک الذی
لا یضام و بنورک الذی ملأ
ارکان عرشک ان تکفیتی شر
هذا اللصی۔ یا مغیث اغثنی۔ یا
مغیث اغثنی۔ یا مغیث اغثنی۔

تین مرتبہ انہوں نے یہ دعا پڑھی اسی وقت ایک سوار نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا
جو گھوڑے کے سر پر دو کالوں کے بیچ میں رکھے ہوئے تھا۔ ڈاکو سوار کی طرف دیکھ رہا ہے۔ سوار
فوراً اس کی طرف پکا اور اسے نیزے میں پرو دیا۔ اس کے بعد سوار نے ابو معلق انصاری سے
کہا اٹھو۔ سراسٹاؤ۔ ابو معلق انصاری بولے میرے ماں باپ تم پر قربان، تم ہو کون؟ آج تمہارا

ذریعہ اللہ تعالیٰ نے میری کار بر آری فرمائی ہے۔ سوار نے کہا میں چوتھے آسمان کا ایک فرشتہ ہوں۔ جس وقت تم نے بارگاہ الہی میں دعا کی تو اس دعا نے آسمان کے دروازے بلا دینے جب تم نے دوسری مرتبہ دعا کی تو آسمان والوں میں ایک کھلبلی بچ گئی۔ جب تم نے تیسری مرتبہ دعا کی تو مجھے حکم ہوا کہ یہ ایک ستم رسیدہ آدمی کی دعا ہے پس میں نے بارگاہ الہی میں درخواست کی کہ اس کام پر مجھے مامور کیا جائے۔ چنانچہ میں تمہاری مدد کیلئے یہاں پہنچا ہوں۔

حضرت حسن بصری کہتے ہیں جو شخص وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھے اور مذکورہ دعا پڑھے تو اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔ وہ ستم رسیدہ ہو یا نہیں۔

فصل

(دعا کے ساتھ دوسرے اسباب کا ہونا بھی ضروری ہے)

بسا اوقات بعض لوگوں کی دعا بہت جلد قبول ہو جاتی ہے اور اس لئے قبول ہو جاتی ہے کہ وہ سخت ضرورت مند ہوتے ہیں اور ضرورت کی وجہ سے ان کے اندر اضطراری کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور کامل اضطراب کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں متوجہ ہو جاتے ہیں یا یہ کہ دعا کرنے سے پیشتر دعا کرنے والے سے کوئی بڑی نیکی وجود میں آچکی ہے۔ یا اس قسم کی کوئی اور بھلائی اس سے وقوع میں آچکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی دعا جلد قبول ہو جاتی ہے اور اس کی نیکی کا اسے بدلہ دیا جاتا ہے۔ یا دعا کسی ایسے وقت میں کی گئی کہ وہ اجابت دعا کا وقت تھا یا اس قسم کا کوئی اور سبب موجود ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی دعا بہت جلد قبول ہو جاتی ہے یہ دیکھ کر بعض لوگ یہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ اجابت دعا کا سبب صرف دعا کے الفاظ اور کلمات ہیں اور ان الفاظ و کلمات ہی پر دہنیکہ کر لیتے ہیں اور وہ اسباب اور باتیں چھوڑ دیتے ہیں جن کی وجہ سے اس کی دعا قبول ہوئی تھی۔ اس کی مثال بعینہ ایسی ہے کہ ایک شخص ایک مفید دوا کسی مناسب وقت اور مناسب موقع پر استعمال کرتا ہے اور وہ اور اس کے فن میں مفید ثابت ہوتی ہے۔ دیکھنے والا یہ سمجھ لیتا ہے کہ صرف اس دوا کے استعمال سے اسے شفا ملی ہے کسی دوسرے اسباب کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس کا یہ سمجھنا قطعاً غلط ہے۔ دعا کے افادہ کے لئے دوا کے علاوہ دیگر امور کی بھی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

یہ وہ غلط فہمی ہے کہ بہت سے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔ اور اس قسم

کی غلط فہمیوں میں سے یہ بھی ایک زبردست غلط فہمی ہے کہ ایک شخص اپنی اضطرابی کیفیت کے ساتھ کسی قبر پر پہنچتا ہے اور وہاں پہنچ کر بارگاہِ الہی میں مضطر بانہ حالت میں دعا کرتا ہے اور روتا گرتا گرتا ہے اس کی مضطر بانہ حالت کی بنا پر اس کی وہ دعا قبول ہو جاتی ہے۔ جاہل لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ مقبولیت دعا کا سبب اور راز یہ قیر ہے۔ حالانکہ ان کا یہ سمجھنا سراسر غلط ہے۔ مقبولیت دعا کا سبب اور راز اس کا اضطراب اور بارگاہِ الہی میں اس کی مضطر بانہ التجا اور اس کی عجز و انکساری ہے۔ اگر یہی باتیں اس سے سرزد ہوتیں اور کسی مسجد میں ہوتیں تو زیادہ بہتر ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ قربات ہوتی۔

فصل

(دعا اور تعوذات بمنزلہ اسلحہ کے ہیں)

دعا اور تعوذات (خدا سے پناہ چاہنا) اسلحہ کی طرح ہیں اور اسلحہ بھی صرف تیزدھار والے نہیں بلکہ اسلحہ مع سپاہی۔ جب خنجر و تلوار تیزدھار ہوگی اور اس میں کوئی نقص نہیں ہوگا اور بازو بھی قوی اور مضبوط ہوں گے اور کوئی رکاوٹ بھی نہ ہوگی تو وہ ضرور دشمن کا کام تمام کر دے گی۔ اور اگر ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی (مقصود) ہوگی تو ہتھیار یقیناً ناکام ہوگا۔ ہتھیار کی عمدگی اور تیزی کا کوئی اثر مرتب نہ ہوگا۔ اگر دعائیہ نفسہ اچھی نہیں ہے یا دعا کرنے والے کا دل اور زبان ایک نہیں ہے یا اجابت دعائیں کوئی دوسری چیز مانع ہے تو یقیناً دعا کا اثر نہ ہوگا

فصل

ذاسباب ترک کر کے صرف تقدیر زینکیہ کو لینا مذموم ہے

یہاں ایک مشہور سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جس امر کے لئے دعا کی جاتی ہے اگر وہ مفقود ہو چکا ہے تو بندہ دعا کرے یا نہ کرے اس کا وقت تو دعا میں آتا لابدعا اور ضروری ہے اور اگر وہ مفقود نہیں ہے تو بندہ سوال کرے یا نہ کرے وقت میں نہیں آئے گا۔

اس مشہور مغالطہ کو ایک گروہ نے صحیح نتیجہ لیا اور دعا و التجا کو بالکل چھوڑ بیٹھا ہے، اس مشہور مغالطہ کی بنا پر یہ گروہ اس امر کا قائل ہو گیا کہ سوال، دعا، التجا سے کوئی فائدہ حاصل

نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ان کی انتہائی جہالت اور ضلالت و گمراہی ہے۔ علاوہ انہی اپنے مسلک میں یہ خود متناقض ہیں۔ ان کے مسلک میں باہمی تضاد و تخالف پایا جاتا ہے کیونکہ اگر یہ لوگ اپنے اس مسلک کو بطور کلی مان لیتے ہیں تو دنیا جہاں کے تمام اسباب کا تعطل واجب و ضروری ہو جاتا ہے اس مسلک کے قائل سے کہا جائے اگر سیری و سیرابی تیرے لئے مفید ہو چکی ہے تو وہ ہو کر رہے گی تو کھاٹے یا نہ کھاٹے، پانی پئے یا نہ پئے۔ اور اگر مفید نہیں ہے تو تجھے ہرگز ہرگز سیری و سیرابی حاصل نہ ہوگی تو کھاٹے یا نہ کھاٹے، اسی طرح اگر اولاد تمہارے لئے مفید ہو چکی ہے تو وہ یقیناً ہو کر رہے گی، اپنی بی بی، باندی سے خلوت و ہمبستری کرو یا نہ کرو۔ اور اگر مفید نہیں ہے تو ہرگز ہرگز اولاد نہ ہوگی، خلوت و ہمبستری کرو یا نہ کرو، پھر تمہیں نکاح کی یا باندی کی کیا ضرورت ہے؟ دنیا کے سارے اسباب اور اسباب کے سارے سلسلہ کو اسی طرح سمجھ لو۔ پس کیا اس خیال کے آدمی کو عقلمند۔ اور عقلمند تو کیا انسان بھی کیا جاسکتا ہے؟ بلکہ حیوانات اور چوپائے تک یہ اسباب کو فطرۃً ہیما کرتے ہیں جن سے ان کی بقا اور جن سے ان کی زندگی وابستہ ہے، پس ان لوگوں سے تو حیوانات چوپائے زیادہ عقلمند اور سمجھ دار کہے جائیں گے۔ یہ لوگ تو حیوانات سے بھی گئے گزرے ہیں۔

بعض نے تو اپنی فطانت و زیرکی کا ثبوت یہاں تک دیدیا تو یہ کہہ دیا کہ دعا کرنا محض ایک تعبدی امر ہے۔ اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے کو صرف اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔ حصول مطلب میں دعا کا کوئی اثر و دخل نہیں۔ ان زیرک طبع انسانوں کے نزدیک قلب و زبان سے دعا، التجا کرنے نہ کرنے میں حصول مطلب کے لئے کوئی فرق نہیں۔

ایک گروہ جو اس سے بھی زیادہ زیرکی اور دانائی کا مدعی ہے، کہتا ہے کہ دعا کا حصول محض حصول مطلب و مدعا، اور قضا حاجت کے بارے میں دعا ایک علامت و نشانی کا حکم رکھتی ہے کسی بندے کو دعا کی توفیق میسر آئی تو یہ اس کی حاجت روائی اور حصول مدعا کی علامت ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ موسم برسات میں تم سیاہ بادلوں کی گھٹائیں اور سر ہوائیں دیکھتے ہو تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ برسات ضرور ہوگی، ان لوگوں کے نزدیک طاعات، عبادات کے اجر و ثواب اور کفر و معاصی کے عقاب و عذاب کا بھی یہی حکم ہے کہ طاعات و عبادات، کفر و معاصی محض اجر و ثواب، عقاب و عذاب کی علامتیں ہیں اور کچھ نہیں کیونکہ یہ چیزیں ثواب و عذاب کے اسباب نہیں ہیں ان لوگوں کے نزدیک کسی چیز کو توڑنے سے ٹوٹ جانے جلائے سے حل

جانے، قتل کرنے سے قتل ہو جانے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ یہ چیزیں ان امور کے لئے حتمی اسباب نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ان چیزوں میں اور ان امور میں کوئی ترتیب و تعلق نہیں ہے محض ایک عادت یا ربط و تعلق ہے۔ کوئی ایسا اثر اور ایسا تعلق در ربط نہیں جو بطور سبب و علت کے ہو۔ ان کا یہ قول جس ظاہر، عقل، شرع، فطرت اور تمام اہل عقل و بصیرت کے خلاف ہے بلکہ دنیا جہان کے عقلمند ارباب بصیرت ان کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔

مسائل کے بیان کردہ دونوں مسلوں کے علاوہ اس باب سے میں ایک تیسرا مسلک بھی لایا ہے اور وہی صحیح مسلک ہے اور وہ یہ کہ امر مقدر و مقدر اسباب کے ساتھ مقدر و مقدر ہوا ہے اور انہی اسباب میں سے ایک سبب دعا بھی ہے۔ کوئی امر مقدر و مقدر بلا سبب مقدر و مقدر نہیں ہوا بلکہ اسباب کے ساتھ مقدر و مقدر ہوا ہے۔ پس بندہ جب کوئی سبب عمل میں لاتا ہے تو اس سبب کے ساتھ جو امر مقدر و مقدر ہے وہ بھی وقوع میں آجاتا ہے۔ اور سبب عمل میں نہیں لاتا تو اس سبب کے ساتھ جو امر مقدر و مقدر ہے وہ بھی وقوع میں نہیں آتا مثلاً سیری و سیرابی کھانے پینے کے ساتھ، اولاد بہتری کے ساتھ، کھیتی اناج زمین پر دانے بونے کے ساتھ اور جانور کی جان کا کلنا ذبح کرنے کے ساتھ مقدر و مقدر ہے۔ اور یہی تیسری قسم صحیح اور حق ہے۔ اور اس تیسری قسم کے سمجھنے سے سائل محروم ہے اور اسے اس کے سمجھنے کی توفیق ہی میسر نہیں ہوتی اس تیسری قسم کے لحاظ سے دعا، التجا ایک قوی ترین، اور زبردست سبب ہے پس جبکہ کسی امر مقدر کا وقوع دعا کے ساتھ مقدر ہے تو پھر یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کہ دعا سے کوئی فائدہ نہیں جس طرح کہ یہ کہنا صحیح نہیں کہ کھانے، پینے اور دیگر حرکات اور اعمال سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ یقیناً حصول مطلب کے لئے دعا، التجا سے زیادہ کوئی چیز مؤثر، مفید اور نفع بخش نہیں اور اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا سبب نہیں چونکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اللہ، اللہ کے رسول اور کتاب و سنت کو سب سے زیادہ جانتے والے اور دین کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے اس لئے اس سبب ادعا، کو تمام اسباب سے زیادہ اہمیت دیتے تھے اور نہایت اہتمام کے ساتھ اس پر عمل کرتے تھے۔ وہ دعا اور التجا کے شرائط و آداب کے پابند تھے۔

خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے مقابلہ میں دعا ہی کے ذریعہ بارگاہ الہی میں نصرت و امداد اور فتح و ظفر کی التجا میں کرتے تھے اور اکثر اوقات صحابہ کرام کو فرمایا

کرتے تھے کہ

لستم تنصرون بكثرة وانما تنصرون من السماء اور فرمایا کرتے تھے۔

ان لا اهل هم الا حياية ولكن هم الدعاء فاذا اُلهمت الدعاء فان الاجابة معى

کسی شاعر نے اس معنی کو اپنے شعر میں ادا کیا ہے۔

لو لم تود نبل ما ارجو واطلبيا من جود كفيك ما علمتني الطلبيا

اگر اپنے دست سخا سے میری طلب کو پوری کرے گا تو ارادہ نہ کرنا تو مانگنا مجھے نہ سکھائے ہوتا۔

پس جس شخص کو دعا القا کی گئی، دعا، التجا کی توفیق عطا کی گئی تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس نے ضرور اجابت دعا کا ارادہ فرمایا ہے چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے

ادعوني استجب لكم (سورہ نافر) تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ اور ارشاد ہے

واذا سئلك عبادى عنى فانى قريب اجيب دعوة الداع اذا دعان (بقرہ)

جب میرا بندہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کے قریب ہوتا ہوں، دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔ اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی سے مروی ہے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا

من لم يسئل الله يعضب عليه جو آدمی اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس پر خفا ہوتا ہے۔

یہ آیتیں اور حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اسی میں ہے کہ اس سے دعا کی جائے، اس سے سوال کیا جائے، اس سے بندے مانگیں، اس کی اطاعت و عبادت کی جائے اور ظاہر ہے کہ جب اللہ رب تبارک و تعالیٰ راضی ہوتا ہے تو ہر قسم کی خیر، بھلائی اسی کی رضامندی اور خوشنودی ہی میں ہے۔ جس طرح کہ ہر قسم کی آفتیں اور مصیبتیں اس کے غضب، خفگی اور ناراضگی میں ہیں

حضرت امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب "کتاب الزہد" میں ایک حدیث قدسی نقل کی ہے۔

انا للہ لا الہ الا انا۔ اذارضیت
بارکت و لیس لبرکتی منتھی
واذا غضبت لعنت و لعنتی
تبلغ السایع من الولد

میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، جیہ میں
کسی سے راضی ہوتا ہوں تو اس کو میں اپنی برکت
سے نوازتا ہوں اور میری برکت کی کوئی انتہاء
نہیں ہے اور جیہ میں کسی سے خفا ہوتا ہوں تو میں
اس پر لعنت بھیجتا ہوں اور میری لعنت اس
کی ساتویں اولاد تک پہنچتی ہے

عقل و قفل فطرت اور تمام عمل و اقوام اور پرستاران مذاہب کا تجربہ رہنمائی کرتا ہے کہ اللہ
رب العالمین کا تقرب اس کی رضا مندی اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے بندوں کے
ساتھ نیکی، بھلائی اور احسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر قسم کے خیر اور بھلائی حاصل کرنے کا سب سے
بڑا سبب ہے اور اس کے خلاف عمل کرنا ہمہ قسم کے شر اور برائی کا سبب ہے۔ پس تم انعامات الہیہ
اور اس کی نوازشات سے اس قدر بہرہ ور ہو سکتے ہو۔ اور اسی قدر اس کی خشکی و ناراضگی سے دور
رہ سکتے ہو جس قدر تم اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرو گے اور اس کا تقرب حاصل کرو گے اور اس
کی مخلوق اور بندوں کے ساتھ احسان اور صلہ رحمی کرو گے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن حکیم کے اندر ہمہ قسم کی خیر و بھلائی، فلاح و بہبود، سرور و بہجت
کو اعمال ہی سے وابستہ فرمایا ہے اور اس طرح وابستہ فرمایا ہے جس طرح جزا سے شرط۔ یا معلول علت
یا مسبب سبب سے وابستہ ہوتا ہے اور یہ تلازم ایک ہزار سے زیادہ مواقع میں قرآن حکیم کے
اندر موجود ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی تکوینی حکم یا تشریحی حکم کو کسی ایسے مناسب وصف پر
مترتب فرماتا ہے جو مسبب و سبب۔ معلول و علت کا صاف صاف ثبوت پیش کرتا ہے۔ مثلاً
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فلا تختوا عما نھولتہا قلنا لھم کولوا
قردۃ خاسئین
پھر جس کام سے ان کو منع کیا تھا جب اس میں حد
سے بڑھ گئے تو ہم نے ان کو حکم دیا تم ذلیل و
خوار بند بن جاؤ۔

(اعراف)

اور ارشاد فرماتا ہے۔

فلا اسفونا انتقمنا منھم (زحرف)
پھر جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان
سے بدلہ لیا۔

اور ارشاد فرماتا ہے

وَالسَّارِقِ وَالسَّارِقَاتِ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا
جِزَاءً بِمَا كَسَبَا - (مائده)

اور ارشاد فرماتا ہے -

ان المسلمين والمسلمات - الى قولہ -
وَالذَّاكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتِ
اَعَدَّ اللّٰهُ لِهِنَّ مَغْفِرَةً وَّاجْرًا عَظِيْمًا -
(احزاب)

اور مرد چوری کرے، اور عورت چوری کرے تو اس کے
کرتوت کے بدلہ میں دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں - الی قولہ -
کثرت سے خدا کو یاد کرنے والے مرد اور کثرت
سے یاد کرنے والی عورتیں ان کے لئے بدلہ میں اللہ
تعالیٰ نے گناہوں کی معافی اور بڑے بڑے اجر
تیار کر رکھے ہیں۔

اس قسم کی آیتیں قرآن حکیم کے اندر بکثرت موجود ہیں۔

اور کبھی اللہ تعالیٰ اس قسم کے حکم کو صیغہ شرط و جزا سے مربوط و مرتب فرماتا ہے۔ ارشاد فرماتا ہے
ان تتقوا اللہ يجعل لكم فرقا نا ويكفر
عنكم سيئاتكم ويغفر لكم
(انفال)

مسلمانو! اگر تم خدا سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہارے
لئے ایک امتیاز پیدا کر دے گا اور تمہارے گناہ
تم سے دور کر دے گا۔ اور تم کو بخش دے گا

اور ارشاد فرماتا ہے

وان لو استقاموا على الطريقت
لاستقينا هم ماء عندنا (جن)
اور ارشاد فرماتا ہے -

اور اگر یہ لوگ سیدھے راستے پر قائم رہتے تو ہم
ان کو پانی کی ریل پیل سے سیراب کر دیتے۔

اگر یہ لوگ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں
تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

فان تابوا واقاموا الصلوة واتوا
الزکوٰۃ فاحوانکم فی الدین (توبہ)

اس قسم کی آیتیں بھی قرآن حکیم میں بکثرت موجود ہیں۔

اور کبھی لام تعلیل کے ساتھ اس قسم کے حکم کو نتیجہ و معلول قرار دیتا ہے۔ مثلاً ارشاد فرماتا ہے
لیدبروا آیاتہ ولیتزر اولوالالباب
(ص)

تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور تاکہ عقلمند
لوگ اس سے نصیحت پکڑیں۔

اور مثلاً

لتكونوا شهداء على الناس ويحون
الرسول عليكم شهيداً ريقه،
تاکہ لوگوں کے مقابلہ میں تم گواہ بنو اور رسول
تم پر گواہ بنیں۔

اور کبھی حرف "کئے" سے جو تعلیل کے لئے آتا ہے حکم کی ترتیب کا اظہار فرماتا ہے مثلاً۔
کیلا یحون دولتنا بین الاغنیاء
منکم وحشر
یہ حکم اس لئے دیا گیا کہ جو لوگ تم میں مالدار
ہیں یہ مال ان ہی میں دائم رہے

اور کبھی "باء سبب کے ساتھ مثلاً
ذالک بما قدمت ایدیکم رآل عمران
اور مثلاً

بما کنتم تعملون ریس،
اور

بما کنتم تکسبون
اور

ذالک بانہم یغفرون بایات اللہ
یہ اس کا بدلہ ہے جو یہ لوگ خدا کی آیتوں کا انکار
کرتے رہے

اور کبھی صریح۔ یا محذوف مفعول کے ذریعہ علت و معلول کو واضح فرماتا ہے مثلاً
فرجل وامرأتان من ترضون من
الشہداء ان تفضل احدہما فتذکر
احدہما الاخری

ان تقولوا یوم القیامت انا کنا
عن ہذا غافلین (اعراف)

ان تقولوا انہما انزل الکتاب علی
طائفین من قبلنا (انعام)

اور کبھی اللہ تعالیٰ فاء سببیت کے ساتھ حکم کو ماقبل کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔
فکذبوا فحشرنا۔ فدمدم علیہم

ربہم بذنبہم فسواہا رثنا

اس پر بھی ان لوگوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور انہی
کو مار ڈالا تو ان کے پروردگار نے ان کے گناہ

کے بدلے میں ان پر بلاکت لا ڈالی اور سب کا
پٹرا کر دیا۔

اور مثلاً

پس ان لوگوں نے اپنے پروردگار کے پیغمبر کی نافرمانی
کی تو اس نے بھی ان کو بڑا سخت پکڑا
غرض یہ ان لوگوں نے موسیٰ اور ہارون دونوں کو
ٹھٹھایا تو یہ ہلاک کر دیئے گئے

فصوا رسول ربهم فاخذهم
اخذتہ رابیتہ (الحاقہ)
فکذبوها فکالتوا من المہلکین
(مومنون)

یہ اور اسکی مثل دوسری آیتیں

اور کبھی حرف "لما" سے جو شرط و جزا پر دلالت کرتا ہے مثلاً

پھر جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے
ان سے بدلہ لیا۔

فلما اسفونا انتقمنا منهم
(زحرف)

اور کبھی حرف "ان" کے ساتھ مثلاً

اسلئے کہ یہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے
یہ نافرمان بڑے بڑے لوگ تھے ہم نے ان
سب کو عرق کر دیا۔

انہم بسیارعون فی الخیرات (انبیاء)
انہم کالواقوم سوء فاغرقناہم
اجمعیان (انبیاء)

اور کبھی حرف "لولا" کے ساتھ جو اپنے ماقبل کو اپنے مابعد سے مربوط کرتا ہے یہ حکم ظاہر
فرماتا ہے مثلاً

تو اگر یونس خدا کی تسبیح و تقدیس کرنے والوں
میں نہ ہوتے تو اس دن تک کہ لوگ اٹھنا
کھڑے کئے جا نہیں گئے مچھلے ہی کے پیٹ میں رہتے

فلولا انہ کان من المسبحین للبث
فی بطنہ الی یوم یبعثون
(صافات)

اور کبھی حرف "لو" سے جو شرط و جزا پر دلالت کرتا ہے مثلاً

اور جو کچھ ان کو سمجھایا جاتا اگر ان کی تعمیل کرتے تو
ان کے حق میں بہتر ہوتا۔

فلوانہم فعلوما یوعظون بہ لکان
خیرالہم (النساء)

حاصل کلام یہ کہ قرآن حکیم اول سے آخر تک خیر و شر اور احکام تکوین اور اوامر و نہی کا ریلو اسباب
پر بجاہت فرماتا ہے بلکہ دنیا اور آخرت کے تمام احکام و اوامر اور مصالح و مفاسد کو اسباب و

اعمال ہی پر مرتب فرمایا ہے جو شخص اس مسئلہ پر پوری عقلمندی اور تفقہ سے کام لے گا اور اس پر کامل طور پر غور و تامل کرے گا اسے اس سے انتہا درجہ کا نفع پہنچے گا اور اس قدر نفع پہنچے گا کہ اس کا اندازہ لگانا دشوار ہے اور اپنی بہالت و بے علمی عجز و کاہلی، بے عملی، انفراد و تفریط کی وجہ سے ساری طاقتیں ضائع کرنے اور قوت عمل برباد کرنے کے لئے صرف اس تقدیر پر کبھی ٹیکہ اور بھروسہ نہیں کرے گا کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ عاجزی، کاہلی، بے عملی کو توکل سمجھ لیا گیا ہے اور توکل اسی عاجزی، کاہلی، بے عملی کا نام رکھ لیا ہے بلکہ کامل ترین فقیہ "عقلمند" اور سمجھ دار انسان وہی ہے جو تقدیر کو تقدیر سے ٹوڑے اور تقدیر کی تقدیر سے مدافعت کرے۔ تقدیر کے مقابلہ میں تقدیر کو لاکھڑا کر دے بلکہ واقعہ اور حقیقت یہ ہے کہ انسان اس اصول پر عمل کیے بغیر اس دنیا میں زندہ ہی نہیں رہ سکتا، بھوک، پیاس، سردی، گرمی اور ہمہ قسم کے خوف سے نجات پانے اور بچنے کے اسباب تقدیر ہی کی جانب سے ہیں اور دنیا جہاں کی ساری مخلوق ان چیزوں کی مدافعت اسی طرح کر رہی ہے کہ تقدیر سے تقدیر کی مدافعت کی جاتی ہے اسی طرح وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے توفیق میسر آتی ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت عطا فرمائی ہے وہ ہمیشہ مقدسہ اخروی عقوبت و عذاب کی مدافعت مقدسہ توہر و انابت ہے اور ایمان و اعمال صالحہ کے ذریعہ کرتا ہے اور یہی وہ تقدیر ہے جس سے دنیا اور آخرت کے تمام خطرات اور تکالیف و مصائب کا مقابلہ اور مدافعت کی جاتی ہے، دونوں جہاں کا مالک، رب، پروردگار ایک ہی ہے۔ اس کی حکمت بھی ایک ہی طریقہ پر کام کرتی ہے۔ اس کی حکمتوں اور مصلحتوں میں باہم تضاد اور تناقض نہیں ہے۔ اس کی ایک حکمت و مصلحت دوسری حکمت و مصلحت سے کبھی ٹکراتی نہیں۔ ایک مصلحت دوسری مصلحت کو کبھی باطل اور لغو نہیں قرار دیتی۔ پس تقدیر کا یہ مسئلہ درحقیقت اس شخص کے حق میں جو اس کی قدر و عظمت کر سکتا ہے اور اس کے حقوق کی کما حقہ رعایت کر سکتا ہے۔ بڑا ہی اہم ہے اور بڑے سے بڑے مسائل سے بھی زیادہ شریف اور بزرگ ترین مسئلہ ہے۔

واللہ المستعان۔

لیکن یہاں اسکے لئے دو اہم امور بحث طلب باقی رہ گئے ہیں جن سے اس کی سعادت و فلاح وابستہ ہے۔

اولیٰ یہ کہ انسان خیر و شر کے اسباب اور اس کی تفصیلات سے پوری طرح آگاہ اور باخبر ہو جائے پس انسان اس بات سے میں اپنے مشاہدات کو جو دنیا میں اس کے سامنے آچکے ہیں اور اپنے اندر و باہر کے تجربات کو اور قدیم و حدیث، اٹھلی پھلی قوموں کے حالات و واقعات کو جو اس نے

تاریخ میں پڑھے اور سنے ہیں۔ اپنا نصیر و مددگار بنائے اور اس بارے میں سب سے زیادہ مفید و نفع بخش قرآن حکیم ہے اگر پوسے غور و تدبر سے قرآن حکیم کا مطالعہ کیا جائے تو قرآن حکیم ان تمام امور کا صحیح و جہ کفیل و ضامن ہے۔ اس کے اندر خیر و شر کے تمام اسباب پوری تفصیل اور پوری وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔

قرآن حکیم کے بعد سنت نبوی کا درجہ ہے۔ سنت نبوی قرآن کی رفیقہ بہن ہے، کیونکہ یہ درجہ دوم کی وحی الہی ہے۔ جو شخص ان دو چیزوں کے اندر اپنی توجہ کرے گا تو یہ اس کے لئے کافی ہو جائیں گی اور دوسری تمام چوکھٹوں سے مستغنی اور بے پروا کر دیں گی۔ یہ دونوں چیزیں تمہاری راہنمائی، راہبری اس طرح کو رہی گی کہ خیر و شر اور ان کے اسباب اس طرح تمہارے سامنے آجائیں گے گویا تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اس کے بعد تم دنیا کی قوموں اور ملتوں کی تاریخ، اور اطاعت گزاروں اور نافرمانوں کے حالات و واقعات پر غور کرو گے تو تمہیں اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ قرآن حکیم اور سنت نبوی نے جو کچھ بیان کیا ہے بالکل صحیح اور ٹھیک ٹھیک ہے۔ تاریخ و حالات کا ہر ہر واقعہ کتاب و سنت کے عین مطابق ہے اور ان تمام تاریخی واقعات و حالات کو اللہ تعالیٰ نے ان وعدوں اور وعیدوں کی تفصیل پاؤ گے جن کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ اور آفاق عالم میں اللہ تعالیٰ کی جس قدر نشانیاں ہیں وہ بھی تمہاری راہ نمائی اور راہ برسی کریں گی کہ قرآن حکیم بالکل برحق ہے اور آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برحق پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے ضرور پورے فرمائیں گے۔ پس تاریخ ان جزئیات و واقعات کی تفصیل ہے جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اسباب خیر و شر کے ضمن میں پیش فرمائے ہیں اور یہ ان اسباب خیر و شر کے کلیات و اصول کی تفصیل ہے جس کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے وضاحت فرمائی اور اس کی تفصیل کی ہے

فصل

”زبانی تو یہ استغفار کے مجھ و سر پر گناہوں کا ارتکاب
 قطعاً درست نہیں۔ خدا کا رسول اس بات سے براہی
 ہوتا ہے جس سے خدا راضی ہے۔ حسن ظن، کفارہ و زنا
 غوث و درجہ کی حقیقت“

امردوم یہ ہے کہ اسباب کے باسے میں بندہ اپنے نفس کے مغالطہ اور دھوکہ سے بہت ہوشیار رہے۔ اور اس سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرے کہ یہ ایک اہم معاملہ اور نازک ترین امر ہے۔ کیونکہ ہر بندہ اس امر کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ معصیت و نافرمانی، غفلت اور خدا فرموشی اس کے حق میں ایک خطرناک امر ہے اس کی ہلاکت و تباہی کا موجب اور سبب ہے جس سے اس کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہو جاتے ہیں لیکن پھر بھی بندے کا نفس اسے دھوکہ اور فریب دیتا رہتا ہے اور یہ دھوکہ اور فریب کبھی خدا کے عفو و درگزر اور مغفرت و بخشش کی امید پر ہوتا ہے اور کبھی زبانی توبہ و استغفار کے بھروسہ پر اور کبھی اوتنے درجے کے مستحبات کے بھروسہ پر اور کبھی علم و منزلت کے غرہ پر، کبھی تقدیر کی اڑے کر، کبھی اپنے جیسے لوگوں کے اعمال و کردار کو دلیل کی راہ بنا کر، کبھی ان لوگوں کی اقتدار کی بنا پر جو ریاست و امارت، جاہ و منزلت کے فتنہ میں پڑ کر دنیا کے عوض اپنا دین برباد کر چکے ہیں اور بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ابھی توبہ چاہو، توبہ پھر استغفر اللہ۔ استغفر اللہ کہہ کر معاف کرا لیں گے۔

ایک فقہیہ جسے فقہ سے خاص نسبت ہے ایک روز مجھ سے کہنے لگے میں تو سارے کام کر گزرتا ہوں اس کے بعد سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھ لیا کرتا ہوں سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور استدلال میں یہ حدیث بیان کر دی

من قال فی یوم سبحان اللہ و بحمدہ
مائتہ مرتۃ حطت خطایاہ و لوعانت
مثلی ثم بد البحر۔
جو آدمی ایک دن میں سو مرتبہ سبحان اللہ
و بحمدہ پڑھ لیا کرے گا اسکے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

ایک لکھ کا باشندہ مجھ سے کہنے لگا ہم سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو غسل کر کے خانہ کعبہ کا طواف کر لیتے ہیں اس سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ایک اور صاحب کہنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صحیح حدیث ہے۔

اذنب عبدی ذنبا فقال اے رب
اصبت فاغفر لی فعفر اللہ ذنبا ثم
مکث ماشاء اللہ، ثم اذنب ذنبا
اخری فقال ای رب اصبت ذنبا
فاغفر لی فقال اللہ عز وجل قد علم
بندہ گناہ کرتا ہے۔ اسکے بعد وہ کہتا ہے، اے
پروردگار مجھ سے گناہ ہو گیا معاف فرما۔ خدا اس کا
گناہ معاف کر دیتا ہے پھر کچھ عرصہ رک کر پھر گناہ
کرتا ہے، پھر بارگاہ الہی میں رجوع کرتا ہے اور
کہتا ہے اے پروردگار مجھ سے خطا ہو گئی تو

عبدی ان لہ ربا یعفر الذنب و
یاخذ ، قد عفرت لعبدی
فلیصنع ما شاء
معاف فرما، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا یہ بند جانتا ہے
کہ اسکا کوئی رب ہے جو گناہ کو معاف بھی کر سکتا ہے
اور گرفت بھی کر سکتا ہے اس بندے کا گناہ میں نے
معاف کر دیا اب اسکا جو جہا چاہے کرے۔

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد وہ کہنے لگا مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ میرا پروردگار
ہے جو گناہوں کی مغفرت کر سکتا ہے اور گرفت بھی کر سکتا ہے اس قسم کے لوگ بسا اوقات اس قسم
کی امید ورجاء کی نصوص سے چمٹے رہتے ہیں، انہی پر تکیہ کر لیتے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے اس قسم
کی نصوص کو تھام لیتے ہیں اگر اس قسم کے لوگوں پر گناہوں اور گناہوں کے انہماک پر ملامت و سرزنش
کی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت، وسعت عفو و مغفرت اور امید ورجاء کی ساری
نصوص اور اس بارے میں ان کے پاس جس قدر بھی اندوختہ ہوتا ہے پیش کرنا شروع کر
دیتے ہیں اور پھر جاہل بے علم لوگ تو کچھ عجیب و غریب ہی باتیں کہا کرتے ہیں چنانچہ کسی نے
کہا ہے ۵

و کثر ما استطعت من المخطایا
اذا کان القدوم علی کریم
جب تمہیں کریم و بخشش کرنے والے کی بارگاہ میں
حاضری دینی ہے تو پھر مستعد بھی ہو سکے گناہ کر لو۔
اور مثلاً بعض کہتے ہیں گناہوں سے اجتناب کرنا اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اور وسعت عفو
عفو و کرم، اور وسعت مغفرت و بخشش سے بے خبری ہے۔
اور کوئی کہتا ہے گناہوں سے باز رہنا اللہ تعالیٰ کی مغفرت و بخشش کی خلاف ورزی اور اسکی
شان کریمی کی توہین ہے۔

اور محمد بن حزم کہتے ہیں میں نے کچھ لوگوں کو دعائیں یہ کہتے سنا ہے۔ اے اللہ میں عصمت بے گناہی
سے تیری پناہ پاتا ہوں اور پھر تمہیں بہت سے لوگ ملیں گے جو مسئلہ حیرت و قد سے اپنا تعلق و رشتہ
جوڑ بیٹھے ہیں اور صاف صاف کہتے ہیں بندہ اپنے افعال و اعمال میں بالکل بے اختیار اور معافی و
گناہ کے ارتکاب میں مجبور محض ہے۔ اور اہم لوگوں میں سے بعض مسئلہ ارجاء کے فریب میں مبتلا ہیں
کہتے ہیں ایمان صرف تصدیق قلب کا نام ہے، اعمال کو ایمان سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں فاسق
سے فاسق ترین آدمی کا ایمان اور جبریل و میکائیل کا ایمان برابر ہے، انہی میں بہت سے لوگ ہیں جو فقراء
مشائخ اور صالح، نیک نجت بندوں کی محبت، ان کی قبروں کی زیارت، انکے سامنے تفرغ و زاری کرنے ان

کی شفاعت و سفارش حال کرنے اور بارگاہِ الہی میں ان کا وسیلہ لینے اور ان کے حقوق و حرمت کا واسطہ دے کر مانگنے کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں، کچھ لوگ اپنے آباؤ و اجداد، اسلاف و بزرگوں کی عظمت و تقدیس کے فریب میں مبتلا ہیں کہ ان کے اسلاف بارگاہِ الہی میں بلند و بالا مقام اور عظیم الشان درجہ رکھتے تھے۔ یہ انہیں ہر مصیبت و بلا سے نجات دلا دیں گے۔ کبھی انہیں عذاب میں مبتلا نہ ہونے دیں گے جس طرح کہ سلاطین کی بارگاہ میں ہوا کرتا ہے، سلاطین و بلاک اپنے خواص و مقربین کی اولاد و فرزندان کے حسبِ اہم گناہ اور لغزشیں معاف کر دیا کرتے ہیں، خواص و مقربین کے عزیزوں اور فرزندوں میں سے جب کوئی کسی خطرناک جرم کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کا باپ یا دادا اپنی جاہ و منزلت اور قربتِ مرتبت کے زور سے اسے چھڑا لیتا ہے۔

بعض فریب خوردہ اس چکر میں پڑے ہوئے ہیں کہ بندہ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ بالکل مستغنی ہے، بندہ کو عذاب دینے سے اس کے ملک اور خدائی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور بندے پر جرم و کرم کرنے سے اس کے ملک اور خدائی میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اور پھر کہتا ہے اس کی رحمت کا میں محتاج ہوں۔ اور وہ بہت بڑا غنی ہے۔ اگر کوئی فقیر و مسکین عیب و محتاج کسی ایسے آدمی کے در پر پہنچتا ہے جس کے در پر پانی کی نہر بہ رہی ہو اور اپنی پیاس بجھانا چاہتا ہے تو وہ ہرگز اسے منع نہیں کرے گا، پس اللہ تعالیٰ تو سب سے بڑا کریم اور سب سے زیادہ وسیع الرحمۃ ہے، مغفرت و بخشش سے اس کے ملک اور خدائی میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور عذاب دینے سے اس کے ملک میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ پھر وہ اپنے بندوں کی مغفرت کی بھولتا نہیں کرے گا؟

بعض ناقص العقل، فاسد الذہن تو اپنی غلط فہمی کی بنا پر قرآن و سنت کی بعض خصوصیات پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ مثلاً کچھ لوگ اس آیت پر تکیہ کر کے از کتاب حسبِ اہم پر جری و نڈر ہو بیٹھے ہیں۔
 وَلَسَوْفَ يَعْطِيكَ دِيكَ فَارْضَىٰ (اور اسے پھر میں تمہارا پروردگار آگے چل کر تم کو اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔)

یہ آیت پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس بات سے راضی نہ ہوں گے کہ آپ کی امت میں سے ایک آدمی بھی جہنم میں جائے۔ ان لوگوں کا یہ کہنا اور ایسا سمجھنا بدترین قسم کی جہالت اور ایک بڑا کذب و بہتان ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اسی بات سے راضی ہوں گے جس سے اللہ عزوجل راضی اور خوش ہو گا اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت ہی یہی ہے کہ وہ ظالموں، فاسقوں، خائنوں، بد کرداروں اور کبیر گناہوں پر اصرار کرنے والوں کو

عذاب میں مبتلا کرے تو پھر حاشا للہ۔ یہ کیسں طرح ہو سکتا ہے کہ اس کا رسول اس بات سے راضی اور خوش ہو جس سے رب تبارک و تعالیٰ راضی نہیں ہے۔

کچھ لوگ اس آیت پر تکیہ کر بیٹھتے ہیں

ان الله يخفى الذنوب جميعًا رزقاً کیونکہ اللہ تمام گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔

لیکن یہ ایک بدترین قسم کی جہالت ہے کیونکہ آیت کے اندر شرک بھی داخل ہے "جميعًا" کے اندر شرک بھی آجاتا ہے جو تمام گناہوں کا سرچشمہ اور اصل جڑ ہے اور بلا خلاف یہ مسلم امر ہے کہ یہ آیت توبہ کرنے والوں کے حق میں وارد ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کے تمام گناہ معاف کر دے گا، اگر یہ آیت توبہ نہ کرنے والوں کے حق میں وارد ہوتی ہے تو پھر وعید و عذاب کی ساری نصوص اور اہل توحید کو شفاعت کے ذریعہ جہنم سے نجات ملنے کی تمام احادیث و روایات باطل اور بے کار ہو جاتی ہیں۔ پس یہ بالکل واضح ہے کہ جو آدمی ایسا کہتا ہے محض اپنے علم و فہم کی کوتاہی کی وجہ سے کہتا ہے۔ حتیٰ سبحانہ و تعالیٰ نے اس جگہ آیت کے اندر عموم و اطلاق اختیار فرمایا ہے جس میں شرک اور تمام گناہ شامل ہیں اور اس کا مقصد یہی ہے کہ یہ آیت توبہ کرنے والوں کے حق میں وارد ہے توبہ کرنے سے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے اور وہ شرک ہو یا دوسرے گناہ۔ اور سورہ النساء کے اندر اللہ تعالیٰ تخصیص و تقید کے ساتھ بیان فرماتا ہے۔

ان الله لا يعف عن شركه ويعف ما دون ذالك لمن يشاء (نساء)

اللہ اس جرم کو معاف کر نیوالا نہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک گردانا جائے اور اس کے سوا سارے گناہ جن کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے

اس آیت میں خدا نے یہ خبر دی کہ وہ شرک کو معاف نہیں کرے گا نیز یہ بھی خبر دی ہے کہ شرک کے علاوہ دوسرے گناہ وہ چاہے گا تو بخش دے گا اگر یہ آیت توبہ کرنے والوں کے حق میں وارد ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ شرک اور دوسرے گناہوں میں فرق نہ فرماتا اور مثلاً بعض فریب خوردہ جاہل اس آیت سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔

يا ايها الانسان ما غرك بربك الكريم اے آدم زاد تجھ کو کس چیز نے اپنے پروردگار کریم کی جناب میں گستاخ کر دیا؟

اور پھر یہی جاہل آیت کا جواب بھی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کریم اور اس کی مغفرت و بخشش نے ہم کو فریب خوردہ کر دیا ہے اور پھر اس سے بھی زیادہ جرات کر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں ہم فریب خوردگان

دہر کے لئے خود اللہ تعالیٰ نے یہ حجۃ و دلیل پیش کر دی ہے ان کا یہ سمجھنا بدترین قسم کی جہالت و بے وقوفی ہے اللہ تعالیٰ کہیں فریب و دھوکہ کی تلقین نہیں فرماتا بلکہ بندہ کا غرور بندے کو دھوکہ دیتا ہے، شیطان اور اس کا نفس اما وہ اسے دھوکہ دیتا ہے اور عصیان و نافرمانی پر آمادہ کرتا ہے اس کی جہالت، نفس پرستی اور خواہشات اسے دھوکہ دیتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آیت میں لفظ "کریم" ارشاد فرمایا ہے اور "کریم" کے معنی ہیں سید عظیم بہت بڑا سردار کہ جس کی اطاعت و فرمانبرداری لازم و ضروری ہو جس کے ساتھ کسی حال میں فریب و دھوکہ درست نہیں جس کا کوئی حق قابل و اگر انہیں۔ یہ غلط کیش، غلط رو، مغرور و فریب خوردہ آدمی آیت کو بالکل غلط بے محل، خلاف مقصد معنی میں استعمال کرتا ہے اور اللہ کریم کے ساتھ دھوکہ کر رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ فریب و دھوکہ کسی حال میں بھی جائز نہیں۔

اور مثلاً کچھ لوگ اس آیت

لا یصلاھا الا الا شقی الذی کذب
وتولی (رواللیل)

کہ اس میں وہی بدبخت داخل ہوگا۔ جو دنیا میں دین حق کو ٹھٹھاتا اور روگردانی کرتا ہے

سے دھوکہ کھا رہے ہیں نیز اس آیت سے دھوکہ کھا رہے ہیں جو جہنم کے متعلق وارد ہے کہ
اعدت للکافرین (بقرہ) جہنم کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے

یہ مغرور فریب خوردہ آدمی اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ آیت کے اندر شعلوں والی آگ کا ذکر ہے اور یہ جہنم کے بہت سے طبقوں میں سے ایک مخصوص طبقہ ہے اور آیت کے اندر نفی وارد ہے وہ اسی طبقہ میں داخل ہونے کی نفی ہے کہ بدبخت ہی اس طبقہ جہنم میں داخل ہوگا، دوسرا نہیں، اگر اس سے مطلق جہنم مراد ہوتی تو "لا یصلاھا" (اس تک نہیں پہنچتا) نہ فرماتا بلکہ "لا یدخلھا" فرماتا۔ آیت "صلی" (پہنچنے) کی نفی کی گئی ہے۔ نہ "دخول" کی اور "صلی" دخول سے اخض ہے۔ اور اخض کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں آتی۔ علاوہ ازیں اگر یہ فریب خوردہ آدمی اس آیت کے مابعد کی آیت پر غور کرتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اگر جہنم میں داخل نہ ہوگا تو یہ بھی تو نہ ہوگا کہ وہ اس سے بالکل بچ جائیگا اور کسی اور طریقہ پر اسے دوزخ کا عذاب نہ ہوگا۔

اب رہی آیت "اعدت للکافرین" (دو دنیا کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے) تو سمجھ لینا چاہیے کہ جنت کے متعلق بھی یہ وارد ہے "اعدت للمتقین" (جنت متقی پرہیزگاروں کے لئے بنائی گئی ہے) پس کفار کے لئے جہنم تیار کرنا۔ اس کے متناقض نہیں ہے کہ اس میں ناسق و فاجر، ظالم و بدکار

لوگ بھی داخل کئے جائیں۔ جس طرح کہ جنت متقی پر مینگاریوں کے لئے بنائی گئی۔ لیکن یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اس میں ایسے لوگ بھی داخل ہوں گے جن کے دلوں میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔ اور انہوں نے قطعاً کوئی ٹیک عمل نہیں ہوگا۔

کچھ لوگ عاشورہ اور عرفہ کے دن روزہ رکھ کر غزہ میں گمراہ ہو رہے ہیں حتیٰ کہ بعض تو یہاں تک کہنے لگتے ہیں کہ عاشورہ کا روزہ سال بھر کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور عرفہ کے دن کے روزے کا اجر و ثواب بطور ذخیرہ جمع رہتا ہے۔ مگر افسوس یہ فریب خوردگان تمنا یہ نہیں سمجھ سکتے کہ رمضان المبارک کے روزے اور چنگانہ نماز عاشورہ اور یوم عرفہ کے روزوں سے کہیں زیادہ عظیم المرتبہ اور عظیم القدر ہیں لیکن یہ بھی ایک رمضان سے دوسرے رمضان اور ایک نماز سے دوسری نماز کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ اسی وقت ہے جبکہ بندہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے رمضان المبارک کے روزے اور جمعہ کی نماز بھی صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے اور یہ بھی اسی وقت جبکہ کبائر سے اجتناب کیا جائے۔ رمضان المبارک اور نماز جمعہ کی عظمت و تقدیس اور کبائر سے اجتناب یہ دو قوتیں مل کر صغیرہ گناہوں کے کفارہ کی قوت پیدا کر لیتی ہیں۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ یہ نقل روزے ان کبائر کا کفارہ ثابت ہوں جن کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ جن پر اصرار کیا جا رہا ہے اور جن سے توبہ نہیں کی گئی۔ یقیناً یہ امر محال و ناممکن ہے

علاوہ ازیں یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ عاشورہ اور عرفہ کے روزے ہمہ قسم کے گناہوں کا کفارہ ہوں اور حدیث کے الفاظ عمومی کو اس کے عموم ہی پر رکھا جائے لیکن یہ وعدہ ان نصوص میں سے ہو جن کے پورا ہونے کے لئے کچھ شرائط اور موانع ہوتی ہیں اور کبائر پر اصرار کفارہ گناہ کے موانع میں سے ہے۔ جب بندہ کبائر پر اصرار نہ کرے تو روزہ کی قوت اور اصرار نہ کرنے کی قوت دونوں کی باہمی مساعدت گناہوں کے کفارہ میں معین و مددگار بن جاتی ہیں جس طرح کہ رمضان کے روزے اور بنجوقرہ نماز اور کبائر سے اجتناب یہ دونوں باہم مل کر گناہوں کے کفارہ کے لئے معاون و مددگار بناتے ہیں اور پھر حق سبحانہ و تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے

توبہ بولوا کبائر ما تہون عنہا
نکفر عنکم سیئاتکم
(نساء)

جن کبائر سے تمہیں منع کیا گیا ہے اگر تم اس سے اجتناب کرتے رہے تو ہم تمہارے گناہوں کا کفارہ کر دیں گے۔

پس یہ بات صاف واضح ہے کہ کسی ایک چیز کو گناہ کے کفارہ کا سبب گردانا اس امر کے

مانع نہیں کہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا سبب بھی ہو، اور یہ دونوں مل کر گناہوں کے کفارہ کا موجب ہوں اور کفارہ گناہ کے ایک سبب کے مقابلہ میں دوسببوں کی قوت زیادہ موثر اور مکمل ہوتی ہے اور جس قدر بھی اسباب کی کثرت و فراوانی ہوگی قوت کفارہ قوی تر مستحکم تر اور اکل و اتم اور ہمہ گیر ہوگی۔

اور مثلاً بعض لوگ اس حدیث قدسی پر تنکبہ کر لیتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پروردگار عالم سے نقل فرمائی ہے کہ

انا عند حسن ظنی عیدی بی فلیظن
 میں اپنے بندے کے حسن ظن کے ساتھ ہوں جیسا
 ما شاء وہ چاہے مجھ سے گمان رکھے۔

یعنی میرے ساتھ اس کا جیسا گمان ہوگا ویسا ہی میں اس کے ساتھ پیش آؤں گا اور یہ امر یقینی ہے کسی شبہ کی اس میں گنجائش نہیں کہ حسن ظن اسی صورت میں پیدا ہوتا ہے جبکہ بندہ احسان اور نیکی کا پابند ہو، محسن، نیک عمل، نیک کردار کا بندہ ہی یہ حسن ظن رکھ سکتا ہے کہ اس کا پروردگار اس کی نیکی و نیک کرداری کی وجہ سے اس کے ساتھ احسان کرے گا اور اپنے وعدے کو پورا فرمائے گا وعدہ خلافی نہیں کرے گا، اس کی توبہ قبول فرمائے گا، وہ انسان جو مجرم، گنہگار ہے اور جو کھانڈ کا ارتکاب کرتا ہے ظلم و جور کا شوگر ہے۔ پروردگار عالم کے احکام و اوامر کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اس پر اصرار کرتا رہتا ہے۔ ایسے انسان کے اندر تو اس کے معاصی اور جرائم، اس کا ظلم و جور ایسی خطرناک وحشت پیدا کر دیتے ہیں جو پروردگار عالم کے ساتھ حسن ظن پیدا ہونے میں سخت رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اور یہ ایک روزمرہ کے مشاہدہ کی چیز ہے کہ ایک بھاکا ہوا غلام جو اپنے سید و آقا کا مجرم ہے اور اپنے آقا کی اطاعت و فرمانبرداری سے نکل چکا ہے اپنے سید و آقا کے ساتھ کبھی حسن ظن نہیں رکھ سکتا گناہوں کی وحشت اور حسن ظن کبھی ایک جامع نہیں ہو سکتے۔ گنہگار، مجرم اس قدر متوحش ہوگا جس قدر اس کے جرائم اور گناہ ہوں گے پروردگار عالم کے ساتھ وہی آدمی حسن ظن اور زیادہ سے زیادہ نیک گمان رکھ سکتا ہے جو اس کا زیادہ سے زیادہ مطیع و فرمانبردار ہو جیسا کہ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے

ان المؤمن احسن الظن بربہ
 ان المؤمن احسن الظن بربہ
 قاحسن العمل، وان الفاجر اساء
 مومن اپنے پروردگار کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے
 اسی لئے وہ اچھا عمل کرتا ہے اور فاجر

النظن بوجه قاساء الععل
 آدمی اپنے پروردگار کے ساتھ براگمان رکھتا ہے
 اسی لئے وہ بدگمانی کا ارتکاب کرتا ہے۔

پس وہ شخص جو خدا سے بھاگا بھاگا پھرتا ہے خدا کی خفگی کے مواقع میں دوڑا دوڑا پھرتا ہے اور اس کے غضب کے مواقع پر ڈیرے ڈالے رہتا ہے، ذلت و رسوائی کے میدانوں میں مارا مارا پھرتا ہے، حقوق الہی کی توہین و ناقصی کرتا ہے اس کے فرامین کو ٹھکرا رہا ہے۔ اس کی محرمات و نواہی کو معمولی چیز سمجھ کر اس کا ارتکاب کرتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے کس طرح اپنے پروردگار کی جناب میں حسن ظن رکھ سکتا ہے؟ وہ شخص جو پروردگار عالم کے مقابلہ میں اعلان جنگ کر رہا ہے، اولیاء الہی اور خدا کے دوستوں سے دشمنی کر رہا ہے اس کے دشمنوں سے دوستی کی گروہ باندھا ہے، اللہ تعالیٰ کی ان صفات کمالیہ کا انکار کر رہا ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیان کی ہیں اور اس کے رسول نے پیش کی ہیں۔ اور اس طرح اس نے ذات خداوندی کے ساتھ سوء ظنی پیدا کر رکھی ہے اور اپنی جہالت کی وجہ سے ان صفات کمالیہ کے متعلق یہ خیال باندھ رکھا ہے کہ ان کے ظاہری معنی ضلالت اور کفر ہے۔ بتلاؤ ایسا شخص پروردگار عالم کے ساتھ حسن ظن کیونکر اور کس طرح رکھ سکتا ہے؟ بھلا وہ شخص کیونکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھ سکتا ہے جو یہ سمجھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کلام نہیں کرتا، نہ کسی چیز کا حکم دیتا ہے۔ نہ کسی بات کی ممانعت کرتا ہے۔ نہ وہ کسی بات سے براصنی ہوتا ہے۔ نہ کسی بات سے خفا ہوتا ہے اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے حق میں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ غشی باتوں کو وہ نہیں سنتا، فرماتا ہے

وذاکم ظنکم الذی ظننتم بربکم
 اور یہ بدگمانی جو تم نے اپنے پروردگار کے حق میں
 کی ہے تمہاری جگہ ہی بدگمانی نے تو تم کو تباہ کیا ہے۔

جب یہ لوگ یہ خیال کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے جہت سے اعمال و افعال میں بے خبر ہے تو یہ پروردگار عالم کے ساتھ سوء ظن نہیں ہے تو کیا ہے؟ یقیناً یہ ایک بدترین قسم کی بدگمانی ہے اور اس شخص کا یہی حال ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ اور اوصاف بھالی کا انکار کر رہا ہے اور ایسی صفات سے ذات الہی کو مستضعف گردانتا ہے جو اس کی شان کے شایان نہیں ہے اس قسم کے لوگ جب یہ خیال کرنے لگیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت عطا کرے گا تو یہ سراسر غرور و دھوکہ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یقیناً یہ لوگ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور یہ یقیناً شیطان کی جانب سے ایک زبردست دھوکہ اور فریب ہے۔ اس کو پروردگار عالم کے ساتھ حسن ظن نہیں کہا جاسکتا۔

اس مسئلہ پر پوری طرح غور کرو، اور یہ بھی سوچو کہ لوگوں کو اس مسئلہ کے سمجھنے کی کیسی شدید ضرورت ہے، کسی بندے کے دل میں یہ دونوں باتیں یکجا کیسے ہو سکتی ہیں، آدمی کو اس کا یقین ہو کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں اسکو حاضری دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ساری باتیں سنتا ہے اور یہ اسکی حضور میں کھڑا ہے۔ اس کے ہر ہر عمل کی وہ باز پرس کرے گا۔ اور وہ ہے کہ غضب الہی کے مواقع پر ڈیرے ڈالے ہوتے ہیں اس کے احکام و ادا کر کو ٹھکرا رہا ہے اس کے حقوق کو روند رہا ہے اور پھر یہ تمام باتیں ہوتے ہوئے بھی یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا اور بہترین صلہ دے گا، کیا یہ نفس کا دھوکہ اور غلط آرزوؤں کا فریب نہیں ہے؟ حضرت ابو امامتہ سہلی بن حنیف فرماتے ہیں میں اور حضرت عروہ بن زبیر، حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت عائشہؓ فرماتے لگیں ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں میسر پاس چھ سات دینار تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے ڈالو۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اور وجہ سے ایسا نہ کر سکی تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحت عطا فرمائی، صحت و عافیت کے بعد آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے وہ دینار خدا کی راہ میں دے ڈالے تھے میں نے کہا نہیں۔ آپ کی بیماری اور بیماری داری کی وجہ سے میں ایسا نہیں کر سکی آپ کچھ ناراض سے ہوئے اور فرمایا۔

ما ظن نبی اللہ لولقی اللہا وھذا اللہ تعالیٰ کے ایک نبی کا گمان کیسا ہوتا اگر وہ عندک؟ اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا؟

ایک دوسری روایت میں نبی اللہ کی جگہ محمد کا لفظ ہے۔ ذرا سوچو تو پھر یہ اصحاب کہاں اور باپ ظلم و جور اللہ تعالیٰ کے حضور میں کیسے حسن ظن رکھ سکتے ہیں؟ جبکہ مظالم عباد کا ہار گراں ان کے کندھوں پر لدا ہوا ہے؟ اور خدا کے بندوں پر ظلم و جور کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں؟ اگر ان کا یہ صرف زبانی دعویٰ ہے کہ اے پروردگار ہم تجھ سے حسن ظن رکھتے ہیں انہیں نفع پہنچا سکتا ہے تو پھر نہ کسی ظالم کو سزا ہو سکتی ہے نہ کسی فاسق و فاحش کو اس کے اعمال بد کا بدلہ مل سکتا ہے۔ بندوں کو چاہیے کہ جو جی چاہے کرتے رہیں اور مہنہات و محرمات کا بے خوف و خطر ارتکاب کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ حسن ظن لگاٹے رہیں کہ جہنم کی آگ انہیں چھوٹے گناہ نہیں۔ سبحان اللہ، یہ فریب و دھوکہ بندوں کو کہاں سے کہاں پہنچا دے گا؟

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں۔

أفكنا الله دون الله تریدون؟ کیا جھوٹ موٹ، خدا کے سوا دوسرے معبودوں کے
فاظنکم رب العالمین؟ پیچھے پڑے ہو، تو تم نے رب العالمین کو کیسا

(صفات) سمجھ رکھا ہے؟

یعنی تمہارا ظن اور گمان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسا ہوگا؟ جبکہ تم آخرت میں اس کی بارگاہ میں
حاضر ہو گے اور تمہارا حال یہ رہا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت و پرستش کرتے رہے
پس جو شخص اس مقام کو سمجھے گا اور اس پر پوری طرح غور و تامل کرے گا اس پر پوری طرح
واضح ہو جائے گا کہ "حسن ظن باللہ" حسن عمل ہی کا دوسرا نام ہے کیونکہ بندے کو حسن ظن پیدا کرنے پر
اس کا یہ عقیدہ ہی آمادہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال و افعال کا بدلہ دے گا، نیک اعمال کا اجر و
ثواب عطا فرمائے گا، اس کے اعمال صالحہ قبول فرمائے گا۔ اس کا یہ حسن ظن ہی اس کو عمل صالح پر
آمادہ کرتا ہے۔ جب یہ حسن ظن اسے حاصل ہوگا تو اسے حسن عمل کی برکتیں بھی حاصل ہوں گی۔ اگر ایسا نہیں
ہے اور صرف نفس و خواہشات کی پیروی کی جاتی ہے اور حسن ظن رکھا جاتا ہے تو یہ بالکل واضح
ہے کہ یہ سراسر حایت اور ایمان کی کمزوری ہے، جیسا کہ ترمذی میں حضرت شاد بن اوس سے مروی
ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

انکس من دان نفسا و عمل لما بعد
الموت، والعاجز من اتبع نفسا
هواها وتمنى على الله
مغفلند وہ ہے جو اپنے کو حقیر سمجھے اور مرنے کے
بعد کے لئے عمل کرے وہ عاجز (اور بے وقوف)
ہے جو اپنی خواہشات کے پیچھے مارا مارا پھرے
اور اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی تمنائیں رکھے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حسن ظن تب ہی پیدا ہو سکتا ہے جبکہ نجات کے اسباب پائے جائیں
اور ہلاکت و بربادی کے اسباب پیدا کئے جائیں تو حسن ظن پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔
اگر یہ کہا جائے کہ نہیں حسن ظن تو ہر حال میں رکھا جاسکتا ہے، حسن ظن رکھنے کی قوی ترین وجہ
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت، اس کی رحمت، اس کا عفو و کرم، اس کا جو دو سخا بہت
وسیع ہے۔ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ بندوں کو عذاب دینے میں اس کا
کوئی نفع نہیں۔ اگر اس کو بخش دے تو اس کی خدائی میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بات تو یہی ہے اور ذات الہی تو اس سے بھی زیادہ ارفع و بلند ہے۔
اس کی جلالت شان بہت بلند و بالا ہے، وہ اکرم الاکرمین، ارحم الراحمین ہے، جو دو سخا کے تمام

خزانے اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی مالک الملک اور قادر مطلق ہے۔ لیکن خدائے قدوس ان تمام چیزوں کو اپنے محل و مقام ہی میں صرف کرتا ہے اور ان ہی مقامات پر صرف فرماتا ہے جہاں ان کا صرف مناسب ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ حکمت والا ہے، عزت و غلبہ، انتقام و بدلہ، قوی البطش، مضبوط گرفت اور مستحق عذاب کو عذاب دینے کی صفات سے بھی تو موصوف و متصف ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے اسماء و صفات صرف حسن ظن ہی کا مرجع ہو سکتی ہیں تو نیک و بد، فاسق، فاجر، مؤمن، کافر، دوست و دشمن سبھی اس میں شریک ہو سکتے ہیں۔ پس یقینی امر یہ ہے کہ مجرم کے لئے اسماء الہی اور صفات خداوندی سود مند نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی خفگی اور اس کے غضب کا بار اپنے کندھوں پر لادنے ہوئے ہے، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے کاموں میں اپنا وقت برباد کر چکا ہے، محرمات و منہیات کا ارتکاب کرتا رہا ہے اور اس کی محرم چیزوں کی حقارت و توہین کرتا رہا ہے بلکہ حسن ظن اس شخص کے لئے سود مند ہوگا جس نے توبہ و انابت، ندامت و پشیمانی کے آنسو بہائے اور گناہوں کی جڑیں اپنے اندر سے اکھاڑ پھینکیں، اور گناہوں کو نیکیوں سے دھویا اور اپنی بقیہ عمر خیر و طاعت اور نیک اعمال میں صرف کی، اور پھر حسن ظن قائم رکھا، حسن ظن کی صحیح ترین صورت اور واقعی حقیقت یہی ہے پہلی صورت سراسر دھوکہ اور فریب ہے واللہ المستعان

یہ فصل اگرچہ کچھ طویل ہو گئی، لیکن تم اسے طویل نہ سمجھنا، ہر شخص کو اس کی ضرورت بلکہ شدید ضرورت ہے۔ اسکو پڑھنے کے بعد تم حسن ظن باللہ اور فریب حسن ظن میں باسانی فرق و امتیاز کر سکتے ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان الذین آمنوا والذین ہاجرنا
وجاہدوا فی سبیل اللہ۔ اولئک
یرجون رحمۃ اللہ
جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کی راہ
میں ہجرتیں کیں، اور جہاد بھی کئے۔ یہی ہیں جو
خدا کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بڑا
بخشنے والا مہربان ہے

(بقرہ)

اللہ تعالیٰ ان صفات کے لوگوں کو امید ورجا کا حقدار قرار دیتا ہے نہ کہ ظالموں، فاسقوں اور بدکاروں کو اور ارشاد فرماتا ہے۔

ثم ان ربک للذین ہاجرنا من
بعد ما فتنوا ثم جاہدوا وصابروا
پھر جن لوگوں نے مبتلائے مصیبت میں پیچھے
گھربار چھوڑے، پھر خدا کی راہ میں جہاد کئے اور

ان ربك من بعدها لعفور رحيم
تکلیفوں پر جو ان کو ترک وطن اور جہاد میں پہنچیں
صبر کیا تو تمہارا پروردگار ان کے بعد قیامت
کے دن بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ ان چیزوں پر عمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ان کے
حق میں عفور و رحیم ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ عالم و عقلمند امیدور جا کو اپنے محل و مقام پر
رکھتا ہے۔ اور جاہل، احمق اسے بے محل بے موقع استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

فصل

اللہ تعالیٰ سے ڈرنا عقلمندی ہے، حالات قبر، موت کے
بعد کا خوف امید ورجا پر تکیہ کر کے گمراہ نہ ہونا چاہیے،

بہت سے جاہل صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے عفو و کرم اور فضل کے اعتماد پر
اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو پامال کر دیتے ہیں اور یہ بات بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شدید
العقاب بھی ہے۔ مجرموں کو اس کے عذاب سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ جو شخص گناہوں پر اصرار کرتا
ہے۔ اور صرف عفو الہی پر اعتماد و تکیہ کرتا ہے وہ درحقیقت معاند، منکر اور گمراہ ہے۔ حضرت
معروف کرمیؒ فرماتے ہیں تم جس کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کرتے اس سے رحمت و فضل
کی امید، ذلت و رسوائی اور حماقت ہے۔

بعض علما کہتے ہیں جو ذات صرف تین درہم کی چوری پر دنیا میں تمہارے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتی
ہے، اس سے بے خوف نہ رہنا چاہیے کہ وہ آخست میں تمہیں اسی قسم کا عذاب نہیں دے گا۔
کسی نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ ہم تمہیں ہمیشہ روتا ہوا ہی دیکھتے ہیں؟ انہوں
نے جواب دیا، مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کہیں مجھے آگ میں نہ جھونک دے اور پرواہ بھی
نہ کرے۔

کسی نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا، ابوسعیدؓ ایسے لوگوں کے پاس بیٹھا کرتے
ہیں جو ہمیں سخت خوف زدہ کر دیتے ہیں۔ ہمارے دلوں کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم اس قسم
کے خوف کا کیا علاج کریں؟ انہوں نے جواب دیا۔ تمہارا ان لوگوں کے پاس بیٹھنا بہت ہی
اچھا ہے جو تمہیں ڈرا ڈرا کر امن و راحت کی جگہ پہنچا دیں۔ ان لوگوں کے مقابلہ میں جو تمہیں امن و

سلامتی کی باتیں سنا کر خوف و ہلاکت کی منزل کو لے جائیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا، قیامت کے دن ایک آدمی کو بلایا جائیگا اور اسے آگ میں جھونک دیا جائے گا، اس کی آتیں تمام الٹ پلٹ ہو جائیں گی اور وہ اس طرح جہنم میں گھومتا پھرے گا جس طرح چکنی کے گرد گدھا گھونکتا ہے۔ یہ دیکھ کر جہنمی لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے اور پوچھیں گے اے شخص یہ مصیبت تجھ پر کیوں آئی؟ تو تو ہمیں نیکی اور بھلائی کا حکم دیا کرتا تھا۔ برائیوں سے ہمیں روکتا تھا۔ وہ جواب دے گا میں اوروں کو نیکی اور بھلائی کا حکم ضرور دیتا تھا لیکن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا، لوگوں کو برائیوں سے روکتا تھا۔ لیکن خود میں باز نہیں رہتا تھا۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ حضرت ابو رافع سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ایک مرتبہ آنحضرتؐ قبرستان بقیع سے گزرے تو فرمانے لگے افسوس تجھ پر افسوس تجھ پر میں سمجھا غالباً آنحضرتؐ مجھے فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، نہیں تم سے نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ یہ اس شخص کی قبر ہے جس کو میں نے فلاں قبیلہ کی اصلاح کے لئے بھیجا تھا اس نے غنیمت کے مال میں سے ایک کبیل اٹھالیا تھا اس وقت اس کو اسی کبیل کے برابر آگ کی چادر مہینائی لگئی ہے۔

مسند احمد میں حضرت انس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا معراج کی شب مجھے ایسے لوگوں پر سے گزارا گیا جن کے لب آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے فرشتوں سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتوں نے کہا یہ آپؐ کی امت کے خطیب و اعطاء ہیں، دوسروں کو نیک کاموں کا حکم دیتے تھے، اور خود عمل نہیں کرتے تھے۔ افسوس یہ لوگ اتنی بھی سمجھ نہیں رکھتے تھے۔

اسی مسند میں حضرت انسؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جب مجھے معراج کرائی گئی تو اس وقت میں نے ایسے لوگ دیکھے جن کی انگلیوں پر بڑے بڑے تانبے کے ناخن لگے ہوئے تھے جن سے وہ اپنے چہرے اور گال اور سینے نوچ رہے تھے اور کھرچ رہے تھے۔ میں نے حضرت جبریلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے (غیبت کیا کرتے تھے)، اور ان کی بے آبروی کرتے تھے۔

اسی مسند میں حضرت انسؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ اکثر اوقات یہ دعا پڑھا کرتے تھے
یا مقلب القلوب والابصار ثبت اے دلوں اور آنکھوں کے لوٹ پھیر کرنے والے

قلبی علی دینک

میرے قلب کو تو اپنے دین پر قائم رکھ

ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لے آئے۔ اور جو کچھ آپ نے لاکر ہمیں دیا اس پر بھی ایمان لے آئے کیا پھر بھی ہمارے لئے اس کا خوف و خطر ہے؟ آپ نے فرمایا۔ انسانوں کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں میں ہیں جدھر چاہے پھیر دے۔

اسی مسند احمد کے اندر حضرت انس رضی سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ایک مرتبہ حضرت جبریلؑ سے پوچھا، کیا وہ ہے جو میں نے کبھی حضرت میکائیلؑ کو منستے ہوئے نہیں دیکھا؟ حضرت جبریلؑ نے فرمایا جب سے جہنم پیدا کی گئی ہے وہ کبھی نہیں ہنستے

اور صحیح مسلم کے اندر حضرت انس رضی سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ وہ لوگ جن پر دنیا میں اللہ تعالیٰ بڑے بڑے انعامات کئے تھے اور وہ جہنم کے حقدار تھے ان کو بلایا جائے گا اور انہیں جہنم کے اندر ایک چکر دیا جائے گا۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا اے آدم کے بیٹو! تم نے کوئی بھی خیر و بہتری اور کوئی بھی نعمت آج تک دیکھی ہے؟ وہ جواب دیں گے۔ اے پروردگار قسم تیری ذات کی ہم نے کبھی کوئی نعمت نہیں دیکھی۔ اس کے بعد ان جنتیوں کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ نامراد تھے۔ اور تکالیف میں دن گزارتے تھے اور انہیں جنت میں ایک چکر دیا جائے گا پھر پوچھا جائے گا۔ اے آدم کے بیٹو! کیا تم نے کبھی کوئی تکلیف اٹھائی ہے؟ وہ جواب دیں گے پروردگار ہم پر کوئی مصیبت نہیں آئی۔ نہ ہم نے کبھی تکلیف دیکھی ہے۔

اسی مسند میں حضرت براء بن عازب رضی سے مروی ہے ایک مرتبہ ہم آنحضرتؐ کے ہمراہ ایک ایسے مکان کے جنازہ میں گئے جب ہم قبر پر پہنچے ابھی اس کو قبر میں اتارا نہیں تھا کہ آنحضرتؐ وہاں ایک جگہ بیٹھ گئے اور ہم لوگ آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے اور اس طرح موڈب اور خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ گویا ہمارے سروں پر پرند بیٹھے ہیں۔ آنحضرتؐ کے دست مبارک میں ایک تیلی سی لکڑی تھی جس سے آپ زمین کو پھیرتے تھے لیکر آپ نے سر مبارک اونچا کیا اور فرمانے لگے۔

استعیدوا باللہ من عذاب القبر
لوگو! بارگاہ الہی میں قبر کے عذاب سے پناہ مانگو
یہ کلمات زبان مبارک سے دو یا تین بار نکلے۔ پھر ارشاد فرمایا۔ بندہ جب دنیا سے رشتہ توڑتا ہے اور آخرت کی طرف جانے لگتا ہے۔ تو آسمان سے فرشتہ اترتے ہیں جن کے چہرے اس قدر نورانی اور روشن ہوتے ہیں گویا سوزج چمک رہا ہے۔ ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے اور مرنے کی لگا ہوں کے سامنے فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں اس کے بعد موت کا فرشتہ

آتا ہے اور اس کے سر پر بیٹھ جاتا ہے، اور کہتا ہے اے نفس مطمئنہ خدا کی مغفرت و رضامندی
 کی طرف نکل چلی۔ چنانچہ اس کی جان اس طرح نکلتی ہے جس طرح مشکیزے سے پانی، یا دودھ کا
 قطرہ ٹپک جاتا ہے۔ ملک الموت اسے اٹھا لیتا ہے اسی وقت وہ فرشتے دوڑ پڑتے ہیں جو دور
 بیٹھے ہوئے تھے ایک لمحہ بھی ملک الموت کے پاس نہیں رہنے دیتے۔ وہ فرشتے جنت سے لایا ہوا کفن
 پہنا دیتے ہیں اور جنت کی خوشبو جو مشک سے بھی زیادہ بہتر ہوتی ہے اسے لگا دیتے ہیں۔ اور پھر
 اسے لے کر وہ آسمان کی طرف جاتے ہیں۔ جہاں جہاں سے وہ گزرتے ہیں فرشتے دریافت کرتے
 ہیں کون سی بہترین روح ہے؟ فرشتے کہتے ہیں فلاں ابن فلاں، اور دنیا میں جو اس کا بہترین
 نام تھا وہ بتلاتے ہیں۔ فرشتے اسے لے کر آسمان دنیا تک لے جاتے ہیں اور آسمان کے دروازے
 اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اسی طرح ہر آسمان کے فرشتے اس کی متابعت کے لئے اوپر کے آسمان
 تک جاتے ہیں۔ اسی طرح اسے ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے
 اس بندے کا نام دفتر علیین میں لکھ دو۔ اور اسے زمین پر واپس بھیج دو۔ کیونکہ میں نے اس کو اسی
 زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی کی طرف میں ان کو لوٹاؤں گا۔ اور اسی سے ان کو دوبارہ اٹھاؤں گا۔
 آنحضرت ص نے فرمایا اس کی روح واپس لوٹائی جاتی ہے، پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور
 اسے بٹھا دیتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے، میرا رب پروردگار
 عالم ہے۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر پوچھتے ہیں کون سے
 پیغمبر تمہاری طرف بھیجے گئے تھے؟ وہ کہتا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف بھیجے گئے
 تھے۔ پھر پوچھتے ہیں تمہارے پاس کونسا علم ہے؟ جواب دے گا میں نے قرآن مجید پڑھا ہے۔ اور
 میں اس پر ایمان لایا ہوں اور اس کی تصدیق کی ہے۔ اس وقت آسمان سے ندا آئے گی میرا بندہ سچ
 کہتا ہے۔ اسے جنت کا فرش بچھا دو، جنت کا لباس پہنا دو۔ اور اس کے لئے جنت کے دروازے
 کھول دو۔ اس کے بعد جنت کی خوشگوار بو اٹھیں اور خوشبوئیں اس کے پاس آنے لگتی ہیں اور اس
 کی قبر اس کی حد نظر تک وسیع کردی جائے گی اس کے بعد ایک خوبصورت حسین آدمی اس کے پاس
 آئے گا، جس کا لباس نہایت خوبصورت اور خوشبو سے ہمک رہا ہو گا اور اس کے سامنے آکھڑا
 ہو جائے گا اور کہے گا میں تجھے مسرت و آرام کی خوشخبری سناتا ہوں۔ اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا
 گیا تھا۔ وہ پوچھے گا تم کون ہو، تمہارے چہرے سے خیر و برکت ٹپک رہی ہے؟ وہ جواب دے گا
 میں تیرا نیک عمل ہوں، اس کے بعد میت کہنے لگے کہ اسے پروردگار قویا مت جلد قائم کر دے تاکہ میں

اپنی بی بی اور بچوں سے جلد ملی سکوں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا جب کافر مرتد جاتا ہے اور آخرت کی طرف جاتا ہے تو اس کے پاس سیاہ فام درفش فرشتے آتے ہیں جن کے جسم پر سیاہ غلیظ کھیل ہوتے ہیں اور اسکی نگاہوں کے سامنے فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ایک آنکھ آکر اس کے سر پر ٹیٹھ جاتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ اے خبیث روح چل۔ اللہ تعالیٰ کی ننگلی اور اس کے غضب کی طرف چل۔ یہ سنکر اس کی روح جسم کے اندر ادھر ادھر بھاگنے لگتی ہے لیکن فرشتہ اسے اس طرح پکڑتا ہے اور بھینچتا ہے جس طرح تھکانا چھریوں سے گوشت کاٹا کرتے ہیں اس کے بعد وہ دور بیٹھے ہوئے فرشتے آکر اس روح کو اپنے قابو میں کر لیتے ہیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی اسے ہمت نہیں دیتے اور اسے ایک سیاہ بدبو دار کھیل مینا دیتے ہیں اس کی بدبو اس قدر خراب ہوتی ہے کہ مردار جانور سے بدتر۔ فرشتے اس روح کو لے کر اوپر کی طرف جاتے ہیں، جہاں جہاں سے یہ فرشتے اسے لے کر گزرتے ہیں، دوسرے فرشتے ان سے دریافت کریں گے یہ کس کی خبیث روح ہے جس سے اس قدر خراب بدبو آرہی ہے، فرشتے اس کا بڑے سے بڑا نام لے کر کہتے ہیں فلاں ابن فلاں اس کے بعد آسمان کے دروازے کھولنے کی درخواست کرتے ہیں لیکن وہ اس کے لئے نہیں کھولے جاتے اس موقع پر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون
الجنة حتی یلبی الجمل فی سم الخیاط
اور ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے
اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہونے پائیں گے
یہاں تک کہ سوئی کے ناکے سے اونٹ گزر جائے
(اعراف)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ حکم دے گا اس کا نام دفتر سمجھیں میں سب سے نیچے کی زمین میں رکھ دو۔ اس کے بعد اس روح کو وہیں سے نیچے پھینک دیا جائے گا یہاں آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔
ومن یشاء یصلنا من السماء
فتخطفہ الطائر او تہوی بہ الريح
اور جس نے کسی کو خدا کا شریک گردانا تو اس کا حال ایسا ہوگا جیسے وہ آسمان پر سے گر پڑا پھر اسکو زاہ میں سے نکاری پرندے اچک کر لے جائیں گے اس کو ہوا کسی دور جگہ لے جا کر ڈال دیگی

اس کے بعد روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور وہ فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تمہارا رب کون ہے؟ وہ گھبراہٹ کے ماتھے ہاتھ ہاتھ کرے گا اور کہے گا مجھے معلوم نہیں، پھر پوچھیں گے تمہارا دین کیا ہے؟ اسکا کا بھی وہ یہی جواب دے گا۔ اس کے بعد اس سے پوچھیں گے تمہارے پاس کون سے پیغمبر آئے تھے؟ اس کا بھی وہ یہی جواب دے گا، آسمان سے

آواز آئے گی یہ بندہ جھوٹ بولتا ہے اس کے لئے جہنم کا فرش لگا دو، اور جہنم کے دروازے اس کے لئے کھول دو تاکہ جہنم کے شعلے اس تک پہنچتے رہیں، اس کے بعد اس کی قبر اس قدر تنگ کر دی جائیگی اور وہ اسے دبوچے گی کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی اس کے بعد ایک نیک آدمی گندے غلیظ لباس میں اس کے سامنے آکھڑا ہوگا اور اسے کہے گا میں تجھے عذاب کی خبر سناتا ہوں یہی وہ دن ہے جس کے متعلق تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ کہے گا تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے مجھے ڈر لگتا ہے، وہ کہے گا میں تیرا جنیت عمل ہوں۔ اس کے بعد وہ کہے گا، پروردگار عالم تو قیامت قائم کرے گا، امام احمدؒ کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس کے بعد اس پر ایک ایسا فرشتہ مسلط کر دیا جائیگا جو انڈھا، بہرہ اور گونگا ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں پہاڑی سے بھاری گدڑ ہوگا کہ اگر پہاڑ پر مارا جائے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو کر ریت ہو جائے۔ فرشتہ اسے یہ گدڑ مائے گا جس سے وہ چیخنے لگے گا اور اس کی چیخ و پکار جن اور انسان کے سوا خدا کی ساری مخلوق سنے گی۔ حضرت برآء بن عازب فرماتے ہیں اس کے لئے جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اسکے لئے جہنم کا فرش بچھا دیا جائے گا۔ اسی مسند احمد میں حضرت انسؓ سے مروی ہے ہم ایک مرتبہ آنحضرتؐ کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے، لیکر ایک آپ کی نگاہ ایک مجمع پر پڑی۔ آپ نے فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ کیوں جمع ہوئے ہیں؟ جواب دیا گیا قبر کھود رہے ہیں یہ سن کر آپ گھبراٹے اور نہایت تیز رفتاری سے صحابہ سے آگے ہو گئے، اور قبر تک پہنچے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے، پھر آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا کہ دیکھو آپ کیا کرتے ہیں۔ آپ وہاں اس قدر روئے کہ آنسو سے زمین تہ ہو گئی اس کے بعد آپ ہماری طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہوئے اِخْوَانِیْ مِثْلِ هَذَا الْیَوْمِ فَاَعْدُوْا مِیْرَیْ بھائیو! ایسے دن کے لئے تیاری کیا کرو۔

اسی مسند احمد میں حضرت براءؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں ایک دن آنحضرتؐ ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور آواز بلند فرمانے لگے۔ لوگو! میری اور تمہاری مثال کیسی ہے تم جانتے ہو؟ صحابہؓ نے جواب دیا اللہ اور اللہ کا رسول خوب جانتے ہیں فرمانے لگے میری اور تمہاری مثال اس قوم کی سی ہے جو کسی آنے والے دشمن سے ڈر رہی ہو اور اس کی تعقیب کے لئے انہوں نے کسی آدمی کو بھیجا ہو۔ یہ آدمی دشمن کو دیکھ کر ڈرتا ہوا آیا تاکہ قوم کو ڈرائے اور دشمن سر پر آگیا ہے اس سے لوگوں کو آگاہ کرنے، لوگوں کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی اس نے کپڑا کر یہ خبر دی کہ لوگو! دشمن آگیا سر پر پہنچ گیا ہے۔

اور صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

کل ما اسکر حرام وان علی اللہ عزو
جل عقدا لمن شرب المسکر ان سقیہ
من طینة الخبال۔ قبل و ما طینة
الخبال؛ قال عرق اهل النار او
عصارة اهل النار

ہر نشہ اور چیز حرام ہے۔ شراب پینے
والے کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ نچتہ عہد ہے
کہ وہ اسے دوزخیوں کا پسینہ یا ان کا
نچوڑ پلائے گا۔

اسی مسند میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان اری مالا ترون و اسمح مالا
تسمعون۔ اطت السماء و حق
لها ان تط۔ ما فیہا موضع اربع
اصابع الا و علیہ ملک یسیح اللہ
ساجدا لو تعلمون ما اعلم لضحکمتم
قلیلا و بکیتم کثیرا و ما تلذذتم
بالنساء علی الفروش و نخرجتم الی
الععدات تجثرون الی اللہ تعالیٰ

جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے، جو میں سنتا
ہوں تم نہیں سنتے، آسمان فرشتوں کے بوجھ
سے گر رہا ہے۔ اور اس کا گرا ہٹا حق بجانب
ہے، کوئی چار انگل جگہ ایسی نہیں ہے جہاں
فرشتے سجدے میں گر کر خدا کی تسبیح و تقدیس
نہ کرتے ہوں۔ لوگو! جو میں جانتا ہوں اگر
تم جان لو تو تم ہنسنا چھوڑ دو اور بہت زیادہ
روتے ہی رہو، اور عورتوں کے ساتھ بستروں
پر لذت اندوز ہونا ترک کر دو۔ اور گھروں سے
باہر نکل کر راستوں اور میدانوں میں بھاگتے
پھرو۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف جھک پڑو

اور اسی مسند میں حضرت ہذیفہؓ سے مروی ہے۔ ہم آنحضرتؐ کے ہمراہ ایک جنازے
میں شریک تھے۔ جب ہم قبر پر پہنچے تو آپ اس قبر کی ایک جانب بیٹھ گئے اور آنکھیں پھرا پھرا
کر قبر کے اندر نگاہ ڈالی اس کے بعد آپ نے فرمایا

یضغط المؤمن فیہ منخبطت تزول
منہا حائلتہ و بملاء علی الکفار
فأرا۔

مومن کو قبر میں بھیجا جاتا ہے جس سے اس کے سینے
کی ہڈیاں اوپر سے اوپر ہو جاتی ہیں، اور کافر کی قبر
اگے سے بھردی جاتی ہے

اسی مسند کے اندر حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں حضرت سعد بن معاذؓ کا انتقال

ہوا تو ہم آنحضرتؐ کے ہمراہ جنازہ میں شریک ہوئے، جب آنحضرتؐ نے جنازہ کی نماز پڑھی اور انہیں قبر میں اتارا گیا اور قبر برابر کر دی گئی تو آپ دیر تک سبحان اللہ - سبحان اللہ پڑھتے رہے آپ کے ساتھ ہم بھی یہی پڑھتے رہے، پھر آپ نے اللہ اکبر - اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا۔ ہم بھی آپ کے ساتھ یہی کہتے رہے۔ بعد میں آنحضرتؐ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے پہلے سبحان اللہ پڑھا پھر اللہ اکبر پڑھا، کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔

تقد قضايق على هذا العبد الصالح خدا کے اس بندے پر قربتنگ ہو گئی تھی، بعد میں
قبره حتى افرخ الله عنه اللہ تعالیٰ نے اسکو فراخ کر دیا۔

اور صحیح بخاری میں حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: جب مردے کو جنازہ میں رکھ کر لوگ کندھوں پر اٹھا کر چلنے لگتے ہیں تو اگر مردہ صالح اور نیک ہے تو کہتا ہے مجھے جلد سے جلد بے چلو، اور اگر صالح اور نیک نہیں ہے تو کہتا ہے افسوس تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ اور اس کی یہ آواز انسانوں کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے، اگر انسان اسے سن لیں تو ہیبت اور وحشت کے مارے بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔

اور مسند احمد میں حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا: قیامت کے دن سورج اس قدر قریب ہو جائے گا کہ قریب ایک میل کا فاصلہ رہ جائے گا۔ اس کی گرمی اسقدر ہوگی کہ اس سے لوگوں کے دماغ کھولنے لگیں گے۔ اس طرح کھولنے لگیں گے جس طرح پوٹے پتھریا کھولتی ہے، اور لوگ اپنے اپنے گناہوں کے مطابق پسینے میں غرق ہوں گے، کسی کے گھٹنوں تک کسی کے پتھریوں تک، اور کچھ ایسے بھی ہوں گے جو کمر تک ڈوبے ہوئے ہوں گے اور کچھ ایسے بھی ہوں گے جو منہ تک ڈوبے ہوئے ہوں گے۔

اس مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

قولوا حسبنا الله ونعم الوكيل
کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے اور ہم اللہ تعالیٰ

ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں

اسی مسند احمد میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

من تعظم في نفسه او اختال في
جو شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا، یا فخر و غرور سے
مشيئه لقي الله وهو عليه غضبان
چلے گا تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے حضور

میں اس طرح آئے گا کہ وہ اس پر سخت غضبناک ہوگا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان المصورین یعدون یوم القیامت
ویقال لہم احيوا ما خلقتم !
قیامت کے دن تصویریں بنانے والوں کو خدا
دیا جائے گا اور کہا جائے گا جو تم نے بنائی ہیں
ان میں جان ڈالو۔

صحیح بخاری کے اندر مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان احدکم اذا مات عرض علیہ
مقعدہ من العداة والعشی ان
کان من اهل الجنة فمن الجنة
وان کان من اهل النار فمن اهل النار
فیقال هذا مقعدک حتی یبعثک
اللہ عزوجل
جب تم میں سے کوئی مر جاتا ہے تو صبح و شام
اس کا ٹھکانہ اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے
اگر جنتی ہے تو جنت کا، اور دوزخی ہے تو دوزخ
کا۔ اور اسے کہا جاتا ہے یہ قیامت تک کا تمہارا
ٹھکانا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ
اٹھائے گا۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

اذا صار اهل الجنة فی الجنة و اهل
النار فی النار، جیسی بالموت یوقف
بین الجنة والنار، ثم یدعی۔ ثم
ینادی مناد، یا اهل الجنة خلود و
لاموت۔ و یا اهل النار خلود و لا
موت۔ فیزداد اهل الجنة فرحاً الی
فرحهم۔ ویزداد اهل النار حزناً
الی حزنهم

جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اور
جہنمی لوگ جہنم میں تو موت کو جنت و دوزخ کے
درمیان لاکھڑا کر دیا جائے گا، اور اسے ذبح کر
دیا جائے گا۔ اس کے بعد خدا کا منادی پکارے گا
اے جنت والو! تمہارے لئے ہمیشہ ہمیش کے لئے
جنت ہے، اور موت نہیں ہے۔ اے دوزخ والو!
تمہارے لئے ہمیشہ ہمیش کیلئے جہنم ہے، اب موت نہیں
ہے، پس جنتی لوگوں کی مسرت اور بڑھ جائے گی
اور دوزخیوں کا رنج و غم اور زیادہ ہو جائے گا۔

اور مسند احمد میں ہے

من اشتری ثوباً بعشرة دراهم
فیہا درہم حسام، لم یقبل اللہ
جس نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا، اور اس
میں ایک درہم حسام کا تھا تو جب تک یہ کپڑا

لم صلوة مادام عليه ، ثم ادخل
اضبعن في اذنه ، ثم قال صمنا ان
لم اكن سمعت النبي صلى الله عليه وسلم

اس کے جسم پر ہوگا، خدا کی نماز قبول نہیں
فرمائے گا۔ راوی نے بیان اپنے دونوں کانوں
میں انگلیاں ڈال لیں۔ اور کہا اگر یہ حدیث میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنی ہو تو
میں بہرہ ہو جاؤں۔

اسی مسند کے اندر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے فرمایا

من ترك الصلوة سكرامه واحدة
فكانما كانت له الدنيا وما عليها
فلسبها ، ومن ترك الصلوة سكر اربع
مرات كان حقا على الله ان سقيه من
طينة الخبال

جس نے نشہ پی کر ایک وقت کی نماز ترک کر دی
تو گویا دنیا و ما فیہا سب اس کی ملکیت تھی جو
اس سے چھین لی گئی۔ اور جس نے نشہ کی وجہ سے
چار وقت کی نماز ترک کر دی تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق
ہوگا کہ اسے وہ دوزخیوں کا نچوڑا ہوا عصارہ
اسے پلائے۔

اسی مسند احمد میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا

من شرب الخمر شربة لم تقبل له
صلوة اربعين صباحا . فان قاب
قاب الله عليه . فلا ادوى في
الثالثة او الرابعة قال فان عاد
كان حقا على الله ان سقيه من
ردغة الخبال يوم القيامة

جس نے شراب کی ایک گھونٹ بھی پی تو چالیس
دن تک اس کی نماز قبول نہیں جائے گی اگر وہ
توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول
فرمائے گا، راوی کہتے ہیں، تیسری مرتبہ یا چوتھی
مرتبہ آپؐ نے فرمایا اگر اس نے پھر یہ گناہ کیا تو
اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہوگا کہ وہ اسے دوزخیوں کا
نچوڑا ہوا خون اور پیپ پلائے۔

اسی مسند میں حضرت ابو موسیٰؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

من مات مدمنا للخمر سقاها الله
من نهر الغوطة ، قبل وما نهر
الغوطة ؛ قال نهر يجرى من
فروج المومسات يوذى اهل النار

جو شخص شراب کی مداوت کرتے ہوئے مر گیا
تو اللہ تعالیٰ اسے نہر غوطہ سے پانی پلائے گا
کسی نے پوچھا نہر غوطہ کیا ہے ؟ آپؐ نے فرمایا
یہ نہر بدکار عورتوں کی شرمگاہ سے نکل ہے۔ اور

ریح فروجہن - یہ ایسی خراب ہے کہ خود دوزخی لوگوں کو بھی اس سے سخت تکلیف ہوگی۔

اور اسی مسئلہ کے اندر مروی ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا۔
 يعرض الناس يوم القيامة ثلاث عرضات فاما عرضتان فبدال و معاذير و اما الثالثة فعند ذلك تطير الصحف في الابدح فاحخذ بيمنه و اخذ بشماله

قیامت کے دن تین مرتبہ لوگوں کی پیشی ہوگی۔ دو پیشیوں میں توجہ و معذرت ہوگی تیسری پیشی پر اعمال اے اڑا کر لوگوں کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے، کوئی دائیں ہاتھ میں لے گا اور کوئی بائیں ہاتھ میں۔

اسی مسئلہ میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا۔
 اياكم و محقرات الذنوب فانهن يجتمعن على الرجل حتى يهلكن
 چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی تم اپنے کو بچاؤ کیونکہ جب چھوٹے چھوٹے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے اس کی مثال ارشاد فرمائی کہ جب لوگ کسی صحرا میں منزل کرتے ہیں اور کھانے پکانے کا وقت آتا ہے تو کوئی لکڑی لے آتا ہے، کوئی اونٹ کی میٹگنیاں لے آتا ہے تاکہ ڈھیر لگ جاتا ہے اور پھر آگ جلائی جاتی ہے اور پھر جو کچھ اس میں ڈالتے ہیں سب جل جاتا ہے اور صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ "جہنم پر پل کھڑا کیا جیسا گا۔ اور سب سے پہلے اس پر سے میں گزروں گا، اس روز تمام پیغمبروں کی دعایہ ہوگی۔
 اللهم سلم - سلم دے اللہ! سلامتی دے، اے اللہ! سلامتی دے، پل کے دونوں جانب ببول کے کانٹوں کی مانند کانٹے ہوں گے۔ اور لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق ان سے ابھیں گے۔ بعض صحیح سالم نکل جائیں گے۔ بعض رخصی ہو کر پار ہوں گے، اور نجات پائیں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ بندوں کے فیصلہ سے فارغ ہوں گے اور ان بندوں کو جن پر وہ رحم کرنا چاہتا ہے اور وہ کلمہ شہادت "لا الہ الا اللہ" کی شہادت دینے والوں میں سے ہیں تو فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان لوگوں کو جہنم سے نکالو۔ فرشتے ان کو سجدوں کے نشانوں سے پہچانیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سجدوں کے اثر کو جلانا آگ پر حرام کر دیا ہے۔ یہ نشانیاں دیکھ دیکھ کر فرشتے ان کو باہر نکالیں گے، اس وقت ان کا حال یہ ہوگا کہ ان کی کھالیں جل چکی ہوں گی، فرشتے ان پر "مار الحیات" ڈالیں گے جس سے ان

کو دوبارہ زندگی حاصل ہوگی۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، قیامت کے دن سب سے پہلے تین قسم کے لوگوں کا فیصلہ کیا جائے گا، سب سے پہلے شہید کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسکو اپنی نعمتیں گنوائے گا۔ اور وہ ان نعمتوں کا اعتراف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے یہ نعمتیں کہاں خرچ کیں؟ وہ جواب دے گا میں تیری راہ میں لڑتا رہا تا آنکہ میں تیری راہ میں شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے، تو اس لئے لڑا ہے کہ لوگ تجھے بہادر کہیں۔ اور دنیا میں لوگوں نے تجھے بہادر کہا، اس کے بعد حکم دیا جائے گا کہ اسے سر کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ، اور جہنم میں ڈال دو، چنانچہ اسے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اس کے بعد عالم اور قرآن سیکھے ہوئے لوگوں کو بلایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے انعامات یاد دلانے گا۔ وہ اس کا اعتراف کرے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے اسے کہاں خرچ کیا؟ وہ کہے گا میں نے لوگوں کو علم اور قرآن پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے، تو نے اس لئے پڑھا تھا کہ لوگ تجھے عالم حافظ، قاری کہیں۔ اور یہ بات تجھے دنیا میں حاصل ہو گئی، حکم دیا جائے گا کہ اسے بھی سر کے بل گھسیٹ کر جہنم میں بھونک دو۔ چنانچہ وہ اسی طرح جہنم میں بھونک دیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو بلائے گا جس کو رزق کی فراوانی اور مال و دولت اور قسم قسم کی نعمتیں دنیا میں دی گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں یاد دلانے گا۔ جب وہ اس کا اعتراف کرے گا تو فرمائے گا تو نے میری نعمتوں کو کہاں صرف کیا؟ وہ جواب دے گا تیری مرضی کی راہ میں نے خرچ کیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے تو نے اس لئے خرچ کیا ہے کہ لوگ تجھے سخی کہیں اور دنیا میں یہ ہو چکا۔ اس کے بعد حکم دیا جائے گا کہ اسے بھی سر کے بل جہنم میں بھونک دو، چنانچہ اسے جہنم میں بھونک دیا جائے گا۔ ایک حدیث میں یہ الفاظ زیادہ ہیں ”یہی لوگ سب سے پہلے جہنم میں ڈالے جائیں گے، اور انہی سے جہنم سلگائی جائے گی“

اس روایت کے متعلق حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے میں نے سنا ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے، تمام سے بہترین لوگ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور وہ شریعہ تہذیب لوگ ہیں جو اپنے کو انبیاء کرام کا جانشین کہتے ہیں لیکن وہ کذاب اور جھوٹے دعویٰ دار ہیں۔ انبیاء کرام کے بعد تمام سے بہتر لوگ علماء کرام، شہداء اور صدیقین اور مخلصین ہیں لیکن جو لوگ ایسے نہیں ہیں اور ان جیسے بن کر لوگوں کو دھوکہ اور فریب دیتے ہیں اور یہ شریعہ تہذیب لوگ ہیں

صحیح بخاری کے اندر حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

من كانت عنده لا خيه مظلمتر
في مال او عرض فليأتها
من قبل ان يوحذ و ليس عنده
دينار ولا درهم ، فان كانت له
حسنات اخذ من حسناته فاعطيها
والا اخذ من سيئاته فطرحته
عليه ثم طرح في النار

جس شخص نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کیا ہو
وہ ظلم مال کا ظلم ہو، یا اسباب و متاع
کا یا آبرو کا اسے چاہیے کہ وہ اپنے بھائی
کے پاس جائے، اور قبل اس کے کہ اس سے مواخذہ
ہو۔ اور بھلائی کے لئے اس کے پاس دینار
و درهم نہ ہوں، اس سے معاف کرنا کہ اپنے لئے
جائز گردانے، کیونکہ اگر اس کے پاس نیکیاں
ہوں گی تو اس سے لے کر اس کو دیدی جائیگی
اور اگر نیکیاں نہیں ہیں تو اس کے گناہ اس پر لادے
جائیں گے اور پھر اسے جہنم میں جھونک دیا جائیگا

اور صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

من اخذ مشبرا من الارض بغير
حقه حسف به يوم القيامة
الى سبع ارضين

کسی نے ایک بالشت زمین بھی کسی کی ناسحق
لے لی ہے تو قیامت کے دن سات زمینوں
تک اسے دھنسا دیا جائے گا۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں انہی سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

فانكم هذه التي توفدون جزء
من سبعين جزءا من نار جهنم

جو آگ تم دنیا میں جلاتے ہو یہ جہنم کی آگ کے
ستر حصوں میں کا ایک حصہ ہے۔

صحابہ نے عرض کیا قسم خدا کی عذاب کے لئے تو یہی آگ کافی واقعی ہے۔ آپؐ نے فرمایا جہنم
کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر حصہ زیادہ ہے اور جس کا ایک ایک حصہ اس کے برابر اور
بہم مثل ہے۔

اور مسند احمد کے اندر حضرت معاذ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

او صاتی رسول الله صلى الله عليه وسلم
فقال لا تشرك بالله شيئا وان
قتلت. اذ هرت ولا تعقن

آنحضرتؐ نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ کسی
چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ گردانا اگرچہ تم
قتل کر دیتے جاؤ، یا تمہیں جلا دیا جائے اور آپؐ

والديك وان امراك ان تخرج
من مالك واهلك ولا تترك
صلوة مكتوبة متعمداً فان من ترك
صلوة مكتوبة متعمداً فقد برئت منه
ذمة الله، ولا تشرب خمرًا فانه راس
كل فاحشة - واياك والمعصية فان
المعصية سخط الله

ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو، اگرچہ وہ تمہیں تہار
مال اور تہاری بی بی کو تم سے علیحدہ کرنے کا
حکم دیں۔ فرض نماز کبھی قصداً ترک نہ کرو، کیونکہ
جو شخص قصداً فرض نماز ترک کرے گا اسکی
جانب سے میں اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری سے بری
ہوں۔ اور کبھی شراب نہ پینا، کیونکہ شراب تمام
گناہوں کی جڑ ہے، اور گناہوں سے بہت دور
رہو کیونکہ گناہ اللہ تعالیٰ کی خلق کا موجب ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ بے شمار احادیث اس باب سے موجود ہیں، جو شخص
نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ ان احادیث کی طرف سے نابینا نہ بن جائے اور
نفس کو خود سر اور آزاد نہ کرے، اور صرف حسن ظن اور حسن رجا پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائے۔
حضرت ابو الوفا بن عقیل کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، حسیب و متعاطف کا شکار نہ
بنو، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو صرف تین درجہ کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا ہے اور سوتلی کے ناکے
کے برابر شراب پینے پر حد جاری کرنے کا حکم دیتا ہے، اور ایک بلی سے معمولی غفلت کی بنا پر اس
نے ایک عورت کو جہنم میں ڈال دیا اور مال غنیمت میں سے ایک علامہ اٹھا لینے کے بدلہ میں یہ علامہ
آگ کا شعلہ بن کر عذاب کا موجب ہوا، حالانکہ یہ شخص شہید ہو کر مر رہا تھا۔

حضرت امام احمد نے ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
دخل رجل الجنة في ذباب ودخل
رجل النار في ذباب
ایک مکھی کے سبب سے ایک آدمی جنت میں
داخل ہوا اور ایک مکھی کے سبب ایک جہنم
میں گیا۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیونکر؟ آپ نے فرمایا۔ دو آدمی ایک جگہ سے گزرے
جہاں کے باشندوں کا ایک بت تھا۔ کسی آنے جانے والے آدمی کو بت پر بھینٹ چڑھائے
بغیر وہاں سے جانے نہیں دیتے تھے۔ ان میں سے ایک کو کہا اس بت پر بھینٹ چڑھاؤ، تو آگے
جا سکتے ہو ورنہ نہیں۔ اس نے کہا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ ان لوگوں نے کہا ایک مکھی ہی
بھینٹ چڑھاؤ۔ اس نے مکھی کی بھینٹ دیدی۔ ان لوگوں نے اسے چھوڑ دیا یہ شخص جہنم

میں داخل کیا گیا۔ دو سکر سے کہا تم بھی بھینٹ چڑھاؤ، اس نے کہا میں خدا کے سوا کسی پر بھینٹ نہیں چڑھاتا۔ ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ یہ شخص جنت میں داخل کیا گیا۔

اور بندہ کبھی منہ سے ایسا کلمہ بول دیتا ہے جس سے وہ جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے اور بہت سے فیسر خوردہ لوگ مال و دولت اور اللہ تعالیٰ کے دنیوی انعامات کے مغالطہ میں آجاتے ہیں اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور مجھے دوست رکھتا ہے۔ اور آخرت میں وہ مجھے اس سے بھی زیادہ انعامات سے نوازیگا لیکن یہ تمام باتیں محض اوہام اور دھوکہ ہیں چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

اذا رثیت الله عز وجل يعطى العبد
من الدنيا على معاصية ما يجب فانما
هو استدراج
جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے بندے کو دنیا دیتا ہے جو گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے تو سمجھ لو یہ استدراج ہے۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

فلا تسوا ما ذكروا به فتمننا
عليهم ابواب كل شئ اذا فرحوا
بها اولئذا اخذناهم بغتتنا
فانذاهم ملبسون
پھر جس سے ان کو آگاہ کیا گیا تھا جب اس کو بھول بسر بیٹھے تو ہم نے بھی ان کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے ان پر طرح طرح کی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جو نعمتیں ان کو دی گئی تھیں جیب ان کو پا کر خوش ہوئے لیکر ایک ہم نے ان کو دھڑکڑا، اور عذاب کا آنا تھا کہ وہ بے آس ہو کر رہ گئے۔

بعض سلف صالحین فرماتے ہیں اگر تم گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے تمہیں نواز رہا ہے تو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بہت ہی ڈرنا چاہیے کیونکہ یہ استدراج ہے اور خدا کا امتحان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

ولولا ان يكون الناس امة واحدة
لجعلنا لمن يكفر بالرحمن لبيوتهم
سقفا من فضة ومعارج عليها
اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو دنیا کے ساز و سامان ہمارے ہاں اس قدر حقیر ہوتا کہ جو لوگ مشرکین

يظرون ولبئوتهم ابوابا وسرا
عليها يتكئون و زخرفا. و ان كل
ذالك لما متاع الحيات الدنيا و
الآخرة عند ربك للمتقين
(زخرف)

ہیں ان کے لئے ان کے گھروں کی چھتیں ہم
چاندی کی کر دیتے اور چاندی کے زینے کہ ان
پر چڑھتے اترتے اور چاندی ہی کے ان کے
گھروں کے دروازے اور چاندی ہی کے تخت
کہ ان پر تکیے لگا لگا کر بیٹھتے اور چاندی کے
تہیں بلکہ سونے کے بھی یہ تمام اسی دنیا کا زندگی
کے فائدے میں اور آخرت تمہارے پر رگار
کے ہاں پر ہیزگاروں ہی کے لئے ہے

اور اس قسم کے خیالات کی تردید اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے۔

فاما الانسان اذا ما ابتلاه سربه
فاكرمہ و نعمه فيقول رب اكن
واما اذا ما ابتلاه فقد ر عليه
رزقه فيقول رب اهانن - كلا
(ذخرف)

لیکن انسان کا یہ خیال ہے کہ جب اس کا
پروردگار اسے آزماتا ہے کہ لیس عزت و نعمت
دیتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے میرا پروردگار میری
تکریم کرتا ہے اور جب وہ اسے آزماتا ہے
کہ اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ
بڑبڑاتا ہے، میرا پروردگار مجھے ذلیل کرتا ہے
مگر یہ خیال غلط ہے۔

یعنی یہ بات ہرگز ہرگز نہیں ہے کہ جن کو میں اپنی نعمتوں سے دنیا میں نوازتا ہوں اور
رزق کی وسعتیں دیتا ہوں۔ انکو میں عزت و کرامت سے نوازتا ہوں۔ اور جن کو مصائب و
آلام میں مبتلا کرتا ہوں اور رزق میں تنگی دیتا ہوں اس کی میں توہین و بے عزتی کرتا ہوں۔
بلکہ ایک کا انعامات کے ذریعہ امتحان کر رہا ہوں اور دوسرے کو مصائب میں مبتلا کر کے
اسی آزمائش سے اسے محکوم بنا رہا ہوں اور جامع ترمذی میں روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا

ان الله يعطي الدنيا من يحب ومن
لا يحب - ولا يعطي الايمان الا من
يحب -

اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جسے وہ دوست
رکھتا ہے اور اسے بھی جسے وہ دوست نہیں رکھتا
لیکن ایمان تو اسی کو دیتا ہے جسے وہ دوست رکھتا

بعض سلف کا قول ہے بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے انعامات سے نوازتا ہے لیکن

وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے استدراج اور امتحان ہوا کرتا ہے۔ اور انہیں اس کی خبر نہیں ہوتی، لوگوں کے منہ سے اس کی تعریف بھی کرائی جاتی ہے لیکن حقیقت میں خدا کی جانب سے آزمائش ہوتی ہے اور ان کو خبر تک نہیں ہوتی۔ بہت سے لوگوں کی پردہ داری کی جاتی ہے جس سے وہ مغالطہ میں پڑ جاتے ہیں لیکن ان کے حق میں یہ ایک فریب اور دھوکہ ہوتا ہے۔

فصل

(دفتنہ دنیا، اوامر و نواہی حکمت الہی کا اقتضا ہے)

دنیا میں سب سے بڑا فتنہ۔ اور سب سے بڑا دھوکہ یہ ہے کہ انسان دنیا کے فوری فوائد کے فریب میں پھنس جاتا ہے اور وہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے فوری فوائد کو ترجیح دے دیتا ہے اور دنیا کے قلیل سے قلیل فائدے سے خوش ہو جاتا ہے اور اس قسم کے فریب خوردہ لوگوں کی باتیں بھی کچھ عجیب و غریب ہوا کرتی ہیں۔ بعض تو یہاں تک کہتے لگتے ہیں کہ دنیا نقد ہے اور آخرت ادھار اور ادھار کے مقابلہ میں نقد زیادہ سود مند ہوا کرتا ہے، بعض اس سے بھی چند قدم آگے ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں نقد ذرہ ادھار موتی سے بہتر تو نقد زئیرہ ادھار، اور کچھ لوگ تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ دنیا کی لذتیں یقینی ہیں آخرت مشکوک و مشتبہ، اور مشکوک و مشتبہ چیز کے لئے یقینی چیز نہیں چھوڑی جاسکتی لیکن یہ تمام باتیں شیطان کا دھوکہ اور فریب ہے۔ اس سمجھ کے انسانوں سے تو جانور زیادہ عقلمند اور سمجھدار ہوتے ہیں، مصرت رساں چیز سے تو جانور تک ڈور بھاگتے ہیں، اسے مارا اور پیٹا جسٹا تب بھی وہ مصرت رساں چیز کی طرف نہیں بڑھتا، لیکن انسان ہے جان بوجھ کے انسان ایسی چیزوں کی طرف بھی اقدام کرتے ہیں جو ان کے حق میں سخت مضر اور نقصان دہ ہوا کرتی ہیں اور ان چیزوں کا انجام وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ پھر بھی اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ نہ تو ان باتوں کی تصدیق کرتا ہے نہ تکذیب، اس قسم کے لوگ اگر اللہ اور اللہ کے رسول پر۔ اور بارگاہِ الہی میں حاضر می، اور قیامت کی جزا۔ و سزا پر ایمان رکھتے، بھٹے ایسا سمجھ رہے ہیں تو مانٹے کہ ان سے زیادہ کوئی محروم و بد نصیب نہیں، ان سے زیادہ حسرت و پاپس کا کون مستحق ہو سکتا ہے؟ کہ باوجود علم و ایمان کے وہ ایسا کر رہے ہیں۔ اور اگر اللہ، اور اللہ کے رسول پر ایمان ہی نہیں رکھتے تو پھر ان سے زیادہ تو کوئی محروم اور بد نصیب ہو ہی نہیں سکتا۔

یہ شخص یہ کہتا ہے کہ ادھار سے نقد بہتر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے جبکہ نقد اور ادھار مساوی اور برابر کی حیثیت رکھتے ہوں لیکن اگر نقد اور ادھار مساوی اور برابر نہیں ہیں بلکہ ادھار زیادہ۔ اور زیادہ نفع بخش ہے تو یقیناً ادھار ہی افضل و بہتر ہے اور جب حقیقت یہ ہے تو پھر دنیا کے نقد کو آخرت کے ادھار سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ جب کہ ساری دنیا از ابتدا تا انتہا آخرت کے مقابلہ میں ایک سانس کے برابر ہی نہیں ہے۔ جیسا کہ مسند احمد اور ترمذی شریف میں حضرت مسطور بن شداد سے مروی ہے آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے

مال دنیا فی الاخرة الا كما يدخل احدكم اصبعة في اليم فليمنظر به يرجع ؟

آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حیثیت اتنی ہی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص سمندر میں اپنی انگلی ڈالے اور پھر دیکھے کہ انگلی کیساتھ کتنا پانی آتا ہے؟

اور حقیقت تو یہ ہے کہ آخرت ہی نقد ہے اور دنیا ادھار۔ اور اس نقد کو ایسے ادھار کے عوض تباہ و برباد کر دینا ایک عظیم ترین خسارہ اور بدترین جہالت و بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جبکہ پوری دنیا کی حیثیت آخرت کے مقابلہ میں یہ ہے تو پھر ایک انسان کی عمر کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ اب تباہ و عقلمندوں کے نزدیک دونوں میں سے کونسی چیز افضل و بہتر ہے؟ کیا اس مختصر سی مدت کی قلیل ترین چیز کو اختیار کرنا، اور آخرت کی دائمی خیر و بھلائی کو ٹھکرا دینا بہتر ہے؟ یا ایک حقیر اور کمتر اور جلد سے جلد ختم ہو جانے والی چیز کو اس لئے ترک کر دینا کہ اس کے عوض وہ بیش بہا، بیش قیمت چیز حاصل کی جائے جس کی قیمت کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔ اور جو کبھی انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی جس کی بہتات کا کوئی شمار نہیں ہو سکتا۔ اور جس کے ختم ہونے کی کوئی میعاد و مدت ہی نہیں ہے۔؟

دوسرے شخص کا قول کہ ”یقینی چیز کو مشکوک و مشتبہ چیز کے مقابلہ میں ترک نہیں کیا جاسکتا“ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعید اور اس کے پیغمبروں کی صداقت پر تمہیں شک ہے یا یقین؟ اگر تمہیں یقین ہے تو جو کچھ دنیا کا نقد تم چھوڑ رہے ہو۔ اس کی حیثیت ادنیٰ سے ادنیٰ ذرہ سے زیادہ نہیں ہے اور وہ جلد سے جلد آنا فنا ختم ہونے والا ہے اور آخرت یقینی چیز ہے جس میں شک کی گنجائش ہی نہیں ہے اور وہ کبھی منقطع ہونے والی بھی نہیں ہے اور اگر تمہیں اس کے اندر شک و شبہ ہے تو تمہیں پروردگار

عالم کی آیات اور نشانیوں پر غور کرنا چاہیے جو اسکے وجود، اسکی قدرت، مشیت و خدائیت، پیغمبروں کی حقانیت و صداقت اور پیغمبروں کے پیش کردہ صراطِ مستقیم کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں پورے پورے تجربے و کیوں کے ساتھ آیاتِ الہیہ کو سوچو، ہمت و عزت کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ غور و تدبر کرو۔ بحث و مناظرہ کرو تا آنکہ تم پر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ انبیاء کرام نے خدا کی جانب سے جو کچھ پیش کیا ہے وہ بالکل حق اور صحیح ہے، اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اس دنیا کا خالق بھی وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق اور پروردگار ہے۔ اس کی شان نہایت بلند و بالا ہے۔ ہر قسم کے نقائص سے منزہ اور پاک ہے اور انبیاء کرام نے اس ذاتِ مقدس کے متعلق جو خبریں پہنچائی ہیں وہ بالکل حق ہیں۔ اس کے خلاف اگر کوئی شخص ذاتِ الہی کے متعلق کہتا ہے تو وہ خدا کو گالی دے رہا ہے، اسے ہتھیلا رہا ہے اس کی الوہیت و ربوبیت۔ اس کے ملک و مملکت، اور اس کی شہنشاہی کا انکار کر رہا ہے۔ کیونکہ ہر صاحبِ فطرت سلیمہ کے نزدیک یہ امر محال و ممنوع ہے کہ اللہ تعالیٰ مالکِ الملک حکم الخاکین کسی طرح بھی عاجز و بے بس ہو۔ یا وہ بہال و بے خبر ہے کہ اس کے علم سے کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی چھوٹی ہوئی ہے، یا وہ ستا نہیں، دیکھتا نہیں، کلام نہیں کرتا، بندوں کو مامور نہیں کرتا، بری چیزوں کی ممانعت نہیں کرتا، نیکی کا بدلہ ثواب اور بدی کا بدلہ عذاب نہیں دیتا۔ عزت و ذلت کا مالک نہیں کہ جتنے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ اپنے ملک مملکت میں۔ اور مملکت کے اطراف و جوانب میں اپنے پیغمبروں کو نہیں بھیج سکتا۔ اپنی مخلوق اور دیہات کی پروا نہیں کرتا۔ ان کے حالات و اطوار کی خبر نہیں رکھتا۔ ان کو بیکار و لاعینی چھوڑ دیا ہے۔ ان کو مہمل اور آزاد پیدا کیا ہے۔ یہ باتیں تو دنیا کے بادشاہوں کی بھی شان کے خلاف ہے۔ چہ جائیکہ مالکِ الملک، بادشاہِ حقیقی، حکم الخاکین کی ذاتِ مقدس کی طرف ایسی باتیں منسوب کی جائیں۔

انسان اپنا اہدائی خلقت، لطف سے لے کر پیدائش، شیر خوارگی، بچپن، جوانی کے حالات پر غور کرے تو اسے اپنی طرح معلوم ہو جائے گا کہ وہ ذاتِ جس نے انسان کی تخلیق و تربیت کا یہ نظام قائم کیا۔ جس نے اس کو ان مختلف حالات سے گزارتے ہوئے اس منزل تک پہنچایا، مختلف اخلاق و اطوار سے اسے نوازا، اس کے لئے کیا یہ سزاوار ہے کہ انسان کو بالکل مہمل اور بیکار چھوڑ دے؟ کسی قسم کے حکم سے اسے مامور نہ کرے، کسی چیز سے اس کو نہ روکے

اور اس پر جو حقوق و فرائض عائد ہوتے ہیں، ان سے اسکو آشنانہ کرے کسی چیز کا اجر و ثواب نہ دے، کسی جرم کی سزا نہ دے، اگر بندہ پوری طرح ان چیزوں پر غور کرے تو اس کی آنکھوں کے سامنے جو کچھ ہے اور اسکی آنکھوں سے ادھل جو کچھ ہے ان سب کو توحید و رسالت، معاد و آخرت کی کامل ترین دلیل پائے گا۔ نیز ہر چیز اس پر بھی دلالت کرے گی کہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے، غرض دنیا کی ہر چیز ان امور کی طرف انسان کی راہنمائی کرے گی، اور ہم اپنی کتاب "ایمان القرآن میں آیت فلا اقسما بما تبصرون وما لاتبصرون لوگو! جو چیز تم کو دکھائی دیتی ہے، اور جو چیز تمہیں دکھائی نہیں دیتی ہم تم سب ہی قسم کھاتے ہیں کہ یہ قرآن بلاشبہ کلام الہی ہے، ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا۔"

(الحاقہ)

کی تفسیر کے ضمن میں اس کی وجہ استدلال طریق دلالت کو پوری طرح واضح کر چکے ہیں نیز آیت و فی انفسکم افلا تبصرون خود تمہارے اندر بہت سی نشانیاں ہیں کیا تم کو سوجھتی نہیں۔ (ذاریات)

کی تفسیر کے ضمن میں بھی ہم نے وجہ استدلال اور صورت دلالت پر بہت کچھ روشنی ڈالی ہے اگر کامل طور پر غور و تدبیر کیا جائے تو خود انسان کا وجود ہی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ خالق حق سبحانہ و تعالیٰ موجود ہے، وہ وحدہ لا شریک ہے، رسالت و نبوت حق ہے اور اس کی صفات نکالی ہوئی ہیں بہر حال! آخرت کو ضائع کرنے والا ہر دو صورت میں فریب دھوکہ کا شکار ہے، تصدیق و یقین کی صورت میں بھی، اور تکذیب و شک کی صورت میں بھی۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ معاد و آخرت، جنت و دوزخ کے متعلق تصدیق جازم، اور یقین کامل موجود ہو تو مختلف عمل کیوں کر ممکن ہے؟ یہ دونوں باتیں ایک جگہ جمع ہو سکتی ہیں، کیا بشری طبائع میں یہ چیز ہے کہ کسی انسان کو بادشاہ وقت بلاتا ہے اور یہ خبر بھیجتا ہے کہ کل تم ہمارے دربار میں حاضر ہو جاؤ، تمہارے فرائض و اعمال کا جائزہ لیا جائے گا اگر تم اس میں ناکام ثابت ہوئے تو تمہیں سخت ترین سزا دی جائے گی۔ اور اگر کامیاب رہے تو تمہاری پوری پوری عزت افزائی کی جائے گی۔ کیا اس خبر کی اطلاع پانے کے بعد وہ غافل اور بے خبر ہو کر سو جائے گا کل حضور نشانی میں حاضر ہی دینی ہے اسے فراموش کر جائے گا۔ کل کے لئے نہ وہ کسی قسم کی تیاری کرے گا نہ اسے کسی قسم کا خوف ہراس ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نچرا تمہارا اعتراض صحیح اور بالکل صحیح ہے۔ اور اکثر و بیشتر مخلوق پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے اور ان پر دو متضاد امور کا مجتمع ہوجانا نہایت تعجب انگیز بھی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ علم و یقین اور مختلف عمل کے بہت سے اسباب ہیں۔ منجملہ یہ کہ علم کی کمزوری اور یقین کی کمی بھی ایک اہم سبب ہے جو شخص یہ کہتا ہے کہ علم کے مدارج مختلف نہیں ہیں وہ سراسر غلط کہتا ہے۔ غور کرو۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا کہ پروردگار عالم مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ باوجود اس کے بارگاہ الہی میں استدعا کرتے ہیں کہ وہ مردہ زندہ کر کے دکھائے۔ یہ کیوں؟ اس لیے کہ یقین و اطمینان میں استحکام فراوانی حاصل ہو جائے اور جو چیز بطور غیب معلوم ہے بطور حضور و شہود معلوم ہو جائے۔ چنانچہ مسند احمد میں روایت ہے، آنحضرت نے ارشاد فرمایا: لیس الخیر کالمعانیہ رخیہ کی حیثیت معاینہ و مشاہدہ کی نہیں ہے، جب ضعف علم و یقین موجود ہو، اور آخرت کے متعلق جو چیزیں بیان کی جاتی ہیں وہ سامنے مستحضر نہ ہوں اور جو چیزیں کہ معاد آخرت کے علاوہ ہیں قلب اکثر اوقات ان میں مشغول ہو۔ اور اس اشتغال کی وجہ سے آخرت کی چیزیں قلب سے محبوب و مستور ہو جائیں۔ نیز ان چیزوں کے ساتھ ساتھ طبعی مقتضیات، خواہشات و شہوات کا استیلاء و غلبہ ہی ہوجانے نفس کی فریب کاری، شیطان کا دھوکہ، و عذرا آخرت بدیر پورا ہونے کی امید، طویل امیدیں، غفلت کی نیند، موجود و حاضر کی قدر، تاویل کی رخصتیں، شب و روز کی مبالغہات سے دل ہٹگی یہ تمام باتیں جب جمع ہو جائیں تو اس وقت قلب انسانی کے اندر ایمان کو وہی ذات قائم اور باقی رکھ سکتی ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو باقی اور قائم رکھا ہے اور یہی وہ اسباب ہیں۔ جن کی بنا پر ایمان و عمل میں لوگوں کے مدارج مختلف ہوا کرتے ہیں تا آنکہ کمزوری اور ضعف کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ ایمان بقدر ذرہ ہنسکر رہ جاتا ہے۔ یہ تمام اسباب جب یکجا جمع ہوجاتے ہیں تو بصیرت و استقلال کی قوت کمزور ہوجاتی ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل صبر و استقلال و یقین کی مدد و توفیق فرمائی ہے، اور صبر و یقین والوں کو امامت فی الدین کا درجہ عطا فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے۔

وَجِبَلْنَا مِنْهُمْ أُمَّةً يَهْتَدُونَ بِأَمْرِنَا
 اور تم نے نبی اسرائیل میں پیشوا بنائے تھے جو ہمارے
 لِمَا صَبَرُوا وَعَاوَنَّا عَلَيْهِمُ لِيُؤْتُوا مِمَّا
 حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اس لیے کہ وہ صبر
 کرتے تھے اور ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے۔
 (منجملہ)

فصل

حسن ظن وہ ہے جو انسان کو عمل صالح پر آمادہ کرے،

حسن ظن وہ نہیں جو انسان کو عصیان و نافرمانی پر ابھارے،

”حسن ظن“ اور فریب و مغالطہ کا فرق تمپر پہلے واضح ہو چکا ہے کہ حسن ظن وہ صحیح اور حق ہے جو بندے کو عمل صالح کیلئے آمادہ اور تیار کرے، عمل صالح کیلئے مساعد و مدد ہو، اعمال صالحہ کی طرف کھینچ لے جائے، اور اگر وہ بطالت اور بد عملی، انتہاک معاصی کی طرف لے جاتا ہے، تو وہ حسن ظن نہیں بلکہ فریب اور دھوکہ ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ حسن ظن، رجاء و امید ہی کا نام ہے اور رجاء و امید وہی صحیح اور حق ہے جو انسان کو طاعت الہی کی طرف لے جائے۔ اور معاصی و نافرمانی سے باز رکھے۔ وہ رجاء و امید صحیح نہیں جو انسان کو بطالت و بد عملی پر ابھارے، اور بطالت و بد عملی اسکو خواہ مخواہ کی رجاء و امید پیدا کر دے۔ ایسی رجاء و امید سراسر فریب اور دھوکہ ہے اگر ایک شخص بہت سی زمین رکھتا ہے، اس کی شادابی اور پیداواری کی امید رکھتا ہے، اس سے مستفید ہونا چاہتا ہے، پھر بھی وہ زمین کو بیکار چھوڑ دیتا ہے، اس میں تخم ریزی نہیں کرتا، زمین کی خدمت نہیں کرتا، پانی نہیں دیتا تو ایسے شخص کو لوگ احمق اور پاگل ہی کہیں گے۔ یہ حسن ظن اور امید نہیں بلکہ حماقت ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ حسن ظن اور امید قائم کرے کہ بغیر ہمبستی کے اس کے گھر بچہ پیدا ہوگا، اور بلا طلب علم اور بلا تحصیل علم کی محنت و مشقت کے اپنے ہمعصروں سے آگے نکل جائے گا تو لوگ اسے احمق اور پاگل ہی کہیں گے۔ وقتی علیٰ ہذا اسی طرح جو شخص بغیر طاعت و بندگی، اور بلا اعمال صالحہ و مقربہ اور بلا امتثال اوامر، اور اجتناب منہیات و محرّمات کے فوز و فلاح، بلندی مدارج اور جنت کی دائمی نعمتوں کی امیدیں قائم کرتا ہے اور ایسا حسن ظن رکھتا ہے تو وہ احمق اور پاگل ہی سمجھا جائے گا۔ اس بارے میں خدائے قدوس کا ارشاد تو یہ ہے کہ

ان الذین امنوا والذین ہاجرُوا
وجاہدوا فی سبیل اللہ او کُتِلُوا
یرحون رحمة اللہ (بقرہ)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کی راہ
میں جہاد بھی کیا اور جہاد بھی کئے، یہی لوگ
خدا کی رحمت کی امید رکھنے بیٹھے ہیں۔

خود کو خدائے قدوس تو اس آیت میں ان لوگوں کو امید و رجاء کا مستحق قرار دیتا ہے جو

مذکورہ طاعات کو انجام دے، اور یہ فریب خوردہ انسان یہ کہتا ہے کہ رحمت الہی کا مستحق وہ ہے جو احکام الہی کی خلاف ورزی کرے، حقوق خداوندی کو ٹھکرائے، بندگان الہی پر ظلم و جور روا رکھے، محرمات و منہیات کا بے خوف ارتکاب کرے۔

مسئلہ کا اصل راز یہ ہے کہ "حسن ظن" اور امید و رجاء اسی وقت ممکن ہے جبکہ ان اسباب و وسائل کو عمل میں لایا جائے جن کی حکمت الہی، شریعت الہیہ، اس کی تقدیر و قضاء، اس کا ثواب و کرامت مقتضی ہے۔ بندہ ان اسباب کو عمل میں لائے اس کے بعد پورے دگار عالم کی بارگاہ میں حسن ظن رکھے۔ اور اس کی جناب سے امیدیں والبتہ کرے۔ یہ امید قائم کرے کہ اللہ تعالیٰ ان اسباب و وسائل کو پیکار نہ کر دے۔ مطلوب و مقصود تک پہنچانے میں اسباب کو حمد گردانے، اسباب کا رنج دوسری طرف نہ پھیرے کہ اسباب ساقط ہو جائیں۔ اسباب کی تاثیرات معطل و بیکار ہو کر رہ جائیں۔

فصل

(امید و رجاء کیلئے تین باتیں لازم و ضروری ہیں)

سلف الخ خوف و رجاء کے حامل تھے، صحابہ کرام تقاضا سے ڈرتے تھے)

یہ امر سمجھ لیا بہت ضروری ہے کہ کسی چیز کو امید و رجاء کے لئے تین چیزیں لازم اور ضروری ہیں۔

اولیٰ یہ کہ اس چیز کی محبت لازمی ہے

دوم یہ کہ اس کے فوت ہونے کا خوف و اندیشہ ہونا چاہیے

سوم یہ کہ اس کے حصول کی سعی و کوشش کی جائے۔

جن امید و رجاء میں تین باتیں نہ ہوں، وہ امید و رجاء نہیں۔ بلکہ محض امانی، یعنی خالی آرزو ہے اور کچھ نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ امید و رجاء اور چیز ہے اور امانی و آرزو دوسری چیز ہے۔ امید و رجاء اپنی مطلوب چیز کے فوت ہونے سے ڈرتا ہے اور خائف رہتا ہے۔ ایک مسافر جب سفر کا راستہ طے کرتا ہے تو اسے منزل تک پہنچنے کا خوف رہتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی رفتار تیز نہ کرتا ہے۔ چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

من خاف ادباً ومن ادباً بلغ المنزل جو شخص منزل تک نہ پہنچنے سے ڈرتا ہے وہ پہلی

الا ان سلعة الله غالية

الا ان سلعة الله الجنة

رات ہی سے سفر شروع کر دیتا ہے اور جو پہلی رات سے سفر شروع کر دیتا ہے منزل تک پہنچ جاتا ہے، آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سامان بہت قیمتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سامان جنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح اعمال صالحہ والوں کو کھیلنے امید و رجاء صبر و ری گزائی ہے۔

اسی طرح ان کے لئے خوف و ڈر بھی صبر و ری گزائی ہے اور یہ خوب واضح رہے کہ خوف و رجاء وہی مفید ہے جس کے ساتھ عمل صالح موجود ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے رسالے لےتے ہیں اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں پر یقین رکھتے ہیں، اور جو اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور جتنا کچھ انہیں خدا دیتا ہے اس میں سے خدا کی راہ میں دیتے ہیں اور پھر بھی ان کے دلوں کو اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ ان کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے یہی لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور ان کیلئے پکے ہیں

ان الذين هم من خشية ربهم
مشفقون والذين هم بايات ربهم
يؤمنون والذين هم بربهم لا
يشركون والذين يؤتون ما اتوا و
قلوبهم وحتا انهم الى ربهم
واحبون اولئك يسارعون في
الخيرات وهم اهل سابقون
(مؤمنون)

اور جامع ترمذی میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں آنحضرتؐ سے میں اس آیت کے متعلق پوچھا یا رسول اللہ! ایسے لوگ کون ہیں۔ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیا کریں، زنا اور چوری کیا کریں؟ آپ نے جواب دیا۔

لا يا ائمة المصدقين، ولكنهم الذين يصومون ويصلون ويتصدقون ويتحافون ان لا يتقبل منهم اولئك يسارعون في الخيرات۔ اے صدیق کی بیٹی نہیں۔ ایسے لوگ نہیں، بلکہ وہ لوگ جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں صدقہ دیتے ہیں، اور پھر ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے اعمال مقبول نہ ہوں یہی لوگ خیر و بخلائی میں جلدی کیا کرتے ہیں۔

نیز حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اہل سعادت کی تعریف و تعریف

فرماتا ہے تو ان کے احسان و نیکی، اور خوفِ الہی کا ذکر فرماتا ہے، اور شقی و بد بخت لوگوں کا ذکر فرماتا ہے تو ان کے گناہ اور ان کی بے خوفی کا ذکر فرماتا ہے۔

اگر کوئی صاحب بصیرت صحابہ کرام کے حالات پر غور کرے تو اسے معلوم ہو گا صحابہ کرام کس درجہ اعمال صالحہ سے مزین تھے پھر بھی وہ کس درجہ خدا سے ڈرتے تھے اور ہم ہیں کہ باوجود اتنا درجہ کی تقصیر و کوتاہی کے بھی کس قدر بے خوف، اور نڈھال بنے ہوئے ہیں۔ یہ ہماری کس قدر غلط فہمی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات پڑھو۔ آپ اکثر اوقات الہا کرتے تھے۔

وردت انی شعرت انی جنب عبد مؤمن
میں ایسے پسند کرتا ہوں کہ کسی ایماندار کے جسم
کے ایک روئیں کے برابر ہی ہوتا۔
(ذکرہ احمد)

نیز انہی امام احمد سے مروی ہے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اکثر اپنی زبان پکڑ کر کہتے تھے۔

ہذا اور دینی الموارد
اس نے مجھے ملائمت کے مواقع میں ڈالا ہے۔

یہ کچھ کچھ سے زیادہ روتے۔ اور فرماتے

الکوا، فان لم تقبوا فتباکو
خوب رویا کرو۔ اگر نہ رو سکو تو حکم ازکم روئی
شکل تو بناؤ

جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو خوفِ الہی ایسا طاری ہو جاتا کہ انکڑھی کی طرح کھڑے ہو جاتے ذرہ بھر جنبش نہیں ہونے پاتی تھی۔

ایک مرتبہ ایک پرندہ آپ کے سامنے لایا گیا۔ آپ نے ہاتھ میں پکڑا، اور الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے اور فرمانے لگے اس وقت تک کوئی جانور شکار نہیں بنتا، اور کوئی درخت کاٹا نہیں جاتا جب تک کہ وہ تسبیحِ الہی کو ترک نہ کر دے۔

آپ کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو حضرت عائشہ صدیقہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

یا بنیۃ! انی اصبت من مال
بیٹی! میرے پاس مسلمانوں کے مال میں سے
المسلمین ہذا العباۃ و ہذا
یہ چیزیں ہیں۔ ایک عبا، ایک دودھ نکالنے
الحلاب و ہذا العبد۔ فاسرعی
کاپیالہ، اور ایک سلام تم اسے جلد سے جلد
بہ الی ابن الخطاب.
خطاب مجھے عمرہ کے پاس پہنچا دو۔

اور آپ نے فرمایا۔

وردت انی کنت ہذا الشجرة
کیا اچھا ہوتا میں درخت ہوتا کہ مجھے جانور کھانے

توکل و تعضد

اور پھر کاٹ دیا جاتا۔

حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ مجھ تک حضرت ابو بکر صدیقؓ کے یہ کلمات پہنچے ہیں، وہ فرماتے ہیں
لیتني خضرة تا كلتي الدواب۔ کاش میں سبز گھاس ہوتا تو چوپائے مجھے کھا لیتے۔
حضرت فاروق اعظمؓ کے حالات پڑھو۔ ایک مرتبہ انہوں نے سورہ طہ پڑھنا شروع کی جب

آپ

ان عذاب دبك واقع (طور) تمہارے پڑدگار کا عذاب ضرور نازل ہو کر رہے گا
پر پہنچے تو شدت سے رونا شروع کر دیا تا آنکہ آپ اس قدر بیمار نہ ہو گئے کہ لوگ عیادت
کیلئے آنے لگے۔

جس وقت بستر مرگ پر تھے، اپنے بیٹے سے کہنے لگے۔ "تیرا بھلا ہو۔ میرے رخسارے زمین
پر دھرے، شاید اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے" پھر فرمانے لگے ویل اھی ان لمدعیفی
اللہ لی (اگر اللہ تعالیٰ میری مغفرت نہ فرمائے تو میں عارت ہی ہو گیا) یہ کلمات آپ نے تین مرتبہ
فرمائے۔ اس کے بعد ہی آپ کی روح قبض ہو گئی۔

آپ معمولات شب کے مطابق روزانہ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ جب وعید کی
آئیں آجائیں تو اس قدر روتے کہ بچی بندھ جاتی۔ اور دونوں گھر میں پڑے رہتے کہ لوگ
بیمار سمجھ کر عیادت کے لئے دور آتے۔

خوف الہی سے آپ اس قدر رویا کرتے تھے کہ آنسو بہنے کی وجہ سے رخساروں پر دو
سیاہ خط سے پڑ گئے تھے۔

موت سے کچھ پہلے حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما نے آپ سے کہا۔ امیر المؤمنینؓ آپ کے ذریعہ
اللہ تعالیٰ نے ملکی فتوحات عطا فرمائیں، بڑے بڑے شہر آباد کئے اور یہ کیا وہ کیا۔ تمام چیزیں
گنوائیں۔ آپ نے فرمایا۔

وددت انی انجولاجس ولا ودرما میں چاہتا ہوں کہ میری نجات ہو جائے۔ نہ مجھے اجر
ملے، نہ بارگناہ مجھ پر لادا جائے۔

حضرت عثمان بن عفانؓ رضی اللہ عنہ کو دیکھو، جب وہ کسی قبر پر پہنچتے تو اتنا روتے کہ آپ کی
داڑھی تر ہو جاتی اور کہتے کہ اگر مجھے جنت اور دوزخ کے مابین اختیار کا حکم دیا جاتا تو اس سے قبل
ہی کہ میں اپنے متعلق یہ کسمپرسیوں کو کس صورت کو میں زیادہ برداشت کر سکتا ہوں، راھ

ہو جانے کو پسند کروں گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حالات پڑھو، وہ ہمہ وقت رشتے رشتے، اور خوف الہی سے ڈھال ہو جاتے، خصوصاً دو باتوں سے ان کا خوف حد سے زیادہ متجاوز ہو جاتا تھا۔

۱۔ طولِ امل۔ دنیا کی زلیست کی بڑی بڑی امیدیں۔

۲۔ خواہشات کی پیروی، فرمایا کرتے طولِ املِ آخرت سے غافل کر دیتا ہے اور خواہشات

کی پیروی حق سے روک دیتی ہے۔

اور فرمایا کرتے دنیا پیٹھ دیکر بھاگ رہی ہے۔ اور آخرت نہایت تیزی سے قریب آرہی ہے اور لوگ ان دونوں کے بال بچے ہیں۔ دنیا کے بھی۔ اور آخرت کے بھی۔ تم آخرت والے بنو۔ دنیا والے نہیں۔ آج عمل کا دن ہے حساب نہیں، حساب کل ہوگا۔ کل عمل نہیں ہوگا۔

حضرت ابوالدرداءؓ کے حالات پڑھو۔ فرماتے تھے قیامت کے دن سب سے زیادہ مجھے اس امر کا خوف ہے کہ مجھ سے باز پرس ہوگی کہ تم نے جو کچھ علم سیکھا تھا اس پر تم نے کس قدر عمل کیا؟ اور کہا کرتے تھے، مرنے کے بعد جو کچھ پیش آئیگا ہے اگر تمہیں معلوم ہو جسکے تو تم مشرق سے کھانا پینا چھوڑ دو، اور گھروں میں نہ رہو۔ بلکہ گھروں سے نکل کر پہاڑوں کی طرف بھاگو، ماتم کرو، اور رشتے ہی رہو۔ اے کاش کہ میں درخت ہوتا۔ کانا جانا کھا لیا جاتا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حالات پڑھو۔ آنسو کی کثرت کی وجہ سے انکی آنکھوں کے نیچے سیاہ نشان پڑ گئے تھے۔

حضرت ابوذرؓ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کاش میں درخت ہوتا۔ لوگ مجھے کاٹ ڈالتے۔ کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ ان کی خدمت میں جب کچھ نان و نفقہ پیش کیا جاتا تو جواب دیتے ہماری بکریاں ہمارے پاس ہیں ہم انہیں دوہ کر پی لیا کرتے ہیں۔ گدھے ہیں سواری کی ضرورت ہو تو ان پر سواری کر لیا کرتے ہیں۔ آزاد کردہ غلام ہیں جو ہماری خدمت کر لیا کرتے ہیں۔ سیاہ کبل ہے جسے اوڑھ لیا کرتے ہیں۔ مجھے تو ان ہی چیزوں کے حساب و کتاب کا خوف کھائے جانا اور نیکر کیا کروں گا۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے ایک مرتبہ رات کو سورہ جاثیہ پڑھنا شروع کی جب وہ اس آیت

پڑھیں

ام حسب الذین اجترحو السیات ان

جو لوگ بگڑا رویوں کی فریب میں رہتے ہیں۔ کیا

مخجلہم کا لذین امنوا و عملوا

انہوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم ان کو ان

الصالحات - (جاشیہ)

لوگوں جیسا کہ دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے

تو بار بار اسے پڑھتے اور روتے تا آنکہ اسی حالت میں صبح ہوگئی۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کہا کرتے تھے کاش میں بھیڑ ہوتا میرے گھروائے مجھے ذبح کر کے میرا گوشت کھا لیتے اور میرا شور باپی جاتے۔

اس باب سے بھی آثار اس قدر موجود ہیں کہ یہاں پیش کرنا دشوار ہے۔ صحیح البخاری میں ایک مستقل باب ہے۔

خوف المؤمن ان یحبط عمله و هو

باب مومن کے خوف کا کہ کہیں اس کے اعمال اس

لا یشعروا۔

طرح ساقط نہ ہو جائیں کہ وہ سمجھ بھی نہ سکے۔

حضرت ابراہیم تیمی فرماتے ہیں جب کبھی میں نے اپنے قول و عمل کا جائزہ لیا تو یہی ڈر ہوا کہ

میں جھوٹ تو نہیں بول رہا ہوں۔

حضرت ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں میں تیس صحابہ سے مل چکا ہوں جو کثرت خوف الہی کی وجہ سے

اپنے متعلق نفاق سے ڈرتے تھے۔ ان تمام کا حال دیکھو۔ پھر بھی ان میں سے کوئی یہ نہیں کہتا تھا کہ میرا

ایمان جبریلؑ اور میکائیلؑ کے ایمان کے برابر ہے۔

حضرت حسن فرمایا کرتے تھے "مومن ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، منافق نہیں ڈرتا۔"

حضرت عمر بن الخطابؓ حضرت حدیفہؓ سے کہتے تھے۔ میں تمہیں خدا کی قسم دیکر پوچھا ہوں کیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں میں میرا نام گنویا تھا؟ وہ کہتے نہیں؟ لیکن تمہارے سوا

کسی اور کی صفائی نہیں کروں گا۔"

اس روایت کے متعلق حضرت استاذ شیخ ابن تیمیہؒ سے دریافت کیا گیا تو فرمانے لگے حضرت

حدیفہؓ کا یہ مقصد نہیں تھا کہ حضرت عمرؓ کے سوا نفاق سے کسی اور کی برأت نہیں پیش کروں گا۔ بلکہ

یہ مقصد تھا کہ یہ دروازہ تمہارے سوا میں کسی اور کے لیے نہیں کھولوں گا کہ ہر شخص اپنی نسبت دریافت

کرنا ہے اور میں اس کی صفائی کر دیا کروں۔ اسی روایت کے قریب قریب آنحضرتؐ کی یہ حدیث

بھی ہے۔ کسی نے آنحضرتؐ کی خدمت میں گزارش کی کہ میرے حق میں دعا فرمائیے کہ شتر بزار آدمی تو

بلا حساب و کتاب جنت میں داخل کئے جائیں ان میں میرا بھی نام ہو، آپؐ فرمایا عکاشہ تم سے سبقت

کر گئے۔ اس سے آنحضرتؐ کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس کے حق کو صرف عکاشہ میں بلکہ یہ مقصد ہے

کہ اگر اس کے لئے دعا کی جسٹے گی تو یکے بعد دیگرے بہت سے لوگ کھڑے ہو جائیں گے۔ اور

کہیں گے ہمارے لئے بھی دعا فرمائیے۔ اور جب یہ دروازہ کھل جاتا ہے تو ہو سکتا ہے ایسے لوگ بھی کھڑے ہو جائیں جو اس کے مستحق نہ ہوں اور کہنے لگیں کہ ہمارے لئے بھی دعا فرمائیے۔ اس لئے یہاں اس سلسلہ کو روک دینا ہی اونٹے اور بہتر تھا۔ واللہ اعلم۔

فصل

دُنیا اور آخرت کی تمام مصیبتوں کی جڑ گناہ ہیں،

حقیقت تو میں دُنیا میں ہلاک ہوئیں شرائع الہیہ کی خلاف ورزی سے ہی ہلاک ہوئیں،

اب ہم اصل مقصد کی طرف مراجعت کرتے ہیں جس کا ہم نے آغاز کتاب میں ذکر کیا ہے یعنی وہ مرض کہ اگر اس کا سلسلہ جاری رہا تو انسان کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ اسی مرض کا علاج ہم یہاں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ سمجھ لینا چاہیے کہ گناہ انسان کے حق میں نہایت مضرت رساں چیز ہے۔ اور یہ یقینی امر ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ گناہ کا زہر قلب میں اس طرح سرایت کر جاتا ہے جس طرح انسان کے جسم میں زہر سرایت کر جاتا ہے اور جس درجہ کا زہر ہوتا ہے اسی درجہ کی اس کی تاثیر ہوا کرتی ہے۔ یہی دنیا اور آخرت کی کوئی مصیبت، کوئی خرابی، کوئی تباہی اور بربادی۔ اور بیماری ایسی ہے جسکی اصل وجہ اور اصل سبب معاصی نہ ہوں؟ حضرت آدمؑ اور حضرت اسماءؑ کو جنت سے کس چیز نے نکالا؟ اور کس چیز نے ان کو جنت اور جنت کی نعمتوں، لذتوں اور جنت کی مسرتوں سے محروم کیا؟ اور کس چیز نے ان کو جنت الخلد اور دار بہجت و سرور سے نکال کر دار محن اور دار مصائب و آلام میں ڈال دیا؟ اور کس چیز نے ان کو دنیا کے قید خانہ میں مقید کر دیا؟، ابلیس معلم الملکوت تھا اس کو ملکوت سموات سے کس چیز نے اس کو ملعون، مطرود اور مردود بنا کر رکھ دیا؟ اور کس چیز نے اس کا ظاہر و باطن مستح کر کے رکھ دیا؟ اور ایسا مسخ کر دیا گیا کہ اس کی بدترین صورت کے برابر کوئی صورت نہ رہی، اور اس کے بدترین باطن کے برابر کوئی باطن نہ رہا۔ ایک وقت تھا کہ وہ مقربین بارگاہ الہی میں بلند درجہ رکھتا تھا، لیکن سرکشی کی وجہ سے وہ سب بڑا ملعون اور مردود بارگاہ شکر رہ گیا۔ "رحمت" "لعنت" سے تبدیل ہو گئی، خوبصورتی بد صورتی سے تبدیل ہو گئی۔ جنت کے بدلہ شعلہ فگن آگ کا ایندھن بن کر رہ گیا ایمان کفر سے بدل گیا۔ خدائے حمید کا دوست تھا لیکن وہ اس کا سب بڑا دشمن بن کر رہ گیا یا تو وہ تسبیح و تقدیس، تکبیر و تہلیل کے نعرے لگاتا تھا۔ یا اب وہ کفر و شرک، کذب و دروغ، فحش و یادہ کوئی

کا دل دادہ ہے۔ لباس ایمان، لباس کفر، لباس فسق و فجور، لباس عصیان سے تبدیل کر دیا گیا۔ اور نگاہِ خداوندی میں وہ انتہا درجہ ذلیل و خوار بن کر رہ گیا۔ رحمتِ الہی کی بلند یوں سے بالکل تحتِ اثری میں جاگرا۔ پروردگار عالم کا ہنر و غضب اس پر ایسا ٹوٹا کہ وہ سب سے نیچے جاگرا، فجار، فساق بدکاروں اور حیرانم پیشہ لوگوں کا بڑا سے بڑا قائد، اور سپہ سالار بن کر رہ گیا، یا تو وہ عبادات و طاعات میں سب سے پیش پیش تھا اور فرشتوں کی سیادت و قیادت کیا کرتا تھا، یا اب وہ خدا کی ساری مخلوق سے بدتر۔ اور سب سے بڑا منکر و کافر بن کر رہ گیا۔ اسے خدائے قادر و توانا تیری نافرمانی سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ آہ وہ کونسی چیز تھی جس نے ساری زمین کے بسنے والوں کو طوفان کے ایسے پانی سے غرق کر دیا جس نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والوں کو بھی نہ چھوڑا؟

وہ کونسی چیز ہے جس نے قوم عاد پر باد صرصر مسلط کر دی؟ یہ لوگ مر کھپ گئے۔ اور زمین پر ایسے مرے پڑے رہ گئے گویا درختوں کے بوٹے زمین پر گرے پڑے ہیں۔ یہ ہوا ایسی چلی کہ جہاں سے گزری شہروں، آبادیوں، باغوں اور کھیتوں، چوپالیوں، جانوروں کو تباہ و برباد کرتی چلی گئی اور ایسی قیامت برپا کر دی کہ دنیا کی قوموں کے لئے عبرت کا سامان چھوڑ گئی۔

اور وہ کونسی چیز ہے جس نے قوم ثمود پر باد لوں کی گرنج بھیجی کہ جس کی آواز سے لوگوں کے دل اور شکم شق ہو کر رہ گئے اور تمام کے تمام مر کھپ گئے؟

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قوم لوط کی آبادیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب تک پہنچا دیا۔ او اس قدر آسمان کے قریب پہنچا دیا کہ کتوں کے مہوکنے کی آواز فرشتے سننے لگ گئے اور پھر اس طرح اس طبقہ کو پلٹ دیا کہ اوپر کوتلے اور تلے کو اوپر کر دیا۔ اس طرح تمام کو ہلاک کر کے مارا۔ اور پھر ان کو جہنم کے پکائے ہوئے پتھر آسمان سے گرائے گئے۔ اور انہیں ایسی سخت سزا دی گئی کہ دنیا میں ایسی سزا کسی قوم کو نہیں دی گئی، کیا ایسا عذاب ظالموں سے دور رہ سکتا ہے؟ اور ظالم اس سے بچ سکتے ہیں۔ اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قوم شعیب پر باد لوں کا عذاب بھیجا؟ یہ باد چھتری کی طرح چھا گئے اور جب ان کے سروں پر آگئے تو ان پر آگ برسانے لگے۔

اور وہ کونسی چیز ہے جس نے فرعون کی قوم کو دریا برد کر دیا۔ اور انکی روحوں کو جہنم میں پہنچا دیا؟ حق اور واقعہ یہ ہے کہ ان کے جسم غرق ہونے ہی کے لئے اور ان کی روحوں جہنم میں جلنے ہی کے لئے تھیں۔

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قارون، قارون کا گھر، اس کا مال، اور اس کے اہل و عیال کو

زمین میں دھنسا دیا؟

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے حضرت نوحؑ کے بعد مختلف اوقات میں بے شمار قوموں کو انواع و اقسام کے غذاؤں سے دوچار کر دیا اور قومیں کی قومیں تباہ و برباد کر دی گئیں؟ اور وہ کونسی چیز تھی جس نے صاحب لئیں کی قوم کو بجلی کی کڑک سے ہلاک کر مارتا تاکہ ایک نفر بھی زندہ نہ بچ سکا؟

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے بنی اسرائیل پر جابر و ظالم لوگوں کو بھیج کر انہیں تاراج و برباد کر دیا، اور ان کے سامان، گھر، مال و اسباب سب کا سب لوٹ لیا گیا۔ مرد قتل کئے گئے بچے اور عورتیں اسیر کر لی گئیں۔ شہر کے شہر جلا کر خاک کر دیئے گئے۔ اور مال و دولت، غارتگری کے نذر ہو گئے، بار بار جابر، ظالم لوگ ان پر بھیجے گئے اور بار بار تباہ و برباد کر دیئے گئے، کونسی چیز تھی جس نے ان کو انواع و اقسام کے غذاؤں میں مبتلا کر دیا؟ ان پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے، قتل و غارتگری کا نشانہ بنائے گئے۔ کبھی اسیر کئے گئے، کبھی ان کی آبادیاں کی آبادیاں تاراج کر دی گئیں۔ کبھی بادشاہوں کے جوہر و ستم کے نشانہ بنے اور کبھی ان کی صورتیں مسخ کر دی گئیں۔ اور بند اور خنزیر کی صورتیں بنا دی گئیں، اور احسری انجام یہ ہوا کہ خود پروردگار عالم نے قسم کھا کر ان کی قسمتوں پر مہر لگا دی۔

لیبعثن علیہم الی یوم القیامۃ
من یسومہم سوء العذاب
قیامت تک ان لوگوں پر ایسے لوگوں کو خدا
مسلط کرتا رہے گا کہ ان کو برے عذاب کا مزہ
چکھاتے رہیں۔

حضرت امام احمدؒ سے مروی ہے، حضرت عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر اپنے والد جبیر سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جب قبرس فتح ہوا، قبرس کے باشندے تباہ حال ہو کر تتر بتر ہو گئے، جگہ جگہ سے رونے دھونے، آہ و بکا کی آوازیں آرہی تھیں۔ اس وقت میں نے ابوالدرداءؓ کو دیکھا کہ وہ علیحدہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ میں ان کے قریب گیا اور کہا۔ ابوالدرداءؓ آج خدا نے اسلام اور مسلمانوں کو فتح و نصرت، عزت و عظمت بخشی ہے اور آپ رو رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ جبیر! خدا تیرا بھلا کرے۔ خدا کی نافرمانی کی وجہ سے آج اس مخلوق کا کیا حشر ہو رہا ہے؟ یہ لوگ کیسے ذلیل و خوار کر دیئے گئے؟ کل یہ قوم ایک قہار، زبردست طاقتور قوم تھی۔ بہت بڑا ملک ان کے قبضہ میں تھا لیکن اس نے احکام الہی کی خلاف ورزی تو آج اس کا حشر تبارے سامنے ہے

اور ایک حدیث میں مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

لن يهلك الناس حتى يعذروا
من انفسهم۔
لوگ اس وقت تک ہرگز ہلاک نہیں کئے جاتے
جب تک کہ وہ اپنے گناہوں کے لئے کوئی عذر
پیش کر سکیں۔

اور مسند احمد میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں آنحضرتؐ سے میں نے سنا ہے
اذا ظهرت المعاصي في امتي عظم
الله لعذاب من عنده
جب میری امت میں گناہوں کی کثرت ہو
جائے گی تو اللہ تعالیٰ خواص و عوام سب پر اپنا
عذاب اتارے گا۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں یہ سن کر میں نے آنحضرتؐ سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا اس وقت
صالح اور نیک بندے نہیں ہوں گے؟ آپ نے جواب دیا بلی کیوں نہیں ہوں گے۔ میں نے کہا۔ پھر ان
لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔

يصيبهم ما اصاب الناس، ثم
يصيرون الى مغفرة من دون الله
ورضوان۔
اور جو لوگوں پر افتاد آئے گی ان پر بھی آئے گی
پھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی بخشش ہو
گی اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی آریگی

مرا سیل جن میں ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

لا تزال هذه الامة تحت يد الله
و في كنفه ما لم يمالئ قوائها امرؤها
وما لم يترك صلحا بها فجارها وما
لم يهت خيارها شرارها۔ فاذا
فعلوا ذالك رفع الله يده
عنهم ثم سلط عليهم جبابرتهم
فيوم و انهم سوء العذاب ثم
ضربهم الله بالفاقة والفقر
میرسی امت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے نیچے
اور اس کی بغل میں رہے گی۔ جب تک کہ علما
امت اور قاری امیروں کی بیجا حمایت نہیں کریں گے
نیک لوگ فاسقوں، تاحسروں کی بیجا
صفائی نہیں کریں گے اور شریر لوگ نیک لوگوں
کی توہین و بے عزتی نہیں کریں گے۔ جب لوگ
ایسا کرنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ ان
پر سے اٹھائے گا۔ اور جابر۔ ظالم لوگوں کو ان
پر مسلط کر دے گا جو ان پر سخت سے سخت عذاب کے
پہاڑ توڑیں گے، اور پھر ان کو اللہ تعالیٰ فقر و

فاقہ میں مبتلا کر دے گا۔

اور سند میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ان الرجل لیحرم الرزق بالذنب آدمی اپنے گناہوں کی وجہ سے رزق سے محروم
یصیب

اسی سند کے اندر مروی ہے، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا

لو شاک ان تداعی علیکم الامم
من کل افق، کما تداعی الکلم
علی قصعتها
ڈر ہے کہ دنیا کی قومیں تم پر ہر طرف سے ٹوٹ
پڑیں گی۔ جس طرح کہ بھوکے کھانے کے پیارے
پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ آپ نے فرمایا

انتم لیومئذ کثیر و لکنکم عتاء
لغتاء السیل۔ نزع المہابة من
قلوب عدوکم و یجعل فی قلوبکم
الوہن۔
اس وقت تمہاری کثرت ہوگی، لیکن تمہاری
حالت اس وقت سیلاب کے خش و خاشاک جیسی
ہوگی تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب
اٹھ جائے گا۔ اور تمہارے دلوں میں بزدلی پیدا
ہو جائے گی۔

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بزدلی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا

حب الحیات و کراہیت الموت
زندگی سے محبت، اور موت کا ڈر

اسی سند کے اندر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا

لما عزح بی مردت بقوم لہم
اظہار من نحاس یخمشون وجوہہم
وصدورہم فقلت من ہا اولاءکم
یا جبریل؟ فقال ہا اولاء الذین
یاکلون لحوم الناس و یقعون فی
اعراضہم
جب مجھے معراج کے لئے لے گئے تو مجھے
ایسے لوگوں پر سے گزرا گیا جن کے ناخن تانبے
کے تھے جن سے وہ اپنا منہ اور سینے لہچ رہے
تھے۔ میں نے جبریلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟
انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو انسانوں کا گوشت
کھایا کرتے تھے (عنایت کرتے تھے) اور ان کی

آبروریزی کیا کرتے تھے

اور جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

يُخْرِجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يُحَقِّقُونَ
الدُّنْيَا بِالْدِينِ وَيَلْبَسُونَ لِلنَّاسِ
مَسْوِكَ الضَّانِ مِنَ اللَّيْلِ السُّتْمِ
أَحْلَى مِنَ السُّكْرِ. وَقُلُوبُهُمْ قُلُوبُ
الذُّنَابِ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أُبَى
تَغْتَرُونَ أَمْ عَلِيٌّ تَجْتَرُونَ؟ فَسَبِي
حَلَفْتُ لَا بَعَثَنَ عَلِيٌّ أَوْلَئِكَ فِتْنَةٌ
مَدْعُ الْحَلِيمِ مِنْهُمْ حَيْرَانًا

آخر زمانہ میں ایسے لوگ نکھر کھڑے ہوں گے جو
دین کو فریب کا ذریعہ بنا کر دنیا کمائیں گے، لوگوں
کو دکھانے کی غرض سے بکریوں کی نرم کھال اوڑھ
لیں گے ان کی زبانیں شکر سے بھی زیادہ شیریں
ہوں گی۔ لیکن ان کے دل بھیڑیلوں کے سے
ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کہے گا کیا تم
میسکے نام پر اکر بیٹھے؟ تم نے میرے خلاف
جرات کی؟ میں اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں
ان لوگوں کو ایسے فتنہ اور عذاب میں ڈالوں گا
کہ بردبار لوگ بھی حیران ہو کر رہ جائیں گے۔

اور ابن ابی الدنیا حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں، حضرت علیؑ فرماتے تھے۔

لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا
صرف نام رہ جائے گا۔ اور قرآن کے صرف
حشر رہ جائیں گے، اس وقت مسجدیں ان
کی بڑی عالی شان ہوں گی، مگر ہدایت سے
خالی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والوں
میں سب سے زیادہ برے لوگ ہوں گے انہی سے
فتنہ کھڑے ہوں گے اور ان ہی میں گھوم کر
لوٹ آئیں گے۔

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنْ
الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ، وَلَا مِنَ الْقُرْآنِ
إِلَّا رِسْمُهُ مَسْجِدُهُمْ يَوْمَئِذٍ عَامِرَةٌ
وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهَدْيِ عُلَمَاءُهُمْ
أَشْرٌ مِنْ تَحْتِ أَدِيمِ السَّمَاءِ مِنْهُمْ
خَرَجَتْ الْفِتْنَةُ وَفِيهِمْ تَعْوِذٌ

اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے
اِذَا ظَهَرَ الرِّبَا وَالزُّنَا فِي قَرْيَةٍ
أَذْنُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ بَهْلَا كَهَا

جب کسی آبادی میں سود اور زنا پھیل جاتا
ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دینے کا حکم
صادر فرماتا ہے۔

اور مرسل حسن میں ہے

جب علم کا مظاہرہ کرنے لگیں اور علیؑ کو چھوڑ

اِذَا ظَهَرَ النَّاسُ الْعِلْمَ وَضَيَعُوا

بیٹھیں اور زبان سے تو محبت کا اظہار کریں اور دلوں میں بغض و کینہ رکھیں، اور رشتہ داریاں توڑ دیں تو اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرتا ہے اور ان کو بہرہ اندھا بنا دیتا ہے۔

اور سن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آنحضرت کی خدمت میں دس آدمیوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی ان میں سے ایک میں بھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں خطاب کر کے فرمایا۔

۱۔ اے گروہ ہا جسیرین! پانچ چیزوں سے بچنا
 ۲۔ میں تمہارے حق میں بارگاہ الہی سے پناہ
 مانگتا ہوں ۱۔ جس قوم میں بدکاری پھیل
 جائے اور غلامیہ بدکاری ہونے لگے تو اللہ
 تعالیٰ ان میں طاعون اور دوسری قسم کی
 بیماریاں بھیجتا ہے جو ان سے انگلیوں میں
 نہیں نکلیں ۲۔ جو لوگ ناپسندیدہ
 حیات کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں محظ
 سالی اور تنگی معاش کی مصیبت بھیجتا
 ہے، اور ظالم بادشاہ ان پر مسلط کر دیتا
 ہے۔ ۳۔ جو لوگ مال کی تزکوٰۃ دینا بند
 کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش
 روک دیتا ہے اور اگر چوپائے نہ ہوتے تو
 ان کے لئے پانی بھی نہ برستا۔ ۴۔ جو
 لوگ عہد توڑ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر باہر
 کا دشمن مسلط کر دیتا ہے جو ان کی مملوک چیزوں
 میں سے بعض کو چھین لیتا ہے ۵۔ ان کے آئمہ

اعل و تحابوا باللسن و تباغضوا
 بالقلوب و تقاطعوا بالامحام
 لعنہم اللہ عند ذالک
 قاصمہم و اعما ابصارہم

یا معشر المهاجرین! خمس خصال
 اعوذ باللہ ان تدرکھن ما
 ظہرت الفاحشۃ فی قوم حتی
 اعلنوا بہا الا ابتلوا بالطوائین
 والاوجاع التي لم تکن فی
 اسلافہم الذین مضوا ولا نقض
 قوم المکیال الا ابتلوا بالسنان
 وشدۃ المؤنت وجور السلطان
 وما منع قوم زکوٰۃ اموالہم الا
 منعوا القطر من السماء ولولا
 البہائم لم یمطر فی ولا تحق
 قوم العہد الا سلط اللہ
 علیہم عدواً من غیرہم
 فاخذوا بعض ما فی ایدہم
 وما لم یعمل ائمتہم بما انزل
 اللہ فی کتابہ الا جعل اللہ
 باسمہم بینہم۔

اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی کتاب پر عمل کرنے والے
 چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو لڑا مارا کرتا ہے۔
 اور مسند اور سنن میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا تم
 سے پہلے لوگ ایسے تھے کہ جب ان میں کوئی گناہ کرتا تو روکنے والے دوڑ پڑتے۔ اور اسے کہتے تھے
 سے ڈرو۔ لیکن دوسرے ہی دن وہ اسکے ساتھ خلا ملا کر لیتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے
 پیتے۔ گویا گذشتہ کل اس کا گناہ انہوں نے دیکھا ہی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی یہ حالت
 دیکھی تو ان کے دلوں میں باہم عداوت پیدا کر دی اور پھر ان کے پیغمبر حضرت داؤدؑ، اور حضرت
 عیسیٰؑ کی زبان سے ان پر لعنت کرائی اور یہ اس لئے کیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی
 کی اور حد سے تجاوز کر گئے تھے۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے تم امر بالمعروف
 اور نہی عن المنکر کا فرض انجام دو۔ ظالموں اور حق کے خلاف اقدام کرنے والوں کو روکو، وگرنہ اللہ
 تعالیٰ تمہارے دلوں میں بھی عداوت پیدا کر دے گا۔ اور تم ایک دوسرے پر لعنت بھیجے لگو گے جس
 طرح کہ تم سے اگلے لوگ کیا کرتے تھے۔“

اور ابن ابی الدینا نے ایک روایت نقل کی ہے۔ ”اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع
 بن نونؑ کو بند لیہ وحی یہ خبر بھیجی تھی کہ تیری قوم میں سے چالیس ہزار اچھے لوگوں کو۔ اور
 ساٹھ ہزار شریر بدکاروں کو ہلاک کرنے والا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا۔ پروردگار عالم
 شریروں کو ہلاک کرنا تو بجا ہے۔ لیکن بھلے لوگوں نے کیا خطا کی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب
 دیا۔ یہ اس لئے کہ جب میں ان شریروں پر خفا تھا تو یہ لوگ ان پر کیوں خفا نہ ہوئے۔ کیوں
 یہ لوگ ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے؟“

اور ابن عبد البر نے ابو عمران سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ”کسی آبادی کیسے اللہ
 تعالیٰ نے دو فرشتے بھیجے کہ اس آبادی کو تباہ و برباد کر دو۔ جب یہ فرشتے وہاں پہنچے تو وہ
 ایک شخص مسجد میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا۔ اے پروردگار اس آبادی پر
 تیرا فلاں بندہ بھی تو ہے، جو نماز پڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آبادی کو اور آبادی کے
 اس کو بھی ہلاک کر دو۔ میسر لئے اس کی پیشانی پر کبھی بل نہیں پڑے کبھی نافرمانوں پر
 ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔“

اور حمیدی نے حضرت مسعرؓ کی روایت نقل کی ہے۔ ”اللہ تعالیٰ نے کسی آبادی کو ہلاک

کرنے کے لئے ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ نے کہا پروردگار عالم اس آبادی میں فلاں عابد موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ پہلے اس کو ہلاک کرو۔ پھر آبادی کو ہلاک کرو۔ کیونکہ میں نے کبھی اس کی پیشانی پر شکن نہیں پڑی۔“

اور ابن ابی الدنیا حضرت وہب ابن منبہ سے روایت کرتے ہیں: ”جب حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خطا ہو گئی تو بارگاہ الہی میں التجا کی۔ اسے پروردگار عالم ہمیں مغفرت فرما اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیرا گناہ میں معاف کرتا ہوں لیکن اس کی عدا کا بوجھ بنی اسرائیل پر ڈالتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا یہ کیسے ہو سکتا ہے، تو حاکم عادل ہے؟ تو کسی پر ظلم نہیں کیا کرتا، گناہ میں کروں اور ترا دوسرے بھگتیں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ جب تم سے خطا ہوئی تو ان لوگوں نے جلد ہی اس سے انکار (مخالفت) کیوں نہ کی۔“

اور ابن ابی الدنیا نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ میں اور ایک اور شخص حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ ام المؤمنین! زلزلہ کے بارے میں کوئی حدیث تو بیان فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا ”لوگ جب زنا کاری کو جائز قرار دے لیں، شراب خواری کرنے لگیں۔ اور گانے بجانے کے آلات استعمال کرنے شروع کر دیتے ہیں تو آسمان پر غیرت الہی جوش میں آجاتی ہے۔ پھر وہ زمین کو زلزلہ کا حکم دیتا ہے اگر لوگ جلد سے جلد توبہ کر لیں گے اور معاصی ترک کر دیں گے تو ٹھیک و گرنہ اللہ تعالیٰ ان کی آبادی کو منہدم اور مسمار کر دیتا ہے۔ حضرت انسؓ نے کہا۔ ام المؤمنین! کیا یہ ان کے حق میں عذاب ہوگا؟ انہوں نے فرمایا نہیں یہ ایمان والوں کے حق میں پند و موعظت اور رحمت ہے اور کافروں کے حق میں عذاب اور خدا کا قہر و غضب۔“ حضرت انسؓ نے یہ سن کر کہا آنحضرتؐ کی وفات کے بعد میں نے ایسی خوش کن، فرحت آگین حدیث کوئی نہیں سنی۔

اور ابن ابی الدنیا نے ایک مرسل حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کے عہد میں زمین کا زلزلہ ہوا تو آنحضرتؐ نے زمین پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ رک جا ابھی تیرے لئے اس کا وقت نہیں آیا۔ اس کے بعد آپؐ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

ان سر بکم لیستنبہم فاعتبوا
تمہارا پروردگار تم کو گناہوں سے تائب ہونے کا حکم دیتا ہے، توبہ کرو

عہد فاروقی میں ایک مرتبہ زلزلہ آیا تو حضرت فاروقؓ نے لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا

لوگو! یہ زلزلہ تمہاری کسی غلطی اور گناہ کی وجہ سے ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر دوبارہ یہ زلزلہ آیا تو میں تم میں ہرگز ہرگز نہیں رہوں گا۔

اور ابن ابی الدنیا نے مناقب فاروقی میں لکھا ہے۔ عہدِ رسالت میں زلزلہ آیا تو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے زمین پر اپنا ہاتھ مارا اور کہا۔ اے زمین تجھے کیا ہوا؟ تجھے کیا ہوا؟ اگر قیامت آنے والی ہے تو اپنے احوال بیان کرتی۔ میں نے آنحضرت سے سنا ہے۔

اذا كان يوم القيامة فليس فيها
ذراع ولا شبر الا وهو ينطق
جب قیامت آنے لگی تو ایک ہاتھ بھر اور
ایک بالشت بھر زمین نہ ہوگی جو بول نہ اٹھے

اور امام احمد نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ عہدِ رسالت میں مدینہ منورہ میں زلزلہ آیا تو حضرت رسالت نے فرمایا۔ لوگو! یہ کیا ہے؟ تم نے اتنی جلدی کیا کام کئے جو یہ زلزلہ آگیا؟ اگر اس کے بعد کوئی زلزلہ آیا تو مجھے مدینہ میں نہیں پاؤ گے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جب زمین پر گناہ ہوتے لگتے ہیں تو زمین خوفِ الہی کے مارے لڑنے لگتی ہے اور زلزلہ آجاتا ہے اور زمین پر بسنے والوں کو تنہا کی جاتی ہے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے عہد میں زلزلہ آیا تو انہوں نے ساری قلمرو میں یہ فرمان جاری کر دیا حمد و صلوات کے بعد لکھا۔ اما بعد! یہ ایک ایسا عذاب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو عتاب فرماتا ہے۔ میں نے تمام شہروں اور آبادیوں میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ فلاں فلاں مہینہ میں فلاں فلاں دن تم شہروں اور آبادیوں سے باہر نکلو، اور جس کے پاس کچھ ہے وہ صدقہ خیرات نکلے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قد افلح من تزكى و ذكر اسم ربه
فصلی۔
تختیق جو پاک صحاف رہا۔ اور اپنے پروردگار
کا نام نیتا رہا، نماز پڑھتا رہا وہ اپنی مراد کو
پہنچے گا۔ (اعلیٰ)

اور وہ پڑھا کہ جو حضرت آدمؑ پڑھا کرتے تھے۔

دینا ظلمنا انفسنا و ان لم نغفر لنا
و ترحمنا لنكونن من الخاسرین
اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں
پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو معاف نہیں کرے گا اور
ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم یقیناً تلامذوں میں
سے ہوں گے۔ (اعراف)

اور وہ پڑھا کرو جو حضرت نوحؑ پڑھا کرتے تھے۔

والا تغفرلی و ترحمنی اکن من
الحاسرین (مہر) پر رحم نہیں کرے گا تو میں نامرادوں میں سے ہوں گا
اولادہ پڑھا کرو جو حضرت یونسؑ پڑھا کرتے تھے۔

لا الہ الا انت سبحانک انی کنت
من الظالمین (انبیاء) اے خدا تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک
ذات ہے میں ظلم کرنے والوں میں سے ہو گیا ہوں
اور حضرت امام احمدؒ حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کہتے
ہیں میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔

اذا ضمن الناس باللیار والدرہم
وتبائعوا بالعینۃ واتبعوا اذناہ
البقرۃ وترکوا الجہاد فی سبیل اللہ
انزل اللہ بہم بلائاً فلا
یرفعہ عنہم حتی یراجعوا دینہم
جب لوگ دینار و درہم میں بخل کرنے میں لگ
جائیں گے اور عینہ کے طریقوں پر بیع و
فروخت کرنے لگیں گے اور بیلوں کی دموں
کے پیچھے ہی لگے رہیں گے اور جہاد ترک کر
دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر بلا اتارے گا اور
جب تک وہ دین کی طرف رجوع نہیں کریں گے
یہ بلا ان سے دور نہیں کی جائے گی

ابوداؤد نے اس حدیث کو باسناد حسن روایت کیا ہے
حضرت حسنؓ کہتے ہیں قسم خدا کی بیع "عینہ" لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔
بخت نصر کے عہد کے بعض پیغمبروں نے جب بخت نصر کا عذاب اور ظلم دیکھا تو فرمانے لگے
"اے خدا! یہ ہماری ہاتھوں کی کھائی ہے کہ تو نے ایسے شخص کو ہم پر مسلط کر دیا ہے جو تجھے پہچانتا

۱۔ "بیع عینہ" کے معنی یہ ہیں کہ کوئی چیز مقررہ قیمت سے میعاد مقررہ کے وعدے سے اس شرط کے ساتھ فروخت کی جائے
کہ مقررہ میعاد کے بعد اس سے کم قیمت پر واپس خریدے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک قسم کا سود ہے، اور بیع عینہ سود سے
بچنے کا حیلہ، یہ وہی ہوتا ہے جو اس قسم کا کاروبار کیا کرتے تھے اور مقصد یہ تھا کہ حرام مال کو حلال کر لیا جائے
اور یہ سراسر بے ایمانی ہے، رضا الہی اور منشاء خداوندی کے خلاف ہے۔

۲۔ "بیلوں کی دموں کے پیچھے لگے رہنے" کے معنی ہیں کہ صرف کھیتی پر تکیہ کر لیا جائے، بستی، کاہلی اختیار
کر لیں، اور جہاد کا سلسلہ بند کر دیں، یہ بات مصیبت کا موجب اور سبب بن جاتی ہے۔

نہیں۔ اور ہم پر حرم نہیں کرتا۔“

بخت نصر نے ایک مرتبہ حضرت دانیالؑ نبی سے پوچھا وہ کوئی چیز ہے جس نے مجھ کو تہا بھی قوم پر مسلط کر دیا؟ انہوں نے جواب دیا تیرے بڑے بڑے گناہوں نے اور میری قوم کے ظلم نے، جو خود انہوں نے اپنی جالتوں پر کیا ہے۔

اور ابن ابی الدنیا نے حضرت عمار ابن یاسرؓ اور حضرت حذیفہؓ سے روایت کی ہے
انحضرت نے فرمایا۔

اذا اراد الله بالعباد نقمة امات
الاطفال واعقم ارحام النساء
فتنزل النقة وليس فيهم
محروم -

جب اللہ تعالیٰ بندوں پر عذاب بھیجنا چاہتا ہے تو بچوں کو موت دے دیتا ہے اور عورتیں بالبچہ ہو جاتی ہیں، اس وقت ان پر عذاب اترتا ہے، ان میں ایک شخص بھی رحم کے قابل نہیں ہوتا

اور مالک ابن دینار فرماتے ہیں میں نے حکمت کی کتابوں میں دیکھا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ جو لوگ میری اطاعت کریں گے ان پر بادشاہوں سے رحم کراؤں گا۔ اور جو لوگ میری نافرمانی کریں گے ان پر ان سے عذاب کراؤں گا۔ پس تم بادشاہوں کو گالیاں نہ دیا کرو، بلکہ خدا کی جناب میں توبہ کرو۔ تاکہ وہ بادشاہوں کو تم پر مہربان کر دے۔

مرا سیل حسن کے اندر مروی ہے۔

اذا اراد الله بقوم خيرا جعل
امرهم الى حلالتهم وفيهم
عند سماعتهم واذا اراد الله
بقوم شرا جعل امرهم الى سفهائهم
وفيهم عند بخلائهم

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اس کے اختیارات ان کے سمجھداروں کے ہاتھ میں دیدیتا ہے اور مال سخاوت کرنے والوں کو دیتا ہے۔ اور جب کسی قوم کے لئے برائی چاہتا ہے تو شریروں، احمقوں کو ان کا سردار بنا دیتا ہے، اور مال بخلیوں کو دیتا ہے۔

اور حضرت امام احمدؒ وغیرہ حضرت قتادہؒ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت یونسؑ نے بارگاہ الہی میں دعا کی کہ اے پروردگار! تو آسمان پر ہے اور ہم زمین پر، تیرے غضب اور تیری

رضامندی کی نشانی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جو اب دیا جب میں تم پر اچھے لوگوں کو حاکم بناؤں
سردار بناؤں تو یہ میری رضامندی کی علامت ہے اور جب شریر بد معاشوں کو تم پر حاکم بناؤں
تو یہ میری خفگی اور ناراضگی کی نشانی ہے

اور ابن ابی الدنیاء نے فضیل بن عیاض سے روایت کی ہے۔

ادھی اللہ الی بعض الانبیاء اذا
بعض پیغمبروں پر اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل
اعصافی من یعرفنی سلطت علیہ من
فرمائی ہے کہ مجھے پہچاننے والا جب میری
لا یعرفنی
نا فرمائی کرتا ہے تو میں اس پر ایسے شخص کو
مسلط کر دیتا ہوں جو مجھے نہیں پہچانتا۔

نیز حضرت ابن عمرؓ سے ایک مرفوع روایت بھی انہوں نے نقل کی ہے کہ ”قسم اس ذات
کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ اللہ تعالیٰ
جھوٹے امیروں اور بدکار وزیروں، خائن اعوان و انصار و اہل کاروں اور قبیلوں، جماعتوں کے
ظالم سرداروں، چودھریوں اور فاسق، بدکار قرام علماء کو جن کی پیشانیوں پر سیاہیوں کی سی ہونگی
اور دل مروار جالوزوں سے زیادہ متعفن و بدبودار، جس میں قسم کی خواہشات موجزن ہو چکی، دنیا
میں بھیج نہیں لے گا جب ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے اور ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے تو اللہ
تعالیٰ ان کے لئے خطرناک تاریک فتنے کھڑے کر دے گا۔ جن میں یہ لوگ ٹامک ٹوٹیاں مارتے رہیں گے
قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اسلام کی زنجیر پارہ پارہ کر دی جائے گی تا آنکہ
کوئی اللہ اللہ کہنے والا بھی باقی نہیں رہے گا۔ لوگو! امر بالمعروف، نہی عن المنکر کا فرض
انجام دیتے رہو، ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر اشرار کو مسلط کر دے گا، جو تمہیں بد سے بدتر عذاب
میں مبتلا کر دیں گے، اس وقت جو اچھے لوگ ہوں گے تمہارے حق میں دعا کریں گے لیکن وہ مقبول
نہ ہوگی۔ لوگو! امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتے رہو۔ ورنہ وہ تم پر ایسے لوگوں کو بھیجے گا جو
تمہارے چھوٹوں پر رحم نہیں کریں گے۔ تمہارے بڑوں کی توقیر و عزت نہیں کریں گے۔“

اور معجم طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا: لوگ جب ناپ تول
میں کمی کرنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ بارش روک لے گا، جب زنا کی کثرت ہو جائے گی تو موت
عام ہو جائے گی۔ جب سود خوار سی پھیل جائے گی تو ان پر جنون مسلط ہو جائے گا۔ جب قتل و
غارتگری کی کثرت ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ دشمنوں کو ان پر مسلط کر دے گا۔ جب لواطت کی کثرت

ہو جائے گی تو لوگ زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے۔ جب امر بالمعروف نہی عن المنکر ترک کر دیں گے تو ان کے نیک اعمال اوپر کو نہیں جائیں گے اور ان کی دعاؤں کی شنوائی نہ ہوگی۔“
یہ حدیث ابن ابی الدنیا نے بھی حضرت سعید سے روایت کی ہے۔

اور مسند وغیرہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں ایک مرتبہ آنحضرتؐ اس حالت میں میرے یہاں تشریف لائے کہ آپ کی سانس پھولی ہوئی تھی۔ چہرے سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ آپ بہت ہی پریشان ہیں، آپ نے کسی سے بات چیت نہ کی اور وضو کر کے فوراً حجرے سے باہر تشریف لے گئے اور میں حجرے کے ایک کونے سے چپٹ کر کھڑی ہو گئی، آنحضرتؐ مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو گئے۔ حمد و ثنا کے بعد فرمایا ”لوگو! اپنے رب سے ڈرو، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم امر بالمعروف نہی عن المنکر کیا کرو، قبل اس کے کہ تمہاری دعا قبول نہ کی جائے، تم نصرت و امداد چاہو اور تمہاری مدد نہ کی جائے، تم مانگو اور تمہارا سوال رد کر دیا جائے، اور تمہیں کچھ نہ دیا جائے“ اور حضرت عمری الزاہد کا قول ہے ”تمہاری عقلت اور خدا سے روگردانی کی یہ دلیل ہے کہ تمہارے سامنے خدا کی مرضی کے خلاف کام ہو رہا ہو اور تم دیکھتے رہو اور چشم پوشی کر جاؤ۔ اور مخلوق کے ڈر سے جو تمہیں کسی قسم کا نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتی امر بالمعروف نہی عن المنکر ترک کر دو۔“

اور ان ہی کا قول ہے ”جو شخص مخلوق کے ڈر سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کر دیتا ہے۔ اس سے طاعت کی قوت سلب کر لی جاتی ہے اور پھر اس کی اولاد، اس کے غلام اس کے حق پدے، اور حق آقائی کا پاس نہیں کرتے۔“

اور حضرت امام احمدؒ اپنی مسند میں حضرت قیس بن ابی حازم کی روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا۔ لوگو! تم ہمیشہ اس آیت کی تلاوت کرتے ہو۔ اور بے محل اس کا حکم چلاتے ہو۔

یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم
لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم
ایمان والو! تم اپنی خیر رکھو۔ جب تم راہ راست
پر ہو تو کوئی بھی گمراہ ہو کرے تم کو نقصان
نہیں پہنچائے گا۔ (مائدہ)

میں نے تو رسول اللہؐ کی زبان مبارک سے یہ سنا ہے۔

اذا رؤا الطالم۔ فلم یاخذوا
جب لوگ دیکھیں کہ ظالم ظلم کر رہا ہے، پھر بھی

یعنی نیدیہ - وفی لفظ - اذا رؤا المنکر فلم یغیروا او شک ان یعمہم بعقاب من عندہ وہ اس کا ہاتھ نہیں پکڑتے - دوسرے الفاظ یہ ہیں - جب لوگ منکر امر کو دیکھیں اور اسے نہ روکیں تو ڈر ہے کہیں اللہ تعالیٰ اپنا عذاب سب پر عام نہ کرے۔

امام ابو زاعمی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا
اذا اخفیت الخطیئة فلا تقص الا صاحبها واذا ظهرت فلم تغیر تقیر العامة۔
گناہ جب چھپا رہتا ہے تو گناہ کرنے والے کے سوا کسی اور کو نقصان نہیں پہنچاتا اور جب ظاہر ہو جاتا ہے تو عام نقصان پہنچانے سے باز نہیں رہتا۔

امام احمدؒ حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کرتے ہیں - فرمایا - ڈر ہے آباد اور معمور بستیاں ویران ہو جائیں گی۔ پھر فرمانے لگے یہ اس وقت ہوگا جبکہ ناستق و فاجر لوگ نیک لوگوں کے مقابلہ میں ابھر آئیں گے۔ قوم کے سردار منافق لوگ ہوں گے۔
امام ابو زاعمی حضرت حسان بن عطیہ سے روایت کرتے ہیں - آنحضرتؐ نے فرمایا - میری امت کے اشرار، اخیار اور بھلے لوگوں کے مقابلہ میں ابھریں گے۔ اور ایسے ابھریں گے کہ ایمان والے لوگ اس طرح چھپا کریں گے جس طرح آج منافق ہم سے چھپا کرتے ہیں۔
ابن ابی الدنیا حضرت ابن عباسؓ سے ایک مرفوع حدیث روایت کرتے ہیں - "ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مومن کا دل ایسا گھل کر رہ جائے گا - جیسا پانی میں نمک گھل کر رہ جاتا ہے" صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسا کیوں ہوگا؟ فرمایا -

"منکرات دیکھیں گے لیکن روکنے کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔"

امام احمدؒ حضرت جریرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا - "جس قوم میں گناہوں کا ارتکاب ہو - اور بد کرداروں کے مقابلہ میں دوسرے لوگ غالب ہوں، اور پھر بھی وہ ان کو نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ تمام پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔"

صحیح بخاری میں حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا -

"قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، جہنم میں اس کی آنتیں تک نکل پڑیں گی۔ اور دیوانہ وار اس طرح جہنم میں چکر لگائے گا جس طرح چکی

کے گمراہ گدھا چکر لگایا کرتا ہے یہ دیکھ کر دوسرے جہنمی اسکے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں گے۔ اور اس سے پوچھیں گے، تیرا یہ حال کیوں ہے؟ تو تو ہمیں اچھے کاموں کا حکم دیا کرتا تھا اور برائیوں سے روکتا تھا، وہ جواب دے گا میں تمہیں اچھے کاموں کا حکم دیتا تھا لیکن میں خود عمل نہیں کیا کرتا تھا۔ بری چیزوں سے روکتا تھا لیکن میں بری چیزوں سے خود باز نہیں رہتا تھا۔“

اور امام احمد بن حنبلؒ حضرت مالک بن دینارؒ سے روایت کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں ایک بڑا زبردست عالم تھا۔ اس کے مکان پر ہمیشہ مردوں، عورتوں کا ہجوم رہا کرتا تھا یہ انہیں وعظ و نصیحت کیا کرتا تھا، عبرت و نصیحت کے لئے تاریخی واقعات پیش کر کے نیکی کے لئے آمادہ کرتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے دیکھا کہ اس کا لڑکا کسی عورت کو آنکھیں مار رہا ہے۔ وہ بولا بیٹا یہ کیا ہو رہا ہے؟ بیٹا یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس کے بعد وہ فوراً تخت سے نیچے آگرا۔ اور اس کا بھیجا پھٹ گیا۔ اس کی بی بی بھی گر پڑی۔ اور اس کے لڑکے قتل کر دیئے گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے پیغمبر کو وحی سے خبر دی کہ فلاں عالم کو خبر دید کہ تیری پشت میں اب کوئی صدیق پیدا نہیں ہوگا۔ میرے لئے تیرا غصہ بس صرف اس قدر تھا۔

اور امام احمدؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے بھی اپنے کو بچاؤ۔ کیونکہ جب یہ گناہ بہت جمع ہو جاتے ہیں تو بندے کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے اس کی مثال پیش فرمائی کہ لوگوں کا قافلہ جب جنگل میں کسی میدان میں منزل کرتا ہے۔ اور جب کھانا پکانے کا وقت آتا ہے تو کوکھڑا دھرا دھرا سے لکڑی لے آتا ہے، کوئی اونٹ کی خشک مینگلیاں لے آتا ہے کوئی کیا اور کوئی کیا۔ تا آنکہ ایندھن کا ڈھیر لگ جاتا ہے۔ پھر جب اس میں آگ سلگائی جاتی ہے تو ہر اس کو کھا سب اس میں جل جاتا ہے۔“

اور صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں ”تم ایسے کام کیا کرتے ہو جو تمہاری نگاہوں میں بال سے باریک اور معمولی نظر آتے ہیں لیکن ہم ایسے کاموں کو عہد نبوی میں مہلکات میں شمار کرتے تھے۔“

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ ”ایک عورت کو اس لئے عذاب دیا گیا کہ اس نے بلی کو باندھ رکھا تھا۔“

نہ تو وہ اسے کھلاتی پلاتی تھی۔ نہ اسے کھولتی تھی تاکہ وہ ادھر ادھر سے چپن کر اپنا پیٹ بھر لیتی۔ اسی حالت میں وہ بلی مر گئی۔

ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت حذیفہ سے ایک دن پوچھا گیا کیا بنی اسرائیل نے اپنا دین ترک کر دیا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں بلکہ یہ تھا کہ جب ان کو کسی بات کا حکم دیا جاتا تھا تو وہ اس پر عمل نہیں کرتے تھے کسی چیز سے روکا جاتا تھا تو وہ اسے ضرور کرتے تھے اور اس طرح انہوں نے اپنے دین کا چولہ اتار پھینکا تھا، جس طرح آدمی اپنا قمیص اتار پھینکتا ہے۔

بعض سلف کا قول ہے ”معاصی کفر کے قاصد ہیں جس طرح کہ بوسنہ جماع کا قاصد ہے اور گناہ زنا کا، نگاہ عشق کا۔ بیماری موت کا قاصد ہے۔“

اسی حلیہ کے اندر حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں ”اے گناہ کرنے والے تو نگاہ کے فتنہ اور اس کے انجام بد سے بے خوف نہ رہنا کیونکہ یہ اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے اپنے داہنے اور بائیں دو فشتے میں، ان سے شرم و حیا نہ کرنا۔ اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے، تمہارا ہنسنا اور اس کا اندازہ نہ کرنا کہ اس کے بدلہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، یہ اس ہنسی سے بھی بڑا گناہ ہے، گناہ پر تمہارا خوش ہونا، اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے، گناہ کرنا اور اس پر نام نہ ہونا گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔ ہوا تمہارے دروازے کے پردہ کو حرکت دے پھر بھی تم گناہ میں مشغول ہو اور دل میں یہ خوف پیدا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے تو یہ اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے، خدا تمہارا بھلا کرے۔“ حضرت ایوبؑ نے کیا گناہ کیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک سخت ترین بیماری میں مبتلا کر دیا۔ اور ان کا سارا مال چھین لیا؟ گناہ تو صرف اتنا ہی تھا کہ ایک غریب مسکین نے ایک ظالم کے ہاتھ سے چھڑانے کی ان سے درخواست کی اور انہوں نے اس کی فریاد نہ سنی اور ظالم کو نہ روکا۔

امام احمدؒ روایت کرتے ہیں حضرت ہلال بن سعدؓ کہا کرتے تھے ”یہ نہ دیکھو کہ گناہ چھوٹا ہے یہ دیکھو کہ تم کس کی نافرمانی کر رہے ہو؟“

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں ”گناہ کو تم جس قدر چھوٹا سمجھو گے اسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہو جائیگا، اور گناہ کو تم جس قدر بڑا سمجھو گے اسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھوٹا ہو جائیگا۔“ کتابوں میں یہ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو وحی کے ذریعہ یہ فرمایا کہ ”اے موسیٰ! "

میری مخلوق میں سے سب سے پہلے جس کو موت نے گھیرا وہ ابلیس ہے۔ میری نافرمانی سب سے پہلے اس نے کی۔ جو لوگ میری نافرمانی کرتے ہیں ان کو میں مردہ ہی سمجھتا ہوں۔“

اور مسند اور جامع ترمذی کے اندر حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: ”مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کر لیتا ہے اور گناہ چھوڑ دیتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ صاف ہو جاتا ہے۔ اگر وہ زیادہ گناہ کرتا ہے تو زیادہ سیاہ نقطہ پڑ جیتے ہیں تا آنکہ اس کا سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور یہی وہ سیاہی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔“

کلاب ران علیٰ قلوبہم ما کانوا
یکسبون۔ (مطہقین)

نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ان کے دلوں پر انہی کے
اعمال کے رنگ بیٹھ گئے ہیں۔

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں ہذا حدیث صحیح (یہ صحیح حدیث ہے) اور حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں ”جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اور گناہ کرتے کرتے اس کا سارا دل گرد آلود بکری کی مانند ہو جاتا ہے۔“

امام احمدؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔
”اما بعد ! اے قریش ! اس حکومت کے حقدار تم ہی ہو، لیکن اس وقت تک کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرو گے۔ جب تم اس کی نافرمانی کرو گے تو وہ تم پر ایسے لوگوں کو مسلط کر دیگا جو تمہیں پھیل ڈالیں گے۔ اور اس طرح تمہاری کھال اتاریں گے جس طرح یہ بکری چھیل دی گئی۔ یہ کہہ کر آپ نے اس بکری کی طرف اشارہ فرمایا جو آپ کے ہاتھ میں تھی۔ اور آپ نے بکری کی چھال اتار دی اور سفید چکنی بکری اندر سے نکل آئی۔“

امام احمدؒ حضرت وہب سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ”بنی اسرائیل کو اللہ رب العالمین نے فرمایا تھا۔ میری اطاعت و پیروی کی جاتی ہے تو میں خوش ہوتا ہوں۔ اور جب میں خوش ہوتا ہوں تو برکت دیتا ہوں۔ اور میری برکت کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ اور جب میری نافرمانی کی جاتی ہے تو میرا غضب نازل ہوتا ہے۔ اور جب میرا غضب نازل ہوتا ہے تو میری لعنت نافرمانی کر نیوالے کی ساتویں اولاد تک پہنچتی ہے۔“

نیز امام احمدؒ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت معاویہؓ کو ایک مراسلہ بھیجا جس میں انہوں نے لکھا۔

اما بعد ! فان العبد اذا عمل بمعصية
الله عاد حامده ذاماً

ابو نعیم حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ”آدمی کو چاہیے کہ ایمان والوں کی لعنت سے اپنے کو بچائے۔ کیونکہ وہ اس طرح نازل ہوتی ہے کہ اس کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ اسکے بعد فرمایا جانتے ہو یہ کس طرح؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے دلوں میں اس کی جانب سے اس طرح نفرت پیدا کر دیتا ہے کہ اس کی سمجھ میں نہیں آتا۔“

عبداللہ بن امام احمدؒ کتاب الزہد میں روایت کرتے ہیں کہ امام محمد بن سیرینؒ کچھ فرض دار ہو گئے تھے۔ اور قرص کے غم میں بہت پریشان رہتے۔ ایک دن فرمانے لگے اس غم اور پریشانی کا سبب مجھے اچھی طرح معلوم ہے، یہ اس گناہ کا نتیجہ ہے جو اس سے چالیس سال پیشتر مجھ سے سرزد ہوا تھا۔ یہاں ایک بار ایک نکتہ ہے، جس کے سمجھنے میں علماء لوگوں نے غلطی کی ہے۔ اور وہ یہ کہ گناہ کی تاثیر فوری طور پر نظر نہیں آتی اور بندہ گناہوں کو بھول جاتا ہے اور پھر خیال کرنے لگتا ہے کہ گناہ کا کچھ اثر باقی نہیں رہا۔ اور اس شعر کے مطابق اس کے خیالات ہو جاتے ہیں۔

اذا لم يغبر حالطافى وقوعا
فليس له بعد الوقوع غياس
جب دیوار کے گرتے وقت غبار نہ اڑی
تو گر جانے کے بعد کیا غبار اٹھے گی

اللہ۔ اللہ! اس دقیق نکتہ سے بے خبری کی وجہ سے خدا کی کتنی مخلوق ہلاک و برباد گئی۔ اور خدا کی بڑی بڑی نعمتوں سے خدا کے بندے محروم ہو گئے؛ اور کیسے کیسے عذاب اپنے سروں پر اٹھائے۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء دھوکہ کھا گئے۔ جہاں اور احمقوں کا تو پوچھنا ہی کیا۔ یہ فیہ خوردہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ عرصہ کے بعد بھی گناہوں کا پھوڑا پھوٹے بغیر نہیں رہے گا، تلوار اور نیزے کا زخم بھر جاتا ہے مگر معمولی سی بے اعتدالی اور بد پرہیزی اسے تازہ کر دیتی ہے۔

اور امام احمدؒ حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت کرتے ہیں ”اللہ تعالیٰ کی عبادت تم اس طرح کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہے ہو۔ اور اپنے کو مردہ سمجھو اور یہ سمجھ لو کہ تمہارا ساجو تمہیں کافی ہو جائے، مخلنت میں ڈالنے والے کثیر سے بہتر ہے۔ اور سمجھ لو نیکی پرانی نہیں ہوتی، اور گناہ کو کبھی بھولنا نہیں چاہیے۔“

ایک بزرگ نے ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا۔ اور اس کی خوبصورتی پر کچھ دیر غور کرتے رہے جب رات کو وہ سو گئے تو خواب میں وہ لڑکا ان کے سامنے آیا۔ اور کہنے لگا۔ اس کا انجام

تم چالیس سال کے بعد دیکھو گے۔ گناہوں کا اثر گو بدیہ ظاہر ہوتا ہے لیکن اس کا کچھ نہ کچھ اثر فوری طور پر ظہور ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت سلیمانؑ یہی کہتے ہیں ”انسان رات کو محض طور پر گناہ کرتا ہے۔ لیکن صبح کو وہ اس حالت میں اٹھتا ہے کہ اس کی ذلت اس کے سر پر سوار ہوتی ہے۔“

حضرت یحییٰ بن معاذ الرازی کہتے ہیں مجھے اس عقلمند پر تعجب ہوتا ہے جو یہ دعا مانگتا ہے اللہم لا تشمت بی الاعداء رائے اللہ دشمنوں کو مجھ پر نہ ہنسا، لیکن انہوں نے وہ خود دشمنوں کو اپنے اوپر ہنساتا ہے۔ کسی نے پوچھا یہ کیونکر؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا ہے جس سے قیامت کے دن یقیناً اس کی ہنسی اڑانی ٹھہرائی جائے گی۔

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں جو شخص چھپ چھپا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی محض چیز کو نظر کرے گا اور اس کا راز فاش کر دے گا۔

فصل

گناہوں کے بیشمار قبیح و مذموم اثرات ہیں جو قلب و جسم، دنیا و آخرت دونوں کے حق میں مضر ہیں جسکی تفصیلات کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے،

گناہوں کے بے شمار اثرات ہیں، چنانچہ گناہوں کے اثرات میں سے ایک یہ ہے کہ گناہگار علم سے محروم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ علم ایک نور الہی ہے، جسے اللہ تعالیٰ انسانوں کے قلوب میں القاء فرماتا ہے، اور گناہوں کی یہ شان ہے کہ وہ اس نور کو بجھا دیتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت امام شافعیؒ نے حضرت امام مالکؒ کے سامنے زانوئے شاگردی بچھایا، اور ان سے درس لینے لگے تو ان کی فحاشی، ذہانت، فہم و بصیرت کی بے پناہ کثرت و فراوانی نے حضرت امام مالکؒ کو انتہائی حیرت میں ڈال دیا اور فرمانے لگے میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلب میں نور القاء فرما دیا ہے، کہیں تم اس نور کو گناہوں کی ظلمت سے بجھا نہ دینا۔ اور اسی معنی میں حضرت امام شافعیؒ رحمۃ اللہ علیہ کے یہ شعر ہیں۔

فان شدنی الی ترک المعاصی

شکوت الی وکیح سو و حفظی

شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہوں سے بچنے کی ہدایت فرمائی

امام وکیح کے سامنے میں نے اپنے حافظ کی کمزوری کی

وفضل اللہ لا یوتنا العاصی

فان العلم فصل من العلم

اور اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام نافرمانوں کو نہیں ملا کرتا

اور فرمایا سمجھ لو کہ علم اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام ہے۔

ایک اثر یہ بھی ہے کہ انسان کی روزی اور رزق میں تنگی ہو جاتی ہے اور وہ فسق و معاصی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

مسند احمد میں مروی ہے۔

ان العبد لیجر الرزق بالذنب بندہ اپنے ارتکاب گناہ روزی و رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس طرح تقویٰ و پرہیزگاری روزی کو کھینچتی ہے، انحراف و اعراض فقر و افلاس کو جلب کرتا ہے۔ حصول رزق اور فراخی معاش کے لئے ترک گناہ سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ گنہگار کے قلب اور خدا کے درمیان ایک خطرناک نامانوسیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ وحشت اس قدر خطرناک ہوتی ہے کہ دنیا و مافیہا کی ساری لذتیں بھی اسے میسر آجائیں تو وہ بے کیف ہی رہتا ہے۔ اس وحشت کی وجہ سے کوئی لذت و سرور اسے مسرور نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ حقیقت خدا کا بندہ ہی سمجھ سکتا ہے جو زندہ دل ہو۔ اور اس کا قلب بیدار ہو۔ مرے کو تو کوئی سا بھی زخم لگایا جائے اسے تکلیف نہیں پہنچتی۔ پس اگر اس وحشت سے بچنے کے لئے اور وحشت کے گڑھے سے محفوظ رہنے کے لئے ہی گناہوں کا ترک کرنا مفید اور اثر انداز ہے۔ تو صاحب عقل و بصیرت کے لئے گناہوں سے بچنے کے لئے صرف یہ ایک سبب کافی وافی ہے۔

کسی شخص نے بعض عارفین کے سامنے اپنی وحشت قلبی کی شکایت کی تو انہوں نے کہا جب گناہوں کی وجہ سے تم وحشت میں مبتلا ہو تو تم گناہ کیوں ترک نہیں کر دیتے؟ گناہ ترک کر دو گے تو تمہیں اللہ تعالیٰ سے انس پیدا ہو جائے گا اور تمہیں سکون و اطمینان حاصل ہو جائیگا خوب سمجھ لینا چاہئے کہ پے در پے گناہ کرنے سے قلب پر وحشت کا بوجھ بڑھتا چلا جاتا ہے اور یہ ایسا خطرناک بار ہوتا ہے کہ اس سے بدتر اور خطرناک بار کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔ واللہ المستعان

ایک اثر گناہوں کا یہ بھی ہے کہ گنہگار کو لوگوں سے وحشت ہو جاتی ہے خصوصاً ارباب خیر و صلاح سے اس کو کچھ ایسی نفرت ہو جاتی ہے کہ وہ ان سے دور بھاگتا ہے۔ اور جس قدر یہ وحشت اس کے اندر ترقی کرتی جاتی ہے اسی قدر وہ ایسے لوگوں سے دور بھاگتا رہتا ہے۔ اور ان کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے سے گریز کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ

یہ ہوتا ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے استفادہ کرنے سے ہی محروم ہو جاتا ہے اور اس طرح وہ جس قدر رحمانی گروہ سے دور ہوتا جاتا ہے، شیطانی گروہ سے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔ اور یہ وحشت شدہ شدہ اس قدر ترقی کر جاتی ہے کہ اس کو اپنی بی بی، بچوں، اقربا، اوزہ بلکہ اپنی جان تک سے وحشت و نفرت ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ سلف صالحین میں سے بعض کا قول ہے کہ جب کبھی مجھ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو جاتی ہے تو اس کا اثر میں اپنی سواری کے جانور اور اپنی بیوی کے برتاؤ میں بھی محسوس کرتا ہوں

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ گنہگار کے معاملات میں طرح طرح کی مشکلات اور دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں جس کام کا بھی وہ عزم و ارادہ کرتا ہے اسے اس کا دروازہ بند نظر آتا ہے۔ یاد اسے سخت دشوار پاتا ہے بخلاف اس کے کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس کے تمام کام آسان ہو جتے ہیں۔ پس جو شخص تقویٰ، پرہیزگاری کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے سائے کام مشکل اور دشوار ہو جاتے ہیں۔ حسرت ہے کہ جب کوئی اپنے سامنے خیر و صلاح کے دروازے کو بند پاتا ہے یا راہ کو دشوار گزار دیکھتا ہے تو اسے یہ کیوں نہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ خیر و صلاح کہاں سے آتے ہیں۔

گناہ کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ نافرمان آدمی اپنے قلب کے اندر ایک خطرناک ظلمت و تاریکی دیکھتا ہے اور وہ اس ظلمت و تاریکی کو اسی طرح محسوس کرتا ہے جس طرح آدمی تاریکی رات کی ظلمت اور تاریکی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ طاعت و عبادت ایک نور ہے، اور معصیت تاریکی ہے، جب معصیت بڑھ جاتی ہے تو گنہگار کی حیرانی و پریشانی بھی بڑھ جاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ وہ ہمہ قسم کی بدعات اور گمراہیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، مہلک اور خطرناک امور میں پھنس کر اس کی جان و مال میں پڑ جاتی ہے۔ اور پھر طرف تماشہ یہ کہ اسے اپنی اس حالت کا شعور و احساس تک نہیں ہوتا اور اس کی حالت ایک ایسے اندھے کی سی ہو جاتی ہے جو اندھیری رات میں نکل کھڑا ہو۔ اور اندھیرے میں ٹانگ ٹوٹیاں مارتا پھرے۔

اور پھر یہ ظلمت و تاریکی رفتہ رفتہ اس قدر ترقی کر جاتی ہے کہ اس کی آنکھوں سے ظلمت ہونے لگتی ہے۔ اور پھر شدہ شدہ اس کے منہ اور چہرے پر بھی چھا جاتی ہے۔ اور یہ سیاہی ایسی نمودار ہو جاتی ہے کہ ہر شخص اسے دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ

بن عباسؓ فرماتے ہیں

نیکی سے چہرہ پر روشنی ہوتی ہے۔ قلب میں نور پیدا ہوتا ہے، رزق سے فراخی ہوتی ہے بدن میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور مخلوق کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور گناہ سے چہرہ پر سیاہی آجاتی ہے، قبر اور دل میں ظلمت اور تاریکی پیدا ہوتی ہے جسم میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے اور روزی میں تنگی ہو جاتی ہے، اور مخلوق کے دلوں میں بغض و نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

ان للحسنة ضياء في الوجه ونور في القلب وسعة في الرزق وقوة للبدن، ومحبة في قلوب الخلق. وان للسيئة سوادا في الوجه وظلمة في القبر و القلب، ووهنا في البدن ونقصا في الرزق وبغضة في قلوب الخلق۔

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ معاصی سے قلب اور بدن کمزور اور بزدل ہو جاتا ہے۔ قلب کی کمزوری تو بالکل ظاہر ہے، قلب کی کمزوری بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ بالآخر اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔

جسم اور کمزوری کی حقیقت یہ ہے کہ مومن کی قوت کا دار و مدار اسکے قلب کی قوت پر ہے جب مومن کا قلب قوی اور مضبوط ہے تو اس کا جسم خواہ مخواہ بھی قوی اور مضبوط ہوتا ہے۔ بخلاف فاسق و فاجس کے کہ اس کا حال بالکل اس کے برعکس ہوتا ہے اگرچہ وہ جسم و بدن کے لحاظ سے کتنا ہی قوی اور مضبوط کیوں نہ ہو لیکن بزدل و کمزور ہوتا ہے اور وقت ضرورت اس کی جسمانی طاقت بالکل بے کار ثابت ہوتی ہے اور جان بچانے کے موقع پر اس کی ساری قوتیں اس سے بیوقوفائی کر جاتی ہیں۔ چنانچہ اہل غار کس وہوم کے بہادروں پر غور کرو کہ یہ لوگ کس قدر قوی اور مضبوط تھے لیکن عین تحفظ و دفاع کے موقع پر ان کی قوتوں اور طاقتوں نے ان کے سامنے کیسی نیابت اور بے وفائی کی۔ اور اہل ایمان اپنی ایمانی قوت اور جسم و قلب کی طاقت سے ان پر کس طرح غالب اور مسلط ہو گئے۔

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ انسان کو اطاعت خداوندی سے روک دیتی ہیں اور صرف یہی ایک سزا ہوتی تو محض یہی ایک عقوبت و سزا بزرے کے لئے بہت ہی سخت تھی۔ یہ سزا اس کے لئے طاعت و عبادت کا دوسرا راستہ بند کر دیتی ہے اور پھر اس سے اس

کے لئے تیسرا راستہ بھی منقطع ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس سے چوتھا اور اس طرح یہ سلسلہ یکے بعد دیگرے طویل ہوتا جاتا ہے۔ اس طرح بندہ کیلئے بہت سی طاقتوں کی راہیں بند ہو جاتی ہیں حالانکہ اس کے حق میں ہر طاقت و عبادت دنیا و مافیہا سے بہتر اور قیمتی۔ اور موجب خیر و برکت تھی۔ اور اس کی مثال یوں سمجھ لو کہ ایک آدمی کسی ایسی چیز کا ایک لقمہ کھا لیتا ہے جو اسے ایک طویل مرض میں مبتلا کر دیتا ہے اور پھر وہ اس کی وجہ سے طویل عرصہ تک لذیذ غذاؤں سے محروم ہو جاتا ہے جن کا ہر لقمہ کہیں زیادہ لذیذ اور بہتر تھا۔ واللہ المستعان۔

گناہوں کی ایک تاثیر یہ ہے کہ گناہ عمر کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اور عمر کی ساری برکتیں اس سے چھن جاتی ہیں اور یہ لازمی امر ہے کہ نیکی جس طرح عمر کو بڑھاتی ہے، فسق و فجور سے عمر کوتاہ ہوتی ہے۔ اس مقام پر علماء کرام میں کچھ اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ گناہ سے عمر کی کوتاہی کا یہ مطلب ہے کہ عمر کی برکتیں کم ہو جاتی ہیں۔ اور عمر اس کے حق میں موجب زحمت و وبال بن جاتی ہے اور ہمارے نزدیک یہی معنی تھا اور صحیح ہیں۔ کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ گناہوں کی تاثیر یہ ہے کہ اس سے عمر کی برکتیں سلب ہو جاتی ہیں۔

دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ نہیں بلکہ گناہ حقیقتاً عمر کو کم کر دیتے ہیں جس طرح کہ روزی کم ہو جاتی ہے حق سبحانہ و تعالیٰ نے رزق و روزی میں خیر و برکت عطا کرنے کے بہت سے اسباب رکھے ہیں جن کے ذریعہ رزق و روزی میں برکت و فراوانی عطا کرتا ہے۔ اسی طرح اس نے عمر میں برکت عطا کرنے کے لئے بھی بہت سے اسباب رکھے ہیں جن کے ذریعہ عمر بڑھتی ہے۔ ان علماء کا یہ کہنا ہے کہ ہمارے اس مسلک پر کہ اسباب کے ذریعہ عمر بڑھتی ہے اور گھٹتی ہے کوئی اعتراض اور استحالہ لازم نہیں آتا۔ جبکہ روزی، عمر، اجل، سعادت، شقاوت، صحت و مرض، غنا و فقر وغیرہ تمام امور قضاء الہی سے وابستہ ہیں باوجود اس کے حق سبحانہ و تعالیٰ ان اسباب کے ذریعہ جو اپنے مسببات کے مقتضی ہیں اپنی مشیت و ارادہ ہی سے فیصلہ اور حکم فرماتا ہے (اسی پر عمر کے مسئلہ کو بھی تیسرا کر لیجئے۔)

ایک تیسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ عمر کم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ گناہوں کی وجہ سے حقیقی عمر فوت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حقیقی اور اصلی زندگی یہ ہے کہ انسان کا قلب زندہ ہو، چنانچہ اسی معنی کی رو سے اللہ تعالیٰ نے کافر کو مردہ کہا ہے جیسا کہ سورہ نحل کے اندر ارشاد ہے۔

اموات غیر احياء (نحل) کافر مرے ہی جن میں جان نہیں۔

پس حقیقی زندگی قلب کی زندگی ہے اور انسان کی عمر اس کی اسی زندگی کے زمانہ کا نام ہے۔ انسان کی عمر اس کے وہی اوقات زندگی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ گزاریں اور وہی اوقات اس کی عمر کی حقیقی ساعتیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ تقویٰ و پرہیزگاری - طاعت و عبادات ان اوقات میں اٹھا کر رہیں اور خیر و برکت پیدا کرتی ہیں جو انسان کی حقیقی عمر ہے جس کے بغیر عمر کی کوئی حقیقت نہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی جناب سے گریز کرتا ہے اور معاصی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی وہ حقیقی زندگی فنا ہو جاتی ہے جس کے فنا ہو جانے کا افسوس اس کو اس دن ہوگا جس دن اس کی زبان سے بے ساختہ نکلنے لگے گا۔

یا لیتنی قدمت لجمانی (سورہ فجر) کاش کہ میں اپنی آخرت کی اس زندگی کے لئے پہلے سے کچھ حاصل کر چکا ہوتا۔

یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بندے کی کسی حالت میں ہیں۔ یا تو بندہ اپنی دنیاوی زندگی اور اخروی مصالح سے بے خبر ہے یا باخبر۔ اگر اس سے بالکل بے خبر ہے تو اس کی ساری عمر رائیگاں گئی۔ اور اگر وہ ان مصالح سے بے خبر ہے اور پھر بھی وہ معاصی میں گرفتار ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ راہ کے عوائق و مشکلات کی وجہ سے اصل راہ اس کے لئے طویل و طویل ہو گئی اور خیر و صلاح کے اسباب اس کے لئے دشوار ہو گئے۔ اور اسی قدر دشوار ہو گئے جن قدر خیر و صلاح کی اضداد، اور مخالف امور میں اس کی مشغولیت رہی۔ اور بندے کی یہ حالت بھی اس کی حقیقی عمر کا عظیم الشان نقصان ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسئلہ کا حقیقی راز یہ ہے کہ حقیقتاً انسان کی عمر اس کی زندگی کی مدت کا نام ہے اور یہ بالکل واضح ہے کہ انسان کی زندگی یہی ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرے اس کی محبت و ذکر سے لذت اندوز ہو۔ اور اس کی رضامندی و رضا جوئی کو سب سے مقدم سمجھے۔

فصل

(ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب ہو جاتا ہے)

گناہوں کا خاصہ یہ ہے کہ ایک گناہ دوسرے گناہ کیلئے بیج کا کام کرتا ہے، اور ایک سے دوسرا دوسرے سے تیسرا گناہ پیدا ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ آدمی کیلئے گناہ کو بھونچنا اور اس میں غور سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے جیسا کہ بعض سلف صالحین کا ارشاد ہے۔ گناہ کی سزا دوسرے گناہ کی شکل میں ملتی ہے اور

نیکی کا صلہ ما بعد کی نیکی کے صلہ میں حاصل ہوتا ہے۔ جب ایک بندہ کوئی نیکی کرتا ہے تو دوسری نیکی جو اس کے قریب ہوتی ہے کہتی ہے کہ مجھے بھی انجام دیتے چلو۔ جب وہ اس کو انجام دے لیتا ہے تو ایک اور نیکی اسے ہی دعوت دیتی ہے اور اس طرح نیکیوں کا یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے جس سے بندے کو بے حساب نفع حاصل ہوتا ہے۔ اور نیکیاں بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں۔ اور جو شکل نیکیوں کی ہے۔ وہی گناہوں کی بھی ہے۔ طاعات اور معاصی بندے کے حق میں نہ ملنے والی تصویریں لازم غیر منفک صفات اور ثابت و لازم ملکہ منکر رہ جاتی ہیں۔ جس وقت کسی نیکو کار آدمی سے کوئی نیکی چھٹ جاتی ہے تو وہ اپنے لئے تنگی اور تکلیف محسوس کرتا ہے اور اس غفلت کی وجہ سے اس پر زمین تنگ ہو جاتی ہے اور وہ اپنے کو اس مچھلی کی طرح پاتا ہے جو پانی سے الگ کر لی گئی ہو اور وہ پانی میں جانے کے لئے بیتاب ہو۔ مچھلی کو اس وقت سکون ملتا ہے جبکہ وہ پھر پانی میں جا کرے، پانی ہی سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

اسی طرح جب ایک عاصی گنہگار کسی معصیت و گناہ کو چھوڑتا ہے اور نیکی کی طرف توجہ کرنا ہے تو اس پر بھی زمین تنگ ہو جاتی ہے اور سینہ میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جتنا کہ وہ دوبارہ یہ گناہ نہ کرے زندگی کی ساری راہیں اس پر تنگ ہو جاتی ہیں تا آنکہ بعض فاسق فاجر لوگوں کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ بلا کسی لذت، بلا کسی لطف، بلا کسی داعیہ اور خواہش کے بھی از تکاب گناہ کرتے رہتے ہیں۔ اور بات صرف یہی ہوتی ہے کہ گناہوں کی مفارقت سے ان کو تکلیف ہوا کرتی ہے چنانچہ اس گروہ کے شیخ حسن بن ہانی (مشہور شاعر ابو نواس) کا شعر ہے۔

و کأْسٍ مَشْرَبَةٍ عَلَى لَدَاةٍ و آخری تداویث منها بہا
ایک جام شراب میں نے لذت سے نوش کیا اور دوسرے جام سے پہلے سے پیدا شدہ مرض کا علاج کیا
اور کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

وعانت دوائی وھی دائی بعینہا کما تداوی شراب الخمر بالخمر
میری دوا بعینہ میرے لئے بیماری تھی جس طرح کہ شرابی آدمی شراب ہی سے اپنا علاج کرتا ہے
جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ طاعت الہی کا اہتمام و التزام کرتا ہے اور طاعت و عبادت سے اس کو خاص قسم کا انس اور الفت و محبت ہو جاتی ہے تو اس کو ہر چیز سے مقدم سمجھتا ہے۔ جب اس بندے کی حالت یہ ہو جاتی ہے تو حتی سبحانہ و تعالیٰ اس کے لئے اپنی رحمت کے فرشتے بھیجتا ہے جو ہر طرح اس کی امداد کرتے ہیں اسے اطاعت الہی اور عبادت کا شوق دلاتے

ہیں۔ اسکے جذبات ایمانی کو ابھارتے ہیں، بستر تک پھڑا دیتے ہیں کسی حالت اور کسی ہیے مجلس میں بیٹھا ہوا ہو اسے اٹھا کر طاعت و عبادت میں لگا دیتے ہیں۔

اسی طرح جب کوئی بندہ معاصی اور گناہوں سے الفت کرنے لگتا ہے، گناہوں کو محبوب رکھتا ہے اور خیر و نیکی کے مقابلہ میں گناہوں کو ترجیح دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ شیاطین کو اس پر مسلط کر دیتا ہے جو معاصی اور گناہوں میں اسکی امداد و معاونت کرتے ہیں۔ اور اس کے جذبات شیطانی و نفسانی کو ابھارتے ہیں۔

پس پہلا بندہ وہ ہے جس کی اعانت و امداد کے لئے طاعت و عبادت کا پورا لشکر موجود ہوتا ہے جو اس کی پشت پر رہ کر اس کی پوری امداد کرتا ہے اور اس لشکر کی امداد سے بندہ نہایت قوی اور مضبوط ہو جاتا ہے اور دوسرا بندہ وہ ہے جس کی پشت پر معصیت و گناہوں کا لشکر ہوتا ہے جو معصیت و گناہوں میں اس کی اعانت و امداد کرتا ہے اور یہ شیطانی لشکر اسے معصیت و گناہ میں قوی اور مضبوط بنا دیتا ہے۔

فصل

دگناہ قلب کو کمزور کر دیتے ہیں اور

بندے کو توبہ و انابت سے بھٹکا دیتے ہیں،

آثار معاصی میں سے ایک خطرناک اور ہلک امر یہ بھی ہے کہ گناہ بندے کے قلب کو کمزور اور لپٹ بہمت بنا دیتے ہیں، توبہ کے ارادہ کو آہستہ آہستہ کمزور کرتے رہتے ہیں اور معصیت و گناہ کے جذبات و ارادے کو قوی و مستحکم کر دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ بندے سے توبہ و انابت کی توفیق ہی مفقود ہو جاتی ہے۔ اور شدہ شدہ اس کے قلب سے توبہ و انابت کا مقصد و ارادہ کلیتاً ختم ہو جاتا ہے۔ پس جس بندے کا ادھا قلب مرجھا ہے ہے تو اگر وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ و استغفار کے لئے جھکتا بھی ہے تو اس کی توبہ اور استغفار بھوٹی ہوتی ہے۔ زبان سے بہت کچھ کہتا ہے لیکن قلب معصیت سے آلودہ ہوتا ہے اور باوجود توبہ و استغفار کی رٹ کے وہ گناہوں پر اصرار ہی کرتا رہتا ہے اس کا عزم و ارادہ گناہوں کے موقعوں کی تلاش ہی میں رہتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ حالت انسان کے لئے بڑا ہی شدید مرض ہے اور ہلاکت سے قریب تر ہونے کی حالت ہے۔

فصل

دہ بار گناہ کرنے سے اسکی برائی کا تصور ختم
ہو جاتا ہے اور انسان گناہوں پر فخر کرنے لگتا ہے

آثار معاصی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان گناہ کرتے کرتے اس کا عادی بن جاتا ہے اور جب عادی ہو جاتا ہے تو دل سے گناہ کی قیاحت و برائی منقطع ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ وہ گناہوں کو برا ہی نہیں سمجھتا اور بے بہا باندھ کر بر ملا لوگوں کی موجودگی میں گناہ کرتا چلا جاتا ہے کسی کی پروا نہیں کرتا۔ ارباب فسق و فجور کے نزدیک تو یہ بات ایک دل بہلانے کی دلچسپ چیز ہے۔ اس میں ان کو انتہا درجہ کی لذت محسوس ہوتی ہے بلکہ اس قسم کے لوگ تو معصیت پر برتری فخر کیا کرتے ہیں اور لوگوں میں بیٹھ کر اپنے گناہوں کو بڑے فخر و غرور کے ساتھ جھوم جھوم کر بیان کرتے ہیں۔ اور جنہیں ان کے اعمال اور کردار پر کبھی خبر تک نہیں ہوتی انہیں انتہائی دلچسپ طریقے سناتے ہیں کہ ارے او فلاں میں نے تو یہ یہ اور ایسے ایسے کام کئے ہیں کچھ تمہیں خبر بھی ہے؟ جو لوگ اس درجہ کے جرائم پیشہ بن جاتے ہیں ان کے لئے عاقبت و خیر کے دروازے بالکل مسدود ہو جتے ہیں۔ توبہ و انابت اور استغفار کی راہیں قطعاً منقطع ہو جاتی ہیں۔ اور لینا چاہیے کہ اس قسم کے لوگوں کے لئے اکثر و بیشتر توبہ و انابت کے دروازے ہمیشہ ہی کے بند ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

کلی امتی معافی الا المجاہرون، وان
میری ساری امت کو معافی حاصل ہے مگر خود
من الاجہار ان یستر الله علی العبد
ہوئی والوں کیلئے معافی نہیں۔ اور یہ رسوائی
ثم یصبح یفضح نفسه ویقول
کہ اللہ تعالیٰ تو ستر پوشی فرماتا ہے لیکن خود بندہ
یا فلان عملت یوم کذا وکذا
ہوتے ہی اپنے کو رسوا اور ذلیل کر لیتا ہے لوگوں سے
کذا وکذا فیہتک نفسا و
کہتا ہے کہ اے فلاں میں نے فلاں فلاں اور یہ یہ
قد بات لیستر ربی
ایسا ایسا کیا ہے۔ اس طرح وہ اپنے کو ذلیل و رسوا

کر لیتا ہے، حالانکہ پروردگار نے اسکی ستر پوشی فرمائی
آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ دنیا کے سارے گناہ دنیا کی اگلی امتوں میں سے جن کو اللہ تعالیٰ
نے ہلاک کیا ہے کسی نہ کسی امت کا ترکہ اور میراث ہے پچانوچہ لواطت، قوم لوط کا ترکہ ہے۔ لیکن

یہ لیتے وقت حق سے زیادہ لینا اور تولنا اور دیتے وقت حق سے کم دینا اور تولنا قوم شعیب کا ترکہ ہے زمین پر اکرنا اور فساد کرنا فرعون اور قوم فرعون کا ترکہ ہے، بکبر و غرور و جبر و زیادتی قوم ہود کا ترکہ ہے پس گنہگار و نافرمان آدمی ان میں سے جس امت کا گناہ کرے گا اسی میں اس کا شمار ہوگا حالانکہ یہ امتیں اللہ تعالیٰ کی دشمن تھیں۔ چنانچہ حضرت عیوب بن احمد اپنی تصنیف کتاب الزہد کے اندر اپنے والد سے اور وہ حضرت مالک بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔

اوحی اللہ الی نبی من انبیاء بنی اسرائیل
ان قل لقومک لا تدخلوا مداخل
اعدائی، ولا تلبسوا ملائس اعدائی
ولا ترضوا من اکب اعدائی ولا
تطعموا مطامع اعدائی فتکونوا
اعدائی کما هم اعدائی۔

انبیاء بنی اسرائیل میں سے کسی پیغمبر پر اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی کہ تم اپنی قوم سے کہو کہ میرے دشمن جہاں داخل ہوں وہاں تم داخل نہ ہونا میرے دشمنوں نے جو لباس پہنا تھا تم نہ پہنا۔ میرے دشمن جس سواری پر سوار ہوئے تھے تم سوار نہ ہونا۔ میرے دشمن جو کھانا کھاتے تھے تم نہ کھانا اگر تم ایسا کرو گے تو جیسے وہ میرے دشمن ہیں تم بھی میرے دشمن ہو۔

اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

بعثت بالسيف بين يدي الساعة
حتى يعبد الله وحده لا شريك له
وجعل رزقي تحت ظل رمحي وجعل
الذلّة والصغار على من خالف
امري ومن تشبه بقوم فهو
منهم

میں قیامت کے قریب تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں تاکہ دنیا میں صرف اللہ وحدہ لا شریک کی پرستش کی جائے میرا رزق اللہ تعالیٰ نے میرے نیزے کے سایہ تلے کر رکھا ہے اور میری مخالفت کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے ذلت و رسوائی لازم کر دی ہے اور جو شخص یہ تکلف کسی دوسری قوم سے تشبہ اختیار کرے گا وہ ان ہی میں سے شمار ہوگا۔

فصل

(معصیت بندے کو پڑے دگار کی نظر میں قابل کہ دیتی ہے)

معاصی کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ بندہ گناہ کرنے سے پڑے دگار کا عالم کے نزدیک بے وقعت ہو جاتا ہے۔ اسکی نگاہ سے گر جاتا ہے چنانچہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باعزت ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ ان کو گناہوں سے بچا لیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہوتا ہے تو پھر دنیا میں کوئی بھی اسکی عزت نہیں کرتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ومن یرہن اللہ فالہا من مکوم راجح (البحر) جسکو خدا ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں اگرچہ لوگ اس قسم کے لوگوں کی ان کے خوف و ڈر کے ماتے اور ان کے شر سے بچنے کے لئے بظاہر عزت کرتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں وہ انتہائی ذلیل اور حقیر ہوا کرتے ہیں۔

یہ بھی معاصی کا اثر ہے کہ جب بند بکثرت پے در پے گناہ کرنے لگ جاتا ہے تو پھر بڑے سے بڑا گناہ بھی اس کی نگاہ میں چھوٹا ہو جاتا ہے اور یہی اس کی ہلاکت کی علامت ہے۔ کیونکہ بندے کی نگاہ میں جو گناہ چھوٹا ہوتا ہے اللہ کے نزدیک بہت بڑا بن جاتا ہے۔ امام بخاری اپنی کتاب صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان المؤمن یری ذنوبہ کافہا فی اصل الجبل یتخاف ان یقع علیہ ،
وان الفاجر یری ذنوبہ کذا باب وقع علی انقہ فقال بہ ہکذا فطار
صاحب ایمان گناہوں کو پہاڑ سمجھتا ہے اور ہے کہ کہیں یہ پہاڑ اس کے سر پر نہ آگے اور فاجر آدمی اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ناک پر مکھی بیٹھی ہے۔ ہاتھ اٹھایا اور مکھی اڑ گئی۔

فصل

دگناہ گار پر جانور، چوپائے، پیندے، کیرے

مکوڑے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔

یہ بھی معاصی کے اثرات میں سے ہے کہ گناہ گار کے گناہوں کی نحوست بے گناہ انسانوں اور جانوروں تک کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ اسکے ظلم و گناہ کی وجہ سے خود وہ تو جل مرتا ہی ہے لیکن دوسرے بے گناہ انسان اور جانور بھی جل مرتے ہیں۔ چنانچہ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں ”ظالم ظالم کی وجہ سے چڑیاں اپنے گھونسلوں میں مرجاتی ہیں۔“

امام مجاہد کا قول ہے ”جب قحط سالی ہو جاتی ہے تو جانور چوپائے ظالم انسانوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ کہ ان کی وجہ سے برسات رک گئی ہے۔“

امام عکرمہ فرماتے ہیں ”زمین کے جانور، کیرے، مکوڑے، پھپھلیاں اور کچھو کچھ جلا اٹھتے ہیں بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہم پر برسات رک گئی۔“

پس گنہگار کو صرف اس کے گناہوں کی سزا ہی بس نہیں کرتی۔ بلکہ یہ گناہوں کی لعنت و پھسکار بھی اس پر مسلط ہو جاتی ہے۔

فصل

معصیت سے انسان ذلیل ہو جاتا ہے،

اور طاعت سے عزت برپا ہوتی ہے،

آثار معاصی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ معصیت انسان کو ذلیل و حقیر کر دیتی ہے اور یہ یقینی حقیقت ہے کیونکہ دنیا جہاں کی ساری عزتیں طاعت الہی سے وابستہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

من کان یرید العزۃ قللہ العزۃ
جمیعاً (سورۃ فاطر)
جو آدمی عزت کا طلبگار ہے تو عزت ساری
کی ساری خدا کی ہے

پس بندے کو چاہیے کہ وہ طاعت الہی کے ذریعہ خواستگار عزت ہو، عزت صرف طاعت الہی سے میسر آ سکتی ہے اور بس۔ چنانچہ بعض صالحین سلف کی یہ دعا تھی۔
اللہم! اعزنی بطاعتک، ولا
مذلنی بمعصیتک
فرما۔ تاخریاتی سے مجھے ذلیل نہ کر۔

حضرت حسن بھریؒ کا ارشاد ہے ”یہ لوگ اگر چہ قوی و خواصورت خچروں پر سوار ہو کر دوڑتے پھریں اور گھر بجاتے پھریں۔ اور ان کی تیز رفتاری پر فخر و نخوت کے ڈھول پیٹتے ہیں لیکن گناہوں کی ذلت جو ان کے لئے لازم ہو چکی ہے وہ کبھی دور نہیں ہو سکتی۔“
حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے یہ شعر مشہور ہیں۔

رأیت الذنوب تمیت القلوب
ب۔ وقد یورث الذل اذمانہا
میں نے دیکھا کہ گناہ دلوں کو مردہ کر دیتے ہیں
اور گناہوں کی بادامت ذلت کا موجب ہوتی ہے
وترک الذنوب حیات القلوب
ب۔ وخیر لنفسک عسیانہا
گناہ سے بچنا دلوں کی زندگی ہے
اور تمہارے لئے خیر یہ ہے کہ تم گناہوں کی مخالفت کرو
وہل اشد الذین الا الملو
ک۔ واحبار سوء و سرہبا دنہا
اور دین کے بادشاہوں اور
شلع سوء اور بے تارک الدنیا ہے جو کسی خرابی نہیں کیا

فصل

(معصیت سے نور عقل فنا ہو جاتا ہے)

آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ معاصی سے عقلمندی عقل خراب ہو جاتی ہے۔ عقل ایک نور ہے۔ معصیت اس نور کو یقیناً بجھا دیتی ہے۔ اور جب یہ نور بجھ جاتا ہے تو عقل کمزور ہو جاتی ہے۔ چنانچہ بعض صالحین سلف کا مقولہ ہے کہ ”جو آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اسکی عقل ہو جاتی ہے۔“ عقل کا غائب ہونا بالکل واضح ہے۔ اگر عقل موجود ہوتی تو اسے معصیت سے کیوں باز نہ رکھتی؟ وہ یہ کیوں نہ سمجھتا کہ اس کی جان اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے؟ اس کے قہر و غلبہ کے ماتحت ہے اور اس کے کردار سے خدا ہر طرح باخبر ہے۔ خدا ہی کے گناہ میں اسی کے فرش پر بیٹھا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کے ساتھ گئے ہوئے ہیں جو حکم کرتا ہے وہ دیکھ رہے ہیں۔ قرآن مجید کا واعظ گناہوں سے احتراز کرنے کی اسے ہدایت دیا ہے۔ ایمان کا واعظ گناہ سے روکتا ہے۔ موت کا واعظ اور جہنم کا واعظ اسے معصیت سے منع کر رہے ہیں۔ نیز یہ کہ معصیت سے اس کی دنیا و آخرت کی خیر و فلاح جو ضرور ہو رہی ہے وہ اسکے اس عارضی سرو اور ناپائیدار وقتی لذت سے بدرجہا قیمتی ہے تو کوئی صاحب عقل و بصیرت ان تمام امور کی ناقدری کر سکتا ہے؟ اور کیا کوئی عقل سلیم گوارا کر سکتی ہے؟

فصل

(معصیت اور گناہوں سے قلب پر مہر لگ جاتی ہے)

آثار معاصی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب گناہوں کی کثرت ہو جاتی ہے تو گنہگار کے قلب پر لگ جاتی ہے اور وہ غافل اور بے خبر ہو کر رہ جاتا ہے جیسا کہ بعض سلف صالحین نے آیت
 کلا بل ران علیٰ قلوبہم ما كانوا
 یکسبون (سورۃ المطففین) سے زندگ بلٹھ گئے ہیں۔

کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس کے معنی پے در پے گناہ کرنے کے ہیں۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پے در پے گناہ کرتا رہتا ہے۔

قلب اندھا ہو کر رہ گیا۔

بعض دوسرے علماء یہ کہتے ہیں کہ جب گناہوں کی کثرت ہو جاتی ہے تو وہ دلوں کو گھیر لیتے ہیں۔ اور اس بارے میں اصل بات یہ ہے کہ معاصی سے قلب رنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اور معاصی کی کثرت ہو جاتی ہے۔ رنگ غالب آجاتا ہے تاکہ دل کا بڑا حصہ رنگ گرفتہ ہو جاتا ہے۔ پھر جب معاصی اور بڑھ جاتے ہیں تو یہ انسان کی طبیعت بن جاتی ہے، ہر قلب پر نقل لگ جاتا ہے۔ اور پھر رنگ جاتی ہے اور رفتہ رفتہ اس کا قلب غلافوں اور پردوں میں مستور ہو جاتا ہے اور اگر معصیت و گناہوں کی یہ کیفیت بدایت و بصیرت کے بعد ہوتی ہے تو معاملہ ہی بالکل ہی دریم دریم ہو جاتا ہے قلب کا بالائی حصہ نیچے ہو جاتا ہے اور نیچے کا اوپر اور پھر اس کا دشمن پوری قوت سے اس پر غالب آجاتا ہے اور یہ دشمن جہاں چاہتا ہے اسے ہنسکٹے پھرتا ہے۔

فصل

(معاصی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے)

(معاصی کی وجہ سے بزد اس لعنت کے ماتحت آجاتا ہے)

آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ بزد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کی زد میں آجاتا ہے۔ آنحضرت ص نے بہت سے گناہوں پر لعنت بھیجی ہے۔ پس جو شخص ان معاصی کا ارتکاب کرے گا وہ بدبہ اونے اس لعنت کا مستحق ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت ص نے ان عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو بدن پر گودے لگو کر اس میں رنگ بھریں اور بالوں کے ساتھ دوسرے بال جوڑ کر بالوں کو لمبے کریں اور جو ایسا کرنے کا پیشہ اختیار کریں اور چہرے سے بال اکھاڑیں اور اپنے دانتوں کو گھس کر تیز کریں اور اس کا پیشہ کریں۔ آپ نے سود لینے والے، دینے والے، اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت بھیجی ہے۔ آپ نے حلالہ کرنے والے اور جس سے لے حلالہ کیا جائے دو توں پر لعنت کی ہے۔ آپ نے چور پر، شراب پینے والے پر، پلانے والے پر، بنانے والے پر اور اس پر جس کے لئے بنائی جانے، اور اس کے بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، اس کی قیمت لینے والے پر اس کے اٹھانے والے پر اور جس کے لئے اٹھائی جائے اس پر لعنت بھیجی ہے۔ اور ان پر لعنت بھیجی ہے جو حد بزد کا نشانہ اور ہر ادر ہر مٹا دیں، والدین پر لعنت بھیجنے والوں پر، غیر اللہ کے لئے ذبیحہ کرنے والوں پر۔

پر۔ اور ان عورتوں پر جو مرد کی وضع بنائیں لعنت بھیجی ہے۔ دین میں بدعت جاری کرنیوالے پر اور اس پر عمل کرنیوالے پر۔ تصویر بنانے والے پر، لواطت کرنیوالے پر۔ ماں باپ کو گالی دینے والے پر۔ اندھے کو راستہ سے جھٹکا دینے والے پر۔ اور کسی چوپائے کے ساتھ بد فعل کرنے اور اس پر جو کسی جانور کے چہرے پر داغ دے یا اس کی شکل بگاڑے، مسلمانوں کو ضرر پہنچانے والے اور ان کو دھوکہ دینے والے پر، قبروں کی زیارت کرنیوالی عورتوں پر، قبروں کو سجدہ گاہ بنانیوالے پر، اور قبروں پر چراغ جلانے والوں پر، عورت کو اس کے شوہر کے خلاف اور غلام کو اس کے آقا کے خلاف درغلانے والے پر۔ نبی بی کے ساتھ دبر میں جماع کرنیوالے پر ان سب پر آپ نے لعنت بھیجی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو عورت اپنے شوہر سے سرکش ہو کر علیحدہ سوئے گی صبح تک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ جو شخص اپنے کو اپنے باپ کے سوا دوسرے کا بیٹا گردانے اس پر لعنت بھیجی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو آدمی کسی مسلمان بھائی کو کسی ہتھیار سے ڈرائے گا اس پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں، ہتھیار کو گالی دینے والے پر بھی آپ نے لعنت بھیجی ہے۔ لوگوں میں فساد کرانے والے پر، قطع رحمی کرنے والے پر۔ اللہ اور اللہ کے رسول کو ایذا پہنچانے والے پر۔ اللہ تعالیٰ کی آیات و ہدایت کو چھپانے والوں پر۔ ایماندار و پاکر امن عورتوں پر ہتمت لگانے والوں پر۔ اور اس آدمی پر جو کافر کی راہ کو مسلمانوں کی راہ سے بہتر کہیں لعنت بھیجی ہے۔ جو مرد عورت کے کپڑے پہنے، اور جو عورت مرد کے کپڑے پہنے۔ اس پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے ان امور کے علاوہ دوسرے بہت سے امور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے۔ اگر کوئی شخص صرف یہی سمجھ لے کہ یہ گناہ ایسے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول اور اس کے فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں تو اس کی تینہہ کے لئے کافی ہے۔ اس کا صرف یہ سمجھنا ہی اس کو ان معاصی سے بچنے کا تقاضہ کرے گا۔

فصل

دعوتِ کرنیوالا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کی دعاؤں سے عزم ہو جاتا ہے

آثارِ معاصی یہ بھی ہے کہ معصیت کرنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کی دعا سے عزم ہو جاتا ہے۔ خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے کہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کے حق میں آپ استغفار کرتے رہیں۔ چنانچہ سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الذین یحلمون العرش، ومن حولہ السبعون جو فرشتے عرش کو اچھٹائے ہوئے ہیں اور جو عرش

بِحَدِّ رَبِّهِمْ وَيَوْمَئِذٍ هُمْ سَيُتَفَقَرُونَ
 لِلَّذِينَ آمَنُوا - رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ
 رَحْمَةً وَعِلْمًا - فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا
 سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ رَبَّنَا
 وَادْخُلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ
 وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَ
 ذُرِّيَّتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ
 وَقِهِمُ السَّيْئَاتِ -

(سورہ غافر)

کے ارد گرد ہیں، اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ
 اسکی تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔ اور ایمان
 والوں کے لئے مغفرت مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے
 پروردگار! تیری رحمت اور تیرا علم سب چیزوں پر
 حاوی ہے، تو جو لوگ توبہ کرتے ہیں اور تیرے راستے
 پر چلتے ہیں ان کو بخش دے اور ان کو دوزخ کے
 عذاب سے بچا۔ اور اے ہمارے پروردگار! انکو
 بہشت کے ہمیشہ کے رہنے کے باغوں میں بھی
 پہنچا کر داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے
 اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیبیوں اور
 ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں ان کو بھی بیشک
 تو ہی زبردست ہے اور حکمت والا ہے اور ان
 کو ہر طرح کی خرابیوں سے محفوظ رکھ۔

فرشتوں کی یہ دعا ان ایمان والوں کے لئے ہے جو مذکورہ صفات سے متصف ہوں اور کتاب اللہ کی
 سنت رسول اللہ کی اتباع کریں پس جو لوگ مذکورہ صفات سے متصف نہیں ہیں اس دعا میں شمولیت
 کی ہرگز ہرگز توقع نہ رکھیں

فصل

دگنہ گاران امت کو آنحضرتؐ نے خواب میں دیکھا،

معاصی کی کچھ سزائیں وہ ہیں جو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری کے اندر حضرت عمر بن خطابؓ سے
 روایت بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد صحابہؓ سے اکثر دریافت فرماتے کہ
 آج رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ صحابہؓ میں سے جن جن لوگوں نے خواب دیکھا ہوتا، وہ اپنا اپنا
 خواب بیان کرتے۔ ایک دن صبح کو خود آنحضرتؐ نے بیان فرمایا "آج میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھے اٹھایا اور
 کہا آپ ہمارے ہمراہ تشریف لے چلیں۔ میں انکے ہمراہ ہولیا۔ جب ہم آگے چلے تو دیکھا ایک آدمی چت لیٹا
 ہوا ہے۔ اور اسکے پاس ایک شخص پتھر پتھر کھڑا ہے۔ اور اسکے سر پر زور زور سے مار رہا ہے جس سے اس

کا بھیجا نکل پڑتا ہے۔ وہ ہر چند اپنے سر کو بچاتا ہے لیکن بچا نہیں سکتا۔ پھر وہ آدمی پتھر کو اٹھاتا ہے۔ اتنے عرصہ میں اس کا سر اصلی حالت میں آجاتا ہے۔ پھر وہ اسے مارتا ہے اور اسکا وہی حال ہو جاتا ہے جو پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا سبحان اللہ۔ اور پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا آگے تشریف لے چلیے۔ ہم آگے بڑھے تو دیکھا ایک آدمی اونڈھے منہ لیٹا ہوا ہے۔ اور ایک آدمی اس کے پاس لوہے کے کانٹے لے کر کھڑا ہے اور سوٹے ہوئے کے گالوں میں اور منہ پر وہ اس طرح مارتا ہے کہ اس کے گال اور باہیں چر جاتی ہیں۔ گال، آنکھیں ناک، گردن کی طرف کھینچ آتے ہیں۔ پھر وہ دوسری طرف مارتا ہے۔ اس سے بھی اس کا وہی حال ہو جاتا ہے۔ اس عرصہ میں اس کی دوسری جانب اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔ پھر اس کا وہی حال ہوتا ہے جو پہلے ہوا تھا اور یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ میں نے کہا۔ سبحان اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا۔ آگے تشریف لے چلیے۔ ہم آگے بڑھے۔ ایک بہت بڑا تنولہ دیکھا جس کے اندر سے چیخ، پکار کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہم نے جا کر دیکھا تو اس کے اندر ننگے مرد، ننگی عورتیں نظر آئیں جن کے نیچے شعلے بھڑک رہے تھے اور وہ لوگ چیخ چیخ کر روتے چلاتے تھے اور اس آگ سے پناہ مانگ رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا آگے تشریف لے چلیے۔ ہم آگے بڑھے۔ اور ایک نہر پر پہنچے جس کا پانی خون کی طرح سرخ تھا۔ ایک آدمی اس کے اندر تیر رہا تھا۔ نہر کے کنارے ایک آدمی بے شمار پتھروں کا ڈھیر لگاٹھے کھڑا تھا۔ تیرنے والا تیرتے تیرتے تھک کر نہر کے کنارے آیا۔ اور کنارے پر کھڑے ہوئے آدمی کے سامنے آکر اپنا منہ کھولا۔ اس نے اسکے منہ میں ایک پتھر ڈال دیا۔ وہ پھر پانی میں تیرنے لگا۔ یہ حالت اس کی جاری رہی۔ میں نے اسکے متعلق پوچھا۔ تو کہنے لگے آگے تشریف لے چلیے۔ ہم آگے بڑھے تو ایک دہشت ناک کربیمہ المنظر آدمی دیکھا۔ جو آگ کے کنارے کھڑا ہے اور آگ کو دھونک رہا ہے۔ اور آگ کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا آگے تشریف لے چلیے۔ ہم آگے بڑھے۔ اور ایک خوبصورت عمدہ وسیع خمیرہ دیکھا۔ جو پوری طرح سجایا گیا ہے۔ اس کے نیچے ایک طویل، لمبا تڑنگا آدمی کھڑا تھا جس کی لمبائی اس قدر تھی کہ اس کا سر آسمان کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اس کے ارد گرد بے شمار خوبصورت لڑکے کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا آگے تشریف لے چلیے۔ ہم آگے بڑھے تو ہم نے ایک عظیم الشان خوبصورت درخت دیکھا۔ ایسا کہ اس قسم کا درخت ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے اس پر چڑھ

جائیے ہم اس پر چڑھ گئے تو ایک ایسے شہر میں پہنچ گئے جس کی عمارتیں سونے اور چاندی کی اقیٹوں سے بنی تھیں۔ ہم شہر کے روازے پہنچے اور دروازہ کھلوا یا۔ اور اندر گئے۔ یہاں ہمیں بے شمار آدمی ملے جن کا آدھا جسم نہایت خوبصورت تھا اور آدھا بدصورت۔ میرے ساتھیوں نے ان سے کہا جاؤ اس نہر میں غوطہ لگاؤ یہ نہر نہایت عمدہ اور چوڑی تھی اور اس کا پانی دودھ جیسا سفید و شفاف تھا۔ یہ لوگ نہر میں نہا کر ہمارے پاس آئے۔ انکی ساری سیاہی دھل چکی تھی اور بدصورتی، خوبصورتی سے تبدیل ہو گئی تھی، میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا یہ "جنت عدن" ہے۔ اور یہ آپکا مقام ہے۔ میں نے نیچے سے اوپر تک اس عمارت پر نظر ڈالی یہ محل نہایت خوبصورت سفید تھا۔ انہوں نے کہا یہ آپ ہی کا مقام ہے۔ میں نے ان سے کہا بارک اللہ، مجھے اندر جانے دو، انہوں نے کہا ابھی نہیں، آپ تو اس کے اندر جائیں گے ہی۔ میں نے ان ساتھیوں سے کہا آج رات کو عجیب و غریب چیزیں میں نے دیکھی ہیں۔ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہم آپ کو مطلع کئے دیتے ہیں۔ وہ آدمی جس کا سر کھچا جا رہا تھا۔ وہ آدمی ہے جس نے قرآن یاد کیا تھا۔ لکین پھر بھول گیا تھا۔ اور فرض نماز ترک کر کے سو جایا کرتا تھا اور وہ آدمی جس کا منہ اور باجھیں لوہے کے کانٹوں سے چیری جاتی تھیں۔ وہ وہ آدمی ہے جو اپنے گھر سے نکل کر لوگوں کی غیبت کیا کرتا تھا۔ اور لوگوں کی جھوٹی باتیں اڑایا کرتا تھا۔ اور تنور میں چونگے مرد۔ اور عورتیں جل رہی تھیں۔ وہ زنا کا مرد اور عورتیں تھیں۔ اور نہر کے اندر جو آدمی تیر رہا تھا اور پتھر نکل رہا تھا وہ سود خوار آدمی تھا۔ اور آگ کے کنارے جو دہشت ناک کریمہ المنکر آدمی کھڑا تھا۔ اور آگ دھونک رہا تھا۔ وہ خازن جہنم تھا۔ اور وہ آدمی جس کا سر آسمان سے لگا ہوا تھا وہ حضرت ابراہیمؑ تھے اور انکے گرد جو لڑکے جمع تھے وہ وہ لڑکے تھے جو فطرت پر مرے تھے۔ اور البرقانی کی روایت میں ہے کہ جو فطرت پر پیدا ہوئے تھے۔ کچھ لوگوں نے اس موقع پر آنحضرتؐ سے دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا یہ مشرکوں کی اولاد تھی؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ یہ مشرکوں کی اولاد تھی۔ اور وہ لوگ جن کے آدھے جسم خوبصورت اور آدھے بدصورت تھے یہ وہ لوگ تھے جن لوگوں نے دنیا میں نیک اعمال کئے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ گناہ بھی کئے تھے، اللہ تعالیٰ انہیں درگزر فرمائے۔

فصل

(معاہی سے پانی، ہوا، زراعت، پھلوں اور گھروں پر آفت آرتی)

(ہے زمین کی پیداوار کم ہو جاتی ہے، انسانوں کی پیدائش اور عمریں کمی ہو جاتی ہے)

اشارہ معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ زمین پر مختلف قسم کی آفتیں نازل ہوتی ہیں۔ پانی، ہوا، آندھ اور پھلوں اور گھروں پر تباہیاں آجاتی ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت
ایدی الناس لیذیقنہم بعض الذی
علوا۔ لعلہم یرجعون۔
خشکی اور تری میں ہر جگہ لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ
سے خرابیاں ہو چکی ہیں تاکہ خدا انکے بعض اعمال کا مزہ
چکھائے، ہو سکتا ہے کہ وہ ایسی حرکتوں سے باز
آجائیں۔ (سورہ روم)

انکا مجاہد فرماتے ہیں ”ظالم حاکم جب ظلم و فساد شروع کر دیتا ہے تو برسات روک دی جاتی ہے
کھیتیاں اور نسلیں برباد ہو جاتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ظلم و فساد پسند نہیں۔“ استدلال میں انہوں
نے یہی مذکورہ بالا آیت پڑھی اس کے بعد فرمایا آیت کے اندر لفظ ”بحر“ وارد ہے اس سے یہ دریا
مراد نہیں بلکہ ہر وہ آبادی مراد ہے جو جاری اور بہنے والے پانی کے کناروں پر واقع ہو۔ اسی جاری
پانی کو ”بحر“ کہا گیا ہے۔

عکس کہتے ہیں ”بحر“ سے مراد یہ دریا نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد پانی کے کناروں کی آبادیاں ہیں
قاعدہ کہتے ہیں آیت کے اندر ”بحر“ واقع ہے اس سے مراد نیچے، ڈیرے لگانے
والے لوگ مراد ہیں۔ اور ”بحر“ سے مراد اہل دیہات اور صحرا کے
لوگ ہیں۔

میں کہتا ہوں شیریں پانی کو بھی اللہ تعالیٰ نے ”بحر“ مندرمایا ہے۔ چنانچہ
قرآن حکیم کے اندر ہے۔

وما یتوی البحر ان۔ ہذا
عذاب فرات سائغ و ہذا
ملح اجاج۔
دونوں دریا ایک طرح کے نہیں ہیں۔
ایک ایسا ہے کہ اس کا پانی میٹھا، خوش
ذائقہ، خوشگوار ہے۔ اور ایک کا پانی
کھارنا، کڑوا ہے۔

ظاہر ہے دنیا میں کوئی رکا ہوا دریا میٹھا نہیں ہے۔ بلکہ ندیوں اور نہروں ہی کا پانی
میٹھا ہوا کرتا ہے، سمندر کا پانی کھارنا ہی ہو کرتا ہے اور وہ آبادیاں جو ندیوں اور نہروں
کے کناروں پر واقع ہوتی ہیں۔ انہی کو اس پانی سے موسوم کیا
جاتا ہے۔

ان زید کہتے ہیں ظہر الفساد فی البر والبحر کے اندر جو فساد کا لفظ ہے اس سے مراد گناہ میں بی گناہوں کا مطلب یہ ہے کہ گناہ فساد و بربادی کا سبب ہیں۔ اور اگر فساد سے مراد عین معصیت ہے۔ تو لیدیقہم بعض الذی عملوا میں جو لام وارد ہے وہ لام تعلیل ہوگا۔ پہلے معنی کی رو سے فساد سے مراد نقصان۔ خرابیاں۔ مصائب و آلام ہیں۔ جو بندوں کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زمین پر بھیجتا ہے۔ جب بندے گناہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ مصائب و آلام اور آفتیں بھیج دیتا ہے۔ جیسا کہ بعض سلف کا قول ہے۔ "تم جب گناہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اپنی فرمانروائی میں عقوبتیں اور نزا میں بھیج دیتا ہے۔ اور ظاہر یہی ہے کہ فساد سے مراد گناہ اور گناہ کے موجبات ہیں اور اس معنی پر آیت کا یہ حصہ دلالت کرتا ہے لیدیقہم بعض الذی عملوا خدا ان کے بعض اعمال کا ان کو مزہ چکھانے

غرض یہ تو دنیا کے عذاب کا حال ہے جو بندوں کے گناہوں اور بد اعمالیوں کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے۔ اگر تمام اعمال و گناہوں کی نزا دی جائے تو زمین پر کوئی جاذا چیز زندہ باقی نہیں رہ سکتی۔ آثار معاشی میں سے یہ بھی ہے کہ زمین شق ہونے لگتی ہے۔ آبادیاں زمین کے اندر دھنس جاتی ہیں۔ زلزلے آنے لگتے ہیں۔ زمین کی بونٹیں۔ اور اس کی روئیدگی کم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے قوم ثمود کی آبادیوں سے گزرنے والوں کو حکم دیا تھا۔ کہ یہاں سے دو تے ہوئے جلد سے جلد نکل جاؤ اور ان آبادیوں کا پانی نہ پیو۔ تا آنکہ حکم فرمایا کہ اس پانی سے جو آنا گندھ لیا گیا ہے۔ پھینک دو۔ اپنے اونٹوں کو بھی نہ کھلاؤ۔ اور یہ حکم آپ نے اس لئے فرمایا تھا کہ قوم ثمود کے گناہوں کی عذوبت اس پانی میں بھی سرایت کر گئی تھی۔ غرض! گناہوں کی شومی پھلوں۔ اور دیگر اشیاء میں بھی آتی ہے۔ امام احمد بن حنبل ایک حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں بنی امیہ کے خزانے میں سے ایک تھیلی دیکھی جس کے اندر کھجور کی گٹھلی کے برابر گہوں کے دانے بھرے ہوئے تھے اور تھیلی پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ "عدل و انصاف کے زمانے میں ایسے گہوں پیدا ہو کر تھے تھے" یہ تمام آفتیں اللہ تعالیٰ نے بندوں کے گناہ اور نافرمانیوں کی وجہ سے بھیجی ہیں۔ نیز بعض۔ بددلی اور دیہانتوں نے مجھ سے بیان کیا کہ آج جو پھل یہاں پیدا ہو رہے ہیں۔ اس سے بہت بڑے پھل یہاں پیدا ہوتے تھے۔ جو آفتیں آج کل آرہی ہیں۔ پہلے نہ تھیں۔ کچھ عورتوں کے زمانہ سے یہ آفتیں آرہی ہیں۔

صورتوں۔ اور خلیقوں پر بھی گناہوں کا اثر پڑتا ہے۔ جامع ترمذی میں وارد ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس وقت آدم کو پیدا کیا۔ انسان کا قد ساٹھ ذراع کا تھا۔ یہ قدر کم ہوتے ہوئے وہ رہ گیا۔ جو تم آج دیکھتے ہو۔ جب اللہ تعالیٰ اظلم و جور خیانت۔ فتنہ پورے

زمین کو پاک کرنے کا ارادہ فرمائے گا۔ تو اہل بیت نبوت میں سے اپنے ایک بندے کو بھیجے گا۔ یہ آکر زمین کو عدل و انصاف سے چمکروے گا۔ اور جس طرح آج یہ زمین ظلم و جور سے پر ہو گئی ہے۔ اس کو عدل و انصاف سے چمکروے گا۔ یہ مسیح آکر یہود و نصاریٰ کو قتل کرے گا اور وہ دین جسے لے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے پھر قائم اور مضبوط ہو جائے گا۔ زمین اپنی برکتیں اگلنے لگے گی جس طرح کہ وہ پہلے اگلتی تھی اور اس قدر برکت ہوگی کہ ایک نادر سے ایک پوری جماعت میر ہو جائے گی۔ انار اس قدر بڑا ہوگا کہ اس کے پھلکے تلے ایک جماعت سایہ لے سکے گی۔ انگور کا ایک خوشہ اس قدر بڑا ہوگا کہ وہ ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر ہوگا۔ اور ایک بکری کا دو دوہر ایک جماعت کو میراب کر دے گا۔ یہ برکت اس لئے ہوگی کہ زمین جب گناہوں سے پاک ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ کی ان برکتوں کے آثار نمایاں ہوں گے جو گناہوں کی وجہ سے سلب کر لی گئی تھیں اس میں شک کی گنجائش نہیں جو عقوبتیں اور سزائیں کہ انکی امتوں پر نازل ہوئی تھیں۔ ان کے اثرات آج بھی زمین پر موجود ہیں۔ اسی قسم کے گناہ ان اثرات کو باقی رکھتے ہیں اور جس طرح یہ معاصی اور گناہ اگلی سزا یافتہ امتوں کے آثار معاصی ہیں۔ ان سزائوں کے آثار بھی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام اور عالم کون و فساد اور اس کے فیصلہ سے یہ بات اولاً و آخراً متناسب ہے جس قسم کا گناہ ہوتا ہے۔ اسی قسم کی سزا ہوتی ہے۔ بڑے گناہ کی بڑی سزا ہوتی ہے اور چھوٹے گناہ کی چھوٹی۔ اور اسی طریقہ پر اللہ تعالیٰ عالم برزخ میں بھی لوگوں کو فیصلے کرے گا۔ اور وار الخزاء میں بھی۔

غور کرو کہ شیطان سے رشتہ جوڑنے۔ اور بندوں پر اس کے مسلط ہونے سے عملِ خیر اور رزق کی برکتیں سلب ہو جاتی ہیں اور جب زمین پر شیطان کی اتباع و پیروی قائم ہو جاتی ہے تو ساری زمین سے برکتیں سلب کر لی جاتی ہیں۔ تو پھر آخرت میں بھی تو یہی ہونا چاہئے چنانچہ اربابِ معاصی کے لئے آخرت میں بھی کوئی سکون و اطمینان کا ٹھکانہ نہیں ہوگا۔ جہنم کے اندر روضہ رحمت۔ برکت سکون و اطمینان کا نام تک نہیں ہوگا۔

فصل

معاصی سے غیرت کا توڑ بچھ جاتا ہے۔ اللہ اور اللہ کا رسول

سب سے زیادہ غیور ہیں۔ غیرت محمودہ اور غیرت مذمومہ

معاصی کی سزا یہ ہے کہ انسان کے دل سے وہ غیرت فنا ہو جاتی ہے جس سے قلب کی حالت

اصلاح والبتہ ہے۔ قلب کی زندگی کے لئے غیرت وہی حکم رکھتی ہے جو جسم کی زندگی کے لئے حرارت عزیز یہ رکھتی ہے جس طرح جسم بغیر حرارت عزیز یہ کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ قلب بغیر غیرت کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ غیرت کی حرارت ہی قلب کی خباثت اور ناپاکی۔ مذموم صفات۔ ذلیل خوئیں اوصاف کو جلا دیتی ہے جس طرح کہ آگ کی بھٹی سونا۔ چاندی۔ لوہے کا زنگ جلا دیتی ہے۔ اور دنیا میں سب سے زیادہ شریف۔ بلند مرتبہ۔ بلند حوصلہ۔ بلند مرتبہ۔ عالی قدر۔ عالی ہمت شخص وہ ہوتا ہے جو اپنے اندر اپنے لئے اپنے خواص کے لئے اور بندگان خدا کے لئے اتہاد و جہ کی غیرت رکھتا ہو۔ اور یہی وجہ ہے جو آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے حق میں ساری دنیا سے زیادہ عنور تھے اور اللہ ہی سبحانہ و تعالیٰ آنحضرت سے بھی زیادہ عنور ہے جیسا کہ صحیح بخاری کے اندر مروی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا۔

أَتَجِبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ؟ لَأَنَا غَيْرُ مَنْدٍ - وَاللَّهِ أَغْيَرُ مِنْنِي (۱)

کیا سعد بن عبادہ کی غیرت پر تمہیں تعجب ہو رہا ہے یقین کرو میں ان سے زیادہ عنور ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ عنور ہے۔ (۱)

اور صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک مرتبہ سورج گرہن کے موقع پر فرمایا۔

يا امت محمد! ما احد اعير من الله - ان يذني عبدا - او تظني امتا -

اے امت محمد! اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی عنور نہیں کہ اس کا کوئی بندہ یا بندہ بنا کر سے۔

نیز اسی صحیح بخاری میں مروی ہے۔

لا احد اعير من الله - من اجل ذالك حرره القواحتن ما ظهرو منها وما بطن ولا احد احب اليها العذر من الله - من اجل ذالك ارسل الرسل مبشرين -

خدا سے زیادہ کوئی عنور نہیں، اور اسی وجہ سے اس نے ظاہری، باطنی فواحش کو حرام قرار دیا ہے اور خدا سے زیادہ کوئی معذرت کو پسند کر نہیوالا نہیں۔ اور اسی لئے اس نے اپنے پیغمبروں کو جنت

لے۔ حضرت سعد بن عبادہ سے لوگوں نے ایک دن کہا۔ یا ابا ثابت! اب تو اللہ تعالیٰ نے حدود حکم فرمایا مگر یہ تو فرمائیے کہ اگر تم کسی کو بی بی اپنی کے ساتھ حرام کاری کرتے دیکھو تو کیا کرو گے؟ حضرت سعد نے جواب دیا میں تو اسی وقت دونوں کو قتل کروں گا۔ کیا میں اس حالت میں دیکھ کر چار گواہ تلاش کرنے کو نکلوں گا؟ اتنی دیر میں تو وہ اپنا کام کر کے چلتا بنے گا حضرت کا یہ قصہ صحابہ نے آنحضرت کے حضور میں پیش کیا تو آپ نے وہ کلمات فرمائے جو صحیح بخاری کی روایت میں مروی ہیں۔

ومندرين وواحد اصحاب الیہ المدح
من اللہ۔ من اجل ذالک اتنی عملی

نفس

کی بشارت اور ووزخ سے ڈرنے والا بنا کر
بھیجا ہے اور خدا سے زیادہ مدح و تعریف کا پسند
کرنے والا کوئی نہیں۔ اور اسی لئے اس نے خود
اپنی تعریف کی ہے۔

اس حدیث میں آنحضرت نے غیرت کو کہ جس کی اصل قبائح و مالم اور جرائم سے کراہت و بعض
اور معذرت کو کہ جس کی اصل کمال عدل۔ کمال رحمت اور کمال احسان ہے۔ ایک جگہ جمع فرمادیا۔ حق
سبحانہ و تعالیٰ انتہا درجہ کا غیور ہے۔ لیکن پھر بھی وہ اس بات کو محبوب رکھتا ہے کہ بندہ اس کی بارگاہ میں
معذرت خواہ ہو کر آئے۔ اور یہ اس کی معذرت قبول فرمائے۔ نیز یہ کہ جن امور سے غیرت و محبت بھڑک
اٹتی ہے۔ ان کے ارتکاب پر خدا فوراً مواخذہ اور باز پرس نہیں کرتا۔ تاکہ بندہ اس کی بارگاہ میں
معذرت پیش کرے۔ اسی غرض سے اس نے پیغمبروں کو بھیجا۔ اور بندوں کی طرف اپنی لٹا میں بھیجیں
تاکہ پیغمبران کو بارگاہ خداوندی میں معذرت خواہی۔ اور اس سے ڈرنے کی تلقین فرمائیں۔ خدا یہ
انعام و احسان اس انتہائی عظمت و جلالت کی اور انتہائی احسان۔ اور انتہائی کمال کی دلیل ہے
کیونکہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ جن لوگوں میں بافراط غیرت ہو کرتی ہے۔ وہ شدت غیرت کی وجہ سے بہت
جلد مشتعل ہو جاتے ہیں اور فوراً عقوبت و سزا کا ہاتھ بڑھا دیتے ہیں۔ نہ ملزم کو معذرت کا موقع
دیتے ہیں۔ نہ ہی اس کی معذرت قبول کرتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بات فی الواقع
معذرت کی ہوتی ہے۔ اور نفس الامر میں وہاں جرم نہیں پایا جاتا اور بات عذر پذیری کی ہوتی ہے
لیکن شدت غیرت کی وجہ سے عذر قطعاً قبول نہیں کیا جاتا۔ اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے
ہیں۔ جن کے اندر غیرت کا مادہ ہی سرے سے کم ہوتا ہے۔ اور وہ معذرت قبول کرنے اور عذر
پذیری ہی کو بہترین کام سمجھتے ہیں۔ تا آنکہ اس قسم کے لوگوں کے یہاں معذرتوں اور عذر
پذیرائیوں کی راہیں بہت وسیع اور کشادہ ہو جاتی ہیں۔ اور ان امور کو بھی عذر سمجھا جاتا ہے جو
فی الواقع عذر نہیں ہوا کرتے۔ اور بے شمار انسانوں کو بلا عذر خواہی کے معذور قرار دے کر
درگزر کر دیتے ہیں۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ غیرت اور معذرت علی الاطلاق پسندیدہ
نہیں ہے۔ بلکہ قابل تعریف اور قابل ستائش یہ ہے کہ یہ ہر دو اپنے اپنے درجہ اور مرتبہ میں
نایاں ہوں۔ افراط و تفریط کسی طرح بھی قابل ستائش نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں وارد
ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا۔

ان من الغيرة ما يحبها الله - و غیرت کی بعض صورتیں اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہیں
منها ما يبغضها الله. فالتی يبغضها اور بعض ناپسندیدہ۔ ناپسندیدہ غیرت وہ ہے
الله الغيرة من غير ريب - جو خواہ مخواہ شک و شبہ کی بنا پر کی جائے

حقیقت امر قابل ستائش یہ ہے کہ غیرت اور معذرت پذیری دونوں ہمدوش و
ہم کاب رہیں۔ غیرت کی جگہ غیرت سے کام لیا جائے اور عذر پذیری کی جگہ عذر پذیری سے کام لیا جائے اور ہر وہ شخص جو ان
دونوں کے مواقع اور مواقع کی رعایت کو اچھی طرح سمجھے۔ وہ مدح و ثنا تقریف و ستائش کا زیادہ مستحق
ہے اور چونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے اندر تمام صفات کمالیہ بدرجہ اتم موجود اور مجتمع ہیں۔ اس لئے
وہ سب سے زیادہ مستحق مدح و ستائش ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اسی مدح و ستائش کا مستحق و نزاوار
ہے جو اس نے خود اپنے لئے کی ہے۔ اور جس مدح و ستائش کا وہ مستحق ہے۔ کوئی دوسرا اتنی مدح
ستائش نہیں کر سکتا۔

پس اللہ تعالیٰ کا کوئی بغیر بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ میں سے کسی ایک صفت میں بھی
اس کی موافقت کر لیتا ہے۔ تو یہ صفت اس کی قیادت و راہبری کرتی ہے اور اس کی باگ بکڑ کر
اسے بارگاہ رب العالمین میں پہنچا دیتی ہے۔ اور پروردگار کی رحمت کے قریب لے کر اسے کھڑا
کر دیتی ہے۔ اور بالآخر اسے اللہ تعالیٰ کا محبوب ترین بندہ بنا دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ
رحیم ہے۔ رحم کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ کریم ہے۔ کرم کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے
علیم ہے۔ علماء کو محبوب رکھتا ہے۔ قوی ہے۔ مومن قوی الایمان کو محبوب رکھتا ہے
ضعیف الایمان مومن کے مقابلہ میں قوی الایمان مومن خدا کو زیادہ محبوب ہے۔ اللہ
تعالیٰ "حی" ہے۔ اہل حیا کو زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ چیل ہے اہل جمال کو محبوب رکھتا ہے
وتر۔ یعنی طاق ہے۔ ارباب و تر و طاق کو زیادہ محبوب رکھتا ہے۔

پس اگر گناہ کا کوئی دوسرا اثر نہ بھی ہو تو صرف یہی بہت بڑی سزا ہے کہ گنہگار انسان ان
مقدس اور پاکیزہ صفات کی اصدا سے متصف ہو جاتا ہے اور یہ اصدا اس کو ان مقدس صفات
سے متصف ہونے سے روک دیتی ہے۔ کیوں کہ قلب کے اندر جو خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ بالآخر وہ
کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور پھر یہ وسوسہ ارادہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور ارادہ عمل کی
شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ چیز ایک صفت لازمہ۔ ثابتہ اور بیہیت را سخن بن کر
رہ جاتی ہے۔ اور جب نوبت اس درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ تو بندے کے لئے اس سے متکارتی

اور نجات مشکل ہو جاتی ہے۔ جس طرح کہ صفات کاملہ سے عاری ہونا اور ان کو ترک کرنا مشکل اور متعذر ہو جاتا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ انسان کے اندر جس قدر گناہوں کی شدت اور کثرت ہوتی چلی جائے گی۔ اسی قدر اس کے قلب سے غیرت و حمیت کا جو ہر کم ہونا چلا جائے گا۔ اور پھر اسے نہ اپنے حق میں غیرت آئے گی نہ اپنے اہل و عیال کے حق میں۔ نہ عام لوگوں کے حق میں۔ غیرت کا مادہ بکیر ختم ہو جائے گا۔ انجام یہ ہو گا کہ وہ کسی قباحت و گناہ کو قباحت و گناہ ہی نہیں سمجھے گا۔ جب انسان اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے تو سمجھ لو وہ ہلاکت و تباہی کے دروازے میں داخل ہو گیا۔ اس قسم کے لوگوں میں اکثر کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ کسی قباحت و گناہ کو قباحت و گناہ ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ گناہوں اور ظلم و جور۔ فسق و فجور کو ایک پسندیدہ مشغلہ بنا لیتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی ظلم کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور ظلم کو مستحسن کام بنا کر لوگوں کو اس پر آمادہ اور براہ کینتہ کرتے ہیں اور ظالموں کی امداد کرتے ہیں۔ اور یہی وہ راز ہے جس کی وجہ سے۔ دیوث کو خبیث ترین مخلوق کہا گیا ہے۔ غور کرو غیرت کی کمی نے دیوث کو کس درجہ تک پونچا دیا۔ اس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ غیرت اصل دین ہے جس کے اندر غیرت نہیں اس کے اندر دین نہیں ہے۔ غیرت۔ قلب کے اندر حرارت اور گرمی پیدا کرتی ہے۔ جب قلب گرم ہو جاتا ہے تو سارے جسم میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے اور اسی حرارت و گرمی کے زور سے وہ برائیوں۔ اور فسق و فجور کی مدافعت کرتا ہے۔ جب غیرت نہیں ہوتی تو قلب مرجاتا ہے اور جب قلب مرجاتا ہے تو جسم اور اعضاء بھی مرجاتے ہیں اور پھر اس کے اندر حیرانہ کی مدافعت کی طاقت ہی باقی نہیں رہتی۔ قلب کے اندر غیرت کا ہونا ایسا ہی ہے جیسا انسان کے اندر امراض کی مدافعت کے لئے قوت کا ہونا۔ کہ جس قوت کی وجہ سے وہ ہمیشہ مرض کی مدافعت اور مقابلہ کرتا رہتا ہے۔ جب قوت ختم ہو جاتی ہے تو مرض پوری شدت سے اس پر قابو پا لیتا ہے۔ اور آخری انجام یہ ہوتا ہے کہ مرض اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ غیرت انسان کے لئے وہی درجہ رکھتی ہے۔ جو بھینس اور بیل وغیرہ کے لئے سینگ کا درجہ ہے۔ ان ہی سینگوں کے زور سے وہ اپنی اور بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور دشمن سے بچاؤ کرتے ہیں جب سینگ لٹ گئے تو پھر سرد دشمن اس پر حملہ آور ہونے لگتا ہے۔

فصل

معاصی اور گناہوں سے چار و شرم کا جوہر فنا ہو جاتا ہے

حالانکہ قلب کی حیات - چار سے وابستہ ہے

معاصی کی ایک سزایہ بھی ہے کہ چار جو قلب کا اصلی جوہر حیات ہے فنا ہو جاتی ہے اور حالانکہ
ہر خیر و فلاح کی اصل جز شرم و چار ہی ہے۔ جب یہی فنا ہو جائے تو خیر و فلاح کی امید ہی نہیں
قائم کی جاسکتی۔ صحیح بخاری کے اندر آنحضرت صلعم سے مروی ہے۔

الحیاء خیر کلہ ،

چار سراسر خیر و بھلائی ہے

اور آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے۔

لوگوں نے پھلی نبوت کے کلام میں سے جو کچھ پایا

ان مما دراکھ الناس من کلام النبوة

ہے ان میں سے ایک یہ ہے۔ کہ چار نہ کرو

الاولی۔ اذالم تستح فاضع ماشئت:

تو پھر جو جی چاہے کر گزرو۔

اس کلام کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔

ایک یہ کہ یہ تنبیہ۔ وعید کے طور پر کہا گیا ہے۔ اور معنی یہ ہیں کہ جب تم نے شرم و چار
چھوڑ دی تو پھر جو چاہو کرو۔ جو برائیاں بھی چاہو کر گزرو۔ کیونکہ برائیوں سے باز رکھنے والی چیز
صرف شرم و چار ہی ہے۔ اور جب یہی ختم ہو گئی تو پھر کونسی چیز برائیوں سے انسان کو روک
سکتی ہے۔ اس کلام کی یہ تفسیر حضرت ابو عبیدہ نے کی ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ جس کام کے کرنے میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے چار و امنگیر نہ ہو سکے وہ
تم کر سکتے ہو۔ کیونکہ جس کام میں اس سے چار و امنگیر ہو وہ قابل ترک ہے۔ یہ تفسیر بروایت امام
باقیؒ امام احمد نے کی ہے۔ پہلی تفسیر کی رو سے یہ کلام وعید۔ تہدید اور تنبیہ ہے۔
جیسا کہ سورۃ "حم سجدہ" کے اندر وارد ہے۔

اعمالوا ماشئتم الخ (رحم سجدہ) جو چاہو سو کرو (خدا تم کو دیکھ رہا ہے)

دوسری تفسیر کی رو سے یہ کلام ایک قسم کی زخمت و اباحت پیش کر رہا ہے یعنی جس کام
میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے چار و امنگیر نہ ہو اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اگر کہا جائے کہ کیا اس کلام کو ہر دو معنی پر ایک ساتھ محمول کر سکتے ہیں؟ تو میں کہوں گا ہرگز
نہیں۔ اس شخص کے قول کے مطابق کہ "لفظاً" مشترک اپنے تمام معانی پر مستعمل ہو سکتا ہے۔ یہ
کلام اپنے ہر دو معانی پر محمول نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ایک معنی کی رو سے یہ ایک وعید۔ تہدید

اور تنبیہ ہے۔ اور دوسرے معنی کی رو سے اباحت و رخصت اور ظاہر ہے کہ وعید و تہدید اور اباحت و رخصت میں منافات ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جب ایک معنی کا اعتبار کیا جائے گا تو دوسرے معنی کا بھی اعتبار لازم و ضروری ہے۔

”مقصود“ یہ ہے گناہوں سے جوہر حیا، ضعیف و کمزور ہو جاتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات ختم ہو جاتا ہے۔ تا آنکہ وہ اس قدر بے حیا اور بے شرم بن جاتا ہے کہ لوگوں کے دیکھنے سینے سے بھی وہ متاثر نہیں ہوتا۔ بلکہ لوگ جب اس کے بُرے حالات کی طرف متوجہ کرتے ہیں اس کی برائیوں اور اعمال بد کے بُرے نتائج سے باخبر کرتے ہیں پھر بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ اور یہ صرف اس لئے ہوتا ہے کہ حیا کا اصل جوہر اس کے اندر سے بالکل فنا ہو جاتا ہے۔ جب کسی انسان کی حالت اس درجہ تک پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص کی حالت ابلیس و یکھتا ہے۔ تو بہت خوش ہوتا ہے اور اسے شاباشی دیتا ہے اور کہتا ہے۔ اے فلاح و خیر سے شرم میں بچھو پر قربانہ تو میرا سچا رفیق ہے۔

لفظ ”حیا“ ”حیات“ سے مشتق ہے۔ برسات کو حیات کہا جاتا ہے۔ کیونکہ زمین کی روئیدگی و رختوں کھیتوں کھاس۔ اور ہر جاندار کی زندگی اس سے وابستہ ہے اسی طرح ”حیا“ کو بھی دنیا اور آخرت کی حیات کہا گیا ہے۔ جس آدمی کے اندر حیا نہ ہو وہ ایک مردہ انسان ہے۔ اور ایسا انسان آخرت میں سب سے برا شقی و بد بخت ہوگا گناہ اور بے حیائی میں۔ گناہ اور بے غیرتی میں باہم تلازم ہے۔ جہاں بے حیائی اور بے غیرتی پائی جائے گی۔ گناہ ضرور پائے جائیں گے۔

جو آدمی اللہ تعالیٰ سے حیا و شرم کرتا ہے۔ اور گناہوں سے احتراز کرتا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی اسے نزا دینے میں شرم و حیا برتے گا۔ اور جو اس سے شرم و حیا نہیں رکھے گا۔ اور گناہ کرے گا تو وہ بھی قیامت کے دن نزا دینے میں کسی قسم کا حیا نہیں برتے گا۔

فصل

معاہی سے بندے کے دل میں پروردگار عالم کی عظمت و جلال کم ہو جاتی ہے۔

معاہی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ بندہ کے دل میں پروردگار عالم کی عظمت و جلال کم ہو جاتی

کا تذکرہ کیا ہے، وہاں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ ارباب معاصی کے قلوب ان ہدایوں و ہد کرداریوں کی وجہ سے الٹ دیئے گئے۔ ان کے قلوب پر پردے ڈال دیئے گئے ہوں کی وجہ سے ان کے قلوب پر مہر لگا دی گئیں اور انھیں اللہ تعالیٰ نے اسی طرح بھی دیا ہے۔ جس طرح انہوں نے خدا کو بھلا دیا۔ ان کو اس نے اس طرح ذلیل و رسوا کر دیا۔ جس طرح انہوں نے اس کے دین کو ذلیل و رسوا کیا۔ ان کو اسی طرح تباہ و برباد کیا۔ جس طرح لوگوں نے اس کے احکام و اوامر کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ ذلیل و خوار کرے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ جیسا کہ سورہ حج کے اندر وارد ہے :-

ومن یرهن الله فماله من مکرم
اور اللہ جسے ذلیل کرتا ہے۔ تو اسے کوئی
عزت نہیں دے سکتا۔

جب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے کے حکم کی بے قدری، اور بے وقعتی کرے اور سجدہ سے جان چرائیں۔ تو اللہ تعالیٰ بھی ان کو ذلیل کر دیتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ کرے اس کا اکرام و احترام کون کر سکتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ جس کی قدر و عظمت کو اسے کون ذلیل کر سکتا ہے؟

فصل

بندہ نافرمانی کرتا ہے۔ تو پروردگار عالم
اسے بھلا دیتا ہے اور اس کو نفسِ شیطانی کے حوالے کر دیتا ہے۔

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ گنہگار بندے کو بھلا دیتا ہے اور اسے نفس اور شیطان کے حوالے کر دیتا ہے اور فوجیت یہاں تک پہنچ جاتی ہے تو بندہ ہلاکت و عین غم میں جاگرتا ہے۔ اور اس کی نجات کی کوئی امید ہی نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ ولسنظرن
نفس ما قدمت لعدو۔ واتقوا اللہ
الہ اللہ خبیب بما تعلمون: ولا تكونوا
کالذین تسوا اللہ فالسماھم
انفسھم اولائک ھم

اسے ایمان والو! خدا سے ڈرتے رہو اور اللہ سے
کو یہ دیکھنا چاہیے کہ کل قیامت کے لئے تم
نے کیا عمل کر کے رکھا ہے اور خدا سے ڈرتے
رہو کیونکہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اس
پورے کچھ سے اور ان لوگوں جیسے نہ ہو سکتا

نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے ان کی ایسی امت
 ماری کہ اپنے آپ کو بھی بھول گئے۔ یہی لوگ
 تو بڑے نافرمان ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ تقویٰ پر بیزگاری کا حکم فرماتا ہے۔ اور اپنے مومن بندوں کو
 ان بندوں کی مشابہت سے روکتا ہے۔ جو تقویٰ کی راہ سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کو بھلا
 بیٹھے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ اگلے لوگوں میں کچھ لوگ ایسے تھے جو تقویٰ کی
 راہ چھوڑ بیٹھے تھے۔ اور اپنی مرصع کو عذاب سے نجات دینے والے۔ دائمی حیات بخش امور
 کو اور کمال لذت و سرور۔ کمال انعام کی موجب چیزوں کو بھلا بیٹھے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ
 نے بھی ان کو بھلا دیا۔ جب یہ لوگ عظمت الہی۔ خوف خداوندی اور احکام ربانی کو فراموش
 کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی۔ عاصی اور نافرمان بندہ جب اپنی بھلائی کو فراموش
 کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے ذکر سے اس کے قلب کو غافل و بے خبر بنا دیتا ہے اور
 بندہ ہوائے نفسانی کا پیرو بن جاتا ہے۔ جب خود بندہ اپنی بھلائی کو برباد کرنے میں اعتدال
 کی حد و کو توڑ کر افراط و تفریط کے دلدل میں پھنس جاتا ہے۔ تو لازمی طور پر اس کی ساری
 دنیا و آخرت کی بھلائیاں اس افراط و تفریط کی نذر ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ دنیا کی لذتیں
 اور مسرتیں اس قدر بے وقعت ہیں کہ اس کی حیثیت گرمی کے بادلوں یا دم و خیال
 کے انباروں سے زیادہ نہیں ہے۔ کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے ۔

احلام نوم او کظک زائل ان اللیب بثلہا لا یجود ع

خواب کی باتیں ہیں یا چلتی پھرتی چھاؤں عقلت انسان کو ایسے امور سے بھوک نہیں دیا جاسکتا

اور عظیم ترین سزا یہ ہے کہ بندہ خود اپنی جان کو بھی بھلا دیتا ہے اور اپنے اس حصہ کو
 ٹھکرا دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ اسے عطا کرنے والا تھا۔ اور اپنے اس حصہ کو وہ کھوٹے داموں
 زلیل و ذلیل امور کے عوض فروخت کر دیتا ہے۔ اور ایسی چیز کو ضائع کر دیتا ہے جس کے
 بغیر اسے چارہ نہیں اور جس کے عوض کوئی دوسری چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ اور ایسی چیز کے
 عوض ضائع اور برباد کر دیتا ہے۔ جس سے انسان بالکل مستفنی ہے۔ جو اس کے معاوضہ
 کے پہ میں آہی نہیں سکتی۔ کسی شاعر کا قول ہے۔

من کل شیئی ادا ضیغتم عوض و لیس فی اللہ ان ضیغتم عوض

ہر چیز کا اگر تم اسے ضائع کرو تو عوض ملے گا لیکن اللہ کو چھوڑ دو، اس کا عوض ملن نہیں ہے

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے سے مستغنی ہے لیکن کوئی شے اس سے مستغنی نہیں ہے

شے سے وہ بندے کو محروم کر سکتا ہے لیکن بندے کو کوئی شے خدا سے بے نیاز نہیں کر سکتی ہے

چیز کو اس کی جناب میں پناہ حاصل ہے لیکن کوئی چیز بندہ کو خدا سے پناہ نہیں دے سکتی جس خدا کی

شان پر ہو اس سے بندہ ایک لمحہ کے لئے بھی کیوں کر مستغنی اور بے پرواہ ہو سکتا ہے؟ بندہ اگر بندہ

ہے تو اس کے ذکر سے کبھی غافل نہیں رہ سکتا اس کے احکام کی خلافت و رزی ہرگز نہیں کر سکتا

کیونکہ اس میں خود بندہ ہی کا نقصان ہے اس طرح بندہ خود اپنی جان کو بھلا دیتا ہے اور اپنے

کو سخت ترین خسارے میں ڈال دیتا ہے۔ اپنی جان پر سخت سے سخت ظلم کرتا ہے۔ پروردگار تو اپنے

کسی بندے پر ظلم نہیں کرتا بلکہ خود بندہ ہی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ پروردگار عالم نے اپنے بندوں

پر کبھی ظلم نہیں کیا بلکہ بندے خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ہیں۔

فصل

معاصی و نافرمان بندہ خود اپنی جان کو بھول جاتا ہے

اور اپنے کو دائرہ احسان سے خارج کر دیتا ہے

معاصی اور گناہوں کی ایک یہ سزا بھی ہے کہ بندے کو اس کے گناہ دائرہ احسان سے خارج

کر دیتے ہیں اور محسنین کے اجر و ثواب سے اسے محروم بنا دیتے ہیں جب بندے کے قلب میں احسان

جاگزیں ہو جاتا ہے تو وہ بندے کو معاصی سے روکتا ہے ایسا بندہ جب عبادت انجام دیتا ہے

تو اس طرح انجام دیتا ہے گویا خدا اس کے سامنے موجود ہے اور یہ حالت اسی وقت ہوتی ہے

جب کہ بندہ کے قلب میں ذکر الہی۔ اس کی محبت اور اس سے خوف و ڈر کا اس پر غلبہ ہو اور غلبہ

ایسا ہو کہ گویا بندہ اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور یہی وہ کیفیت ہے جو بندے کو

معاصی سے ارتکاب سے باز رکھتی ہے اور باز کیا رکھتی ہے ارتکاب معاصی کے ارادہ تک سے اسے

دور رکھتی ہے یہی کیفیت و حالت معاصی اور بندے کے درمیان حائل ہو جاتی ہے اور جب کوئی

بندہ دائرہ احسان سے خارج ہو جاتا ہے تو اپنے رفقا و خواہوں اور خوشگوار حیات اور خدا

کے کمال ترین بندوں کی رفاقت و تائید سے محروم ہو جاتا ہے۔

باوجود اس کے اگر اللہ تعالیٰ اس قسم کے کسی بندے کے لئے مہلانی چاہتا ہے تو اسے عام مومنین۔ عام اہل ایمان کے دائرہ میں برقرار رکھتا ہے۔ پھر بھی اگر وہ معاصی اور گناہوں سے احتراز نہیں کرتا تو بالآخر اللہ تعالیٰ اسے عام اہل ایمان کے دائرہ سے بھی خارج کر دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ :-

لا یزنی الزانی حین یزنی وهو مومن
ولا یشریب الخمر حین لیشریب وهو مومن
ولا یرق السارق حین یرق وهو مومن
ولا ینتہب نہبت ذات شرف یوسف
الیہ الناس فیہا البصار حین ینتہبہا
وهو مومن۔

زانی زنا کے وقت مومن نہیں رہتا۔
اور شراب بخور شراب نوشی کے وقت مومن نہیں رہتا۔
اور چور چوری کے وقت مومن نہیں رہتا۔
اور لیٹراڈا کو جب کہ ایسی چیز لوٹتا ہے جس پر لوگوں
کی نگاہیں اٹھتی ہیں تو اس وقت وہ مومن
نہیں رہتا۔

پس اے خدا کے بندو! اپنے کو معاصی۔ اور گناہوں سے بچاؤ۔ اور اچھی طرح بچاؤ۔
توبہ کرو۔ کہ توبہ کا دروازہ اب بھی کھلا ہوا ہے۔

فضل

جب کوئی بندہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور اہل ایمان
کی رفاقت سے محروم ہو جاتا ہے تو ایمان کے ساتھ جو مہلانی
وابستہ ہیں۔ ان سب سے بھی محروم ہو جاتا ہے

جو بندہ کہ مومنین کی رفاقت سے محروم ہو جاتا ہے اور دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے
تو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی جانب سے جو بہترین مدافعت کرتا رہتا ہے اس سے بھی یہ بندہ محروم
ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ خدا تو اہل ایمان کی جانب سے مدافعت کرتا ہے۔ اور یہ اپنے کو دائرہ ایمان
سے خارج کر چکا ہے۔ اور اس لئے وہ اس خیر و فلاح سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔ جس کو
اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایمان سے وابستہ قرار دیا ہے اور جن قیمتی خصوصیات کو اللہ
تعالیٰ نے ایمان سے وابستہ قرار دیا ہے۔ وہ تقریباً ایک سو ہیں۔ ان میں سے ہر خصوصیت سے
دنیا مافیہا کی خیر و فلاح وابستہ ہے۔

۱۔ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازتا ہے۔ ارشاد ہے :-

وسوف يوقى الله المؤمنين اجرا عظيما (ان)

اور اللہ ایمان والوں کو بڑے بڑے اجر دے گا۔

۲۲۔ دنیا اور آخرت کے شر اور برائیوں سے خدا نہیں بچاتا اور ان کی مدافعت کرتا ہے۔ ارشاد ہے

ان الله يدافع عن الذين آمنوا

خدا ایمان والوں سے ان کے دشمنوں کے شر کو

رہج

۳۔ عرش کے اٹھانے والے فرشتے ایمان والوں کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ ارشاد ہے۔

الذين يحملون العرش ومن حوله

جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے

عرش کے ارد گرد تعینات ہیں۔ اپنے پروردگار

کی تسبیح کے ساتھ اس کی حمد و ثنا کرتے اور اس پر

ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایمان والوں کے لئے مغفرت

يسبحون بحمد ربهم۔ ويومنون به

وتستغفرون للذين آمنوا۔

(مومن)

۴۔ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے اسے

کوئی ذلیل نہیں کر سکتا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

الله ولي الذين آمنوا (بقرہ)

۵۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ایمان والوں کو ہمیشہ ثابت قدم رکھیں

اور ان کی امداد و اعانت کرتے رہیں۔ ارشاد ہے۔

اذ يوحى ربك الى الملائكة اني معكم

فثبتوا الذين آمنوا (انفال)

میں اور تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو۔

۶۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو عزت و توقیر عطا فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين؛

اور عزت صرف اللہ کے لئے اور اس کے رسول

۷۔ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وان الله مع المؤمنين (انفال)

۸۔ دنیا و آخرت میں ایمان والوں کے مراتب بلند ہوتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

يرفع الله الذين آمنوا منكم

تم لوگوں میں سے جو ایمان لائے ہیں اور جن کو

اولوالعلم درجات : (مجادلہ) علم دیا گیا ہے۔ اللہ ان کے درجے بلند کرے گا۔

۹۔ ایمان والوں کو خدا دہری رحمت عطا فرماتا ہے۔ اور ایسا نور عطا فرماتا ہے جس کی روشنی میں ایمان والے چلتے پھرتے ہیں۔ نیز خدا ان کے گناہ معاف فرماتا ہے۔

۱۰۔ ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ محبت کو عاف کر دیتا ہے اور یہ اس طرح کہ وہ خود ان کو محبوب رکھتا ہے۔ پھر اپنے فرشتوں میں ان کو محبوب کر دیتا ہے اور پھر اپنے پیغمبروں اور صالح بندوں میں ان کو محبوب بنا دیتا ہے۔

۱۱۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو شدید ترین خوف دہرا اس کے وقت بھی امن و اطمینان عطا فرماتا ہے۔ ارشاد ہے :-

فمن آمن واصلح فلا خوف علیہ ولا ھو یحزنون (انعام)

جو ایمان لایا اور اس نے اپنی حالت کی اصلاح

کری۔ تو ایسے لوگوں پر نہ کسی طرح کا خوف طاری ہوگا اور نہ وہ آزر دہ خاطر ہوں گے۔

۱۲۔ ایمان والے ان لوگوں میں شامل کر لئے جاتے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے انعامات کئے ہیں۔ جن کی راہ دن رات میں سترہ مرتبہ طلب کرنے کے لئے ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

۱۳۔ ایمان والوں کے لئے قرآن حکیم ہدایت اور شفا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

قل ھو للذین آمنوا ھدی وشفاع
والذین لا یؤمنون فی اذانہم وقر
وھو علیہم عسی۔ اولئک ینادون
من مکان بعید :

اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ جو لوگ ایمان رکھتے

ہیں کہ ان کے لئے یہ قرآن ہدایت اور شفا ہے

اور جو ایمان نہیں رکھتے ان کے کانوں میں

گرائی ہے۔ اور یہ سداً ان کے لئے

ناہی تائی ہے۔ گویا وہ دوسرے پکارے

جا رہے ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ ایمان بہ خیر و برکت کو جلب کرتا ہے۔ اور دنیا و آخرت کی تمام

۱۴۔ شبِ روز میں سترہ رکعت نماز فرض ہے۔ ان میں سے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے جس کے اندر اھنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم پڑھا جاتا ہے۔ ۱۲۔

بھلائیوں کا سبب ہے۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر بندہ اس اہم ترین چیز کو معمولی اور بے قدر کیسے سمجھ سکتا ہے؟ اور وہ کام جو اسے دائرہ ایمان سے خارج کر دے۔ اور بندے اور خدا کے درمیان حائل ہو جائے۔ اس کا ارتکاب وہ کیوں کر کر سکتا ہے؟ اگرچہ مومن دائرہ ایمان سے خارج نہ ہو۔ لیکن اگر گناہوں پر بندہ اصرار ہی کرتا رہتا تو خوف ہے کہ اس کا پورا قلب زنگ آلود ہو جائے۔ اور بالآخر اس بندے کو اسلام سے خارج ہی کر دے۔ اعاذنا اللہ من هذا۔ اور یہی وہ مقام خوف ہے۔ جس سے سلف صالحین ہمیشہ ڈرتے رہے اور بہت زیادہ ڈرتے رہے۔ جیسا کہ بعض سلف کا قول ہے۔

انتم تخافون الذنوب۔ وانا اخاف
الکفر۔
گم گناہوں سے ڈرتے ہو۔ مگر میں تو کفر سے
ڈرتا ہوں۔

فصل

معاصی سیرالی اللہ۔ اور سلوک آخرت کی راہ میں

رکاوٹیں پیدا کر دیتے ہیں۔

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ انسان کا قلب سیرالی اللہ۔ سلوک آخرت میں
اختادہ پا۔ کاہل بست اور پست ہمت ہو جاتا ہے۔ یا پھر فلاح و نجات کی راہ میں حجاب
بن جاتے ہیں۔ اقدام سفر میں کاہلی اور کستی پیدا کر دیتے ہیں۔ اس کی ہمت اس قدر
پست ہو جاتی ہے کہ خدا کی طرف اس کا قدم اٹھنا ہی دشوار ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی اس
وقت جب کہ معاصی اور گناہ اسے دوسری جانب نہ موڑ دیں۔ اس صورت میں گناہ
منزل تک پہنچنے میں حجاب بن جاتے ہیں اور سیرالی اللہ میں رکاوٹیں ڈال دیتے ہیں پھر
کو گمراہ کر کے دوسری طرف لے جاتے ہیں۔ انسانی قلب کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی قوت
طاقت ہی کے بل پر خدا کی طرف بڑھتا ہے۔ اور جب معاصی اور گناہ اسے پیار کر دیتے ہیں
تو قلب کمزور ہو جاتا ہے اور اس کی قوت اقدام اور طاقت سیرمی کمزور ہو جاتی ہے، اگر خدا نخواستہ
قلب کی یہ قوت طاقت بالکل ختم ہو گئی تو سمجھ لو وہ خدا سے بالکل منقطع ہو جاتا ہے اور اس کا تدارک ناممکن ہو جاتا ہے۔
قاللہ المستعان۔

پس معلوم ہوا گناہ یا تو قلب کو مروہ کر دیتے ہیں یا پھر خطرناک مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

یا قلب کی قوتوں کو کمزور کر دیتے ہیں اور ایسا ہونا لابدی اور ضروری ہے اور پھر قلب کی یہ کمزوری ان آٹھ وفات پر جا کر منتہی ہوتی ہے جس سے آنحضرتؐ پناہ مانگا کرتے تھے اور وہ یہ ہیں :-

اللهم انى اعوز بك من الهم والحزن
والعجز والكسل - والمجنون والبخل وضلع
الدين وغلبت الرجال -

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر اور غم سے
اور ناتوانی اور سستی سے اور بزوری اور بخل
سے۔ اور قرص کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبے سے

ان آٹھ میں سے ہر دو چیزیں قریب المعنی ہیں۔ ہم۔ اور حزن قریب المعنی ہیں۔ اگر رنج و غم جو قلب پر
وارث ہوتا ہے۔ مستقبل کی متوقع مصیبت کے متعلق ہے تو وہ ہم ہے۔ اور اگر گھبراہٹ کی وجہ سے ہے تو حزن ہے۔ عجز و کسل
قریب المعنی ہیں۔ اگر بندہ بوجہ عدم قدرت کے اسباب خیر و فلاح سے محروم ہے تو یہ عجز ہے۔ اور اگر ارادہ کی کمزوری
کی وجہ سے محروم ہے تو کسل ہے۔ جن اور بخل قریب المعنی ہیں۔ اگر جسم بدن اور قلب کی کاہلی کی وجہ سے انتفاع سے محروم ہے
تو جن ہے۔ اگر حبال کی وجہ سے اس کے انتفاع سے محروم ہے تو بخل ہے۔ ضلع الدین اور قہر احوال قریب المعنی ہیں۔ اگر
کسی حق کی بناء پر دوسرا اس پر غالب آجائے تو یہ ضلع الدین ہے اور اگر باطل طریقہ پر دوسرا اس پر غالب آجائے تو وہ قہر احوال ہے۔
مقصود یہ ہے کہ گناہ ان آٹھ چیزوں کے جلب کرنے کے قوی ترین اسباب میں سے ہیں۔ اور
گناہ ان چیزوں کو اسی طرح جلب کرتے ہیں۔ جس طرح دوسری حدیث کی رو سے۔

جهد البلاء - درك الشقا بسوء القضا
شماقت الاعلاء
بلا کی سختی، بدبختی کی گرفت، فیصلہ کے برے نتائج
اور دشمنوں کی ہنسی۔

کو جلب کرتے ہیں۔ انعامات الہیہ۔ اور خیر و عافیت کو خدا کی نعمت و بخشگی سے تبدیل کر دیتے ہیں۔
نیز امور خدا کی خفگی و ناراضگی کے قوی ترین اسباب میں سے ہیں۔

فصل

گناہ بندے کو انعامات الہیہ سے محروم کر دیتے ہیں۔ خدا کی ناراضی کا موجب ہیں۔
گناہ کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ بندہ خدا کے انعامات سے محروم ہو جاتا ہے اور خدا کی ناراضی و خفگی میں
مبتلا ہو جاتا ہے جب کسی بندے سے کوئی نعمت سلب کر لی جاتی ہے۔ یا وہ کسی نکتہ و عذاب میں گرفتار
ہو جاتا ہے تو اس کا سبب اس کی ناراضی اور عیبیاں ہی ہوتے ہیں۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں:
مانزل بلا الا بدنبه والارفع بلاء الا بتوبته جو مصیبت نازل ہوتی ہے۔ گناہوں کی وجہ سے

نازل ہوتی ہے اور جو مصیبت رفع ہوتی ہے
توبہ کی وجہ سے رفع ہوتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وما اصابکم من مصیبت الا بشئنا کتبنا لکم
ولیعذر عن کثیر

(سورہ شوریٰ)

اور تم پر جو مصیبت پڑتی ہے خود تمہارے اپنی
کرتوتوں کی وجہ سے پڑتی ہے اور بہت سی تو اللہ
تعالیٰ معاف فرماتا ہے۔

اور ارشاد ہے :-

ذلک بان اللہ لم یکن مغیرا لنعبتہ
العمہا علی قوم حتی یغیروا بانفسہم

(انفال)

یہ اس وجہ سے کہ جو نعمت خدا نے کسی قوم کو دی
جب تک وہ لوگ خود اپنے اندر تغیر نہ پیدا کر لیں
خدا کی عادت نہیں کہ ان نعمتوں میں کوئی رد و بدل
کروے۔

اس آیت میں خدا یہ خبر دیتا ہے کہ خدا جس قوم یا جس شخص پر انعام فرماتا ہے اور اپنے
لطف و کرم سے نوازتا ہے۔ اس کو اس وقت تک اس نعمت سے محروم نہیں فرماتا جب تک کہ وہ خود
اپنے کو محرومی کا حقدار اور مستحق نہ بنالیں۔ جب بندہ غلط راہ پر چل پڑتا ہے اور خدا کی اطاعت و
عبادت کی جگہ معصیت و گناہ۔ اور شکر گزاری کی جگہ کفران نعمت کرنے لگتا ہے اسباب ضامنہ
کی جگہ اسباب شتم و ناراضی پیدا کر لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی نعمتیں اس سے چھین لیتا ہے۔ اور
عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور بد اعمالی کی سزا ٹھیک ٹھیک ہی جاتی۔ جیسا عمل
وہی سزا۔ و ما رایت لظلام للعبد تمہارا پہلو و دو کار بندوں کے حق میں ظالم نہیں ہے
اگر بندہ طاعت و عبادت کو معصیت و گناہ سے تبدیل کر دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی خیر و
عافیت کو عقوبت و عذاب سے اور عزت کو ذلت سے بدل دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

ان اللہ لا یغیر ما یقوم حتی یغیروا ما
بالفسہم۔ واذا اراد اللہ یشوم
سوع فلا مرد له و ما لہم من
دوئہ من وال

(سورہ رعد)

اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ اپنے سلوک میں ہرگز کوئی
تغیر و تبدل نہیں کرتا۔ جب تک وہ قوم خود اپنے اندر
کوئی تغیر و تبدل نہ کرے۔ اور جب خدا کو قوم کے حق
میں برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا
نہ ان لوگوں کو خدا کے مقابلہ میں کوئی حمایتی نہیں مل سکتا۔

بعض آثار الہیہ یعنی احادیث قدسیہ میں وارد ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
 وعزتی وجلالی لا یكون عبد من عبیدی علی ما احب۔ ثم ینتقل منہا الی ما اکره الا انتقلت لہ ما یحب الی ما یکره ولا یكون عبد من عبیدی علی ما اکره فینتقل عنہا الی ما احب الا انتقلت لہ ما یکره الی ما یحب۔

قسم میری عزت و جلال کی جب میرا کوئی بندہ وہ کام کرتا ہے جو مجھے محبوب ہے اور پھر وہ اسے چھوڑ کر وہ کام کرنے لگتا ہے جو مجھے ناپسندیدہ ہے تو میں بھی اسے اس کی محبوب چیز سے محروم کر دیتا ہوں اور جو اسے مکرہ اور ناپسندیدہ ہے اس کی طرف منتقل کر دیتا ہوں اور جب میرا کوئی بندہ مکرہ ناپسندیدہ کام کرتا ہے اور پھر وہ اسے ترک کر کے وہ کام کرنے لگتا ہے جو مجھے محبوب ہے تو میں اسے اس کی ناپسندیدہ چیز سے الگ کر کے اس کی محبوب پسندیدہ چیز کی طرف لے جاتا ہوں

فان الذنوب تزیل النعم
 کیونکہ گناہ نعمت کو زائل کر دیتے ہیں
 فوب العباد سر یح النقص
 کیونکہ رب العباد بہت جبار و مقتدیم آیا کرتا ہے
 فظلم العباد شدید الظلم
 کیونکہ ظلم کرنا بہت بیماریاں بوجہ ہے
 لتبصر آثار من قد ظلم
 تاکہ ظلم کرنے والوں کے آثار کا تمہیں پتہ چلے
 شہود علیہم ولا تنظروا
 ان کے خلاف شہادت دیتے ہیں۔ اور ہم
 ان کو جھٹلا نہیں سکتے۔

من الظلم وہ الذنوب قد قصده
 چیزیں تھیں۔ اسی نے ان کو تورا کر رکھ دیا۔

اور کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔۔۔
 اذا كنت فی نعمت فارعها
 جب تمہیں کوئی نعمت حاصل ہو تو نعم اس کی حمایت کرو
 وخطها لظاعتا رب العباد
 رب العباد کی طاعت سے گناہوں کو چھڑا دو
 وایاک والظلم مہما استطعت
 جہاں تک ہو سکے بندوں پر ظلم کرنے سے احتراز کرو
 وما قولی بقلیہ بین السوری
 اپنے قلب سے دنیا کا سفسدہ کرو
 فتلك مساکنہ بعدہم
 ظالموں کے یہ مکانات ان کے مرنے کے بعد

وما کان شیئ علیہم احد
 ان کے حق میں ظلم سے زیادہ کوئی مسخر

فکر ترکوا من جنات ومن

ان لوگوں نے کتنے ہی باغ اور کتنے ہی محل چھوڑے

قصور و آخری علیہم السلام

اور خود ان پر طہوں کے ڈھیر لگ گئے

صلوا بالجہیم ذنات النعم

وکان الذی نالہم کالمحلوم

لیکن مرنے کے بعد سیدھے جہنم رسید ہوئے اور ساری نعمتیں ختم ہو گئیں اور جو کچھ دنیا میں ان کو ملا تھا خواب سا بن کر رہ گیا۔

فصل

معاہی قلب کے اندر خوف و ہراس و ہمت اور وحشت پیدا کرتے ہیں

اور دل ہمیشہ خوف زدہ اور ہراساں رہتا ہے

معاہی کی ایک نغز ایہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نافرمان بندے کے دل میں مرعوبیت اور

خوف پیدا کرتا ہے۔ گنہگار آدمی کو تم ہمیشہ مرعوب و خوف زدہ پاؤ گے۔ کیوں کہ طاعت ہی

ایک ایسی چیز ہے جو دنیا اور آخرت کی عقوتوں سے بندے کو محفوظ رکھتی ہے۔ طاعت عبارت

اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہی اللہ تعالیٰ کا ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جو آدمی بھی اس میں

داخل ہو جائے گا۔ دنیا و آخرت کی تکالیف سے محفوظ ہو جائے گا۔ اور جو بھی اس قلعہ سے باہر

نکلے گا خوف و ہراس مصائب و آلام کا شکار ہو جائے گا۔ جو بندہ طاعت الہی کو اپنا شہرہ بنا لے

گا۔ ہمہ قسم کا خوف و ہراس اس کے لئے امن و سکون۔ اطمینان و تسکین سے تبدیل ہو جائے گا۔ معاہی

نا فرمان کا حال ہمیشہ تم ایسا پاؤ گے گویا اس کا دل کسی پندے کے پوس میں جوڑ دیا گیا ہے۔ دروازے

کھٹکا سمجھا شکاری آگیا۔ قدم کی آہٹ سنی سمجھا عزرائیل آگیا۔ کہیں سے کوئی آواز آئی سمجھا اسی

کو کچھ کہہ رہا ہے اور ہرنا گوار چیز گویا اسی کی تلاش میں پھر رہی ہے پس حقیقت یہ ہے اللہ تعالیٰ سے

ڈرنے والا ہر خوف سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جو اس سے نہیں ڈرتا ہر چیز اسے ڈراتی ہے

کسی شاعر نے کیا اچھی بات کہی ہے۔

بہا قضا واللہ بین المخلوق ما خلقوا ان المخاوف والاجرام فی قرن

جب سے مخلوق پیدا ہوئی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ رہا کہ مخاوف اور جرائم ہمیشہ ہم تسرین رہے

معاہی کی ایک نغز ایہ بھی ہے کہ قلوب کے اندر خطرناک قسم کی وحشت پیدا کر دیتے ہیں گنہگار

انسان ہمیشہ متوحش رہے گا۔ اپنی جان سے متوحش۔ پروردگار سے متوحش، اللہ تعالیٰ کی مخلوق

سے متوحش۔ جس قدر گناہ زیادہ کرے گا اس کی وحشت میں اضافہ ہی ہوتا ہے گا اور یہ بالکل واضح ہے کہ تو حش خوف کی زندگی تلخ ترین زندگی ہوا کرتی ہے اور بہترین زندگی وہ ہوتی ہے جو سکون و انوسیت کی زندگی ہو۔ ایک عقلمند انسان لذت گناہ اور وحشت گناہ کا موازنہ کرے تو معلوم ہو جائے گا کہ اس کی حالت کس قدر خراب ہے۔ وہ کس قدر گھاٹے۔ اور خسارے میں ہے۔ اور افسوس کرے گا کہ اس نے طاعت کی مانوسیت، طاعت کے امن و سکون، طاعت کے جلاوۃ و شیرینی کو معصیت کی وحشت و معصیت کے خوف و ہراس کے عوض کیوں فروخت کر دیا؟ کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

اذ اکتے قد اوحشتک الذنوب فدعها اذا شدت واستالن

جب گناہ تجھے وحشت میں مبتلا کر دیں تو گناہ کو ترک کر دے اور مانوسیت حاصل کرے

مسئلہ کا اصل راز یہ ہے کہ طاعت و عبادت تقرب الہی کا موجب ہے اور یہ تقرب جمعاً زیادہ ہوگا مانوسیت۔ طمانیت اور سکون زیادہ ہوگا۔ گناہ پر روگاری سے دور کرتے ہیں اور جس قدر گناہ زیادہ ہوں گے۔ وحشت زیادہ ہوگی۔ مانوسیت و وحشت کا اصل راز یہی ہے۔ دشمن کتنا ہی قریب ہو سکے اس سے وحشت ہی ہوگی۔ اور محبوب کتنا ہی دور رہے مگر اس سے محبت اور انس ہی ہوگا۔ وحشت کا اصل سبب حجاب قلب ہے۔ یہ حجاب جس قدر غلیظ ہوگا اسی قدر وحشت زیادہ ہوگی وحشت کا موجب کو غفلت ہے۔ لیکن معصیت و گناہ کی وحشت غفلت کی وحشت سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور پھر معصیت کی وحشت سے زیادہ وحشت کفر ہے۔ اہل معاصی کو تم بکھو گے کہ وہ جس درجہ کے معاصی کے مرتکب ہوں گے۔ اسی قسم کی اور اسی درجہ کی ان کو وحشت ہوگی۔ بڑے معاصی کی وحشت بڑی ہوگی اور چھوٹے کی چھوٹی۔ جس قدر معاصی بڑے ہوں گے وحشت بڑی ہوگی۔ اور جس قدر زیادہ ہوں گے وحشت زیادہ ہوگی۔ اور پھر وحشت کا یہ حال ہو جائے گا کہ اس کا قلب وحشتوں سے لبریز ہو جائے گا۔ اور پھر اس کے چہرے سے وحشت برسنے لگے گی۔ اور ساری مخلوق سے وہ متوحش ہو جائے گا۔ اور مخلوق اس سے متوحش ہو جائے گی۔

مضمحل

معاصی سے قلب مر لیں ہو جاتا ہے اور معاصی سے اجتناب دنیا و آخرت کی نعمتوں سے بہرہ اندوز کرنا ہے معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ قلب کی صحت و تندرستی بگڑ جاتی ہے اور وہ بیمار ہو جاتا ہے اور

بیماری رفتہ رفتہ لاعلاج و لا دوا ہو جاتی ہے۔ اور بالآخر کوئی دوا۔ اور کوئی خوراک اسے نفع نہیں دیتی۔ امراض جس طرح جسم پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ گناہ قلوب پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ بلکہ قلوب کے حق میں گناہ ایسی خطرناک بیماری ہے جس کی کوئی دوا ہی نہیں ہے۔ اس کی دوا اور اس کا علاج صرف ایک ہی ہے کہ انسان گناہ کرنا چھوڑ دیوے۔

ارباب سیر و سلوک کا اس پر اتفاق ہے کہ قلب اپنے مقصد میں صرف اسی وقت کامیاب ہوتا ہے جب کہ وہ اپنے مولیٰ کو پا جائے اور اس کو تقرب حاصل ہو جائے۔ یہ تقرب اسی وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ قلب صحیح و سالم ہو۔ قلب اسی وقت صحیح و سالم ہوتا ہے جب کہ مرض دور ہو جائے۔ جب مرض دور ہو گیا تو صحت یقینی ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ نفسانی خواہشوں کی پیروی چھوڑ دی جائے۔ کیونکہ قلب کی بیماری یہی خواہشات ہیں۔ خواہشات کی خلاف ورزی قلب کی اصل شفا اور تندرستی ہے۔ لیکن اگر مرض مزمن ہو گیا تو سپر مرلض یا تو موت کا لقمہ بن جائے گا یا قریب البرگ ہو کر رہ جائے گا۔ خواہشات سے کنارہ کشی کرنے والے کے لئے تو مرنے کے بعد جنت ہی ٹھکانہ ہے۔ لیکن اس کے قلب کو دنیا ہی میں جنت حاصل ہو جاتی ہے جو لذت و سرور کی زندگی اسے حاصل ہوتی ہے۔ بڑی بڑی نعمتوں۔ اور ثروتوں کے مالکوں کو بھی حاصل نہیں ہوتی۔ اس کی اور دنیا و اول کی لذتوں اور مسرتوں میں اتنا ہی فرق ہوتا ہے جتنا دنیا و آخرت کی لذتوں اور مسرتوں میں فرق ہے۔ ان حقیقت کی تصدیق ہر وہ شخص کر سکتا ہے جس نے ان لذتوں کا تجربہ کیا ہو۔ اور قرآن حکیم میں ہے:

ان الابرار لرضی نسیم۔ وان العجافل لرضی بے شک نیکو کار لوگ مزے میں ہوں گے۔ اور بھلے بے شک کھار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔

جھیمہ (القطار) بے شک کھار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔

اسے تم صرف آخرت ہی کی نعمت۔ اور آخرت ہی کی جہنم میں محصور نہ سمجھنا۔ بلکہ یہ انسان کے ہر دور اور ہر سرہ مقامات کے لئے وارد ہے۔ مقام دنیا۔ مقام آخرت۔ مقام برزخ۔ ہر سرہ مقامات پر یہ مشتمل ہے۔ ان تینوں مقامات میں ابرار، نعیم میں ہوں گے۔ اور عجار، جہنم میں ہوں گے۔ جو قلب کو حاصل ہو اور عذاب بھی دہی ہے جو قلب کو محسوس ہو۔ اور ظاہر ہے کہ خوف و ہراس جزن و ملال، ضیق صدر۔ اعراض عن اللہ۔ اور تعلق غیر اللہ اور خدا سے کٹ جانے سے زیادہ کونسا عذاب ہو سکتا ہے؟ یہ ضروری ہے کہ ان میں سے ہر وادی ایک جدا گانہ شعبہ کہتا ہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ کے سوا جس چیز سے بھی تعلق اور رشتہ ہو جاتا ہے۔ جس سے بجا محبت اللہ کی رشتہ قائم کرتا ہے۔ اس سے اس کو تکلیف پہنچنا لازمی ہے جو آدمی خدا کے سوا اور کسی چیز سے محبت

کرتا ہے۔ اسے تین مرتبہ عذاب و تکلیف لازمی ہے۔ سب سے پہلے تحصیل کی تکلیف۔ تحصیل کے بعد اس کے سلب اور فوت کے خوف کی تکلیف۔ اور وہ تکالیف مزید جو اس کی تحصیل و تحفظ میں اور مخالفت اسباب کے مقابلہ اور توڑ میں ہوتی ہیں۔ اور طرح طرح کی مشقوں کا بار اٹھانا پڑتا ہے تیسری مرتبہ وہ عذاب ہے جب اللہ تعالیٰ اس چیز کو اس سے سلب کر لیتا ہے۔ یہ تین قسم کا عذاب تو اسے اس دنیا ہی میں ملتا ہے۔

عالم برزخ میں بھی تین ہی قسم کا عذاب اور تکلیف ہوتی ہے۔ "الم فراق" کہ اب دوبارہ اسے وہ چیز نہیں مل سکتی۔ فوت۔ "منعیم عظیم" مسرت عظیمہ کے فوت کا الم و رنج۔ اور تکلیف۔ کہ دنیا میں وہ ایسے کام کرتا رہا جو اس "نعیم عظیم" کے برابر خلوات تھے۔ اور جس نعمت و مسرت کے لئے اس نے خلوات و رزی کی تھی۔ اب وہ بھی فوت ہو گئی۔

دوسرا "الم حجاب"۔ "الم حسرت" کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک زبردست حجاب حائل ہو جاتا ہے اور وہ حجاب کہ جس کے تصور سے بھی دل کٹے کٹھے ہو جاتے ہیں۔ یہ غم و ہم۔ حسرت و حزن۔ رنج و الم ان لوگوں کے اندر وہ کام کرتے ہیں۔ جو جسم انسانی کے اندر جراثیم اور کیڑے کیا کرتے ہیں۔ جسم کے جراثیم کے کام کا تو خاتمہ بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن ان ہوم و غموم کا کام تو ہمیشہ کے لئے جاری رہتا ہے۔ تا آنکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔

تیسرا الم و عذاب قیامت کے دن کا عذاب ہے جب کہ لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اس دن کا عذاب خدا کی پناہ۔ بڑا ہی سخت۔ بڑا ہی خطرناک اور بڑا ہی دردناک ہے۔ بھلا کہاں یہ عذاب۔ اور کہاں وہ نعمتیں۔ اور مسرتیں۔ پروردگار عالم سے الٹ اور اس سے محبت۔ اس کے دینار کا اشتیاق۔ اس کے ذکر کی حلاوتیں اور لذتیں اور ان تمام رکتوں کو سامنے رکھ کر قلوب کی مسرتیں؟ اور یہ خوشیاں اور مسرتیں کیسی اور کس قسم کی ہوتی ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حالت نزع میں بعض مخصوص بندوں کی زبان سے ہارے خوشی کے یہ نکل جاتا ہے و اطربا رب کی ملاقات۔ کس قدر مسرت آگیا ہے!

اور بعض اللہ والوں کی زبان سے نزع کے وقت یہ کلمات نکل گئے۔ جو حالت اور کیفیت اس وقت مجھے حاصل ہے۔ اگر اہل جنت کو میسر آجائے تو ان کی عیش و زندگی

خوشگوار تر ہو جائے۔

بعض کی زبان سے یہ نکل گیا یہ مساکین اہل دنیا۔ دنیا چھوڑ کے چلتے بنے۔ لیکن افسوس انہوں نے زندگی کی لذتیں نہیں چکھیں۔ افسوس وہ ان لذتوں سے محروم گئے جو ان کی لذتوں سے کہیں زیادہ قیمتی اور بہتر تھیں۔

بعض خدا کے بندے اس حالت میں یہ کہتے نظر آئے کہ میں جو چیز میسر ہے اگر بادشاہوں اور بادشاہ زادوں کو معلوم ہو جائے تو وہ ہماری گردنیں اڑا دیں۔

بعض یہ کہہ اٹھے۔ دنیا میں بھی ایک جنت ہے اور جو شخص اس جنت میں داخل نہیں ہوا وہ آخرت کی جنت میں کبھی داخل نہیں ہوگا۔

اے وہ انسان کہ جس نے ایک قیمتی چیز کو کھوٹے ٹسکوں کے عوض فروخت کر ڈالا۔ افسوس تو نے بڑے سے بڑا خسارہ اٹھایا۔ اور اس سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ تو اس خسارے کو سمجھ بھی نہ سکا۔ افسوس۔ اگر اس متاع گراں بہا کی قیمت تو نہیں جانتا تھا۔ تو تو نے ان لوگوں سے کیوں نہ پوچھ لیا جو اسے خوب جانتے پہچانتے اور سمجھتے تھے۔ یا اللہ العجب! تیرے پاس جو متاع اور سامان تھا۔ اس کا خریدار خود اللہ تعالیٰ تھا جس کی قیمت جنت الماویٰ کے چین تھے۔ جس کے ہاتھ بیع و شراہ۔ خرید و فروخت کا سودا ہو رہا تھا۔ اور جو خدا کی جانب سے قیمت کی ذمہ داری لے رہا تھا۔ وہ خود سفیر الہی۔ رسولوں، پیغمبروں کا امام حضرت محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم تھے۔ افسوس پھر بھی تو نے اپنا مال و اسباب کم اور گھٹیا داموں فروخت کر دیا۔ ولتعم ما قال۔

اذا كان هذا فعل عبد بنفسه
 فممن ذال من بعد ذلك يكرم
 جب بندہ خود اپنی جان کے ساتھ یہ لوگ
 تو پھر کون ہے جو ایسا کرنے کے بعد اس کی
 کر دیا ہے۔
 تکرم کرے گا۔

ومن يهن الله فما له من مكرم ان الله يفعل ما يشاء :

فصل

معاوی سے قلب کی بصارت اور نور فنا ہو جاتا ہے
 اور علم و ہدایت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں

گناہوں کی ایک سزایہ بھی ہے کہ گناہوں سے قلب کی بصارت اور نور فنا ہو جاتا ہے۔ علم و ہدایت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ گناہ علم و ہدایت کی راہ میں حجاب بن جاتے ہیں چنانچہ امام مالکؒ نے جب امام شافعیؒ کے اندر غیر معمولی ذہانت، علم و فضل کی صلاحیت دیکھی تو فرمایا:-

آنی اری اللہ تعالیٰ القی علی قلبک نوراً
فلا تظلم بظلمت المعصیت
میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے قلب میں اللہ تعالیٰ
نے نور ڈال دیا ہے۔ معصیت کی ظلمت سے تم

اسے بھجانا دینا۔

گناہوں سے نور قلب مضمحل اور کمزور ہو جاتا ہے اور ظلمت و تاریکی قوی تر ہو جاتی ہے اور مسلسل گناہوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ تو دل اندھیری رات کی طرح تاریک ہو جاتا ہے۔ اور اندھے کی طرح اندھیری رات میں بھٹکتا پھرتا ہے۔

اللہ اللہ کجا یہ تقویٰ و پرہیزگاری کی عاقبت و سلامتی؟ اور کجا مشقتوں کی گراں باریاں؟ اور پھر گناہوں کی سیاہی قلب سے جسم اور اعضاء کی طرف آتی ہے۔ اور جس قدر معاصی ہوتے ہیں۔ اسی قدر منہ اور چہرے کو سیاہ اور بے نور کر دیتے ہیں۔ پھر جب انسان مر کر عالم برزخ میں پہنچتا ہے۔ تو اس کی قبر تاریک ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت کاار شاد ہے:-

ان هذه القبور مستلتم علی اهلها
ظلمتہ۔ وان اللہ ینورھا بصلاتی
گنہگاروں کے لئے یہ قبریں ظلمت سے پر ہو جاتی
ہیں۔ میری صلاۃ و دعا سے اللہ تعالیٰ ان کو منور
کر دیتا ہے

پھر جب قیامت و حشر کا دن آئے گا تو یہ ظلمت پوری قوت سے اس کے منہ پر چھا جائیگی اور چہرہ کو نلکہ کی مانند سیاہ ہو جائے گا۔ جسے لوگ دیکھیں گے۔ اللہ اللہ یہ کیسی عقوقیت اور سزا ہوگی کہ دنیا و مافیہا کی تمام اگلی پھلی لذتیں بھی اس کے مقابلہ میں رکھی جائیں۔ تو اس عقوقیت و سزا کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ پس اسے تلخ عیش۔ تنگ دل۔ و مانند انسان تو کس دن کب اور کس طرح انصاف کرے گا؟

حالانکہ دنیا کی اس زندگی کی حیثیت ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ واللہ المستعان

فصل

گناہ نفس کو ذلیل۔ نجس۔ تنگ اور حقیر کر دیتے ہیں

گناہوں کی ایک نرہ یہ بھی ہے کہ گناہوں سے نفس ذلیل حقیر بنا پاک ہو جاتا ہے۔ تاہم تکہ ہر چیز ہر بات میں وہ بے حقیر و بے توقیر ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور طاعت و عبادت نفس میں نمودار کرتی ہے اسے پاک کرتی ہے۔ آؤں کو باوقار و پر عظمت بنا دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

قد افلح من زكاهما . وقد خاب من
 جس نے اپنی روح کو پاک کیا وہ اپنی مراد کو پہنچاؤ
 دسا رہا۔ جس نے اس کو دبا دیا وہ ضرور گھاٹے میں رہا۔

معنی یہ ہیں کہ جس نے نفس کو بڑھایا اور طاعت الہی کے ذریعے سے بلند کیا اس نے فلاح پائی۔ اور جس نے اسے لپٹ کیا حقیر کیا مصیبتوں میں مبتلا کر کے چھوٹا کر دیا۔ وہ خارہ میں ہے آیت کے اندر لفظ "دس" وارد ہے۔ یہ "تدسیس" سے ماخوذ ہے۔ اور "تدسیس" کے معنی اخفائے ہیں۔ اس معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:-

يدسر في التواب
 اس کو مٹی میں دبا دیتا ہے۔

عاصی گنہگار اپنے نفس کو معصیت میں چھپاتا ہے اور اس معصیت کو بھی مخلوق سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ تاکہ رسوائی نہ ہو۔ حالانکہ وہ خود اپنی ذلکاپوں میں گر چکا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گر چکا۔ خدا کی دوسری مخلوق کے نزدیک گر چکا۔ پس حقیقت یہ ہے کہ طاعت عبادت۔ نیکی بندے کو بڑا بناتی ہے۔ عزت بخشتا ہے۔ بلند مرتبہ بنا دیتی ہے۔ تاہم تکہ اسے ہر چیز سے اشرف۔ بزرگ۔ پاک اور رفیع المرتبہ بنا دیتی ہے اور باوجود ان ہمہ قسم کی عزتوں سر بلندیوں کے بھی جب وہ اپنے خدا کے سامنے جھکا دیتا ہے اور حقیر و ذلیل بنا لیتا ہے تو اسی ذلت و حقارت کی وجہ سے اسے عزت و شرافت اور سر بلندی حاصل ہو جاتی ہے پس حقیقت یہ ہے کہ معصیت و گناہ سے زیادہ بندے کو ذلیل و حقیر کر دینے والی کوئی چیز نہیں۔ اور طاعت و عبادت سے زیادہ شرافت اور سر بلندی عطا کرنے والی کوئی چیز نہیں۔

فصل

عاصی شیطان کا اسیر ہے اور شہوات و خواہشات کے

جیل خانہ میں مقید ہو جاتا ہے۔

گنہگار کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ شیطان کا اسیر۔ اور شہوات و خواہشات کا قیدی رہتا ہے۔ گویا وہ ایک دائمی قیدی ہے اور اس سے بد حال قیدی کون ہو سکتا ہے کہ اپنے سب سے بڑے عدد۔ سخت سے سخت دشمن کا اسیر بن جائے۔ خواہشات کے جلی خانہ سے زیادہ کوئی تنگ و تاریک جلی خانہ نہیں ہو سکتا۔ اور شہوات کی قید سے زیادہ کوئی قید نہیں ہو سکتی۔ پس جو آدمی کہ اسیر ہو جلی خانہ میں ہو۔ مقتدی ہو۔ وہ خدا کو کیونکر پہچان سکتا ہے؟ اور کیوں کر اس کی جانب جھک سکتا ہے؟ جب کسی انسان کا قلب اسیر و قیدی بن جاتا ہے تو پھر ہر جانب سے اس کے لئے آفتیں ہی آفتیں ہیں۔ اور جس قسم کی اسیری ہوگی۔ اسی قسم کی آفتیں اتریں گی۔ قلب کا حال پرندے کا سا ہے۔ پرندہ جس قدر اونچی پرواز کرے گا اسی قدر وہ آفات سے محفوظ رہے گا۔ اور جس قدر اس کی پرواز نیچی رہے گی آفات کا نشانہ بن جائیگا ایک حدیث میں ہے :-

الشیطان ذئب الانسان : شیطان انسان کے حق میں بھیڑیا ہے۔

وہ بکری کہ جس کا کوئی چروانا یا رکھوالا نہ ہو، وہ بہت جلد بھیڑیے کے منہ میں چلی جاتی ہے یہی حال انسان کا ہے۔ جب خدا اس کا چروانا یا رکھوالا نہیں ہوگا۔ تو لازمی ہے کہ وہ بھیڑیے کا شکار بن جائے گا۔ اور خدا کی جانب سے اسے محفوظ نگہبان اسی وقت ملے گا جب کہ وہ تقویٰ و پرہیزگاری کو اپنا شعار بنالے۔ تقویٰ ایک دیوار ہے اور بھیڑیوں سے بچنے کے لئے ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جس طرح کہ تقویٰ اور پرہیزگاری دنیا اور آخرت کی عقدرتوں اور آفتوں مصیبتوں سے محفوظ رکھنے کی ذرہ بزرگ دیوار اور قلعہ ہے۔ بکری جب اور جس قدر اپنے چرواہے سے قریب ہوگی اسی قدر وہ بھیڑیوں سے محفوظ ہوگی اور عقدرت دور ہوگی بھیڑیوں سے قریب ہوگی۔

اور اصل حقیقت یہ ہے کہ جو قلب اللہ تعالیٰ سے قریب ہوگا مصائب آلام اور آفات و ابتلاآت سے دور رہے گا۔ اور مصائب آلام اس سے دور بھاگیں گے۔

اور اللہ تعالیٰ سے دوری کے بے شمار درجات ہیں بعض درجے معمولی ہیں اور بعض بہت سخت خطرناک غفلت بندے کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے۔ لیکن معصیت و گناہ کی دکان میں سے کہیں زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ اور بدعت کی دوری اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے اور لفاق، کفر، اور شرک کی دوری سب سے زیادہ خطرناک اور سب سے زیادہ ہلک ہوتی ہے۔

فصل

معاصی سے بندہ خدا اور مخلوق اور بندوں کی نگاہ سے گرجاتا ہے
جاہ و منزلت۔ کرامت و بزرگی ختم ہو جاتی ہے۔ طاعت و عبادت
سے جاہ و منزلت۔ کرامت و بزرگی میں ترقی ہوتی ہے۔

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ خدا اور بندوں کی نگاہ میں گنہگار کی جاہ و منزلت بعزت و
کرامت ختم ہو جاتی ہے اور قدر و منزلت اسی کی بڑھتی ہے جو خدا کی زیادہ اطاعت فرما کر
کرتا ہے۔ جس بندے کی جیسی طاعت و عبادت ہوگی۔ ویسی ہی اس کی قدر و منزلت ہوگی۔ جو
بندہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا کی نگاہوں سے گرجاتا ہے اور بندوں کی نگاہوں سے بھی وہ
گرجاتا ہے۔ اور جس کی قدر و منزلت مخلوق اور بندوں میں نہ رہی اور ان کی نگاہوں میں بے قدر
اور بے عزت ہو گیا تو مخلوق اس کے ساتھ بڑا اور سلوک بھی ویسا ہی کرے گی۔ جو اس کی قدر و
منزلت کے خلاف ہے۔ خستہ حال۔ بے عزت۔ بے آبرو۔ بے وقعت۔ بے دست و پا
بے یار و مددگار ہو کر رہ جائے گا۔ اور پھر یہ ہمہ قسم کی مسرتوں سے محروم ہو جائے گا۔ اس کے ذکر
خیر کا خاتمہ ہو جائے گا۔ قدر و منزلت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ جاہ و عزت کا خاتمہ ہو جائے
گا۔ اور اب ستر پارچ و عظم۔ حزن و ہم بنا رہے گا۔ اس کی زندگی کی تمام سائستیں
اور سارے لمحے فرج و مسرت سے خالی ہوں گے۔ پس اگر شہرت کا نشہ اسے بد مسرت نہ کر دیتا
تو اسے پتہ چلتا کہ شہرت رانی اور شہرت کی لذت اندوزی کے مقابلے میں معصیت و نافرمانی
کے یہ مصائب و آلام کس قدر ولدوز اور ورناک ہیں؟

خدا نے ذوالجلال و ذوالجبروت کی یہ بہت بڑی نعمت اور اس کا بدوست انعام ہے کہ
وہ اپنے کسی بندے کا ذکر خیر عام کر دے اور دنیا میں اس کے نام کو بلند کر دے اور اس کی جاہ و
منزلت۔ قدر و عظمت۔ غیرت و مقبولیت۔ اس کا ذکر کجیل اور شہرت اس قدر بڑھا دیوے
کہ دوسرے کسی کو حاصل نہ ہو سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

واذکر عبادنا ابراهیم واسحاق و
یعقوب اولی الایمان والابصار انا
انما ننزلہم بما نصلیٰ ذکرہم الذر
(مہورہ ص ۱۳۸)

اور اے پیغمبر! ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق
اور یعقوب کو یاد کرو وہ ہاتھوں اور آنکھوں و
تھے ہم ان کو خاص بات یا داخوت کے لئے

منتخب فرمایا تھا۔

یعنی ان پیغمبروں کو ہم نے ایک مخصوص خصوصیت سے نوازا۔ اور ان کے ذکر جمیل کو ہم نے جہان میں عام کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہ خداوندی میں لسان صدق سے ذکر جمیل کی دعا کی تھی۔ اور اس دعا کی مقبولیت کا یہ ثمر تھا۔ کہ آپ کا ذکر جمیل رتی دنیا تک ہر خاص و عام میں جاری رہا۔ اور رہے گا؟۔ قرآن حکیم کے اندر یہ دعا اس طرح منقول ہے۔

واجعل لی لسان صدق فی الآخِرین : آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ۔
(شعرا)

اور آنحضرت کے ذکر جمیل کے متعلق قرآن حکیم ناطق ہے :-

ورفعنا لک ذکرک : (النسراج) اور ہم نے تمہارے ذکر خیر کا آواز بلند کر دیا۔ پس وہ لوگ جو رسولوں کو اتباع و پیروی کرتے رہے۔ ان کو بھی ان کی طاعت و پیروی۔ متابعت و فرمانبرداری کے مطابق ذکر جمیل۔ اور ذکر خیر۔ جاہ و منزلت کا حصہ حاصل ہوگا۔ اور جو ان کی مخالفت کریں گے۔ معصیت و گناہوں سے اپنے کو آلودہ کریں گے۔ وہ بقدر مخالفت۔ اور معصیت پیغمبروں کی اس میراث و ترکہ سے محروم رہیں گے۔

فضل

گنہگار کی نیک نامی اور شہرت شرافت بدنامی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ مدح و ستائش شرافت و بزرگی کے جس قدر بھی نام ہوتے ہیں۔ وہ گنہگار سے سلب کر لئے جاتے ہیں اور ان کی بجائے تحقیر و مذمت سے آسے یاد کیا جاتا ہے۔ یا تو وہ مومن۔ محسن۔ نیک۔ متقی۔ پرہیزگار۔ اطاعت گزار۔ منیب۔ ولی۔ متورع۔ صلح۔ عابد۔ خائف من اللہ۔ کثیر التوبہ۔ طیب۔ خدا کا پسندیدہ بندہ وغیرہ سے یاد کیا جاتا تھا۔ اور اب اسے فاسق۔ فاجر۔ بدکار۔ نافرمان۔ دشمن دین۔ بدعمل۔ بدکردار۔ مفسد۔ خبیث۔ مردود۔ زانی۔ چور۔ قاتل۔ کذاب۔ خائن۔ لوطی۔ عہد شکن۔ قاطع رحم۔ وغیرہ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ تمام نام فسق و فجور کے نام ہیں۔ اور فسق و فجور کے نام بہت ہی بُرے نام ہیں۔

قرآن حکیم کے اندر ہے۔

بئس الاسم الفسوق بعد الايمان: اور ایمان لانے کے بعد فاسق کا نام بہتر
رجزات) ہوا ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ یہ اسم ایمان سے خروجی۔ خدا نے منقسم کے تہر و غضب۔ اور در خوا
جہنم۔ اور رسوائی و ذلت کے موجب ہیں۔ اور پہلے نام ایمان۔ رضامندی جن۔ دخول
جنت اور اس شرافت و بزرگی کے موجب ہیں۔ جو بندے کو دوسرے
انسانوں کے مقابلہ میں شرافت و بزرگی اور
بڑی بخشے ہیں۔

اگر معصیت و گناہ کی کوئی اور سزا نہ دی جائے اور صرف ان بڑے ناموں ہی
مستحق بنا دیا جائے تب بھی عقل سلیم معصیت سے باز رہے گی۔ اور طاعت و عبادت کا
یہی صلہ کافی ہے کہ نیک نامی حاصل ہوتی ہے۔ اور نیکی کے ان مقدس ناموں سے بندہ
کیا جاتا ہے جو پسندیدہ ہیں۔ تو عقل سلیم طاعت و عبادت سے وابستگی و گرویدگی کا حکم
دے گی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے خیر و فلاح سے توارے۔ وہ کامیاب
اور اسے کوئی چھین نہیں سکتا۔ اور جس پر وہ اپنی خیر و فلاح کے دروازے بند کر دے
اسے کوئی کھولنے والا نہیں۔ جسے وہ اپنی بارگاہ سے دور کر دے اسے کوئی پوچھنے
والا نہیں اور جسے وہ اپنا مقرب بنائے اسے کوئی دھتکارنے والا نہیں۔

ومن ینہن اللہ فمالہ من مکرہ اور جس کو خدا ذلیل کرے اسے کوئی عزت
ان اللہ یفعل ما یشاء دینے والا نہیں۔ خدا جو چاہتا ہے سو کرتا ہے

فصل

دماغی عقل کو غارت کر دیتے ہیں،

دماغی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ عقل انسانی کو خراب کر دیتے ہیں۔ تم ایسے دو آدمیوں
کا موازنہ کرو جو عقلمند کہے جاتے ہوں۔ جن میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار ہے
اور دوسرا عاصی و نافرمان۔ یقیناً مطیع و فرمانبردار آدمی کی عقل و خرد وافر اور مکمل پاؤں گے
اس کی فکر و رائے صحیح اور سلجھی ہوئی ہوگی۔ اصابت رائے سے وہ زیادہ قریب ہوگا۔ اور

سبب ہے کہ قرآن حکیم کا زیادہ تر خطاب اولی الالباب۔ اولی العقل سے ہے۔ مثلاً

قون یا اولی الالباب (بقرہ) اے عقلمند و تم مجھ سے ڈرتے رہو۔

تو اللہ یا اولی الالباب (مانہ) اے عقلمند و تم اللہ سے ڈرتے رہو۔

یہ تذکرہ اولی الالباب رذرا نصیحت عقلمند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔ اس قسم کی آیتیں قرآن حکیم کے اندر بے شمار موجود ہیں۔ اس شخص کو کون عقلمند کہے اس ذات کی نافرمانی کرے جس کے قبضہ قدرت میں اس کی جان ہے؟ جس کے گھر یہ رہتا ہے؟ اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ صاحب خانہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کی تمام بات و سکنات کا وہ مشاہدہ کر رہا ہے۔ کوئی چیز اور اس کی کوئی بات اس سے مخفی نہیں اور کہ یہ اس کی ناراضگی بھی پسند نہیں کرتا۔ اور اس کی نعمتوں سے مستفید بھی ہونا چاہتا ہے۔ اور ان تمام باتوں کے ہمہ اوقات یہ وہی کام کرتا رہتا ہے جس پر خدا کا غضب۔ قہر۔ اور تڑپتی رہتی ہے۔ وہی کام کرتا رہتا ہے۔ جو اسے اس کی رحمت سے دور پھینک دے اور اسے دروازے سے نکال دے۔ اور جو اس کے لئے موجب دولت و رسوائی ہیں اور اسے اس دشمن نفس اور شیطان کے حوالے کر دیتے ہیں۔ جو اس کے سخت ترین دشمن ہیں۔ اور خدا کی ہول سے اسے گرا دیتے ہیں۔ اور اس کی رضا مندی و محبت سے دور پھینک دیتے ہیں۔ اور یہ ہے کہ بندوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ خدا کی نزدیکی اور تقرب ہی میں ہے اور اسی کے رب میں فوز و فلاح کی برکتیں میسر آ سکتی ہیں۔ اور اسی کے تقرب سے اولیاء اللہ میں اسے ولایت نصیب ہو سکتی ہے۔ اور خدا کا دیدار نصیب ہو سکتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی بے شمار نعمتیں۔ کرامتیں اور عزتیں اہل طاعت کے لئے موجود ہیں۔ اور جو عقوبتیں اور جو سزائیں اور پریاں کی گنیں۔ ان سے بھی کہیں زیادہ سزائیں اہل معصیت کو دی جا سکتی ہیں۔ اس عقل کو عقل کون کہے گا۔ جو گھڑی بھر کی۔ یا ایک دن کی۔ یا چند دنوں کی لذت و مت کو کہ جس کی حیثیت ایک خواب سے زیادہ نہیں۔ آخرت کی دائمی نعمت۔ دائمی فوز و عظیم ترین کامیابی و کامرانی کے مقابلہ میں ترجیح دے؟ آخرت کی فوز و صلاح تو

وہ چیز ہے کہ دنیا و عقبیٰ کی تمام تر سعادتیں بھی اسی سے وابستہ ہیں۔ اگر کسی کے پاس وہ عقل نہیں ہے جو اس کے حق میں حجت کا کام نہ دے سکے تو وہ یقیناً مجنون اور دیوانہ ہے بلکہ مجنون و دیوانہ تو اس سے اچھا ہے۔ کہ اسے انجام کی سلامتی۔ اور آخرت کی عاقبت و نجات تو میسر آئے گی۔ یہ تو عقل کی کوتاہی پر اس حیثیت سے روشنی ڈالی گئی.... اب عقل عیسیٰ اور عقل معاشرتی کی کوتاہی پر بھی غور کرو۔ اگر مذکورہ نقصانات میں عقل عیسیٰ کے نقصانات کا اشتراک نہ بھی سمجھا جائے تو ایک موقی طوسی بات عقل عیسیٰ کی کوتاہی و خرابی کی جانچ کی یہ ہے کہ ہم ایسے دو آدمیوں کو سامنے رکھیں جن میں سے ایک ہمارا مطیع و فرمانبردار ہے اور دوسرا نافرمان اور سرکش صاف واضح ہو جائے گا کہ دونوں میں سے کون عقلمند ہے؟ لیکن انہوں نے تو یہ ہے کہ کوتاہ عقلی کی مصیبت تو عام ہو چکی ہے۔ اور درجہ جنون تک پہنچ چکی ہے۔ اور ظاہر ہے للجنون جنون۔ جنون کی بہت سی قسمیں ہیں۔ لیکن یہ ایک ایسا جنون ہے کہ بجز خدا کے مخصوص بندوں کے ہر چھوٹا بڑا اس میں مبتلا ہے۔ یا اللجب! یہ کسی عقلیں۔ اور کسی عقلمندیاں ہیں؟ اگر عقلیں صحیح ہوئیں تو یہ بات نہایت آسانی سے سمجھ لیتیں کہ حقیقی لذت و فرحت۔ حقیقی سرور اور خوشگوار عیش و زندگی تو وہی ہے جس میں منعم حقیقی دادار۔ و داتا کی رضا مندیاں موجود ہوں۔ کیونکہ ہمہ قسم کی نعمتیں اسی کی رضا مندی سے وابستہ ہیں۔ اور اس کی خفگی اور ناراضی سے ہمہ قسم کے مصائب و آلام ہی وابستہ ہیں۔ پس واقعہ یہ ہے کہ آنکھوں کی ٹھنڈک۔ عقلیں قلب۔ سرور نفس۔ حیات قلب۔ لذت و فرحت۔ لذت آنکھیں عیش۔ خوشگوار زندگی تو وہی ہے جس میں منعم حقیقی کی رضا مندیاں شامل ہوں۔ جو قیمتی۔ انمول نعمتیں اسے منعم حقیقی کی رضا مندی سے حاصل ہوں گی۔ وہ اس قدر بیش بہا ہوں گی کہ اگر اس کا ستمہ برابر بھی دنیا و مافیہا کی نعمتوں کے مقابلہ میں رکھا جائے تو دنیا کی نعمتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہوں۔ اگر کسی انسان کو اس نعمت میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ معمولی سے معمولی حصہ بھی مل جائے تو وہ دنیا و مافیہا کو بھی اس کے عوض میں منظور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ معمولی سا حصہ بھی اس قدر قیمتی ہوگا۔ کہ دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت سے بھی زیادہ ہوگا۔ آخرت کی مختصر سے مختصر نعمت بھی ایسی ہوگی کہ وہ ان تمام مشقتوں اور انواع و اقسام کے ہجوم و غم سے پاک ہوگی۔ جو دنیا داروں کو دنیوی نعمتوں کی تحصیل میں برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ آخرت کی نعمتوں کا تو یہ حال ہے کہ ابھی دو نعمتیں۔ بلا کسی مشقت و تکلیف کے مل گئیں اور دوسری دو نعمتوں کا انتظار ہے۔ اور اگر وہ بھی بلا مشقت و محنت کے حاصل ہو گئیں۔ تو دوسری کا انتظار

کرو۔ پس حقیقت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ بیان فرمائی ہے۔

ان تکونوا تالمون۔ فانہم یالمون
 کیا تالمون۔ وتذجون من اللہ مالا
 یوجبون : (انعام)

لا الہ الا اللہ ! وہ آدمی کس قدر کوتاہ عقل و کم سمجھ کہا جائے گا؟ جو موتی کو مینگنی کے عوض مُشک کو گوبر کے عوض فروخت کر ڈالتا ہے۔ انبیاء۔ صدیقین۔ شہداء صالحین کی رفاقت کے مقابلہ میں ان لوگوں کی رفاقت کو ترجیح دیتا ہے۔ جن پر خدا کا غضب اتر چکا ہے۔ اور جن پر اس نے لعنت بھیجی ہے۔ اور جن کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ جو بہت ہی برا مقام ہے۔

فصل

معاصی اور گناہوں کے سبب پروردگار عالم سے رشتہ

ٹوٹ جاتا ہے خیر فلاح کے اسباب منقطع ہو جاتے ہیں۔

معاصی کی ایک بڑی سزا یہ بھی ہے کہ بندے اور پروردگار عالم میں جو رشتہ ہے۔ وہ گناہوں کی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے اور جب یہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے تو خیر فلاح کے تمام اسباب ذرائع اس سے منقطع ہو جاتے ہیں۔ اور فساد و شر کے اسباب اس کے لئے پیدا ہو جاتے ہیں اور یہ بالکل واضح ہے کہ جس کے لئے خیر فلاح کے دروازے بند ہو جائیں اور صلاح و نجات کے اسباب ذرائع منقطع ہو جائیں اور اپنے مالک اور پروردگار سے۔ اپنے مولیٰ و آقا سے اس کا رشتہ کٹ جائے۔ اور ایسے مالک۔ پروردگار۔ اور مولیٰ سے کہ جس سے بندہ ایک لمحہ کے لئے بھی مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اور جس کے بغیر بندے کو چارہ نہیں جس کے رشتہ کا کوئی بدل ممکن نہیں۔ اس ذات سے رشتہ ٹوٹنے کے بعد بندے کو کوئی فلاح و نجات میسر آ سکتی ہے؟ اور وہ کونسی امیدیں اور کس سے امیدیں قائم کر سکتا ہے؟ اور کونسی خوشگوار زندگی اسے حاصل ہو سکتی ہے؟ اس رشتہ کے ٹوٹنے کے بعد فساد و شر کے تمام اسباب ذرائع اس سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ جو بندے کو اس کے دشمنوں کے پھندوں میں جکڑ دیتے ہیں۔ اور اس پر دشمن کی حکومت قائم ہو جاتی ہے اور اسے اپنے حقیقی مولیٰ کی اطاعت سے دور پھینک دیتے ہیں اور کون سمجھ سکتا ہے کہ پروردگار عالم سے

رشتہ کٹ جانے اور خدا کے دشمنوں سے رشتہ وابستہ ہونے کے بعد کس کس قسم کے آلام و مصائب اور کس کس قسم کے عذاب اس کے لئے مقدر ہیں؟ بعض صلف صالحین کا قول ہے۔ میں بندے کو اللہ حق سبحانہ و تعالیٰ اور شیطان کے درمیان لیٹا ہوا پاتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ اس بندے سے اعراض کرتا ہے۔ تو شیطان اس پر مسلط ہو جاتا ہے۔ اور اس کی ولایت و حکومت قائم ہو جاتی ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور اس پر اس کی نگرانی رہتی ہے تو شیطان اس پر کسی طرح قابو نہیں پاسکتا۔

چنانچہ سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ
سَجْدًا وَاللَّا ابْلِيسَ۔ کَانَ مِنَ الْغٰیِبِ
فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ۔ اُفْتَتِحْذَرِمْ
وَذَرِيتَ۔ اَوْلِیَاءَ مِنْ دُونِ وَهْمِ
لَكَ عَدُوٌّ۔ وَبِئْسَ لِلظَّالِمِینَ بَدَلًا
سورہ انفکرت

جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے
سجدہ کرو۔ تو ابلیس کے سوا کسی نے تو سجدہ
کیا۔ یہ جنات کی قسم میں سے تھا۔ اپنے پروردگار
کے حکم سے نکل بھاگا۔ تو لوگو! کیا ہم کو چھوڑ
کر ابلیس اور اس کی نسل کو تم اپنا دوست بناتے
ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے قدیمی دشمن ہیں ظالموں
کے حق میں یہ بدلہ بہت ہی بڑا ہے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ اس آیت میں اپنے بندوں کو خطاب کرتا ہے کہ تمہارے دادا آدم کو جس
کرامت بعزت اور بزرگی بخشی۔ دوسروں کے مقابلہ میں اس کی قدر و منزلت کو اونچا کیا اور اس
قدر فضیلت و برتری عطا کی کہ اپنے فرشتوں کو میں نے حکم دیا کہ آدم کی تکریم و عزت کرو۔ اور اس
کے سامنے تم تکریمی سجدہ بجالاؤ۔ فرشتوں نے میرے حکم کی تعمیل کی لیکن میرے۔ اور آدم کے دشمن
شیطان نے میرے حکم کو نہیں مانا میری مخالفت کی۔ میری اطاعت سے روگردانی کی۔ اے بند
پھر کیا تمہیں یہ زیب دیتا ہے کہ میرے۔ اور اپنے دشمن۔ اور اسی دشمن کی ذریعہ کو اپنا
دوست اور مددگار بناؤ۔ اور مجھے چھوڑ دو؟ اور میری نافرمانی کرو۔ اور اس کی اطاعت کرو؟
میری مرضی اور رضامندی کے خلاف اس سے موالات دوستی کرو؟ حالانکہ یہ تمہارے محبت
ترین دشمن ہیں۔ تم میرے دشمنوں سے رشتہ قائم کر رہے ہو؟ حالانکہ میں تم کو حکم دیا کہ تم اس
دشمن کو اپنا دشمن سمجھو۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کے دشمنوں سے جو شخص دوستی کرتا ہے۔ وہ بھی بادشاہ کا دشمن ہے۔

اور ویسا ہی دشمن ہے۔ جیسا کہ پہلا دشمن ہوتا ہے۔ محبت۔ طاعت۔ فرمانبرداری کی تکمیل تو بھی ہوتی ہے۔ جب کہ اپنے مطاع اور مولیٰ کے دشمنوں کو بھی اپنا دشمن سمجھے اور مولیٰ کے دوستوں سے محبت اور دوستی رکھے۔ اور یہ بھی اس وقت ہے۔ جبکہ بادشاہ کا دشمن تمہارا دشمن نہ ہو۔ لیکن وہ حقیقی معنوں میں تمہارا بھی سخت ترین دشمن ہے اور تمہارے اور اس کے درمیان بکری اور بھیر پیٹے کی عداوت و دشمنی سے زیادہ عداوت ہے۔ تو پھر تم اس سے دوستی کا رشتہ کیسے قائم کر سکتے ہو؟ عقلمند آدمی کے لئے کس طرح یہ سزاوار ہے کہ وہ اپنے اور اپنے مولیٰ کے دشمنوں سے دوستی کا رشتہ جوڑے۔ خصوصاً جب کہ وہ ایسا مولیٰ۔ اور ایسا مددگار ہے کہ حقیقی معنی میں اس کے سوا کوئی مولا اور مددگار ہے ہی نہیں۔ خدائے قدوس نے اس دشمن سے موالات و دوستی رکھنے کو نہایت ہی برا بتلایا ہے۔ صاف صاف فرما دیا ہے۔

وہم لکم عدو۔ یہ تمہارے سخت ترین دشمن ہیں۔
اور پھر اس موالات کو ویسا ہی برا قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اس دشمن کو برا قرار دیا ہے۔
فرماتا ہے۔

ففسق عن امر ربہ۔ اس نے اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی۔

ان دو آیتوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ شیطان پروردگار عالم کا بھی دشمن ہے۔ اور ہمارا بھی۔ اور ان میں سے ہر دشمنی کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے سخت ترین عداوت و دشمنی رکھی جائے۔ پس ہمیں بتلاؤ کہ شیطان سے یہ موالات و دوستی کیسی؟ اور یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ خیر و فلاح کو شر اور برائی کے بدلہ فروخت کر دیا جائے؟ یقین کر دو کہ یہ ظلم ہے اور بہت بڑا ظلم ہے۔ اور ظلم کرنے والوں کا بدلہ بہت ہی سخت اور بڑا ہے۔

خدا کے اس ارشاد میں ایک لطیف قسم کا عتابی خطاب بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ شیطان میرا دشمن اس لئے ہے کہ تمہارے دادا آدم کو اس نے سجدہ نہیں کیا۔ میرے حکم کو اس نے ٹھکرا دیا۔ میرے دوست فرشتوں نے میرے حکم کو ماننے سے بولنے آدم کو سجدہ کیا تو شیطان سے میری دشمنی صرف تمہاری ہی وجہ سے ہے۔ اور اب اس عداوت اور دشمنی کا یہ نتیجہ؟ کہ تم اس سے موالات و دوستی کا رشتہ جوڑ رہے ہو۔

فصل

معاصی اور گناہوں سے عمر، رزق، علم بلکہ
دین و دنیا کی ساری برکتیں سلب ہو جاتی ہیں۔

معاصی اور گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ عمر۔ رزق۔ علم و عمل۔ طاعت و
عبادت کی برکتیں چھین جاتی ہیں۔ دین و دنیا کی خیر و برکت اس سے سلب کر لی جاتی ہے
چنانچہ نافرمان بندے کو تم سب سے زیادہ بے خیر و برکت پاؤ گے۔ نہ اس کی عمر میں برکت ہوگی
نہ اس کے دین و دنیا کے کسی کام میں برکت ہوگی۔

واقعہ تو یہ ہے کہ مخلوق کے گناہوں کی وجہ سے زمین کی برکتیں سلب کر لی جاتی ہیں
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

ولو ان اهل القرى آمنوا واتقوا
لنفتننا عليهم ببركات من السماء
والارض (سورہ الاعراف)

اور ارشاد ہے :-

وان لو استقاموا على الطريق
لاسقيناهم ماء غدقا. لنفتنهم
فبئير (جن)

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے
اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم آسمان و زمین
کی برکتوں کا دروازہ ان کے لئے کھول دیتے
اور اگر یہ لوگ سیدھے رستے پر قائم رہتے تو ہم
ان کو پانی کی ریل پیل سے سیراب کرتے تاکہ برکت
کی نعمت میں ہم ان کا امتحان کریں۔

گناہوں کے ارتکاب سے بندہ رزق و روزی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ حدیث شریفہ
کے اندر ہے :-

ان روح القدس لغت في روعي. ان
من تموت نفس حتى تستكمل رزقها
قالقوا الله. واجعلوا في الطلب
فان لا ينال ما عند الله الا بطاعته
وان الله جعل الروح والفرح في
الرضاء واليقين. و جعل الهم
والمحزون في الشك واليأس

روح القدس نے میرے قلب میں یہ بات القا
فرمائی ہے کہ کوئی انسان اس وقت تک نہیں
میرے گاجب تک کہ وہ اپنا رزق پورا نہ کرے
پس نعم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اور اچھے
طریقے سے اس سے طلب کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ
سے جو کچھ مل سکتا ہے اس کی طاعت ہی
سے مل سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے رحمت
اور فرحت اپنی رضا مندی اور نصیب ہی میں رکھی

شک اسکی اور خفگی میں ہم و حزن کے سوا
کچھ نہیں۔

اور وہ حدیث قدسی جو امام احمد نے کتاب الزہد کے اندر بیان کی ہے۔ جسے ہم
اوپر پڑھ چکے ہو کہ:-

انا للہ - اذارصیۃ بارکت - ولیس
ببرکتی منتھی - و اذا غضبت
لعنت و لعنتی تدرک السابح
من الولد
میں اللہ ہوں - میں راضی ہو جاؤں تو برکت
دیتا ہوں - اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں
ہے اور جب میں خفا ہوتا ہوں تو لعنت بھیجتا
ہوں - اور میری لعنت اس کی ساتویں اولاد
تک پہنچتی ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ رزق و عمل کی وسعتیں اس کی کثرت و فراوانی کی وجہ سے نہیں
ہیں عمر کی زیادتی - مہینوں - اور برسوں کی کثرت کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ رزق و عمل
کی کثرت و وسعت یہ ہے کہ اس میں برکت پیدا ہو۔ اور رقم اوپر پڑھ چکے ہو کہ بندے کی عمر
وہی ہے جس میں اسے زندگی ملے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی دوسری جانب مشغول
ہو جائے۔ اس کی زندگی کہاں؟ اس زندگی سے تو چوپایوں کی زندگی اچھی! انسان کی زندگی
تو اسی وقت ہے جب کہ اس کا قلب اور روح زندہ ہو۔ اور قلب کی زندگی اسی وقت ہے
جب کہ وہ اپنی خاطر - خالق کی محسوسات حاصل کرے۔ اس سے محبت کرے اور اس کی عبادت
کرے۔ اور اسی کی بارگاہ میں رجوع کرے۔ اسی کی چوکھٹ پر سر جھکائے۔ اسی کے ذکر سے
طمینت و سکون۔ اور اس کے تقرب سے اللہ حاصل کرے۔ جس نے یہ زندگی کھوئی اس نے ہر قسم
کی خیر و فلاح کھوئی۔ اگرچہ اسے کچھ دیتا بھی مل گئی ہو۔ لیکن اس زندگی کے عوض تو ساری دنیا بھی
مل جائے۔ تو ایچ ہے۔ بندہ جس چیز کو بھی کھو بیٹھے۔ اس کا عوض اور بدل ممکن ہے۔ لیکن خدا کو
کھو بیٹھے گا کوئی عوض اور بدل ہی نہیں ہے۔ فقیر و محتاج بالذات یعنی بالذات کا بدل
عاجز بالذات - قادر بالذات کا عوض مردہ زندے کے برابر کیوں کر ہو سکتا ہے؟ مخلوق
خالق کا بدل کس طرح ہو سکتا ہے؟ وہ مخلوق کہ جس کا وجود بالذات نہیں۔ جس کی کوئی چیز
بالذات نہیں انہما ان کے عوض بدلے میں کیوں کر لی جاسکتی ہے۔ جس کا تھا بالذات۔ جسکی حیات و زندگی
کمال وجود رحمت ہے۔ کچھ بالذات اور لوازمات ذات میں سے ہیں جو شخص ایک ذرہ کا بھی

مالک نہیں۔ اس ذات کے بدلہ میں کیونکر لایا جاسکتا ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا مالک اور مختار ہے؟

معصیت سے رزق و عمر کی برکتیں اس لئے سلب ہو جاتی ہیں کہ معصیت اور ناپاکیاں
 معصیت پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ اور ان پر اس کی حکومت قائم ہو جاتی ہے۔ اور
 اہل عصیان کے تمام وقا تر اس کے پاس ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے شیطان کا قرب جسے بھی ہو گا
 برکت اس سے سلب کر لی جائے گی۔ اور یہی وجہ ہے کہ کھانے۔ پینے۔ کپڑا پہننے۔ سواری۔ جماع
 وغیرہ مواقع میں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا شارع نے مشروع فرمایا ہے۔ اس
 لئے کہ ذکر الہی خیر و برکت کا موجب ہے۔ اور ذکر خداوندی سے شیطان بھاگتا ہے۔ اور اس
 سے حصول برکت کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ خدا کی برکت کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ اور ہر وہ چیز
 جو خدا کے سوا کسی اور کے لئے ہو۔ اس سے برکت چھین لی جاتی ہے۔ کیوں کہ برکت تو پروردگار
 عالم ہی کی بارگاہ سے اترتی ہے۔ اور ساری برکتیں وہیں سے آتی ہیں۔ اور ہر وہ چیز جو اس
 کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ مبارک ہوتی ہے۔ اس کا نام مبارک ہے۔ اس کا رسول
 مبارک ہے۔ اس کا وہ بندہ مبارک ہے۔ جو ایمان رکھتا ہے۔ اور خدا کی مخلوق
 کو نفع پہنچاتا ہے۔ بیت اللہ الحرام مبارک ہے۔ ملک شام مبارک ہے۔ سرزمین شام
 کی برکتوں کا ذکر قرآن حکیم کے اندر چھ آیتوں میں کیا گیا ہے۔ پس دنیا میں اس کی ذات کے
 سوا کوئی مبارک نہیں۔ پس ہر وہ چیز جو اس سے نسبت نہیں رکھتی۔ یعنی اس کی محبت اور
 رضائے نسبت نہیں رکھتی۔ اس میں کسی قسم کی برکت نہیں ہوتی۔ یوں تو ساری کائنات اس
 کی ربوبیت و خالقیت سے نسبت رکھتی ہے۔ لیکن اس کی ربوبیت و رضامندی کی نسبت
 نہ ہو تو وہ بے برکت ہے۔ دنیا کی ہر وہ چیز۔ خواہ وہ عیان و اشخاص ہوں۔ خواہ اقوال
 گفتار۔ یا اعمال و کردار جو بھی خدا سے بعید اور دور ہے۔ اس میں خیر و برکت نہیں جو
 اس سے قریب ہوگی۔ بقدر قربت اس میں خیر و برکت ہوگی اور برکت لعنت کی ضد ہے پس وہ
 کہ جس پر خدا نے لعنت کی یا وہ آدمی کہ جس پر اس کی لعنت ہو یا وہ کام کہ جس پر خدا کی لعنت ہو خیر
 برکت سے دور اور بیت ہی دور ہوگا۔ اور وہ چیزیں بھی خیر و برکت سے محروم ہوں گی۔ جن کا ان ملعون
 چیزوں سے کسی قسم کا تعلق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن ابلیس پر لعنت بھیجی اور اپنی
 ساری مخلوق سے اسے دور تر پھینک دیا ہے۔ اور اس لئے ہر وہ چیز جس کو ابلیس سے کسی قسم

کی بھی نسبت، اور تعلق ہوگا۔ اس پر بقدر نسبت و تعلق لعنت ہوگی۔ ظاہر ہے کہ عمر۔ رزق۔ علم۔ عمل وغیرہ سے برکتوں کے سلب ہونے میں گناہوں کو بڑا دخل ہے۔ اور معاصی کے اثرات بہت دور رس ہیں۔ پس وہ وقت جس کے اندر تم خدا کی نافرمانی کرو۔ یا وہ مال جس کے ذریعہ خدا کی نافرمانی ہو یا وہ جسم اور مال۔ قوت۔ جاہ و منزلت اور علم و عمل جس کے ذریعہ خدا کی نافرمانی ہوتی ہو۔ وہ خدا کے یہاں نافرمانی کرنے والے کے خلاف حجت ہے اور یہ اس کے حق میں قطعاً مفید نہیں ہے صرف وہی چیز کارآمد ہوگی جو طاعت الہی میں صرف کی جائے اور یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ تلو تلو پڑھتے رہتے ہیں۔ لیکن ان کو مشکل میں سال کی عمر نصیب ہوتی ہوگی۔ بعض کے پاس سونے چاندی کے بنا رہتے ہیں۔ اور مال و دولت سے ان کے خزانے چرہوتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں اس میں سے ایک ہزار درہم بھی اس کی قسمت میں نہیں ہوتے۔ یہاں حال جاہ و منزلت۔ اور علم کا ہے۔ ترمذی شریف میں ہے :-

الدنيا ملعونہ - ملعون ما فيها
الاذکر اللہ عزوجل - وما والاہ
او عالم - او متعلم :-

ایک دوسری حدیث میں ہے :-
ملعونہ - ملعون ما فيها الا ما
کان اللہ :-

جو چیز اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ اسی میں اللہ تعالیٰ کی خیر و برکت ہو اگر تھی ہے۔
واللہ المستعان -

فصل

انسان رفعت بلند کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہے
مگر معاصی اسے سفلہ اور پست کر دیتے ہیں :-
معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہ انسان کو سفلہ اور پست کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ
علو و رفعت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق و جسم کی پیدائش ہی علم و رفعت (المرتبة)

سفلہ (پست) پہلی قسم کا مقام علیین ہے۔ اور دوسری کا اسفل السافلین۔ اہل طاعت کو وہ دنیا اور آخرت دونوں میں علو و رفعت عطا فرماتا ہے۔ اور اہل معصیت کو دنیا اور آخرت دونوں میں ذلیل و پست کر دیتا ہے۔ اہل طاعت کو خدا نے ہمیشہ اپنی عزیز ترین مخلوق بنایا۔ اور ساری مخلوق سے ان کو عزیز رکھا ہے۔ معصیت کو اس نے ذلیل ترین چیز قرار دیا۔ اہل طاعت کو اس نے ہمیشہ عزت دی۔ اور نافرمانوں کو ذلیل و خوار کیا۔ چنانچہ مستدا احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا:۔

جعلت الذلۃ - والصغار علی من میرے حکم کی مخالفت کرنے والے کے لئے خالف امری۔ ذلت و خواری لازم کر دی گئی ہے۔

انسان جب گناہ، اور خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ اپنے درجات سے نیچے گرتا چلا جاتا ہے۔ اور جوں جوں گناہ کرتا رہے گا نیچے گرتا چلا جائے گا۔ تا آنکہ وہ اسفل ترین درجہ میں جا کرے گا۔ اور جب وہ طاعت و عبادت سے اپنے کو مزمین و آراستہ کرے گا۔ درجہ بدرجہ بلند ہوتا چلا جائے گا۔ تا آنکہ وہ اعلیٰ علیین تک پہنچ جائے گا۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ ایک انسان اپنی زندگی میں ترقی و رفعت کے کام بھی انجام دیتا ہے۔ اور تنزل و انحطاط کے بھی۔ اسی صورت میں اس کی ثقلیت اسی جانب ہوگی جو جانب غالب ہوگی۔ ایک ڈی سو درجے ترقی کرتا ہے۔ اور ایک درجہ نیچے گرتا ہے۔ اس کا حال وہ نہیں ہے جو اس کے برعکس عمل کرنے والے کا ہے کہ سو درجے نیچے گرتا ہے اور صرف ایک درجہ ترقی کرتا ہے۔ اس موقع پر بعض لوگوں کو سخت مغالطہ ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ انسان کبھی کسی بڑے گناہ کی وجہ سے اس قدر نیچے گرتا ہے کہ مقام رفعت سے بہت دور جا پڑتا ہے اتنا دور کہ جیسے مشرق و مغرب یا زمین و آسمان۔ اب اس تنزل کے مقابلہ میں وہ ہزار درجہ بھی ترقی کر جائے تو اس کی تلافی ناممکن ہوتی ہے جیسا کہ بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے:۔

ان العبد لیتکلم بالکلمۃ الواحدۃ
لا یلتقی لها بالایسوی بہا فی
انار البعد ما بین المشرق والمغرب
بندہ کبھی لاپرواہی کی وجہ سے کوئی ایک بات ایسی کہہ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم کے ایسے گڑھے میں پھینک دیا جاتا ہے جس کی گہرائی مشرق و مغرب کے فاصلہ سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

اس قسم کے تنزل و انحطاط کی تلافی کس بلندی اور کونسی ترقی سے ہو سکتی ہے ؟
حقیقت یہ ہے کہ تنزل و انحطاط تو انسان کے لئے لاپرواہی چیز ہے۔ لیکن اس کی
شکلیں مختلف ہیں۔ بعض لوگ غفلت کی وجہ سے نیچے گر جاتے ہیں۔ ایسے لوگ جب بیدار ہوتے
ہیں۔ اپنے اصل درجہ بلکہ اس سے بھی بلند ہو جاتے ہیں۔ جس قدر بیداری ہوگی۔ اسی قدر
بلندی و رفعت بھی ہوگی۔

بعض لوگ کسی مباح چیز میں الجھ جانے کی وجہ سے نیچے گر جاتے ہیں۔ طاعت و عبادت
کا ارادہ ہی ان میں بیدار نہیں ہوتا۔ اس قسم کے لوگوں کی حالت مختلف ہوا کرتی ہے جب
اس قسم کے لوگ طاعت کی طرف رجوع کرتے ہیں تو کبھی وہ اپنے ترقی و بلندی کے اصل درجہ
تک پہنچ جاتے ہیں۔ کبھی اس سے بھی بلند مقام تک پہنچ جاتے ہیں اور کبھی اس سے پیچھے رہ
جاتے ہیں اور کبھی ایسے لوگوں میں ایسی ہمت پیدا ہو جاتی ہے کہ پہلے جو ہمت تھی اس سے کہیں
زیادہ ہمت آجاتی ہے اور کبھی یہ ہمت پست بھی ہو جاتی ہے اور کبھی ویسی ہی ہمت آجاتی ہے جو پہلے تھی۔
بعض لوگ معصیت اور صغیرہ یا کبیرہ گناہوں کی وجہ سے اصل درجہ سے نیچے گر جاتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے لئے اپنے اصل درجہ تک پہنچنے کے لئے توبہ نصوح۔ انابت صادقہ ضروری ہے۔
یہاں اس بارے میں علماء میں اختلاف ہے اور وہ یہ کہ کیا توبہ کرنے سے گنہگار آدمی اپنے اصل
مقام اور اصل درجہ تک پہنچ سکتا ہے ؟ اور اس طور پر کہ گناہ کا اثر بالکل محو ہو جائے اور کسی قسم کا بھی
اثر باقی نہ رہے۔ یادہ اپنے اصل مقام اور اصل درجہ تک پہنچ ہی نہیں سکتا اور توبہ کا اثر صرف استغفار
ہے کہ عقوبت و سزا اس پر سے ساقط ہو جائے گی۔ تقریباً درجہ جو اس نے کھو دیا ہے۔ وہ حاصل
ہی نہیں ہو سکتا۔ علماء اس بارے میں مختلف رائیں رکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ انسان جن اوقات
میں گناہ کرتا ہے ان اوقات میں وہ طاعت و عبادت میں مشغول رہ کر ترقی کے چند مدارج اور طے کر سکتا تھا۔ اس کے اندر ترقی
مدارج کی استعداد و قابلیت موجود تھی۔ اس لئے وہ اپنے سابقہ اعمال صالحہ اور نیکیوں کے ساتھ
ترقی کر سکتا تھا اور آگے بڑھ سکتا تھا۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ ایک انسان روزانہ اپنے مال کے ذریعہ
تجارت کرتا ہے۔ جس قدر مال زیادہ ہوتا ہے زیادہ منفعت حاصل کرتا ہے۔ معصیت یا تعطل
کے زمانہ میں یہ ترقی اور منفعت اپنے اعمال صالحہ اور اصل مال کے ساتھ رک جاتی
ہے۔ جب وہ دوبارہ عمل شروع کرے گا تو نئے سے نئے سے وہ نیچے سے اوپر کی طرف صعود و ترقی
کرے گا۔ لیکن اس سے پیشتر وہ مسلسل ترقی ہی کر رہا تھا۔ اگر نہ رکنا تو کتنی ترقی کرتا۔

ترقی دوبارہ عمل شروع کرنے پر ہوئی۔ مگر ظاہر ہے۔ ان ہر دو ترقیوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔

بعض علماء اس کی تمثیل اس طرح پیش کرتے ہیں۔ دو آدمی دو الگ الگ زمینوں پر چڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک کچھ نیچے اتر گیا اور پھر چڑھنا شروع کیا۔ ظاہر ہے کہ جو اتر نہیں وہ آگے ہی ہوگا اور جو اترتا وہ ہمیشہ نیچے ہی رہے گا۔ بات بالکل صاف ہے۔ شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیہؒ نے اس بارے میں ایک نہایت ہی عمدہ فیصلہ کیا ہے۔ جسے تسلیم کئے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ بعض لوگوں کی توبہ اس قدر ذنی ہوتی ہے کہ اس کا نیکی کا پلہ بہت ہی جھک جاتا ہے اور اس کی ترقی کا درجہ جو پہلے تھا اس سے بھی بلند ہو جاتا ہے اور بعض اپنے سابقہ درجہ کے برابر کوئی درجہ پا لیتے ہیں بعض اپنے سابقہ درجہ تک نہیں پہنچ پاتے اور بعض اپنے سابقہ درجہ تک ہی پہنچ کر رہ جاتے ہیں۔

میں کہتا ہوں یہ کمی دریشی اور اختلاف درج ہر ایک کی توبہ انابت اور استغفار کی کیفیت کی بنا پر ہے۔ گنہگار بندہ جب اپنے معاصی کی وجہ سے شرمندہ اور شرمسار ہو جاتا ہے اور اس کے اندر ذلت و خواری۔ عاجزی و انکساری۔ خاکساری و فروتنی۔ خضوع و خشوع و رحمت الی اللہ اجتناب معاصی۔ خوف و خشیتہ۔ تضرع و زاری کی خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ چیزیں کبھی کسی کے اندر پوری قوت سے نمود کرتی ہیں۔ جس سے توبہ کرنے والا اس درجہ سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔ جہاں وہ گناہ کرنے سے پہلے تھا اور گناہ کرنے سے پیشتر وہ جس درجہ کا نیک تھا۔ اس سے کہیں زیادہ نیک بن جاتا ہے۔ ایسے آدمی کے حق میں گناہ ایک رحمت بن جاتی ہے۔ گناہ سے قبل اس کا قلب غرور آشنا تھا۔ عجب و نخوت اس کے اندر بھری ہوئی تھی۔ اسے اپنے نفس پر اعتماد تھا۔ اپنے اعمال پر تکیہ اور بھروسہ تھا۔ گناہ کی وجہ سے یہ تمام برائیاں ختم ہو جاتی ہیں اور اب وہ اپنے مولیٰ۔ سید۔ آقا کی چوکھٹ پر اپنی پیشانی ٹیک دیتا ہے اور عاجزی۔ انکساری۔ فروتنی اور خاکساری کے ساتھ اپنے رخسار اس کی دہلیز پر گرنے لگتا ہے اور خدا کی قدر و منزلت پہچاننے لگتا ہے۔ اپنی محتاجی اور بے کسی و بے بسی کا اعتراف اپنے قلب کی گہرائیوں سے کرنے لگتا ہے۔ اپنی حفاظت اور عضو و لحم۔ مغفرت و نجات کے لئے اپنے کو اپنے سید۔ مولیٰ اور خالق کا سراسر محتاج سمجھنے لگتا ہے۔ قلب سے صولات و تمکنت اور عبادت و طاعت کا غرور جو پہلے تھا ختم ہو جاتا ہے۔ طاعت و عبادت کی

شیخیاں اور کبر و نخوت نکل جاتے ہیں۔ خود بینی و خود ستائی کا بت پاش پاش ہو جاتا ہے اور خطا کاروں۔ گنہگاروں کی صف میں آکر اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور شرم و ندامت خوف ورجا کے ساتھ اس کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ لرزتے ہوئے۔ کانپتے ہوئے۔ اپنے کو حقیر و بیچ اور اپنی طاعتوں اور عبادتوں کو لاشیء محض۔ اور اپنے گناہوں کو بھاری۔ ذنی جرم سمجھ کر اس کے سامنے سر خم کر کے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اپنی جان کو سراسر ناقص ناچیز۔ ناپاک۔ ناکارہ اور بدترین خلأق سمجھنے لگتا ہے اور اپنے رب کو ہمہ قسم کے کمالات اور حمد و ثنا کا واحد مستحق سمجھتا ہے اور اسی کو اپنا حاجت روا مانتے لگتا ہے۔

فصل

اگر خدائے تعالیٰ کا علم نہ ہوتا تو بندوں کے گناہوں کی وجہ سے آسمان و زمین تہ و بالا ہو جاتے۔

ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو کچھ بھی مل جاتا ہے اور جو نعمت بھی اسے عطا کی جاتی ہے۔ چھوٹی ہو یا بڑی اسے بہت زیادہ اور بہت بڑی نعمت تصور کرتا ہے اور اپنی ذات کو وہ اس سے کمتر سمجھتا ہے اور حقیر سے حقیر نعمت کا بھی وہ اپنے کو مستحق نہیں سمجھتا اور ہر ابتلاء و مصیبت کا اپنے آپ کو اہل اور مستحق سمجھتا ہے۔ بلکہ بڑی سے بڑی مصیبت کا وہ اپنی ذات کو مستوجب سمجھتا ہے۔ بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ احسان ہی کیا ہے۔ کہ گناہ و جرم کی مقدار کے مقابلہ میں اسے کچھ بھی سزا نہیں دی۔ کیونکہ جرم کے مقابلہ میں جس سزا کے وہ لائق تھا۔ وہ ایسی تھی کہ بڑے بڑے پہاڑ بھی اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ ایک عاجز و کمزور بندہ؟ کیونکہ گناہ اگرچہ چھوٹے سے چھوٹا بھی کیوں نہ ہو۔ مگر اس عظیم ترین ذات کے مقابلہ میں ہے۔ جس سے کوئی بھی بڑا نہیں۔ جس سے کوئی جلیل و بزرگ اور کبیر و برتر نہیں۔ چھوٹی بڑی تمام نعمتوں کا دینے والا وہی ایک اکیلا ہے۔ دوسرا کوئی نہیں۔ اس کا مقابلہ کس قدر قبیح۔ شنیع اور ناجائز ہو سکتا ہے۔ دنیا کی ہر قوم مومن اور کافر اپنے عطاء۔ اجلاء اور سرداروں کا مقابلہ ایک قبیح ترین حرکت سمجھتی ہے۔ اس قسم کے لوگوں کا مقابلہ وہی آدمی کرتا ہے۔ جو سب سے زیادہ رذیلی ہوتا ہے۔ جس کے اندر جو ہر مروت نام کو نہیں ہوتا۔ جب اس قسم کے لوگوں کا مقابلہ

ہم گناہوں پر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں - اور امید یہ رکھتے ہیں کہ نعمت لازوال کے ساتھ جنت ملے گی۔

ملکو تہا الاعلیٰ بذنب واحد
خدا نے صرف ایک گناہ کی بنا پر اپنے عالم
ملکوت سے باہر نکال دیا تھا۔

ولقد علمنا انخرج الالبون من
حالانکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ہمارے والدین
(آدم و حوا) کو

مقصود یہ ہے کہ بندہ توبہ کرنے کے بعد قبل گناہ سے بھی بہتر ہو جاتا ہے۔ جو درجہ سے پہلے حاصل تھا اس سے بلند تر مقام پر جا پہنچتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ گناہ اس کی ہمت توڑ دیتا ہے۔ جس سے اس کے تمام عزائم و ارادے پست ہو جاتے ہیں۔ اور قلب کی صحت اس قدر خراب ہو جاتی ہے کہ توبہ بھی اگلی صحت تک پہنچنے میں اس کی امداد نہیں کرتی۔ اس لئے وہ اپنے فوت شدہ درجہ کو پھر حاصل ہی نہیں کر سکتا۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرض زائل ہو جاتا ہے اور اسے وہی صحت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو اسے پہلے حاصل تھی اور اب وہ اسی کے مثل عمل کرنے لگتا ہے اور اپنے اصل درجہ کو پالیتا ہے۔ لیکن یہ تمام باتیں اسی وقت ہوتی ہیں کہ انسان کا تنزل و انحطاط گناہ و معصیت کی وجہ سے ہوا ہو۔ اگر یہ تنزل و انحطاط کسی ایسے امر کی وجہ سے ہے جو اصل ایمان میں خلل انداز ہے۔ مثلاً شکوک و شبہات ریب و تردد۔ اور نفاق و غیرہ کی وجہ سے ہے تو اس کا تدارک پھر نئے سرے سے ایمان لائے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ ایسے آدمی کی ترقی کی کوئی امید نہیں۔

فصل

(معاصی سے ہر چیز انسان کی دشمن بن جاتی ہے)

معاصی کی ایک سزایہ بھی ہے کہ خدا کی ہر مخلوق گنہگار کے خلاف جرمی اور دلیر ہو جاتی ہے۔ شیاطین بھی جرمی اور دلیر ہو جاتے ہیں اور اسے ایذا اور تکلیفوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ درغلالتے۔ بہکاتے اور دسو سے ڈالتے ہیں۔ خوف و ہراس میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ دھوکہ دیتے ہیں اور وہ چیزیں اور ان باتوں سے اسے غافل کر دیتے ہیں۔ جن سے اس کی مصلحتیں وابستہ ہوتی ہیں۔ اور جنہیں فراموش کرنے سے اسکو سخت سے سخت نقصان

پہنچتا ہے۔ شیاطین اس پر اس قدر غالب آجاتے ہیں کہ خدا کی نافرمانی کی طرف اسے زبردستی دھکیل کر لے جاتے ہیں۔ نیز انسانی شیاطین بھی اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس کی موجودگی اور عدم موجودگی میں ہر ممکن ایذا دیتے اور تکلیفیں اسے پہنچانے لگتے ہیں۔ اس کے گھر کے لوگ۔ خدام۔ نوکر چاکر۔ اس کی اولاد۔ پڑوسی۔ سب کے سب اس کے خلاف ہو جاتے ہیں۔ اور اسے ستانے کی کوششیں کرتے ہیں۔ حیوانات۔ چوپائے بھی اس کے خلاف جبری اور دلیر ہو جاتے ہیں۔ اسلاف میں سے بعض بزرگوں نے کہا ہے۔

انی لا عصی اللہ۔ فاعرف
ذالک فی خلق امرئتی
و دا بتی ::

جب کبھی مجھ سے خدا کی کوئی نافرمانی ہو جاتی ہے تو اس کا اثر مجھے اپنی بی بی اور سواری کے جانوروں تک میں محسوس ہوتا ہے۔

اسی طرح حکام اس کے خلاف اقدام کرتے ہیں۔ اور عدل و انصاف کی مسند پر بیٹھ جاتے ہیں۔ تو اس پر پوری پوری حدود جاری کرتے ہیں اور سخت ترین سزائیں دیتے ہیں۔ اور خود اس کا نفس ہی اس کے خلاف جبری ہو جاتا ہے۔ کہ شیر کی طرح اس پر حملہ آور ہوتا ہے اور اسے مشکلات اور دشواریوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور اسے اس قدر محسوس ہوتا ہے کہ دست دیا کر دیتا ہے کہ اگر کبھی وہ نیکی کا ارادہ بھی کرتا ہے تو نفس سرکشی کرتا ہے اور اتباع نہیں کرتا۔ اسے خواہ مخواہ گھسیٹ کر اسی طرف لے جاتا ہے۔ جہاں اس کی ہلاکت و تباہی کے سارے سامان جمع ہوتے ہیں اور ایسائیوں اور کس لئے ہوتا ہے؟ اس لئے ہوتا ہے کہ طاعت الہی۔ عبادت خداوندی۔ رب العالمین کا ایک مستحکم و مضبوط قلعہ ہے اور اس میں جو بھی داخل ہو جاتا ہے۔ اسے کامل امن مل جاتا ہے اور جو اس سے باہر نکل آتا ہے۔ اس پر ڈاکو اور راہ زن وغیرہ حملہ کر دیتے ہیں۔

معاصی اور گناہ جس قسم کے اور جس درجہ کے ہوں گے۔ اس قسم کی اور اسی درجہ کی آفتیں۔ اس پر حملہ آور ہوں گی۔ جنہیں کوئی روک ہی نہیں سکتا۔

ذکر الہی۔ طاعت خداوندی۔ صدقہ۔ خیرات۔ جہلاء کو ہدایت و تلقین۔ ہر بالمعروف
نہی عن المنکر ایسی زبردست اور مقدس چیزیں ہیں کہ وہ بندے کی حفاظت اسی طرح کرتی ہیں۔ جس طرح انسان کی قوت۔ آنے والے یا آٹے ہوئے مرض کی مقادمت و مدافعت کرتی رہتی ہے۔ اگر یہ قوت ختم ہو جاتی ہے۔ تو مرض پوری قوت سے حملہ کر دیتا ہے۔ اور

بالآخر ایسے ہلاک کر ڈالتا ہے۔ آدمی کے لئے وہ قوت ضروری ہے جو دفاع کر سکے کیونکہ نیکوں اور گناہوں کے نتائج ایک دوسرے کی مدافعت کرتے ہیں۔ جو غالب آجاتا ہے۔ اسی کا حکم چلتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

اہل ایمان کی جانب سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ مدافعت کرتا رہتا ہے۔ اور ایمان نام ہے قول و عمل کا تو جس قدر قوت ایمانی زیادہ ہوگی۔ قوت مدافعت بھی زیادہ ہوگی۔
واللہ المستعان۔

فصل

معاصی کی زد۔ انسان کی معاد و معاش۔ دنیا و آخرت
دونوں پر پڑتی ہے۔ خاتمہ بالآخر خطرے میں پڑ جاتا ہے۔
توکل علی اللہ۔ اور انا بت ختم ہو جاتی ہے اور جمعیت خا
سے محرومی ہو جاتی ہے۔

معاصی کی ایک سزایہ بھی ہے کہ معاصی بندے کی معاد و معاش کی ضروریات میں خلل اور
رنج پیدا کر دیتے ہیں ہر انسان اس ہر کامتاج اور سخت محتاج ہے کہ وہ اپنے معاد و معاش۔ آخرت اور
دنیا کے مفادات و نقصانات کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کی کوشش کرے اور معاصی و گناہ اس
معرفت و سمجھ سے انسان کو قطعاً محروم کر دیتے ہیں اور ان امور کی تفصیل سب سے زیادہ وہی
جان سکتا ہے۔ جو معاد و معاش کی معرفت زیادہ رکھتا ہو اور سب سے زیادہ قوی عقل مند و زیر
دہی ہے۔ جو اپنے نفس و ارادہ پر غالب اور حاوی ہو۔ اور اپنے ارادہ کو اسی جگہ استعمال کرے
جہاں اسے نفع مل سکے اور ان چیزوں سے باز رہے۔ جن سے اس کو نقصان پہنچتا ہو اور اس
بارے میں لوگوں کی ہمتیں۔ معرفت و ادراک۔ مقامات و منزلیں مختلف اور متفاوت ہیں۔ سب
سے بڑا عارف وہ ہے جو سعادت و شقاوت کے اسباب کی پوری پوری معرفت رکھتا ہو اور سب
سے بڑا دانشمند و زیرک۔ اور راز نگاہ وہ ہے۔ جو شقاوت کے مقابلہ میں سعادت کو ترجیح دے اور وہ
شخص بڑا ہی بے وقوف اور احمق ہے جو سعادت کے مقابلہ میں شقاوت کو ترجیح دے۔

انسان کو اس علم کی تحصیل میں جن امور کی ضرورت ہے۔ ان میں معاصی اور گناہ اس کے
ساتھ خیانت کرتے ہیں اور انسان اپنی آخرت کے اعلیٰ و اشرف۔ احد و دائمی حصہ

کو دنیا کے تحسیس۔ ادنیٰ۔ فانی۔ منقطع ہونے والے حصہ کے عوض ضائع کر دیتا ہے۔
 معاصی اس علم کی تحصیل و تکمیل کی راہ میں حجاب بن جاتے ہیں اور دنیا و آخرت میں
 جو امور انسان کے لئے مفید بہتر اور نفع بخش ہوتے ہیں۔ ان کی مشغولیت سے باز رکھتے ہیں۔
 انسان جب کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اس سے گلو خلاصی کی ضرورت پیش
 آتی ہے تو گنہگار انسان کا قلب اس کا نفس۔ اس کے جوارح اس کے ساتھ غداری کرتے ہیں اور
 اس کی حالت اس شخص کی سی ہو جاتی ہے۔ جس کے پاس تلوار موجود ہے۔ لیکن نیام میں پڑی
 پڑی زنگ خوردہ ہو چکی ہے۔ مالک اس سے کام لینا چاہتا ہے۔ لیکن زنگ نے ایسا پکڑ لیا
 ہے کہ نیام سے نکل ہی نہیں سکتی۔ ایسی حالت میں اس کا دشمن اس کے سر پر آ جاتا ہے اور اسے
 قتل کر دینا چاہتا ہے۔ اس وقت وہ اپنی تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالتا ہے اور تلوار کو کھینچتا ہے
 لیکن وہ نکلنے کا نام نہیں لیتی اور دشمن وار کر کے اس کا کام تمام کر دیتا ہے۔ انسان کے قلب کی
 بھی یہی حالت ہے۔ گناہوں سے زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ معاصی سے وہ اپنا رنج جیسا ہو جاتا ہے جب
 اسے دشمن سے لڑنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو مقابلہ کے لئے اس کے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی۔
 انسان جب کسی سے جنگ کرتا ہے۔ قلب اور قلب کی طاقت ہی کے ذریعہ جنگ کرتا ہے۔
 قلب کی قوت ہی سے حملہ کرتا ہے۔ قلب ہی کی طاقت سے اقدام کرتا ہے۔ جسم اور جسم کے
 اعضاء تو قلب کے تابع ہوتے ہیں اور جب قلب کے پاس جو جسم و جوارح کا بادشاہ ہے۔
 قوت و طاقت نہ ہو تو وہ مدافعت ہی کیا کر سکتا ہے؟ اور کیسے کر سکتا ہے اور پھر جب کہ
 بادشاہ ہی سرے سے نہ ہو تو تباہ کیا انجام ہوگا؟

جو حال قلب کا ہے وہی حال نفس کا ہے۔ نفس شہوات و خواہشات۔ معاصی اور گناہوں
 کی وجہ سے شبیث و ناپاک ہو جاتا ہے اور اس کے تمام قوی ختم ہو جاتے ہیں۔ یہاں نفس سے
 میری مراد نفس مطمئنہ ہے۔ اس لئے کہ نفس امارہ تو شہوات و خواہشات۔ اور گناہوں سے
 اور زیادہ قوی۔ مضبوط۔ دلیر اور درندہ صفت بن جاتا ہے۔ اور یہ مانی ہوئی بات ہے
 کہ نفس امارہ قوی و طاقتور ہو جاتا ہے تو نفس مطمئنہ کمزور ہو جاتا ہے اور اس صورت میں صرف
 نفس امارہ کی فرمانروائی قائم ہو جاتی ہے اور نفس مطمئنہ جب اس طرح موت کے گھاٹ اتر جاتا
 ہے تو اس کے بعد اس کی زندگی کی کوئی توقع نہیں رہتی۔ سمجھ لو کہ وہ دنیا میں بھی مر چکا
 اور پرزخ میں بھی مر چکا ہے اور اب اسے آخرت میں بھی کوئی زندگی نصیب نہیں ہو سکے گی۔ اب اس

کی قسمت۔ اور نصیب میں۔ صرف آلام و مصائب۔ تکالیف و اذیات ہی کی زندگی ہے اولیں۔ مقصد یہ ہے کہ ایک گنہگار آدمی جب کسی مصیبت اور آفت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کا قلب اس کی زبان اس کے ہاتھ پیر اس سے بے وفائی کرتے ہیں۔ اور ان امور میں جو اس کے حق میں مفید اور نفع بخش ہوتے ہیں۔ خیانت کرتے ہیں۔ توکل علی اللہ سے اس کا قلب گریز کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے بھاگتا ہے۔ کسی طرح اسے جمعیت خاطر حاصل نہیں ہوتی۔ وہ بارگاہ الہی میں تضرع و زاری نہیں کر سکتا۔ اس کے حضور میں جو تذلل و انکساری کرنی چاہیے۔ وہ نہیں کر سکتا ذکر الہی میں اس کی زبان۔ اس کی مطاعت سے گریز کرتی ہے۔ اور اگر وہ زبان سے خدا کو یاد بھی کر لیتا ہے تو قلب کی جمعیت مفقود ہوتی ہے۔ قلب و زبان یکسو نہیں ہوتے کہ ذکر لسانی قلب پر اثر انداز ہو۔ اور وہ کلمہ جو اس کے ذکر و ورد میں زبان پر جاری ہوتا ہے۔ اس میں بھی قلب و زبان یکسو نہیں ہوتے بلکہ جیہ زبان ذکر الہی۔ یا دعائیں مصروف ہوتی ہے۔ تو اس کا قلب یکسر اس سے غافل اور بے خبر ہوتا ہے۔ اور اس سے ادھر ادھر بھٹکتا رہتا ہے اگر اعضاء جوارح کے ذریعہ وہ قلب کی اعانت کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ اس کی مصیبتیں دور ہوں تو قلب اس کی اطاعت نہیں کرتا۔ اس قسم کی تمام باتیں معاصی اور گناہوں کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کی تمثیل یوں سمجھئے کہ ایک بادشاہ ہے جس کے پاس بہت بڑا لشکر ہے۔ اس لشکر سے وہ دشمنوں کی پوری طرح مدافعت کر سکتا ہے۔ لیکن اس نے اسے بیکار کر رکھا ہے۔ خوراک۔ پوشاک۔ ضروریات پوری نہ کر کے اسے کمزور بنا رکھا ہے اور عین اس وقت جبکہ دشمن حملہ آور ہوتا ہے۔ اس فوج سے وہ دشمن کی مدافعت چاہتا ہے۔ بتلاؤ یہ کمزور فوج کس طرح دشمن کی مدافعت کرے گی؟

یہ تو معاصی اور گناہوں کا ایک پہلو ہے۔ لیکن اس سے زیادہ خوفناک، درد انگیز، تلخ ترین، ایک اور پہلو ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان جب اس دنیا سے رخصت ہو کر بارگاہ الہی کی طرف جانے کی تیاری کرتا ہے۔ اور حالت نزع اس پر طاری ہوتی ہے۔ تو اس کا قلب اور زبان دونوں اس سے بیوفائی کرتے ہیں۔ اور لبا اوقات اس کے منہ پر کلمہ شہادت تک جاری نہیں ہوتا۔ اور اس کا مشاہدہ اکثر لوگ کر چکے ہیں۔ بعض لوگوں کو حالت نزع میں کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو۔ ان کی زبان سے نکل گیا۔ آہ۔ آہ۔ مجھ میں یہ کہنے کی قدرت نہیں ہے۔ کسی سے کہا گیا لا الہ الا اللہ کہو تو اس کے منہ سے نکلا۔ شاہ۔ اور رخ تم سے باز ہی لے گیا۔ کسی سے کہا گیا۔ کہو لا الہ الا اللہ تو اس کی زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا

(۱) شاہ اور رخ شطرنج کے دو مہروں کے نام ہیں۔ کہنے والا شطرنج کا عادی تھا۔ (بقیہ حاشیہ ص ۱۷۰ پر)

یارب تائلاً یوما وقد تعبت این الطریق الی حمام منجاب

اور یہ شعر پڑھتے ہوئے اس نے جان چھوڑ دی۔

کسی سے کہا گیا لا الہ الا اللہ کہو تو اس نے کہا شروع کر دیا۔ تاوہنا و ہنا یعنی گانے کا ساز درست کرنے لگا۔ اور پھر کہنے لگا۔ تم مجھے کیا تلقین کر رہے ہو؟ اس سے مجھے کچھ فائدہ نہیں ہوگا اور دنیا کا تو کوئی گناہ میں ترک نہیں کروں گا۔ اس کے بعد اس کی جان نکل گئی

کسی دوسرے سے کہا گیا تو اس نے جواب دیا۔ اس سے مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کبھی نماز پڑھی ہو۔ اس کے بعد اس نے جان دے دی۔

ایک اور آدمی سے یہی کہا گیا۔ تو اس نے کہا تو کہتا ہے۔ اس سے میں انکار کرتا ہوں میں ہرگز نہیں کہوں گا۔ اس کے بعد اس کی روح نکل گئی۔

کسی دوسرے سے کہا گیا۔ تو اس نے جواب دیا۔ میں یہ کہنے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن زبان رُک جاتی ہے۔

ایک شخص نے بعض پیشہ ور گدا گروں کا حال مجھ سے بیان کیا کہ فلاں کی موت کے وقت میں اس کے پاس تھا۔ عین نزع کے وقت اس کے منہ سے یہ کلمات نکلنے لگے۔ اللہ کے نام ایک پیسہ۔ اللہ کے نام کا ایک پیسہ۔ اور اسی حالت میں وہ مر گیا۔

ایک تاجر نے اپنے ایک قرا بتدار کی حالت بیان کی کہ لوگوں نے اسے کہا لا الہ الا اللہ کہو تو اس کے منہ سے یہ کلمات نکلنے لگے۔ یہ ٹکڑا سب سے ارزاں ہے۔ یہ خریدو۔ بہت اچھا ہے۔ اور اسی حالت میں وہ مر گیا۔

سبحان اللہ! ذات الہی بڑی پاک ذات ہے۔ اس قسم کے واقعات تو لوگوں نے بے شمار اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ رہتے وہ حالات مرنے والوں کے جو ہم سے پوشیدہ ہیں۔ ان واقعات سے کہیں زیادہ دردناک ہیں۔

جب انسان حضور و ہن۔ قوت و مانع اور قوت اور اک کے زمانہ میں شیطان کو اپنے اوپر قابض اور مسلط کر لیتا ہے اور شیطان جدھر چاہتا ہے۔ اسے گھسیٹ کر لے جاتا ہے۔ ذکر الہ

(بقیہ حاشیہ) نزع کے وقت کلمہ شہادت کی تلقین کی گئی تو اسکے منہ سے بجائے کلمہ شہادت کے شاہ۔ رخ کا نام جاری ہو گیا۔

۱۷ ترجمہ: اے وہ کہ ایک دن تکان سے چور چور تھی اور کہہ رہی تھی کہ حمام منجاب کا راستہ کو صحرے۔

فائل اور بے خبر کر دیتا ہے۔ اس کی زبان کو اس کے ذکر سے معطل کر دیتا ہے۔ اور خود اسی کے
 لفظ کو اس کے خلاف استعمال کرتا ہے۔ تو اس وقت جبکہ اس کی ساری قوتیں ختم ہو جاتی ہیں۔
 بیچ کی تکالیف میں وہ مبتلا ہوتا ہے۔ شیطان پوری قوت سے اس پر حملہ آور ہوتا ہے اور اپنی ساری طاقتیں
 جمع کر کے آدھمکتا ہے تاکہ اس سے اتمام لے۔ کیونکہ یہ بندے کا آخری عمل ہوتا ہے۔ اس وقت شیطان پوری
 بات سے آراستہ ہوتا ہے اور یہ خود اس وقت کمزور ضعیف۔ نحیف۔ اور ہر قسم کی طاقتوں سے محروم ہو
 جاتا ہے۔ بلاؤ اس وقت اس کو کون بچا سکتا ہے؟ اس حالت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی ایمان والوں کی
 حفاظت کرتا ہے۔ اور وہی ایمان قائم اور ثابت رکھتا ہے۔ اور بس۔

ثَبَّتَ اللَّهُ الَّذِي آمَنُوا بِالْقَوْلِ
 ثَابِتٍ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي
 الْآخِرَةِ - وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ
 يفعل ما يشاء
 (ابراہیم)

جو لوگ ایمان لائے ہیں۔ ان کو کئی بات پر یعنی
 کلمہ توحید کی برکت سے اللہ دنیا میں ایمان پر
 ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی۔ اور
 اللہ نافرمان لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔
 اور جو وہ چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔

وہ شخص جس کا قلب ذکر الہی سے ہمیشہ غافل رہا۔ خواہشات کے پیچھے مارا بار بار پھرا۔ خدا کے
 حکام کو ہمیشہ ٹھکراتا رہا۔ اسے خاتمہ بالخیر کی توفیق کیونکہ عیسرا سکتی ہے جو قلب خدا سے دور۔
 خدا سے غافل۔ خواہشات کا پیرو۔ شہوات کا پرستار۔ زبان ذکر الہی سے نا آشنا۔ اچھیر
 طاعت الہی سے معطل اور جس کا سارا وقت معصیت الہی میں صرف ہوا ہو۔ اسے حسن
 خاتمہ کی توفیق کیونکہ حاصل ہوگی؟

اللہ اکبر! سوء خاتمہ کے خوف سے تو بڑے بڑے متقی۔ بد مزہ کار لڑنا لگتے ہیں اور
 یہاں یہ حال ہے کہ گنہگار۔ ظالم۔ ستم کار اور جفا پیشہ لوگ خدا کی قسمیں کھا کھا کر امیدیں
 باندھ رہے ہیں۔

ام لکم ایات علینا بالفتۃ الی
 یوم القیامۃ ؟ — ان
 لکم لما تکتلمونہ صلواتہم
 بذاتک زعیم ؟

یا تم نے تمہیں لے رکھی ہیں۔ جو روز قیامت
 تک چلی جائیں گی۔ کہ تم جس چیز کی فرمائش
 کرو گے۔ وہی تمہارے لئے موجود کر دی
 جائے گی؟

اے پیغمبر! ان لوگوں سے پوچھو کہ ان میں سے
 (تعلیم)

کون اس کا ذمہ لیتا ہے ؟

کسی شاعر نے اس حقیقت کو کس قدر واضح کیا ہے۔

هل اناك تواقع امانت تملكه
کیا تیرے پاس حکم آچکا ہے یا خود تجھے خدائی
قوت حاصل ہے۔

يا امانا من قبیح الفعل یصنعه
لے اپنی بد کرداریوں پر مومن ہو کے پھینٹنے والے

هذا واحد اهما فی المرء تھلک
اور حال یہ ہے کہ ان میں سے ایک چیز بھی
ہو تو انسان کی ہلاکت کے لئے کافی ہے۔

جمعت شیئین ائنا۔ واتباع هوی
تو نے دو چیزیں جمع کر رکھی ہیں۔ بے خوفی
اور اتباع خواہشات۔

ساروا وذاک دیست تسلک
اور یہ کہ چہرہ ہے جس میں تو نے قدم ہی
نہیں رکھا ہے۔

والمحستون علی درب المتأدق قد
نیکیاں کرنے والے تو خوف الہی کے کوچہ میں
چلتے رہے ہیں۔

فکیف عند حصار الناس تدرک
لوگ کھیتی کاٹیں گے۔ اس وقت تو کیا
پائے گا۔

فرطت فی الذراع وقت البدر من سیفہ
تو نے بیچ ڈالنے کے وقت کھیتی میں اپنی حالت
سے کوتاہی کی۔

دار البقاء بعیش سوف متدرک
دنیا کی فانی زندگی کے عوض دار البقاء
چھوڑ بیٹھا ہے۔

هذا۔ و اعجب شیء منک زهدک فی
یہ تو تیری عجیب حرکت ہے کہ

فی البیع غبنا سوف تدرک
یا پھر تو اپنے سودے میں ایسا دھوکہ کھا
را ہے کہ عنقریب تو دیکھے گا۔

من السفیہ اذا ہ باللہ۔ انت امر المعین
اس وقت بے وقوف کون ہے؟ قسم خالی تو

فصل

معاصی سے قلب کی بصیرت ختم ہو جاتی ہے۔ حق و باطل
کا امتیاز نابود ہو جاتا ہے۔ اور انسانی کمال کا مدار
صرف دو ہی اصول پر ہے۔ حق و باطل کا امتیاز

اور باطل کے مقابلہ میں حق کی اتباع

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اس سے قلب اندھا ہو جاتا ہے۔ گناہ اگر قلب کو بالکل اندھا نہیں بھی کرتا۔ تو بصیرت قلبی کو ضرور کمزور کر دیتا ہے۔ یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ گناہ سے قلب ضرور کمزور ہو جاتا ہے۔ جب قلب اندھا اور کمزور ہو جاتا ہے تو ہدایت کی معرفت حاصل نہیں ہوتی اور ایسا شخص نہ اپنی ذات پر حق کا نفاذ کر سکتا ہے اور کسی دوسرے پر نفاذ حق کی قوت بالکل کمزور ہو جاتی ہے۔ اس لئے قوت بصیرت کمزور ہو جاتی ہے۔

انسانی کمال کا مدار دو بنیادی امور پر ہے۔

اول۔ حق و باطل کی معرفت۔ دوم۔ باطل کے مقابلہ میں حق کے اختیار

کرنے کی قوت۔ دنیا و آخرت میں مخلوق خدا کی منزلوں میں فرق و تفاوت اسی قدر ہوتا ہے۔ جس قدر ان میں دو امور میں تفاوت ہوتا ہے۔ اور انہیں دو امور کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی تعریف و توصیف فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

واذکر عبادنا ابراہیم واسحاق
و یعقوب ادلی الایدی۔ ولا بصر۔
اور اے پیغمبر! ہمارے بندوں ابراہیم اور
اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو۔ وہ آنکھوں
اور آنکھوں والے تھے۔ (ص)

اولی الایدی (قوت) سے مراد یہی تنقید حق کی قوت ہے اور الابصار سے دینی بصیرت مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی مدح و توصیف اور اک حق۔ اور تنقید حق کے کمال کی وجہ سے کیا ہے۔

ان دو امور کے لحاظ سے لوگوں کی چار قسمیں ہیں۔ انبیاء کرام ان میں سے اعلیٰ ترین و اشرف ترین قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں۔ جو بالکل ان لوگوں کے برعکس۔ اور ان کی ضد ہیں۔ نہ انہیں دین کی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ نہ تنقید حق کی قوت۔ اور دنیا میں زیادہ تر مخلوق اسی قسم کی ہے۔ ایسے لوگوں کو دیکھنے سے آنکھوں میں چھین ہوتا ہے۔ روح کو بخار۔ اور قلب کو بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگ بستیوں کو تنگ کر دیتے ہیں۔ بازاروں میں نرخ بڑھا دیتے ہیں۔ ان کی صحبت سے ذلت و رسوائی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو رشد و ہدایت کی بصیرت و معرفت تو رکھتے ہیں لیکن کچھ

ایسے کمزور واقع ہوئے ہیں کہ تنقید حق اور دعوت الہی الحق کی قوت نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ ضعیف قسم کے مومن ہوتے ہیں۔ اور قوی مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضعیف سے زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

چوتھی قسم کے لوگ وہ ہیں۔ جو قوی۔ صاحب قوت۔ صاحب عزیمت و ہمت تو ہیں۔ لیکن وہی بصیرت میں کمزور ہوتے ہیں۔ ان میں اس کی تمیز ہی نہیں ہوتی۔ کہ وہ پہچان سکیں کہ اولیاء الرحمن کون ہیں؟ اور اولیاء الشیطان کون ہیں؟ بلکہ ہر کالی چیز ان کے نزدیک کھجور ہوتی ہے۔ ہر سفید چیز چربی۔ یہ لوگ دم کو چربی کا اضافہ۔ اور اگر کوئی نفع بخش دوا پیش کی جاتی ہے تو اسے زہر سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں امانت فی الدین کی صلاحیت قطعاً نہیں ہوتی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ سوائے پہلی قسم کے لوگوں کے کسی میں بھی امانت فی الدین کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ چنانچہ سورۃ الم سجدہ کے اندر ارشاد ہے۔

و جعلنا منهم ائمة یہدون بامونا
لما صبروا وکانوا بآیاتنا یوقنون =
(الم سجدہ)

اور ہم نے بنی اسرائیل میں سے پیشوا بنائے تھے۔ جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔ جبکہ وہ ایذاؤں پر صبر کرتے رہے۔ اور ہماری آیتوں کا یقین بھی رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ان حضرات نے صبر و یقین کے ذریعہ امانت فی الدین کا درجہ حاصل کیا ہے۔ اور خاسرین کی جماعت سے صرف انہی حضرات کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ پہلے اس زمانے کی قسم کھاتا ہے۔ جس میں خاسرین اپنے خسران اور گھاٹے کی کوششیں کرتے ہیں۔ اور راجحین اپنے ربح اور منافع کی تحصیل کی کوششیں کرتے ہیں۔ اور قسم کے بعد فرماتا ہے۔ ان لوگوں کے سوا تمام خسران و لوٹے میں ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

والعصران الانسان لحن خسرالا
الذین آمنوا و عملوا الصالحات
وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر =
دا العصر

قسم ہے زمانے کی۔ آدمی گھاٹے میں ہیں۔ مگر وہ جو ایمان لائے۔ اور انہوں نے نیک عمل کیے۔ ایک دوسرے کو حق کی ہدایت کرتے رہے۔ اور ایک دوسرے کو صبر کی ہدایت کرتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان میں نہیں ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ صرف ایمان و معرفت۔ اور صبر علی الحق پر اکتفا نہیں فرماتا۔ بلکہ فرماتا

ہے۔ ایک دوسرے کو حق و صبر کی وصیت و تلقین کریں۔ اور ایک دوسرے کی ہدایت و راہ نمائی کرتے رہیں۔ اور ان کو حق و صبر پر آمادہ کریں۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ ایسے لوگوں کے سوا تمام خسران و لڑٹے میں ہیں۔ یہ تو معلوم ہی ہے۔ کہ معاصی اور گناہ بصیرت قلب کو ضائع کر دیتے ہیں۔ گناہ کرنے والے جیسا چاہیے اور اک حق سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ گناہ کرنے والوں کی تمام قوتیں۔ عزیمتیں۔ ہمتیں پست اور کمزور ہو جاتی ہیں۔ اور اس لئے وہ حق کے لئے صبر و ثبات کی طاقت ہی اپنے اندر نہیں رکھتے۔ بلکہ معاصی کا حملہ اور وار قلوب پر ہر وقت جاری رہتا ہے۔ تاکہ اس کی قوت بدر کہ بالکل دوسری راہ اختیار کر لیتی ہے۔ اور جس طرح اس کے اعمال و افعال کی راہ دوسری سمت جاتی ہے۔ اس کی راہ بھی غلط اور کج ہوتی جاتی ہے۔ اور پھر اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔ کہ باطل کو حق سمجھتا ہے۔ اور حق کو باطل۔ معروف کو منکر سمجھنے لگتا ہے۔ اور منکر کو معروف۔ اور جب وہ غلط راہ پر بلا کسی رکاوٹ کے چل کھڑا ہوا تو اب وہ سفر الی اللہ۔ سفر الی دارالآخرت سے بالکل ٹھیک جاتا ہے۔ اور حرف باطل پرست۔ روی الاخلاق اور روی الاعمال لوگوں کے مستقر کی طرف سرپٹ دوڑا چلا جاتا ہے۔ جو صرف دنیا کی زندگی پر تمانعت کئے ہوئے ہیں۔ اور اسی پر مطمئن ہیں اور جو اللہ تعالیٰ۔ اور اس کی آیات سے بالکل غافل۔ بے خبر اور لقائے الہی سے بالکل محروم ہو چکے ہیں۔

اگر معاصی و گناہوں کی سزا۔ اور کچھ نہ ہو۔ اور صرف اتنی ہی ہو تو کافی دانی ہے۔ اتنی ہی عقوبت کا تصور دعوت دیتا ہے کہ انسان معاصی اور گناہوں سے پوری طرح اجتناب کرے۔ اور خدا کی نافرمانی قطعاً ترک کر دے۔ واللہ المستعان۔

طاعت و عبادت قلب کو روشن کرتی ہے۔ قلب کو جلا دیتی ہے۔ عبادت قلب عنقل کر کے منور و چمکدار۔ توی اور مضبوط کرتی ہے۔ جب طاعت و عبادت کی کثرت سے قلب صاف و شفاف۔ نورانی چمکدار۔ اور آئینہ کی طرح عکس ریز ہو جاتا ہے۔ تو اس کے اثرات عجیب و غریب ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ اس قسم کے قلب والے آدمی کے پاس اگر کبھی شیطان پہنچ جاتا ہے تو اس کا نور اور اس کے قلب کی روشنی کا پرتو شیاطین پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ جس طرح آسمان کے فرشتوں کی باتیں چرانے والے شیاطین پر شہاب ثاقب ٹوٹنے سے ہوتا ہے۔ اس قسم کے قلوب سے شیاطین اس قدر ڈرتے ہیں۔ جس قدر شہر سے بھیرا ہوا ڈرتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ

لسا اوقات روشن قلب انسان شیاطین کو پھپھاڑ دیتا ہے۔ دوسرے شیاطین ہمدردی کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے اس کی وجہ دریافت کرنے لگ جاتے ہیں کہ کیا ہوا؟ خواب ملتا ہے کہ کسی انسان نے اسے پھپھاڑ دیا ہے۔ اسے کسی انسان کی نظر لگ گئی ہے۔

فيا نظرة من قلب حر منور
کیا کہنا ہے۔ نورانی قلب کی نظر و نگاہ کا

یگا دلہا الشیطان بالنور یحرق
کہ اس کے نور سے شیطان بھی جلنے لگتا ہے۔

کیا یہ روشن۔ نورانی قلب۔ اور وہ تاریک و سیاہ قلب برابر ہو سکتے ہیں؟ کہ جس کی امیدیں تاریک۔ جس کی خواہشات خمیشتہ۔ بے شمار۔ جس کو شیطان اپنا ٹھکانا اور گھر بنا چکا ہے۔ اور ہر صبح کو اٹھتے ہی اسے یہ مبارک باد پیش کرتا ہے۔ کہ اے خانہ خراب جس کی دنیا اور آخرت دونوں خراب گئیں۔ مری جان تجھ پر ندا۔

انا قونیک فی الدنیا و فی المحشر بعد
میں دنیا۔ اور اس کے بعد محشر میں بھی تیرا ساتھی

ہا فانت قرین لی بكل مکان
ہوں۔ اور تو ہر جگہ میرا ساتھی ہے۔

وانت جمیعاً فی شقا و ہوان
تو کنت فی دار الشقاء فانی
اگر تو شقاوت و بد بختی کے گھر میں جائے تو

میں اور تو دونوں شقاوت۔ اور رسوائی
د کے شریک حال ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ومن یعش عن ذکر الرحمن
نقیض له شیطاناً فہو له قرین
وانہم لیصدونہم عن
السبیل و یحسبون انہم
مہتدون حتی اذا جائنا
قال یا لیت بینی و بینی
بعداً لمشرقتین
فیئس المتربین
ولن ینفعکم الیوم
اذا ظلمتم انکم فی العذاب
مشترکون : (ذہر ف) :

اور جو شخص رحمن کی یاد سے غافل ہو کر
زندگی بسر کرتا ہے۔ ہم اس پر ایک
شیطان تعینات کر دیا کرتے ہیں۔ اور وہ
اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اور باوجودیکہ
شیاطین گنہگاروں کو راہ سے بھٹکا دیتے
ہیں۔ تاہم گنہگار اپنے تئیں خیال کرتے
ہیں۔ کہ وہ راہ راست پر ہیں۔ یہاں تک
کہ جب گنہگار ہمارے حضور میں حاضر
ہوگا۔ تو شیطان کو دیکھ کر کہے گا۔ اے کاش
مجھ میں اور تجھ میں پورب اور پچھم کا فاصلہ ہوتا۔
برسا ساتھی ہے۔ چونکہ تم نے دوسرا ساتھی

نافرمانی کی ہے (اس لئے) عذاب میں بھی تم

دونوں ایک دوسرے کے شریک حال ہو۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ رحمن کے ذکر کو یعنی قرآن حکیم کو کہ جو اس کے رسول صلعم پر نازل فرمایا ہے اور جس میں برکتیں ہی برکتیں ہیں جس نے بھلا دیا۔ اور اعراض کیا۔ اس کے پڑھنے سے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی فہم و بصیرت۔ اور اس پر غور و تدبیر کرنے سے اور اس سے مراد الہی کے سمجھنے سے آنکھیں پھیر لیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی سزا یہ دیتا ہے کہ اس پر اس کے شیطان کو مسلط کر دیتا ہے۔ اور وہ اس کا ایسا رفیق و ساتھی بن جاتا ہے کہ نہ حضرت میں اس کا ساتھ چھوڑتا ہے۔ نہ سفر میں۔ نہ گھر میں۔ نہ باہر۔ یہی اس کا مولیٰ۔ دوست۔ رفیق۔ ساتھی اور کنہ دار بن جاتا ہے۔ فلو یس المولیٰ۔ و بش العشیر۔

وضیعاً لیاث شدی ام تقاسما باسحہم دا حصوص لا یتصرف
ایک ہی ماں کی چھاتیوں سے دو دھپینے والے مستقبل میں کبھی متفرق نہیں ہو سکتے۔
پھر خدا یہ خبر دیتا ہے کہ جو راہ کہ خدا اور خدا کی جنت کی طرف جاتی ہے شیطان اپنے رفیق کو اس سے بٹکا دیتا ہے۔ اور دور بھینک دیتا ہے۔ اور اس پر بھی یہ گمراہ اپنے کو رشد و ہدایت کا علمبردار سمجھتا ہے۔ تا آنکہ جب یہ دونوں کے دونوں قیامت کے دن پروردگار عالم کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ یہ اپنے شیطان کو دیکھ کر کہے گا۔

یا لیتنی بینی و بینک بعد المشرقین کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوتی۔

ارے او شیطان تو نے دنیا میں بھی میرا ساتھ نہ چھوڑا۔ اور مجھے راہ حق سے بٹکا دیا۔ ہدایت و رشد سے دور کر دیا۔ تا آنکہ مجھے ہلاک کر دیا۔ اور آج بھی تو میرا ساتھ نہیں چھوڑتا ؟
یہ قاعدہ ہے کہ کوئی مصیبت زدہ آدمی کسی دوسرے کو اس مصیبت میں بچھنسا دیکھتا ہے۔ تو ایک گونہ اسے تسلی ہو جاتی ہے کہ یہ بھی اسی بلا میں مبتلا ہے۔ جس میں میں مبتلا ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ خبر دیتا ہے۔ کہ یہاں اس کو اس قسم کی تسلی بھی میسر نہیں ہوگی۔

ایک ساتھی اپنے ساتھی کو اپنی مصیبت میں شریک پاتا ہے۔ تو اسے ایک گونہ راحت۔ فرحت اور تسلی ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت خنساء نے اپنے بھائی صخر کی موت

پر کہا ہے۔

ولو لا كثرة الباكين حولى
اگر میرے ارد گرد اپنے بھائیوں پر رونے والوں
وما یبکون مثل اخی و لکن
اور گو وہ لوگ میرے بھائی جیسے لوگوں پر
نہیں روتے۔

على انخوانهم فقتلت نفسی
کی کثرت نہ ہوتی تو میں اپنی جان کو ہلاک کر لیتی۔
اغری النفس عندہ بالتأسی
لیکن پھر بھی نفس کو کچھ نہ کچھ تسلی ضرور
ہو جاتی ہے۔

الا یاصخر لا الساک حتی
اے صخر! میں تمہیں اس وقت تک
نہیں بھولوں گی۔

أفارق عیشتی و درود رسی
جب تک کہ میں زندہ ہوں۔ اور میری
لاش قبر میں نہ جائے گی۔

ذیل کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا ہے۔ کہ اہل دوزخ کو اس قسم کی
تسلی بھی نصیب نہیں ہوگی

ولعن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب مشترکون۔

فصل

معاصی شیطان کے اسلحہ ہیں۔ گنہگار آدمی اپنے دشمن
کو یہ اسلحہ خود جہیا کر دیتا ہے معاصی شیطان کی فوج ہے جس کے ذریعہ
وہ انسان کے مقابلہ میں جنگ کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ قلب النسانی
حزب اللہ اور حزب الشیطان کی آماجگاہ ہے۔

معاصی کی یہ بھی ایک سزا ہے۔ کہ انسان خود اپنے دشمن شیطان کو اپنے خلاف اسلحہ جہیا کر
دیتا ہے۔ جن کے ذریعہ وہ اس پر ظفر یاب ہوتا ہے۔ گناہ شیطان کا ایسا لشکر ہے کہ وہ اس کے
ذریعہ انسان کے خلاف لڑتا اور اس پر غالب آتا ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ انسان کا
اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے دشمن سے پالا ڈالا ہے! جو چشم زدن کے لئے بھی اس
سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ سوتا ہے تو وہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جاگتا ہے
تو اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ انسان سو جاتا ہے لیکن شیطان نہیں سوتا۔ انسان
غافل اور بے خبر ہو جاتا ہے۔ لیکن شیطان غافل اور بے خبر نہیں ہوتا۔ انسان

شیطان کے کتبے کو نہیں دیکھتا۔ لیکن شیطان اسے اور اس کے سارے کتبے کو دیکھتا ہے۔ اور تاک میں لگا رہتا ہے۔ اور ہر حالت میں وہ اپنی عداوت کا کام کرتا رہتا ہے۔ مگر۔ فریب۔ دھوکا بازی۔ دھوکا دہی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا۔ اور جہاں کہیں شیطان اسے لے جانا چاہتا ہے۔ گھسیٹ لے جاتا ہے۔ اور مقررہ جگہ پر پہنچا ہی دیتا ہے۔ اور انسان پر غلبہ پانے کے لئے وہ اپنے ابناء جنس شیاطین انس و جن کی پوری پوری مدد حاصل کر لیتا ہے۔ شیطان نے انسان کو گمراہ کرنے کے لئے عوائل و ضلالت کے پھندے ہر جانب ڈال رکھے ہیں۔ اور شرک باللہ کی نہایت ترکیب سے نشر و اشاعت کرتے رہتے ہیں۔ ہرزہ میں پر ہر گلی کوچہ میں دام تزدیر بچھائے بیٹھے رہتے ہیں۔ سب سے بڑا شیطان اپنے اعوان و انصار اور دیگر شیاطین کو ہر طرح و رذلتا ہے۔ کہ دیکھنا یہ انسان تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا ازلی دشمن ہے۔ کسی طرح بھی یہ تمہارے داد سے بچنے نہ پائے۔ کسی طرح بھی ایسا نہ ہونے پائے کہ یہ تو جنت میں جائے۔ اور تم دوزخ کا ایندھن بنو۔ رحمت اس کے حصہ میں جائے اور تمہارے حصہ میں لعنت ہو۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے اور تم نے اس کی وجہ سے کیسی کیسی ذلتیں برداشت کی ہیں۔ ہمارے لئے لعنت۔ بھٹکار اور رحمت خداوندی سے بعد کا اصل سبب یہی انسان ہے۔ پوری پوری کوشش کرو تاکہ اس مصیبت و ابتلاء میں انسان بھی تمہارا شریک و साथی بن کر رہے۔ انسانوں کے نیک اور صالح بندوں نے جنت میں ہم کو اپنا شریک و साथی نہیں رہنے دیا۔ تو تم بھی اسے جنت میں چین سے کیوں رہنے دو؟ جہنم کا ساتھی بنا چھوڑو۔

اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ آدم اور آدم کی اولاد اس سخت ترین دشمن سے دوچار ہے۔ اور شیطان ان پر پوری طرح مسلط ہے۔ اس نے انسان کی اولاد و امانت فرمائی۔ اور بڑی بڑی فریب اس کے زیر کمان دیدیں۔ تاکہ وہ اپنے اس ازلی دشمن کا پوری قوت سے مقابلہ کرے۔ ساتھ ہی ساتھ انسان کے دشمن شیطان کی بھی بڑے بڑے لشکر دے کر مدد کی۔ تاکہ اولاد آدم کے ساتھ پورا پورا مقابلہ کرے۔ اور اس دنیا کو جو آخرت کے مقابلہ میں ایک سالس۔ اور ایک لمحہ کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ جہاد کا میدان قرار دیا۔ تاکہ اولاد آدم زندگی بھر اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں جہاد کرتا رہے۔

اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں کہ ان کے بدلے ان کو جنت دے گا۔ یہ لوگ (جان و مال کی پرواہ نہ کر کے) اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ تو دشمن کو مارتے اور خود مارے جاتے ہیں۔

ان الله اشترى من المؤمنين
انفسهم واموالهم بان لهم الجنة
ليقاتلون في سبيل الله فيقتلون
ويقتلون :

(توبہ)

اور پھر اس نے یہ بھی خبر پہنچا دی کہ جنت کا وعدہ بالکل پختہ وعدہ ہے۔ کبھی اس کے خلاف نہ ہوگا۔ اپنی بڑی بڑی کتابوں میں 'تورات' 'انجیل' و 'قرآن حکیم' میں اس وعدے کو پوری پختگی کے ساتھ خدانے دہرایا۔ اور پھر اس نے یہ بھی فرما دیا کہ وعدے کا ایفاء کرنے والا خدا کی ذات سے بڑھ کر کوئی ہو نہیں سکتا۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ جو لوگ اس سودے کی قدر کریں گے۔ ان کو میں جنت کی خوش خبری سناتا ہوں۔

اب یہ بندوں کا فرض ہے کہ وہ سوچیں۔ اور خود کریں۔ کہ سودا کون کر رہا ہے؟ خریدار کون ہے؟ اور اس پیش بہا سامان کی قیمت کیا مل رہی ہے؟ سودا کس کے ہاتھ کیا جا رہا ہے؟ ان تمام باتوں پر غور کریں۔ اور سوچیں۔ کہ اس سے بڑھ کر کونسی فلاح اسے میسر آسکتی ہے۔ اور کونسی تجارت اس سے زیادہ سود مند اسے مل سکتی ہے؟

اور پھر اللہ تعالیٰ نے پورے وثوق کے ساتھ مومن بندوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

اے ایمان والو! میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں؟ جو تم کو عذاب دردناک سے بچالے۔ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ خدا کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانیں لڑاؤ۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو۔ خدا تمہارے گناہ معاف کرے گا۔ اور تم کو بہشت کے باغوں میں لے

يا ايها الذين آمنوا هل اذ لكم
على تجارة تنجيكم من عذاب اليم؟
تؤمنون بالله ورسوله۔ و تتجاهدون
في سبيل الله باموالكم و انفسكم
ذالكم خير لكم ان كنتم تعلمون يغفر لكم
ذنوبكم و يمدخلكم جنات تجري
من تحتها الانهار و مساكن

جادو اہل کرے گا۔ جن کے تلے نہریں
 بہ رہی ہوں گی۔ اور عمدہ مکانات ہمیشہ
 باقی رہنے کے باغوں میں ہوں گے۔ یہ
 بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور ایک اور
 نعمتیں بھی ہیں۔ جن کو تم پسند کرتے ہو۔ خدا کی
 جانب سے تمہیں مدد ملے گی۔ اور تم عنقریب ملک فتح
 کرو گے۔ مسلمانوں کو خوشخبری سنا دو۔

طیبة فی بعثات عدت
 ذالک الخوز العظیم : و
 اخری تحبونہا۔ نصون
 اللہ و فتح قریب۔ و
 بشر طوعاً منین =
 (الصف)

اللہ تعالیٰ کی یہ مخصوص عنایت ہے۔ کہ وہ اپنے مومن بندوں پر شیطان کو مسلط نہیں ہونے
 دیتا۔ مومن بندہ ساری مخلوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ اور اس لئے محبوب ترین
 عمل یعنی جہاد اس پر لازم کر دیا۔ اور اس محبوب ترین عمل کا انجام دینے والا ساری
 مخلوق سے زیادہ بلند مرتبہ۔ ارفع و اعلیٰ شان کا مالک گردانا گیا۔ جہاد و تقرب الہی
 کا سب سے بڑا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ اور اس لئے جہاد و جنگ کا مقدس علم
 اس نے اسی کے ہاتھ میں دے دیا۔ جو ساری مخلوق میں مخصوص و ممتاز درجہ کا حامل ہے۔
 اور وہ انسان کا قلب ہے۔ قلب ہی معرفت الہی۔ محبت خداوندی۔ عبودیت و
 اخلاص۔ توکل و انابت کا محل اور مقام ہے۔ اور اس لئے اسی کے ہاتھ میں اس جنگ
 کی باگ ڈور دے دی۔ اور قیادت سپرد کی گئی۔ اور پھر فرشتوں کا لشکر اس کے ساتھ
 کر دیا۔ کہ کسی حال میں بھی وہ مومن بندے سے علیحدہ نہ ہو۔

لہ معقبات من بین یدیمہ و
 من خلفہ یحفظونہ مت
 امر اللہ = (رعد)
 اس کے آگے۔ اور اس کے پیچھے باری باری
 سے موکل لگے رہتے ہیں۔ جو با امر الہی اس
 کی حفاظت کرتے ہیں۔

یعنی ایک کے پیچھے ایک لشکر کے فرجی دستے چلے آتے ہیں۔ ایک لشکر آیا۔ اور یہ گیا
 تو دوسرا آیا۔ وہ گیا تو اس کی جگہ تیسرا آیا۔ ایک طرف لشکروں کا درود ہو رہا ہے۔ دوسری
 طرف میدان جہاد میں اسے ثابت قدمی کی برکتیں عطا فرماتا ہے۔ اور خیر و صلاح کی بشارتیں
 بھیجتا ہے۔ اور انعامات و اکرامات کے بڑے بڑے وعدے فرماتا ہے۔ صبر و ثبات
 کی تاکید کرتا ہے۔ اور بار بار اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے کہتے ہیں۔ گھڑی بھر صبر کر لو۔ اور ابدی

دامی استراحت۔ اور العانات لم یزلی کے مالک بن جاؤ۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی امداد کے لئے ایک اور لشکر بھیج دیا۔ یعنی وحی۔ کلام کا لشکر بھیجا۔ اور اپنا رسول بھیجا۔ اس رسول پر اپنی کتاب بھیجی۔ ایک طاقت کے بعد دوسری طاقت ایک مدد کے بعد دوسری مدد۔ ایک اعانت کے بعد دوسری اعانت کا سلسلہ اس نے جاری رکھا۔ ان اعانتوں کے بعد یہ انعام کیا۔ کہ عقل کو اس کا ذریعہ اور مدبر۔ معرفت حق کے لئے اس کا مشیر و ناصح مقرر کر دیا۔ ایمان دیا کہ ثابت قدم رہ کر عملی اقدام کرے۔ اور ہمیشہ اس کا مؤید و ناصر بنا رہے۔ یقین عطا فرمایا۔ تاکہ حقیقت امر پوری طرح اس پر واضح ہو جائے۔ اور اس طرح واضح ہو جائے کہ دشمنوں کے مقابلہ میں جہاد کرنے پر جو خدا نے وعدے کئے ہیں۔ ان پر ایسا یقین رکھے کہ گویا موجودہ چیزوں کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

عقل بندے کی عسکری تنظیم کا قائم ہے۔ اور معرفت۔ امور جنگ۔ اسباب حرب۔ اور مواقع جنگ کا ناظم۔ اور ایمان ثابت قدمی کے شعبہ کا محافظ۔ کہ ہمہ وقت اس کے اندر صبر و ثبات کی روح پھونکتا رہتا ہے۔ اور یقین۔ جذبات جہاد کو براہِ خرد ختم اور بیدار کرنے والا داعظ ہے۔ تاکہ پوری قوت سے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے دوسری ظاہری۔ باطنی امداد سے بھی اسے نوازا۔ تاکہ پوری پوری استعداد کا بیتی سے جہاد کا فرض انجام دیوے۔ آنکھ کو مقدمتہ الجبیش گردانا۔ کانوں کو خبر رساں دستہ قرار دیا۔ اور زبان کو اس دستہ کا ترجمان۔ اور ہاتھوں اور پاؤں کو اعوان و انصار گردانا۔ اور پھر فرشتوں۔ اور حاملین عرش کو ان کی پشت پر کھڑا کر دیا کہ اس کے حق میں دعاء و استغفار کرتے رہیں۔ تاکہ انہوں نے غزوات سے اعلیٰ تعالیٰ سے محفوظ رکھے۔ اور اسے جنت کا حقدار گردانے اور پھر حقیقی مدافعت و دفاع کا کام اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ میں رکھا۔ فرمایا

اولئك حزب الله۔ الا ان حزب الله هم المفلحون : (مجادلہ)

اور یہی گروہ حزب اللہ کہا جاتا ہے۔ جو ہمیشہ غالب و منصور رہتا ہے۔

وان جندنا لهم الغالبون (صفوات)

اور بے شک ہمارا لشکر ضرور غالب آکر رہے گا۔

اور پھر خدا نے اپنے بندوں کو جہاد کی کیفیت اور طریقہ سکھلایا کہ کس طرح بندے جہاد کریں؟

اور چار ہی کلمات میں کیفیت جہاد کو واضح کر دیا۔ فرمایا
یا ایہا الذین آمنوا اصبروا
وصابروا ورابطوا و اتقوا اللہ لعلکم
تفلحوا :

یہ وہ چار چیزیں ہیں جن کے بغیر جہاد انجام ہی نہیں پاسکتا۔ صبر و دشمن کے مقابلہ میں صبر و ثبات۔ اور
استقلال سے حاصل ہوتا ہے۔ دشمن سے مقابلہ کرنے کی صورت یہی ہے کہ پوری ہمت و صبر سے اس کی مقاومت اور
مقابلہ کیا جائے اور ممکن طریقہ سے اسے لپیٹ کر دیا جائے۔

جب صبر و ثبات کے ذریعہ دشمن کے مقابلہ میں کامیاب ہو جائے۔ تو پھر اسے ایک دوسری چیز کی ضرورت
رہتی ہے اور وہ یہ کہ آئندہ کے لئے دشمن سے اپنا تحفظ کر لیا جائے۔ اور اس لئے سرحدوں کا تحفظ لازمی چیز ہے اور اسکی
شکل یہ ہے کہ قلب کے مورچوں اور ناکوں کی پوری پوری نگرانی کی جائے۔ تاکہ دشمن ان مورچوں کے ذریعہ اندر گھس نہ آئے۔
آنکھ۔ کان۔ زبان۔ شکم۔ ہاتھ۔ پاؤں یہ تمام ناکے ہیں۔ ان کی پوری پوری حفاظت کی جائے۔ دشمن ان ناکوں کی
تاک میں لگا رہتا ہے۔ اور پوری ہوشیاری سے حالات کا تحسس کرتا رہتا ہے اور نہایت خاموشی سے اندر
گھس آتا ہے اور جو کچھ شہروں اور آبادیوں میں پاتا ہے۔ تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ ان مورچوں اور ناکوں کی حفاظت
اور عسکری نگرانی کی صورت یہ ہے کہ مورچوں اور ناکوں کا پوری طرح ہوشیاری سے التزام کیا جائے اور کسی
طرح بھی انہیں خالی نہ چھوڑا جائے۔ دشمن ان ناکوں کے قریب بھی نہ پہنچنے پائے۔ ناکوں سے ذرا بھی غفلت برتی
جائے گی۔ دشمن اندر گھس پڑے گا۔

غور کرو۔ آنحضرت صلعم کے صحابہ جو کہ انبیاء کرام۔ اور مرسلین عظام کے بعد سب سے
اعلیٰ۔ افضل مرتبہ کے حامل تھے۔ اور شیطان رحیم سے بالکل محفوظ تھے۔ جن کی حفاظت و حرمت
اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ کر رہا تھا۔ لیکن جنگ احد کے موقع پر اس مورچہ اور ناک سے غفلت
برتی گئی۔ جس کی حفاظت کا آنحضرت صلعم نے حکم دیا تھا۔ اور تاکید فرمائی تھی کہ کسی حال
میں بھی اس مورچہ سے نہ ہٹنا۔ جس کا انخمام یہ نکلا کہ دشمن وہاں سے گھس
پڑا۔ اور جو کچھ ہونا تھا ہوا۔

اد پر ان تین چیزوں کی اصل و اساس تقویٰ ہے۔ دشمن کے مقابلہ میں صبر و
ثبات۔ اور مورچوں کا تحفظ اسی وقت ممکن ہے۔ جب کہ تقویٰ موجود ہو۔
اب تم ہر دو مقابل لشکر کے تصادم پر غور کرو۔ تم دشمن پر کس طرح غالب آتے

ہو؟ اور پھر دشمن کس طرح تم پر غالب آتا ہے؟ کفر و الحاد کا بادشاہ اپنا لاؤ۔
 لشکر لے کر تم پر حملے کی تیاریاں کرتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ انسان کا قلب اپنی کسی
 مملکت پر ایک محفوظ قلعے میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے اعوان و انصار پوری طرح اس کے حکام
 کی تعمیل کر رہے ہیں۔ اس کا لشکر پوری دیانت داری کے ساتھ اس کی حفاظت کر رہا ہے اور
 اس کے دشمنوں سے نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ لڑ رہا ہے۔ اس کی عزت و حرمت اور دشمنوں
 کی ممانعت میں پوری سرگرمی دکھا رہا ہے۔ اب وہ یہ دیکھتا ہے۔ کہ جب تک قلب کے امراء
 رؤساء۔ لشکر اور لشکر کے سرداروں کو فریب و دھوکہ نہیں دیا جائے گا۔ اس کا مقابلہ ناممکن ہے۔
 وہ دریافت کرتا ہے کہ قلب کے خواص اور لشکر کے خصوصی سردار کون کون ہیں؟ اور اس کے
 مقرب بارگاہ کون کون ہیں؟ اسے جواب ملتا ہے کہ نفس اس کا خاص الخاص معتمد علیہ ہے۔
 یہ معلوم کر کے وہ اپنے اعوان و انصار کو حکم دیتا ہے۔ کہ اس کے نفس کو تم اپنے قابو میں لے آؤ۔
 مختلف قسم کی خواہشات لے کر اس کے پاس پہنچو۔ اور اس کی محبت کے موقعے تلاش کرو۔ اور
 اسے جو چیزیں محبوب ہیں ان کی تلاش و جستجو کرو۔ اور اس سے بڑے بڑے وعدے کرو۔ اور
 بڑی بڑی امیدیں دلاؤ۔ اور اس کے محبوب کی صورت مختلف انداز میں اس کے اندر منقش
 کرو۔ اس کی بیداری کے وقت بھی۔ اور سو جائے اس وقت بھی۔ جب نفس کو تمہارے
 وعدوں پر پورا پورا اطمینان ہو جائے۔ اور پوری طرح تمہاری باتوں پر مطمئن ہو جائے۔ تو پھر اس
 کے سامنے شہوات و خواہشات کی رسیاں اور کانٹے پھینکو۔ جب وہ کھینچ جائے اور کانٹے کو
 پکڑ لے تو رسی اور ڈور کو کھینچو۔ جب نفس تمہارے فریب میں آجائے۔ تو پھر آنکھیں کال زبانی منہ ہاتھ
 پاؤں کے مورچوں پر قبضہ جانے کی کوشش کرو۔ بہت جلد یہ مورچے تمہارے قبضہ میں آجائیں گے۔
 اس کے بعد پوری قوت سے تم ان مورچوں پر اپنی طاقت جما لو۔ اور پھر ان مورچوں کی راہ سے قلب
 تک پہنچ جاؤ۔ جب تم قلب تک پہنچ گئے۔ تو سمجھ لینا تم نے اسے مار لیا۔ تم اسے اپنا اسپر بنا لو یا پھر وہ تمہارے وار
 جھیل جھیل کر زخمی اور نیم جان ہو کر رہ جائے گا۔ یاد رکھو ان مورچوں کو تم کسی حال میں بھی نہ چھوڑنا۔
 نہ انہیں خالی چھوڑنا۔ دشمن کی فوج یا اس کے کسی فوجی دستے کو ان مورچوں
 تک نہ پہنچنے دینا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ قلب تک پہنچ جائیں۔
 اور قلب پھر ان مورچوں کے ذریعہ تمہیں پیچھے و ہٹیل دیوے۔ اور
 مورچوں سے بے دخل کر دے۔ پھر جب تم ظفریاب ہو جاؤ تو دشمن کی فوجوں اور فوجی

دستوں کو توڑ دو۔ کمزور کر دو۔ اور ان کی ہمتیں پست کر دو۔ تاکہ یہ یہاں سے اپنے فرما نہروا
یعنی قلب تک پہنچ نہ سکیں۔ اور اگر پہنچیں تو بے حیثیت ہو کر پہنچیں۔ ان مورچوں پر جب تم
غلبہ پا لو تو انکھ کا مورچہ تاکو۔ اور اس پر قبضہ جمالو۔ نگاہ کو تم غور و فکر کا موقع نہ دو۔ بلکہ اسے
اہو و لعب۔ تفریح۔ ظاہری خوبصورتی اور نمائشی مظاہر۔ اور کھیل کود میں لگا لو۔ اور اگر کبھی عبرت
و تدبر کی جھلک اس تک پہنچ جائے۔ تو فوراً اسے غفلت۔ ظاہر پرستی اور شہوات کے بھمیوں میں پھنسا دو۔
کیونکہ یہ چیزیں قلب کے قریب ہوتی ہیں۔ اور اس کا نفس ان چیزوں سے زیادہ وابستہ ہوتا ہے۔
اور یہ چیزیں نظر سے زیادہ گراں بھی نہیں گزرتیں۔ دیکھو نگاہ کا مورچہ پوری طرح سنبھال لینا۔
تمہاری تمام آرزوئیں اس سے پوری ہو جائیں گی۔ میں نے گناہ ہی کے ذریعے آدم کی اولاد کو ہمیشہ خراب و تباہ کیا ہے نگاہ
ہی کے ذریعے اس کے قلب میں شہوت کے بیج ڈالتا ہوں۔ اور پھر تمناؤں اور آرزوؤں کا پانی دیتا ہوں اور
طرح طرح کے وعدے کرتا ہوں اور طرح طرح کی تمناؤں کے میدان اس کے سامنے دھر دیتا ہوں۔ تاکہ اس کے اندر
عزم و ارادے پیدا کر دیتا ہوں۔ اور پھر شہوات کی رگام چڑھا کر اسے عصمت کے
تخت سے نیچے گرا دیتا ہوں۔ دیکھو اس مورچہ کو بھی کبھی نہ چھوڑنا۔ تاکہ اس مورچہ
کو دشمن کے حق میں تباہ و برباد کر دو۔ اس کی اہمیت اس کے دل سے نکال دو۔ اور
اسے یہ کہو کہ ارے او نظر اور نگاہ! تو یہ حسین و جمیل صورتیں دیکھ۔ یہ تو اپنے خالق و
رازق کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔ اس سے تو خدا۔ اور خدا کی صفات پر غور و تدبر کرنے کی راہیں
کھلتی ہیں۔ خدا نے یہ صورتیں ہی اس لئے بنائی ہیں کہ انہیں ہم دیکھیں۔ اس لئے تو نہیں بنائیں کہ یہ
ہم سے چھپائی جائیں۔ اور اگر کسی اجدبے و قوت سے پالا پڑ جائے تو اسے اس طرح فریب دو کہ اسے یہ صورتیں
تو حق تعالیٰ کے مظاہر ہیں۔ اس کا جمال و خوبصورتی انہی مظاہر میں نمایاں ہوتی ہے۔ اس کے بعد اسے خالق و
مخلوق میں اتحاد و وحدت کی دعوت دو۔ اگر اتحاد و وحدت کی دعوت میں تمہیں کامیابی حاصل نہ ہو سکے تو حلال عام اور حلال
خاص کی دادیوں میں بھٹکا دو اور پوزی کو شمش کر دو۔ اور کم از کم اس منزل

سے مذہب اتحاد اور مذہب حلول میں فرق یہ ہے کہ اتحاد اس عقیدے کا نام ہے کہ خالق اور مخلوق متحد ہو گئے کہ تو
بل کر ایک ہو گئے۔ مخلوق کی حیثیت صرف اتنی ہی ہے کہ خالق کے ظاہر ہونے کے مظاہر ہیں۔ اور حلال کی معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی
مخلوق میں حلال کر آیا۔ اور حلال کی بھی دو قسمیں ہیں۔ حلال عام اور حلال خاص۔ حلال عام یہ ہے کہ تمام مخلوق میں خدا حلال کر آیا۔
اور حلال خاص کے یہ معنی ہیں کہ کسی خاص مخلوق میں حلال کر آیا۔ عرض اتحاد و حلول دونوں مذہب غلبہ اور خلاف شرع ہیں۔

تک تو اسے تم ضرور پہنچا دو۔ اس سے وہ کم از کم نصاریٰ کا بھائی تو ضرور ہو جائے گا۔ جب وہ اس منزل تک پہنچ جائے۔ تو پھر تم اسے عفت و عصمت۔ اجتناب معاصی۔ عبادت زہد فی الدنیا کی تلقین کرو۔ اور جاہلوں کو ان کے پھندوں میں پھنسا دو۔ اور جب جاہل لوگ اس کا شکار بن جائیں گے تو پھر یہ میرا مقرب خلیفہ۔ اور میری فوج کا سردار بن جائے گا۔ بلکہ میں خود بھی اس کے لشکر کا ایک سپاہی بن جاؤں گا اور اس کے معاونین میں شریک ہو جاؤں گا۔

فصل

شیطان اور اس کا کتبہ کس طرح حق کو باطل اور باطل کو حق بنا کر پیش کرتا ہے؟ اور کس طرح انسان کو گمراہ کرتا ہے؟

پھر بڑا شیطان اپنے متبعین سے کہتا ہے۔ پھر تم کان کا مورچہ سنبھال لو جو تمہارے کاموں کو خراب کرے۔ ایسی کوئی بات اور کوئی چیز کانوں کے اندر گھسنے نہ پائے۔ پوری کوشش کرو۔ کہ باطل فاسد۔ اور خراب باتوں کے سوا کوئی چیز اس مورچہ سے اندر جانے نہ پائے۔ باطل اور فاسد باتوں کو مزین۔ آراستہ۔ پیراستہ۔ یلح و مقبول بنا کر نفس کے سامنے پیش کرنا کوئی بڑی مشکل بات نہیں۔ شیریں الفاظ۔ نرم کلامی اختیار کرو۔ اگر کچھ سمجھا دو لوگوں سے پالا پڑ جائے تو سحر آفریں کلام اختیار کرو۔ اور گفتگو میں ایسی باتوں کی آمیزش کرو کہ نفس فوراً اسے مقبول کر لے۔ پہلے تم ایک کلمہ۔ ایک جملہ پیش کرو۔ اور دیکھو وہ کان دھرتا ہے۔ تو دوسرا کلمہ۔ دوسرا جملہ پیش کرو۔ جب تم دیکھو کہ اس نے ایک بات اچھی سمجھ کر مقبول کر لی۔ تو اس بات کو بار بار دہراؤ۔ اور دہراتے چلے جاؤ۔ اور پوری پوری نگرانی رکھو کہ اس مورچے سے اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا کلام، رسول کی باتیں، یا ناصحین دین کی کوئی بات پہنچنے نہ پائے۔ اور اگر تم کبھی مغلوب ہی ہو جاؤ۔ اور اس تک کوئی نصیحت کی چیز پہنچ ہی جائے۔ تو تم دوسرا پیٹرا چلو۔ اس کے فہم و تدبیر۔ غور و تفکر۔ نصیحت و مواعظت کے راستہ میں رکاوٹیں ڈالو۔ جو چیزیں اس کے خلاف ہوں۔ شاندار پیرایہ میں اس کے سامنے پیش کرو۔ اگر ایسی چیزیں تم نے اس کے سامنے قرینہ سے پیش کر دیں۔ تو فہم و تدبیر کی راہ میں وہ حائل ہو جائیں گی۔ اور نفس فوراً اسے مقبول کر لے گا۔ اور سمجھنے لگے گا کہ اللہ اور رسول کی باتیں تو بڑی بوجھل ہیں۔ ہم کس طرح اٹھا سکیں گے... یہاں نفس کو اس طرح درغلاؤ کہ بہت معمولی بات

ہے۔ یا یہ سمجھاؤ کہ اس پر عمل کرنا تو ان لوگوں کا کام ہے۔ جو بڑے درجہ کے لوگ ہیں۔ اور لوگوں میں امتیازی درجہ رکھتے ہوں۔ معزز اور معتبر ہوں۔ ان مخلص بندوں کا کام ہے جو مقبولیت کے بلند مرتبہ کے حامل ہوں اور ان مخصوص بندوں کے اوصاف کچھ ایسے بیان کئے جائیں کہ دنیا میں ان صفات کا آدمی میسر ہی نہ آسکے۔ اور یا پھر یہ کہو کہ بھائی! حق تو آج کل بالکل مہجور و متروک ہو چکا ہے۔ حق بات کہنے سے تو ساری دنیا دشمن بن جاتی ہے۔ اب تو کسی نہ کسی طرح لوگوں سے اپنا مطلب نکال لو۔ یہ اور اس قسم کی باتیں پیش کر کے اسے حق بات سے بھٹکا دو۔

عرض! یہ کہ شیاطین باطل کو مختلف قابلوں میں ڈھال کر نفس کے نزدیک مرغوب اور مقبول بنا دیتے ہیں۔ اور حق کو مکروہ قالب میں ڈھال کر ناقابل عمل بنا کر دور پھینک دیتے ہیں۔ اور اگر تمہیں شیاطین کے کارناموں کا کچھ اندازہ لگانا ہو تو تم ان شیاطین کے بھائی۔ انسانی شیاطین کے کارناموں پر غور کرو۔ کہ وہ امر بالمعروف۔ اور نہی عن المنکر کے عظیم الشان فریضے کو کس طرح لوگوں کی نفسیں تلاش کر کے فضول باتوں میں الجھا دیتے ہیں۔ اور ناقابل برداشت مصائب کھڑے دیتے ہیں۔ اور کیا کیا فتنے پیدا کر دیتے ہیں۔ کس طرح اتباع سنت سے۔ اور صفات الہیہ سے جو خود خدا نے اپنے لئے بیان کی ہیں ہٹا کر تشبیہ۔ تحسیم اور تکلیف وغیرہ قابلوں میں ڈھال دیتے ہیں؟ اور کہتے ہیں کہ علو اور استوی علی العرش کا مطلب یہ ہے کہ خدا بہ اعتبار تخیل اپنی مخلوقات سے متباین ہے۔ آسمان دنیا پر خدا کے نزول۔ اور من یسئلنا عطیۃ (جو مجھ سے سوال کرتا ہے۔ میں اسے دیتا ہوں) کے معنی یہ کرتے ہیں۔ کہ خدا حرکت کرتا ہے۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے۔ اور خدا نے اپنی ذات کے لئے جوید (ہاتھ) اور وجہ (منہ) کہا ہے۔ اسے ویسا ہی منہ کہتے ہیں۔ جو انسان کا ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے افعال کو حوادث اور اس کی صفات کو اعراض کہا کرتے ہیں۔ اور کچھ کلیات گھڑ لینے کے بعد اس سے غلط استدلال کرتے ہیں۔ اور اس غلط استدلال کے ذریعہ خدا نے جو اوصاف اپنی ذات کے لئے ثابت کئے ہیں۔ ان کی نفی کرتے ہیں۔ اور نا تجربہ کار، بے علم جہلاء کو توہم اور شکوک میں مبتلا کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول نے جن صفات کا خدا کی ذات کے لئے اثبات کیا ہے۔ اس سے یہ سب باتیں لازم آتی ہیں۔ اور اس لئے بعینہ یہ صفات مراد نہیں۔ بلکہ کچھ اور مراد ہے۔ اس طرح وہ صفات الہیہ کو بالکل معطل کر کے اس تعطیل کو تنزیہ۔ تقدیس اور تعظیم کے قالب میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں۔

اور یہ ظاہر ہے کہ دنیا میں اکثریت بے عقل لوگوں کی ہے۔ اور یہ کسی ایک چیز کو ایک لفظ کے ساتھ مان لیتے ہیں۔ اور دوسرے لفظ سے اس کی تردید کر دیتے ہیں۔ نہ ان کی عقل کا کوئی معیار ہے۔ نہ ان کی فہم و دانش کا۔ اس قسم کے لوگوں کے متعلق خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَكذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا - اور اسی طرح ہم نے شریر آدمیوں اور جنوں کو ہر ایک نبی کا دشمن بنا دیا تھا کہ دھوکا دینے کی غرض سے ایک دوسرے کے کان میں حکمتی چٹپٹی باتیں پھونکتے رہتے تھے۔

شیاطین الانس والجن - یوحی
بعضہم الی بعض زخرف القول
عسورا۔ (الفام)

اس آیت میں اس قسم کی باتوں کو زخرف کہا گیا ہے۔ اور زخرف "قول باطل" کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اس قسم کی باتیں کرنے والے اپنی باطل باتوں کو مزین۔ آہستہ کر کے پیش کرتے ہیں۔ اور باطل کی تزئین میں اپنا پورا زور خرچ کر ڈالتے ہیں۔ باطل کو عمدہ لباس پہنا کر شریب خوردہ لوگوں کے سامنے کچھ اس طرح پیش کرتے ہیں۔ کہ وہ دھوکا کھائے بغیر نہیں رہتے۔

مقصود یہ ہے کہ شیطان پردے التزام سے کالوں کے ناکہ کی مورچہ بندی کرتا ہے۔ کہ کسی طرح بھی کوئی مفید اور نفع بخش بات انسان کے کالوں تک پہنچنے نہ پائے۔ حق بات کو کسی طرح بھی اس کے کالوں میں جانے نہ دیا جائے۔ اور وہی باتیں پہنچانی جائیں۔ جو انسان کے حق میں ضرور سال ہوں۔ اگر کبھی بلا مقصد و ارادہ کوئی حق بات اور مفید چیز پہنچ بھی جائے تو بہ ہزار فریب باطل۔ ناسد باتیں القاء کر کے حق کو ناحق بنا دیا جائے۔

فصل

شیطان انسان پر ہر راستہ کو روک کر بیٹھا رہتا ہے۔

پھر یہ بڑا شیطان اپنے متبعین سے کہتا ہے۔ اب تم انسان کی زبان کے مورچہ پر قبضہ جما لو۔ کیونکہ زبان انسان کا ایک اہم۔ اور زبردست ناکہ ہے۔ یہ ایسا مورچہ ہے کہ بادشاہ (قلب) کے بالکل سامنے ہے۔ اس کی زبان سے تم ایسے الفاظ اور کلمات نکلاؤ کہ اس کے حق میں سراسر مضرت رساں ہوں۔ کسی حال میں بھی اس کے حق میں مفید نہ ہوں۔ ذکر الہی۔ استغفار۔ توبہ۔ انابت۔ تلاوت قرآن۔ فصیح۔ پند و مواعظت۔ تعلیم دین وغیرہ جو اس کے حق میں مفید ہوں۔

اس کی زبان پر مت آنے دو۔ اگر تم اس مورچہ پر قابو پا لو گے۔ اور اس کی حفاظت کو دو گے۔ تو تمہیں دوا ہم عظیم الشان چیزیں مل جائیں گی۔ اور اگر دو میں سے ایک بھی حاصل ہو گئی تو بہت کچھ کامیابی حاصل ہوگی۔ اس لئے اس کی تحصیل کے لئے پوری پوری کوشش کرو۔

پہلی چیز یہ ہے کہ زبان پر باطل الفاظ اور فاسد کلمات کے سوا کوئی بات جاری نہ ہونے دو۔ بدزبانی اور بدگفتاری کرنے والا تمہارا بھائی ہے۔ تمہاری فوج کا سردار اور سرغنہ ہے۔ تمہارا بہت بڑا معادن اور مددگار ہے۔ اس کی پوری پوری قدر کرنا۔

دوسری چیز یہ ہے کہ تم اس کی زبان پر قابو پا لو گے تو وہ حق بات کہنے سے رک جائے گا۔ اور جو آدمی حق سے اپنی زبان روک لے۔ وہ تمہارا گونگا بھائی ہے۔ پہلی قسم کا آدمی تمہارا بدگفتار بھائی ہے۔ اور یہ تمہارا گونگا بھائی ہے۔ اور بسا اوقات بدگفتار بھائی کے مقابلہ میں گونگا بھائی تمہارے حق میں زیادہ مفید ہوتا ہے۔ کیا تم نے کسی واعظ ناصح کا مقولہ نہیں سنا؟
 املتکم بالباطل شیطان ناطق۔ والساکت
 بدگفتار آدمی بولنے والا شیطان ہے۔ اور حق
 عن الحق شیطان اخوس۔
 سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔

دیکھو میرے بیٹو! اس مورچہ پر اپنے گھوڑے باندھے رکھو۔ اور پوری قوت ہیا رکھو۔ اور پوری پوری اس کی حفاظت کرو۔ خیال رکھو اس کی زبان سے کوئی حق بات نکلنے نہ پائے۔ بدگفتاری ہی اس کی زبان سے جاری رہے۔ باطل فاسد باتیں خوب مزین۔ اور آسانہ کر کے سامنے دہراتے رہو۔ تاکہ بدگفتاری جاری رہے۔ حق بات سے اس کی زبان کو روک دو۔ اور اسے ڈراؤ کہ دیکھو حق بات زبان سے نکالی اور مارے گئے۔ میرے پیارے بیٹو! خوب سمجھ لو کہ زبان ہی کے مورچہ سے بیٹے آدم کی اولاد کو ہلاک کیا ہے۔ زبان ہی کے ذریعہ میں اسے تباہ کرتا ہوں۔ منہ کے بل دوزخ میں جھونک دیتا ہوں۔ بہت سوں کو اس کے ذریعہ قتل کے گھاٹ اتار دیتا ہوں۔ بہت سوں کو اسپر و قیدی بنا دیتا ہوں۔ بہت سوں کو زخمی اور نیم جان کر کے رکھ دیتا ہوں۔ یہ بہت ہی اہم مورچہ ہے اور اس قسم کے بے شمار کام اس سے انجام پاتے ہیں۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اس مورچہ کی تم پوری پوری حفاظت کرنا۔ اگر تم میں سے کوئی کسی آدمی کی زبان سے برے الفاظ۔ برے کلمات کہلوا دے تو دوسروں کا فرض یہ ہونا چاہیے کہ سننے والوں کی زبانوں پر قابو پالیں۔ اور ان سے کہلوا دیں کہ واہ بھائی واہ! کیسی اچھی بات کہی ہے اور

پھر اس کی بات کی پوری پوری عظمت و وقعت کرا دو۔ مستحجانہ لہجہ میں تعریف و توصیف کرا دو۔ تاکہ اصل بات کرنے والا پھر انہی الفاظ و کلمات کو خوش ہو کر دہرانے لگے۔ میرے بیٹو! تم اس بارے میں ان لوگوں کے معاون بن جاؤ۔ اور ان کی پوری پوری معاونت کرو۔ ہر دروازے کے اندر جا گھسو۔ اور ہر جگہ جا بیٹھو اور گھات میں لگے رہو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ میں نے ان کے رب کے سامنے یہ قسم کھائی ہے؟

فَمَا اغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ صَوَاطِلَ
الْمُسْتَقِيمِ ثُمَّ لَأَنْتِنَهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ
وَمَنْ خَلْفَهُمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ
شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ
(اعراف)

جیسی تو نے میری راہ ماری ہے۔ میں بھی بڑے سیدھے رستے پر بنی آدم کی تاک میں بیٹھوں تو سہی پھر ابد اکران کے آگے سے آؤں۔ ان کے پیچھے سے آؤں۔ اور ان کی بائیں طرف سے آؤں اور تو اکثر بنی آدم کو شکر گزار نہیں پائے گا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں آدم کی اولاد کے تمام راستے گھیرے بیٹھا ہوتا ہوں؟ کسی ایک کار راستہ بھی چوکتا نہیں۔ اور جس طرح بھی ممکن ہوتا ہے۔ اپنا مقصد پورا کر لیتا ہوں۔ اگر پورا پورا حاصل نہیں ہوتا تو کچھ نہ کچھ تو ضرور حاصل کر لیتا ہوں۔

شیطان کے مکائد سے خود آنحضرت محمد رسول اللہ صلعم نے بھی ڈرایا ہے۔ ارشاد فرمایا۔

ان الشيطان قد تعد لابن آدم بطرقه كلها:

یہ حقیقت ہے کہ بنی آدم کے تمام راستوں پر شیطان بیٹھا ہوا ہے۔

چنانچہ شیطان اسلام کے راستہ پر جا بیٹھا ہے۔ جب کوئی اسلام قبول کرتا ہے تو درغلا تا ہے کہ کیا تو اپنا اور اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ رہا ہے۔؟ جب آدمی اس کی مخالفت کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیتا ہے۔ تو وہ اس کی ہجرت کی راہ پر جا بیٹھا ہے۔ اور درغلا تا ہے۔ ارے تو اپنا قدیم وطن۔ قدیم آسمان و زمین چھوڑ رہا ہے۔؟ جب اس نے اس کی یہ بات نہ مانی۔ اور ہجرت پر آمادہ ہی ہو گیا۔ تو اب وہ اس کے جہاد کے راستہ پر آ بیٹھا ہے۔ اور اسے درغلا تا ہے۔ ارے او بھلے آدمی! خواہ مخواہ اپنی جان دیتا ہے۔ تیرا مال دوسرے کھائیں گے تیری بی بی کسی اور سے نکاح کر لے گی۔ لیکن مومن بندہ اس کی بات نہیں سنتا اور جہاد کرتا ہے۔

بڑا شیطان اپنے متبعین سے کہتا ہے۔ پیارے بیٹو! تم اولاد آدم کی خیر و نجات کے

ہر راستہ پر چلا بیٹھو۔ اور نہیں درغلاؤ۔ بہکاؤ۔ خیرات و صدقات کی راہیں گھیرو۔ نفس کو کہو۔
 اے اور بھلے آدمی تو اپنا خرچ کر ڈالو۔ اس سے تو ایک دن تو بھی اس جیسا فقیر بن کر رہ جائے گا۔ تم نے سنا نہیں کہ ایک
 شخص سے کسی سائل نے صدقہ کی درخواست کی۔ تو میں نے اس کی زبان سے کہلا دیا کہ ہم اپنا
 مال اگر تم کو دے دیں تو تمہاری ہی طرح بھکاری نہ ہو جائیں۔ حج کا ارادہ کرنے والے کو گھیرو۔
 اور اسے کہو۔ اے اور بے ادبیک بخت حج کا راستہ تو بڑا خوف ناک ہے۔ مشقتوں سے
 لبریز ہے۔ جان و مال کا خطرہ ہے۔ اسی طرح اس کے ہر خیر و فلاح کے راستہ
 پر دھرنادے بیٹھو۔ اور اے نیک کام سے روک دو۔ اس عمل کی صعوبتیں۔ آفتیں
 بتلا بتلا کر اسے راستہ سے بھٹکا دو۔

اس کے بعد معاصی۔ اور گناہوں کو ہاتھ میں لو۔ اور بنی آدم کی نگاہوں کے سامنے
 معاصی کو حسین بنا کر پیش کرو۔ انسان کے قلب میں گناہوں کو راستہ۔ پیراستہ کر کے پہنچاؤ۔
 اور ان سلسلہ میں عورتوں کو اپنا سب سے بڑی معاون بنا لو۔ عورتوں کے ذریعہ ان لوگوں
 میں جا گھسو۔ عورتیں تمہاری پوری پوری مددگار ثابت ہوں گی۔

اس کے بعد ہاتھ پاؤں کے مورچے سنبھال لو۔ اور جو چیز تمہارے مقصد کے خلاف
 پاؤ۔ اسے ادھر جانے مت دو۔ پوری قوت سے روک دو۔ نہ ہاتھ کو آگے بڑھنے دو۔ نہ پاؤں کو۔
 میرے بیٹو! اچھی طرح سمجھ لو کہ ان تمام مورچوں میں تمہارا سب سے بڑا حسین نفس
 امارہ ہے۔ تم اسے اپنا بناؤ۔ اس سے رشتہ جوڑو۔ اور اس کے ذریعہ اپنے مقاصد پورے
 کرو۔ تم اس کی پشت پناہی کرو۔ اور اس کو اپنا پشت پناہ بنا لو۔ اور اس کے ساتھ رہ کر
 نفس مطمئنہ سے جنگ کرو۔ اور اسے توڑ دو اور شکست دے کر اس کی ساری طاقتیں ختم کر دو۔ اور
 پوری کامیابی تو تمہیں اس وقت حاصل ہوگی۔ جب تم نفس مطمئنہ کا اصل مادہ ہی ختم کر دو گے۔
 جب تم اس مادہ کو ختم کر دو گے۔ تو نفس امارہ قوی تر ہو جائے گا۔ اور نفس امارہ کے تمام اعوان
 و انصار تمہاری اتباع کرنے لگیں گے۔ اس وقت تم قلب اور قلب کے قلعے میں جا گھسو۔ اور اسے گرفتار
 کر لو اور تخت مملکت سے اسے معزول کر کے نفس امارہ کو اس کی جگہ بٹھا دو۔ اور اب نفس امارہ وہی حکم
 جاری کرے گا۔ جو تم چاہو گے۔ تمہارے خلاف کبھی کوئی اقدام نہیں کریگا۔ بلکہ تمہارے اشاروں پر دوڑتا
 رہے گا۔ اب اگر تم یہ محسوس کرو کہ قلب اپنی مملکت کی بازیابی کیلئے جنگ کرنا چاہتا ہے اور تم اس کے خطرات
 سے محفوظ رہنا چاہتے ہو۔ تو قلب اور نفس کے درمیان عقد نکاح باہر دو۔ نفس کو زینت و جمال سے پوری

طرح آراستہ کرو۔ اور بہتر سے بہتر دلہن کی صورت میں اس کے سامنے پیش کرو۔ اور اسے کہو۔
 ذرا وصل و وصال کی شیرینی تو چکھ لو۔ عروس نوکی ہم آغوشی کا مزہ تو دیکھ لو۔ جنگ کا مزہ
 تو خوب چکھ لیا۔ زخم کھائے۔ لڑائی کی تلخیاں بھی چکھ چکے۔ اب صلح و سلامتی کی لذتیں بھی تو
 دیکھ لو۔ صلح اور جنگ کی لذتوں کا موازنہ کرو۔ کونسی چیز بہتر ہے؟ جنگ ختم کرو۔ جنگ کے
 اسلحہ زمین پر ڈال دو۔ ارے بھائی! یہ تو زمانہ کی گردش ہے۔ جنگ تو اس وقت ختم ہوگی جب
 میں گے۔ اور تمہاری طاقتیں جواب دے دیں گی۔ تم ہمیشہ جنگ جاری نہیں رکھ سکتے۔ پھر بھی
 سے جنگ ختم کر کے چین کی زندگی کیوں نہ گذارو؟

اے میرے بیٹو! تمہیں اپنی جنگ جاری رکھنے کے لئے دو قسم کی فوجیں درکار ہیں۔ اگر
 یہ دو قسم کی فوجیں تمہارے پاس ہیں۔ تو تم کبھی کسی حال میں مغلوب نہیں ہو سکتے۔

پہلی فوج عقلت کا لشکر ہے۔ بیٹو! تم آدم کی اولاد کو خدا اور آخرت سے غافل کر
 دو۔ ہر ممکن طریقہ سے ان کے قلوب کو عقلت و بے خبری کے دلدل میں پھنسا دو۔ تمہیں
 اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں مل سکتی۔ جب تم قلب کو عقلت میں
 ڈال دو گے۔ تو اس پر اور اس کے تمام اعوان و انصار پر تمہاری حکومت قائم ہو جائے گی۔

دوسری فوج شہوات و خواہشات کا لشکر ہے۔ انسان اور انسان کے قلوب اور نگاہوں
 میں شہوات و خواہشات کو پوری زینت و آراستگی کے ساتھ پہنچاؤ۔ میرے پیارے بیٹو! ان ہر
 دو لشکروں کے ساتھ ان پر حملے کیا کرو۔ بنی آدم پر غالب آنے کے لئے ان دو لشکروں
 سے بہتر تمہیں کوئی لشکر نہیں مل سکتا۔ شہوات و خواہشات کے ذریعہ انہیں عقلت
 میں ڈال دو۔ اور عقلت کے ذریعہ شہوات و خواہشات میں الجھا دو۔ اور دو غافل انسانوں
 کو ایک جگہ اکٹھا کر دو۔ اور اپنے ساتھ لے لو۔ ان دو غافل انسانوں کے ساتھ ایک ذاکر انسان
 کو بھی شامل کر لو۔ یہ تو بالکل ظاہر ہے۔ کہ ایک ذاکر پانچ مخالف افراد پر غلبہ نہیں پاسکتا۔
 دو غافل آدمی ہوں گے۔ ان کے ہمراہ ان کے دو شیطان۔ اور ایک ذاکر کا شیطان۔ بتلاؤ ایک ذاکر
 ان پانچ کے مقابلہ میں کیونکر غالب آئے گا؟

اور پھر اگر تم دیکھو کہ کوئی گروہ ذکر الہی میں مشغول ہے۔ اور خدا کے اوامر و نواہی۔ دین
 و ملت کے مذاکرہ میں مصروف ہے۔ اور تم میں یہ طاقت نہیں کہ اس گروہ کو تم منتشر و پھینکا کر سکو۔
 تو تم انہی لوگوں میں سے چند ادا بشوں کو اپنے ساتھ لے لو۔ اور پورے طرح انہیں گمراہ

کر کے اس گروہ کے خلاف چھوڑ دو۔ اور کہہ دو کہ جاؤ ان کے اندر تشویش و پراگندگی پھیلا دو۔ اور شور و شغب سے انہیں وحشت زدہ کر دو۔

غرض یہ کہ انہی کے اقران۔ ہم جنس۔ ہم نواؤں کو اپنا معین و دروکار بنا لو۔ انسان کے اندر اس کے ارادہ کی راہ سے گھس جاؤ۔ اور شہوات و خواہشات کے ذریعہ باغیانہ قوت بڑھا دو۔ اور شہوات و خواہشات کی تحصیل میں اس کی پوری پوری امداد کرو۔

جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو صبر و ثبات اور باہمی صبر و ثبات کے روابط بڑھانے اور تمہارے خلاف مورچہ بند ہونے کا حکم دیا ہے۔ تو تمہارا یہی فرض ہے کہ اولاد آدم کے خلاف تم بھی صبر و ثبات اور باہمی صبر و ثبات کے روابط قائم کرنے کی کوشش کرو۔ اور پوری قوت سے ان کے مقابلہ میں مورچے قائم کرو۔ شہوات و خواہشات اور غیظ و غضب کے اذقان کا انتظار کرو۔ ان دو مواقع کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔ بنی آدم کو اپنا شکار بنانے کے لئے ان دو مواقع سے بہتر کوئی موقع نہیں نہیں مل سکتا۔

یہاں یہ سمجھ لو کہ انسانوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن پر شہوت کا تسلط ہوا کرتا ہے۔ اور غیظ و غضب کا بادشاہ بالکل مغلوب و مقہور ہوا کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کو شہوات و خواہشات ہی کے راستوں میں گھیر لو غیظ و غضب کی راہ سے تعرض ہی مت کرو۔

اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن پر غیظ و غضب کی فرما شروائی ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو غیظ و غضب کے راستوں میں دھرو۔ لیکن ان کی شہوات و خواہشات کے مورچوں کو خالی نہ چھوڑو۔ کیونکہ اس قسم کے لوگ بسا اوقات اپنی جان پر قابو رکھنے سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ لیکن شہوت کے وقت اپنے نفس پر پورا قابو رکھتے ہیں۔

ان کے بعد تم ان کی قوت غیظ و غضب۔ اور قوت شہوات میں عقد زدہ جیت جوڑ دو۔ اور پھر غیظ و غضب کی راہ سے شہوات کو بلا لو۔ اور شہوات کی راہ سے غیظ و غضب کو بلا لو۔ اس طرح تمہارا کام بڑی خوبی سے انجام پاتا رہے گا۔

خوب سمجھ لو کہ آدم کی اولاد کو زیر کرنے کے لئے یہ دو چیزیں زبردست ہتھیار ہیں اولاد کے والدین کو یعنی شہوت کے ذریعہ جنت سے نکال باہر کیا ہے۔ اور غیظ و غضب کے ذریعہ ان میں عداوتوں کی آگ مشتعل کر دی اور ان کے رشتے توڑے ہیں۔ خونریزیوں کے میدان گرم کئے ہیں۔ اسی غیظ و غضب کے ذریعہ آدم کے ایک بیٹے کے ہاتھوں اس کے بھائی کو قتل کرا دیا ہے۔

خوب سمجھ لو کہ غیظ و غضب آدم کی اولاد کے قلوب میں ایک انگارہ ہے۔ اور شہوتِ لگ کا شعلہ ہے۔ جو قلب کے انگارے سے مشتعل ہوتا ہے۔ اور یہ آگ وضو۔ نماز۔ ذکر الہی۔ تکبیر و تہلیل۔ تسبیح اور تلاوت قرآن سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ تم نہایت ہوشیاری سے کام لو غیظ و غضب اور شہوت کے اوقات میں ان کو وضو۔ نماز وغیرہ کے قریب نہ جانے دو۔ کہ اس سے ان کی غیظ و غضب اور شہوت کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ ان کے پیغمبر نے ایسے موقعوں پر انہیں وضو۔ اور نماز کی تاکید کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔

ان الغضب جہرة فی قلب ابن آدم

اماراً یتتم من احمر العینینہ

وانتفاح اوداجہ۔ فمن احس

بذالک قلبی تروضاع

اور پھر فرمایا کہ

اضا تطفأ النار بالماء

یہ آگ پانی ہی سے ٹھنڈی کر لی جائے۔

اور خود اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ تمہارے خلاف وہ صبر و ثبات سے

کام لیں اور نماز سے استعانت حاصل کریں۔ لہذا تم ان کو وضو۔ اور نماز سے بھٹکا دو۔ اور

ان کو خدا سے غافل اور بے خبر کر دو۔ اور شہوت و غضب کی آگ مشتعل کر کے ان پر

غلبہ پا لو۔ تمہارا بہتر سے بہتر اور تیز سے تیز ہتھیار یہی ہے کہ تم انہیں غفلت۔ اور

خواہشات میں الجھا دو۔ تمہارے خلاف ان کا بہتر سے بہتر ہتھیار۔ اور مضبوط سے

مضبوط قلعہ ذکر الہی اور خواہشات کی مخالفت ہے۔ جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ خواہشات

سے گریز نہ کر رہا ہے۔ تو تم اس سے دور بھاگو۔ اس کے سایہ میں بھی کھڑے نہ رہو۔

مقصود یہ ہے کہ معاصی و گناہ وہ اسلحہ ہیں کہ ان کے ذریعہ انسان خود اپنے دشمن

کو امداد کرتا ہے۔ اور اپنے دشمن کو اپنے خلاف یہ اسلحہ استعمال کرنے کا موقع دیتا ہے۔ ان

ہی ہتھیاروں سے شیطان انسان کے مقابلہ میں جنگ کرتا ہے۔ اور جاہل، بے سمجھ لوگ خود

اپنی جان کو ہلاک کر لے میں شیاطین کے مددگار بن جاتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

ما یبلغ الجاہل من نفسه

ما یبلغ الاعداء من جاہل

اس قدر امداد ایک جاہل خود اپنی ذات

جاہل سے جس قدر امداد اس کے دشمنوں کو

سے بھی نہیں پاتا۔

پہنچتی ہے۔

کس قدر تعجب خیز بات ہے۔ کہ بندہ خود اپنے کو ذلیل و خوار کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ میں اپنی تکریم و توقیر اور عزت کر رہا ہوں۔ اپنی حرماں نصیبی۔ اور ضیاع عزت و شرف کے سامان کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ اپنے نصیب کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ اپنی جان کی تحقیر و تذلیل۔ اور اپنے کو گندہ اور ناپاک کرنے میں اپنی قوت صرف کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ میں اپنی اصلاح کر رہا ہوں۔ اور اپنی رفعت و سر بلندی کی کوشش کرتا ہوں۔ بعض اسلاف نے اپنے خطبہ میں کیا اچھا فرمایا ہے۔

”آگاہ رہو کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جو اپنے کو ذلیل و خوار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی توقیر بڑھا رہے ہیں۔ اپنی جان کو ذلیل کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی عزت کو رہے ہیں۔ اپنی جان کو حقیر کر رہے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ ہم اپنی عزت بڑھا رہے ہیں۔ جان کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ جان کی حفاظت کر رہے ہیں۔ انسان کس قدر جاہل۔ اور بے وقوف ہے کہ وہ اپنے خلاف اپنے دشمنوں کی ایسی امداد کرتا ہے۔ جو دشمن خود بھی نہیں کر سکتا۔ آدمی اپنے کرتوتوں سے خود اپنے آپ کو اتنا نقصان پہنچا لیتا ہے۔ جتنا اس کا دشمن بھی نہیں پہنچا سکتا۔ واللہ المستعان۔“

فصل

عاصی اپنی جان کو ذلیل کرتا ہے۔ اپنے آخرت کے حصہ سے محروم ہو جاتا

ہے۔ اپنی جان کو بے قدر کر دیتا ہے۔ دنیا کے عوض آخرت کو فروخت کر دیتا ہے۔

معاصی کی ایک سزایہ بھی ہے کہ گنہگار انسان اپنی جان کو فراموش کر دیتا ہے۔ اور انسان جب اپنی جان کو بھول جاتا ہے۔ تو اپنی جان چھوڑ دیتا ہے۔ اور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک آدمی خود اپنی جان کو کس طرح اور کیوں کہ بھلا دیتا ہے؟ اگر ایک آدمی خود اپنے آپ ہی کو بھلا دے تو اسے یاد کیا رہے گا۔ اپنی جان کو فراموش کر دینے کا کیا مطلب ہے؟ ہاں انسان بہت بری طرح اپنی جان کو بھلا بیٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اور ان لوگوں جیسے نہ بنو جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تو

خدا نے ان کی ایسی مت ماری کہ اپنے آپ کو

ولا تکلونوا کالذین لسواللہ۔ فالساہم

انفسہم۔ اولامک ہم الفاسقون:

(حشر)

بھی بھول گئے۔ یہی لوگ نافرمان ہیں۔

جب خدا کے بندے خدا کو بھلا دیتے ہیں تو خدا بھی انہیں بھلا دیتا ہے۔ اور انہیں خود ان کی جانوں سے بھی غافل کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

سوال اللہ فالساہم جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے بھی ان کو بھلا دیا۔

جو لوگ خدا کو فراموش کر دیتے ہیں۔ انہیں خداوند تعالیٰ دوسرا میں دیتا ہے۔ ایک تو یہ کہ جتن سبھا نہ تعالیٰ ان کو بھلا دیتا ہے۔ دوسری یہ کہ خود ان کو ان کی جانوں سے بے خبر کر دیتا ہے۔ اور پروردگار عالم بندوں کو بھلا دیتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ پروردگار عالم ان کو چھوڑ دیتا ہے اور اپنے سے ان کو دور کر دیتا ہے۔ ان سے کوئی سروکار نہیں رکھتا اور انہیں ہلاک کر دیتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے۔ تو اس کی ہلاکت و تباہی اتنی قریب ہو جاتی ہے۔ جتنی کہ منہ سے ہاتھ قریب ہے۔

اور ان کو اپنی جانوں سے بے خبر کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے حصہ سے اور اپنی فلاح و سعادت۔ اصلاح۔ دنیا و عقبیٰ۔ اور تکمیل دارین کے ذرائع کو فراموش کر جاتے ہیں۔ ان مقدس چیزوں کو وہ اس طرح بھلا دیتے ہیں۔ کہ کبھی ان چیزوں کو یاد تک نہیں کرتے۔ اور نہ کبھی یاد آوری کا ان کو خیال آتا ہے۔ اور نہ ان امور کی تحصیل و تکمیل کے لئے کبھی انہیں ہمت ہوتی ہے۔ نہ کبھی اس طرف توجہ ہوتی ہے۔ اس قدر وہ ان امور سے غافل۔ بے خبر ہو جاتے ہیں کہ ان کو نہ ان امور کی تحصیل کا کبھی خیال آتا ہے۔ نہ دوسری چیزوں کے مقابلہ میں ان امور کو ترجیح دینے کا وہ ارادہ کرتے ہیں۔

نیز وہ اپنے عیوب۔ اپنے نقصانات۔ اور مصائب و آلام کو بھی بھول جاتے ہیں اور ایسا بھول جاتے ہیں۔ کہ اصلاح نفس۔ اور ازالہ عیوب کا خیال تک ان کے دلوں میں نہیں پیدا ہوتا۔

نیز اپنے قلبی امراض۔ قلبی آلام کو بھی فراموش کر جاتے ہیں۔ اور ایسے بھول جاتے ہیں کہ ان کے علاج کا انہیں خیال تک نہیں پیدا ہوتا۔ اور ایسے امراض کے ازالہ کا خیال تک نہیں آتا جو انہیں ہلاک کر دینے والے ہیں۔ اور دائمی موت سے انہیں ہم آغوش کر دینے والے ہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے انہیں ختم کر دینے والے ہیں۔ انہیں کہ وہ اس سے ایسے بے خبر اور غافل ہو جاتے ہیں۔ کہ نہ مرض کو سمجھ سکتے ہیں۔ نہ مرض کا علاج کر سکتے ہیں۔ نہ دوا کا تصور ان کے اندر

پیدا ہوتا ہے۔

گناہوں کی یہ عقوبت عوام و خواص تمام کے لئے عام ہے۔ اور بڑی سخت عقوبت ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر عقوبت ہی کیا ہو سکتی ہے؟ کہ انسان اپنی جان کو بھول جائے۔ اپنی جان کو ہلاک کر دیوے۔ اور مصالح نفس۔ امراض نفس۔ علاج۔ دوا۔ اسباب سعادت و فلاح۔ اصلاح دنیا و عقبی۔ حیات ابدی۔ انعامات خداوندی جو دہی ہیں۔ تمام کو فراموش کر جائے۔ اب ایک غور کرنے والا ان امور کو سامنے رکھ کر غور کرے تو واضح ہو جائے گا۔ کہ خدا کی اکثر مخلوق اپنی جانوں کو بھلا بیٹھی ہے۔ اپنی جانوں کو ضائع کر چکی ہے۔ لیکن اس کا ظہور مرنے کے بعد ہی ہوگا۔ اور پورا پورا ظہور تو یوم التعمین یعنی قیامت کے دن ہوگا۔ اس دنیا میں جو کچھ سودا۔ لین دین کیا ہے۔ اور معاد و آخرت کے لئے جو اس نے تجارت کی ہے۔ اس کا پورا پورا علم ان کو وہاں ہوگا۔ اور پوری طرح واضح ہو جائے گا۔ کہ اس تجارت میں وہ کس قدر خسارے اور گھٹائے میں رہے؟ ہر انسان اس دنیا میں اپنی آخرت کے لئے کچھ نہ کچھ تجارت کرتا ہے۔ لیکن اس تجارت کی حقیقت وہاں معلوم ہوگی۔ خسارہ پانے والے جن کا دنیا میں یہ اعتقاد تھا کہ ہم اپنی تجارت میں کامیاب ہیں۔ اور تجارت و کسب سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ انہیں اس دن واضح ہو جائے گا کہ انہوں نے فائدہ نہیں اٹھایا۔ بلکہ آخرت کی لذتوں۔ آخرت کے نصیبے اور حصہ کو دنیا کی لذتوں۔ دنیا کی متاع۔ دنیا کے نصیبے اور حصہ کے عوض فروخت کر دیا ہے۔ آخرت کی لذتوں۔ اور آخرت کے انعامات کے مقابلہ میں انہوں نے دنیا کی لذتوں کو ترجیح دی ہے۔ اور صرف اسی سے وہ مستفید ہوتے رہے۔ اس پر قانع رہے۔ اور اسی سے راضی اور اسی پر مطمئن رہے۔ اور اسی کی تحصیل میں منہمک رہے۔ دنیا میں بیح و فروخت۔ لین دین کرتے رہے۔ اور اس میں پوری پوری گوشش کرتے رہے۔ لیکن مقصد یہی تھا کہ وعدے کے نفع۔ وعدے کے فوائد کے مقابلہ میں قوری فوائد کو ترجیح دی۔ آج کے ادھار کے عوض دنیا کے نقد کو مقدم رکھا۔ غائب اور بعد میں ملنے والے انعامات پر حاضر و موجود کو ترجیح دی۔ اور یہی سمجھے کہ جو کچھ ہے۔ یہی ہے۔ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

مخذاً تراہ ودع شیئاً سمعت بہ

جو تم دیکھ رہے ہو، اسی کو لو، جس کے بارے میں صرف سنا ہے، اسے چھوڑ دو۔
اس قسم کے اور اس خیال کے لوگوں کا عموماً یہ مقولہ ہے کہ دنیا میں جو ہمیں مل رہا ہے۔ وہ نقد ہے۔ اس نقد کو ہم آخرت کے ادھار کے عوض کیسے فروخت کر دیں؟ یہ خیالات ہوتے ہیں۔ اور اس

کے ساتھ متعصب ایمان، شہوات و خواہشات کی قوت، فوری نفع کی محبت، اور پھر انباء جنس کی دنیا آلود زندگیوں کے اثرات، اور ان کی نقل و تقلید ان کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ اور یہ امید ظاہر ہے۔ کہ اکثر مخلوق خسارے ہی کی تجارت میں مبتلا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی شان میں خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ادلائک الذین اشتروا الحیاة الدنیا
بالآخرة۔ فلا یخفف عنهم العذاب
ولا هم ینصرون :
یہی ہیں۔ جنہوں نے آخرت کی زندگی کے بدلے
دنیا کی زندگی مولیٰ لی۔ سو نہ تو قیامت کے دن ان سے
عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ اور نہ کہیں سے
ان کو مدد پہنچے گی۔ (بقرہ)

اور اللہ تعالیٰ انہی کی شان میں ارشاد فرماتا ہے۔

فما ربحت تجارتهم وما كانوا
مہتدین : (بقرہ)
سو نہ ان کی تجارت سود مند رہی اور نہ وہ سیدھی
راہ پر قائم رہے۔

لیکن جب "یوم القیامت" یعنی قیامت کا دن آئے گا۔ اس وقت ان کو اپنی اس تجارت کا
خسارہ معلوم ہوگا۔ اور اس دن وہ اپنی حرمان نصیبیوں پر حسرت و مذمت کے آستورہ میں گئے۔
اپنی تجارتوں میں نفع اٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے آخرت کے باقی کے بدلہ میں دنیا کے فانی
کو آخرت کے نفاٹس کے عوض دنیا کے خسائش ہرزائل کو آخرت کے عظیم و برتر کے عوض دنیا کے
حقیر کو خسروخت کر دیا۔ اور کہہ دیا کہ اس ساری دنیا کی حیثیت ہی کیا ہے۔ جو ہم آخرت میں
ملنے والے حصہ کو اس حقیر کے عوض دے ڈالیں؟

بسنہ اس مختصر سے زمانہ میں کیا پاتا ہے؟ اور جو کچھ اسے حاصل ہوتا ہے۔ اس کی حیثیت
آخرت کے مقابلہ میں کیا ہے؟ دنیا کی حیثیت ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔
و یوم یخشونہم کات لم
یلبثوا الا ساعۃ من النہار
یتبخارون بینہم :
اور خدا لوگوں کو قیامت کے دن اپنے حضور
میں جمع کرے گا۔ تو ان کو ایسا معلوم ہوگا۔ گویا
دنیا میں سارے دن بھی نہیں صرف گھڑی بھر
رہے۔ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ (یونس)

اور ارشاد ہے۔

لیستونک عن الساعۃ ایاں صرناھا
لے پیغمبر! یہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں

پوچھتے ہیں کہ اس کا تھل بڑا بھی ہے؟ سوائے پیغمبر! تم اس کا وقت بتانے کی طرف کہاں کے بکھیر گئے میں بڑے۔ یہ تو تمہارے پروردگاری پر جا کر ٹھہرتی ہے۔ تم تو اس شخص کو جو قیامت سے ڈرتا ہے۔ اس کو آگاہ کر دینے والے ہو۔ لوگ جس دن قیامت کو دیکھیں گے۔ تو گویا وہ بس دن کے آخری پھر ٹھہرے یا اول پھر۔

جس دن دیکھ لیں گے۔ جس کا وعدہ ان سے کیا جاتا ہے تو گویا دنیا میں بہت رہے تو دن میں سے ایک گھڑی بھر خدا کا حکم پہنچا دیا گیا۔

تم زمین پر گنتی کے کتنے دن رہے۔ وہ کہیں گے ہم ایک دن یا ایک دن سے بھی کم۔ جو گنتے رہے۔ ہوں۔ ان سے پوچھ لیجئے۔ پروردگار فرمائے گا۔ بے شک تم تھوڑی ہی دیر رہے۔ مگر کاش تم یہی بات پہلے سمجھتے ہوتے۔

جس دن صورت بھونکا جائے گا۔ اور ہم اس دن گنہگاروں کو اپنے حضور میں جمع کریں گے۔ ان کی آنکھیں مارے خوف کے نیلی نیلی بے نور ہوں گی۔ آپس میں چپکے چپکے کہتے ہوں گے کہ دنیا میں تم لوگ ٹھہرے ہوں گے۔ تو بس دس دن۔ جیسی جیسی باتیں یہ لوگ اس دن کریں گے۔ ہم ان سے بخوبی واقف ہیں۔ کہ جو ان میں سر

فیم آنت من ذکراھا۔ الی ربک منتھاھا
انما انت منذر من یخشاھا۔ کانہم
یوم یرونھا لم یلبثوا الا
عشیرتہ اذ صفاھا :
(تازعات)

اور فرماتا ہے۔

کانہم یوم یرون ما یوعدون
لم یلبثوا الا ساعۃ من نہار بلاغ :
(احقاف)

اور فرماتا ہے۔

کم لبتتم فی الارض عدو سنین؟
قالوا لبتنا لیربعاً او بعض یوم فاسئل
العادین۔ قال ان لبتتم الا قلیلاً
لو انکم کنتم تعلمون :
(یونس)

اور ارشاد ہوتا ہے۔

دیوم یسفر فی الصور و نکشر الحجرین
یومئذرقا۔ یتخافتون بینہم ات
لبتتم الا عشرہ۔ نحن اعلم بما
یقولون اذ یقول امثلہم طریقہ
ان لبتتم الا یوما :

(طہ)

براہ ہوگا۔ وہ کہے گا نہیں جی تم بھڑے ہو گے
تو بس ایک دن۔

نیامت کے دن دنیا کی حقیقت اور اصل حقیقت معلوم ہوگی۔ اس دن معلوم ہوگا
کہ دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کتنی مختصر ہے۔ اور اس کا اصل گھر دنیا نہیں بلکہ آخرت ہے۔ جہاں
انہیں ہمیشہ رہنا ہے۔ یہی ان کا باقی رہنے والا۔ اور دائمی مکان ہے۔ اس دن لوگوں کو اپنے
خسارے کا پتہ چلے گا۔ اور اس دن پتہ چلے گا کہ دار الفناء کے مقابلہ میں انہوں نے
دار البقاء کو کس قدر نقصان پہنچایا۔

دنیا میں ہر انسان کچھ بیچتا ہے۔ اور کچھ خریدتا ہے۔ روزانہ صبح ہوتے ہی اپنی جان
کو بیچتا ہے۔ اب یا تو وہ اپنی جان کو عذاب سے آزاد کرتا ہے۔ یا عذاب خریدتا ہے۔ اللہ
تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی
جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں کہ ان کے
بدلے ان کو جنت دے گا۔ یہ لوگ اللہ کی راہ
میں لڑتے ہیں تو مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں
یہ خدا کا پکا وعدہ ہے۔ جس کا پورا کرنا اس نے اپنے ذمہ
لازم کر لیا ہے۔ تورات۔ انجیل اور قرآن میں لکھا
ہوا موجود ہے۔ اور خدا سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا
اور کون ہوگا۔ تو مسلمانو! اپنے سودے کی جو تم نے
خدا کے ساتھ کیا ہے۔ خوشیاں مناؤ۔ اور یہ بڑی
کامیابی ہے۔

ان الله اشترى من المؤمنين
انفسهم و اموالهم بان لهم
المجتم، يقاتلون في سبيل الله
فيقتلون و يقتلون و عد اعلين
حقاً في التورات و الانجيل
و القرآت و من اوفى بعهدہ
من الله فاستبشروا
بيعكم الذی بايعتم به
و ذالک هو الفوز العظيم :

(توبہ)

اس تجارت کا اس المال، اور سرمایہ یہ ہے۔ جو خدا نے ان آیات میں بیان فرما دیا ہے
مفسسو! تم یہ تجارت کرو۔ اور اے وہ لوگو کہ جن کے پاس یہ سرمایہ نہیں ہے۔ اور اس تجارت کی
حیثیت نہیں رکھتے ہو۔ تو ایک دوسرا سرمایہ ہے۔ جس سے تم یہ سودا کر سکتے ہو۔ اور
یہ سرمایہ خود اللہ تعالیٰ بتلا رہا ہے۔

توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے حمد و ثنا

التائبون العابدون الحامدون

کرنے والے۔ خدا کی راہ میں سفر کرنے والے۔
 رکوع کرنے والے۔ سجدہ کرنے والے۔ نیک
 کام کی صلاح دینے والے۔ برے کام سے منع
 کرنے والے۔ اور اللہ نے جو حدیں قائم کی
 ہیں۔ ان کے نگاہ رکھنے والے۔ اور اے
 پیغمبر! مسلمانوں کو خوشخبریاں سنا دو۔

السالمون السراکعون الساجدون
 الامرودن بالمعروف۔ والناهون
 عن المنکر۔ والحافظون لحدود
 اللہ۔ ولبشرا المؤمنین۔
 (توبہ)

اور ارشاد ہے۔

اے ایمان والو! میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں؟
 جو تمہیں عذاب دردناک سے بچالے۔ خدا
 اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور خدا
 کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانیں لڑا دو۔
 یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ بشرطیکہ تم سمجھو۔

یا ایہا الذین آمنوا هل ادکم
 علی تجارۃ تجیکم من عذاب الیم تؤمنون
 بالذکر سولہ و تجاهدین فی سبیل اللہ
 باموالکم و انفسکم ذالکم خیر لکم
 ان کنتم تعلمون : (صف)

مقصود یہ ہے کہ معاصی اور گناہ اس نفع بخش تجارت سے بندے کو غافل اور بے خبر
 کر دیتے ہیں۔ اور سراسر خسارہ کی تجارت میں الجھا دیتے ہیں۔ غور کرو یہ کتنی
 سزا ہے؟ واللہ المستعان۔

فصل

معاصی حاضر اور مستقبل کی نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں۔

گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے۔ کہ اس سے حاضر و موجود انعامات الہیہ نائل ہو
 جاتے ہیں۔ اور حاضر و موجود کے زائل ہو جانے کے بعد مستقبل میں ملنے والی نعمتوں سے بھی
 انسان محروم ہو جاتا ہے۔ آئندہ ملنے والی نعمتیں۔ اس لئے منقطع ہو جاتی ہیں کہ موجود
 حاضر نعمت الہیہ کی حفاظت کے لئے اور غیر موجود غیر حاضر نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے
 طاعت سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی چیزیں اللہ تعالیٰ کی طاعت ہی سے حاصل ہو سکتی
 ہیں اور جب طاعت کی جگہ معاصی کا ارتکاب کیا جائے۔ تو وہ نعمتیں جو طاعت سے ملتی ہیں۔ ان سے
 بندہ محروم ہو جاتا ہے۔

حق سبحانہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے کچھ اسباب بنائے ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ چیز حاصل ہوتی ہے۔ اور کچھ آفتیں پیدا کی ہیں۔ جن سے وہ چیز فنا ہو جاتی ہے۔ انعامات الہیہ کو جلب کرنے کا سبب اللہ تعالیٰ کی طاعت ہے۔ اور فنا کرنے۔ اور روکنے والی آفت معصیت اور گناہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے لئے اپنے انعامات کی حفاظت کرنا چاہتا ہے تو اسے انعام فرماتا ہے کہ وہ اس کی پوری پوری طاعت کرے۔ اور جب کسی سے اپنے انعامات چھین لینا چاہتا ہے۔ اور اسے ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اسے اس بات میں لگا دیتا ہے کہ وہ خدا کی نعمتوں کو خدا کی نافرمانی۔ اور گناہوں میں صرف کرے۔

یہ کچھ عجیب بات ہے کہ لوگ گناہوں کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اپنے اور دوسروں کے حالات ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ اور گناہوں کی پاداش میں جن لوگوں سے انعامات الہیہ سلب کر لی گئیں۔ ان کے حالات پڑھتے اور سنتے ہیں۔ پھر بھی معصیت کے ارتکاب سے باز نہیں آتے۔ گویا یہ سمجھ رہے ہیں کہ خدا کا یہ معاملہ دوسروں کے ساتھ ہے ان کے ساتھ نہیں۔ یہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور خدا کے اس عمومی قاعدہ سے خصوصی طور پر یہ علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔ دوسری مخلوق کے لئے یہ سزا ہے۔ ان کے لئے نہیں۔ بتاؤ دنیا میں اس سے بڑھ کر کونسی جہالت ہو سکتی ہے؟ اور اپنی جان پر اس سے بڑھ کر کونسا ظلم ہو سکتا ہے؟ فال حکم للہ العلیٰ الکبیر۔

فصل

گناہوں سے وہ فرشتے جو آدمی کے لئے مامور و موکل ہیں۔ اور بھاگ جاتے ہیں اور شیطان جو آدمی کا دشمن ہے۔ قریب تر ہو جاتا ہے۔

معا صی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہوں سے اس کا حقیقی دوست سب سے بڑا مشفق ناصح۔ نفع رساں اور موجب سعادت۔ رفیق اس سے دور بھاگتا ہے۔ اور وہ موکل و مامور فرشتہ جسے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ اس سے دور ہو جاتا ہے اور شیطان قریب ہو جاتا ہے۔ جو سب سے بڑا مکار۔ عیار۔ فریبی اور سب سے بڑا ضرر رساں ہے۔ اور جس درجہ کی معصیت اور جس درجہ کا گناہ ہوتا ہے۔ اسی قدر محافظ فرشتہ

بھاگ جاتا ہے۔ کبھی صرف ایک بھولی بات کرنے سے یہ فرشتہ میلوں دور بھاگ جاتا ہے۔ چنانچہ بعض آثار میں وارد ہے۔

اذا كذب العبد - تبعه من الملوك
میل من متن ریحہ : کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے موکل فرشتہ ایک میل دور بھاگ جاتا ہے۔

جب ایک جھوٹ سے یہ موکل فرشتہ اس قدر دور بھاگ جاتا ہے تو اس سے بڑے۔ اور فحش گناہوں سے وہ کس قدر دور بھاگتا ہوگا ؟

بعض سلف نے کہا ہے۔ مرد مرد سے بد فعلی کرتا ہے۔ تو زمین چلائی ہوئی بارگاہ الہی میں فریاد کرتی ہے۔ اور فرشتے بھاگے ہوئے بارگاہ خداوندی میں جاتے ہیں اور شکایت پیش کرتے ہیں۔

بعض سلف کا قول ہے۔ صبح ہوتے ہی انسان کے پاس فرشتہ اور شیطان پہنچ جاتے ہیں۔ اگر انسان خدا کا ذکر کرتا ہے۔ اس کی کبریائی بیان کرتا ہے۔ حمد و ثنا کرتا ہے۔ تسبیح و تہلیل کرتا ہے۔ تو یہ فرشتہ شیطان کو بھگا دیتا ہے۔ اور اس انسان سے اپنا رشتہ قوی کر دیتا ہے۔ اور اگر اس نے کچھ گناہ کیا تو یہ فرشتہ چلا اٹھتا ہے۔ اور اس سے دور بھاگ جاتا ہے۔ اور شیطان اس انسان سے اپنا رشتہ مضبوط کر لیتا ہے۔ جب یہ فرشتہ انسان کا مقرب ہو جاتا ہے۔ تو پھر وہ اسی کا ہو جاتا ہے۔ اور وہ اسی کی اتباع و پیروی کرتا ہے۔ اور یہی اس پر غالب رہتا ہے۔ اور پھر اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ فرشتے اس کی زندگی میں اور موت کے وقت۔ آخرت میں اس کے مددگار بن جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم
استقاموا نتنزل علیہم الملائکۃ
ان لا تخافوا ولا تحزنوا والبشور
بالجنۃ الیٰ کنتم توعدون۔
نحن اولیاءکم فی الحیاة الدنیا
وفی الآخرة :

(عم سجدہ)

جب فرشتہ اس کا رفیق اور دوست بن گیا۔ تو سمجھ لو دنیا کا سب سے بڑا ناصح۔ سب سے

بڑا نفع رساں۔ سب سے بڑا صالح اس کا رفیق اور دوست بن گیا۔ یہ فرشتہ اسے ثابت قدم رکھے گا۔ عمدہ علم سکھائے گا۔ اس کے قلب کو قوی اور مضبوط بنائے گا۔ اور ہر حال میں اس کی امداد و تائید کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان یوحی ربك الی الملائکة انی معکم

فثبتوا الذین آمنوا

(انفال)

حالت نزع میں یہی فرشتہ اسے کہے گا۔

لا تخف ولا تحزن واللبس بالذی

لیسرك :

خوف نہ کر۔ اندوہ گیس نہ ہو جو تمہیں خوش رکھے۔ ایسی خوشخبری میں تمہیں دیتا ہوں۔

اور پھر یہ فرشتہ اسے قول ثابت پر ثابت قدم رکھے گا۔ دنیا میں بھی موت کے وقت بھی۔ اور قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب کے وقت بھی۔

پس اس فرشتہ کی صحبت و دوستی سے بہتر کوئی دوستی نہیں۔ یہ فرشتہ اس کا ایسا رفیق اور دوست ہوگا کہ بیماری میں بھی اور نیند میں بھی۔ زندگی میں بھی۔ اور موت کے وقت بھی۔ قبر میں بھی۔ اور قبر کی وحشت کے وقت بھی۔ اس کا مولس ہوگا۔ خلوت و جلوت کا ساتھی ہوگا۔ رازدار امور میں رازدار بھی ہوگا۔ اس کی جانب سے اس کے دشمن سے جنگ کرے گا۔ دشمن کی مدافعت کرے گا۔ اس کی اعانت کرے گا۔ خیر و فلاح کے وعدے کریگا۔ اور اس کی بشارتیں سنائے گا۔ تصدیق حق کے لئے اسے آمادہ کر رہا ہے گا۔ چنانچہ ایک روایت میں جو مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح مروی ہے۔

للملک بقلب ابن آدم لمتہ وللشیطان لمتہ۔

تلمتہ الملک ایجاد بالخیر و تصدیق بالوعدہ۔ و لمتہ

الشیطان ایجاد بالشکر و تکذیب بالحق :

آدمی کے قلب میں فرشتہ کا خطرہ بھی ہوتا ہے اور شیطان کا

بھی فرشتہ کا خطرہ خیر و فلاح کا وعدہ اور وعدے کی تصدیق

اور شیطان کا خطرہ شرک اور وعدہ اور حق کی تکذیب ہے۔

جب کسی بندے کو اس فرشتہ کا تقرب حاصل ہو جاتا ہے۔ تو یہ فرشتہ اس کی زبان بن جاتا ہے اور بندے کی زبان سے سچی باتیں کہلواتا ہے۔ اور قول صادق کا اسے القاء کرتا ہے۔ جب فرشتہ الگ ہو جاتا ہے تو اس سے شیطان قریب ہو جاتا ہے۔ اور پھر شیطان اس کی زبان سے جھوٹ۔ فریب۔ مکر و زور کی باتیں اور فحش کلامی اور باوہ گوئی کراتا ہے اور یہ امر اس قدر واضح اور کھلا ہوا ہوتا ہے کہ

ہر دیکھنے والا اندازہ لگا لیتا ہے کہ یہ فرشتہ کی زبان سے بات کر رہا ہے۔ یا شیطان کی زبان سے۔
یہی حقیقت ایک حدیث میں مروی ہے۔

ان السکینۃ تنطق علی لسان عمر (رضی اللہ عنہ) عمر کی زبان سے سکینہ کا نطق ہوتا ہے۔
سلف صالح کسی صالح اور نیک آدمی کے منہ سے اچھے کلمات سنتے تو کہا کرتے تیری زبان
سے یہ باتیں فرشتہ کہہ رہا ہے۔ اور برے کلمات سنتے تو کہتے یہ کلمات تجھے شیطان القاء کر رہا ہے۔
یہ فرشتہ بندے کے قلب پر بھی حق کا القاء کرتا ہے۔ اور زبان پر بھی۔ اور شیطان قلب پر بھی باطل کا
القاء کرتا ہے اور زبان پر بھی۔

غرض! معاصی بندے کو اس دوست سے محروم کر دیتے ہیں۔ جس کے قرب اور خیرات سے
اس کی سعادت وابستہ ہے۔ اور اس دشمن سے جوڑ دیتے ہیں۔ جس سے اس کی شقاوت، ہلاکت اور
تباہی وابستہ ہے۔ فرشتہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے تو فرشتہ اس کی جانب سے اس کے دشمنوں کی برا
کرتا ہے۔ جاہل۔ احمق اس پر حملہ کرتا ہے۔ یا اسے گالی گلوچ کرتا ہے۔ تو یہ فرشتہ اس کا جواب دیتا
ہے اور اسے دفع کرتا ہے۔ چنانچہ واقعہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے حضور میں دو آدمی کچھ خصمت
کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک اپنے معاصم کو گالی گلوچ کر رہا تھا۔ دوسرا خاموش تھا (لیکن بعد
میں اس نے بھی اپنے دشمن کو کچھ جواب دیا۔ آنحضرت صلعم فوراً وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اس نے
کہا یا رسول اللہ میں نے اس کی کچھ باتوں کی تردید کی ہے اور تو کچھ نہیں کیا۔ آپ کیوں اٹھ کر دوسری
طرف تشریف لے گئے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

کان الملک یفانح عنک۔ فلما رددت
علیہ، جاء الشیطان فلم اکن لاجلس؛
تمہاری جانب سے فرشتہ مدافعت کر رہا تھا جب
تم نے اس کی تردید کی تو شیطان دوڑ آیا۔ اس
لئے میں وہاں نہیں بیٹھ سکا۔

بندہ جب اپنے کسی مسلم بھائی کے حق میں اس کی غیبت میں دعا کرتا ہے تو یہ فرشتہ آمین کہتا
ہے۔ اور یہ بھی کہتا ہے۔ خدا جتنا اسے دیوے اتنا تجھے بھی دیوے۔ بندہ سورہ فاتحہ پڑھ کر آمین کہتا ہے تو
یہ فرشتہ بھی آمین کہتا ہے۔ جب کوئی موحدمومن کتاب اللہ، کتاب الرسول کا پیر و اتفاتی

(۱۱) ان میں ایک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ خاموش تھے اور دوسرا بلو اس کر رہا تھا۔ بعد میں جا کر
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی کچھ جواب دیا۔ تو آنحضرت صلعم اٹھ کر چلے گئے۔

گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو حاملین عرش اور مقرب فرشتے اس کے حق میں دعا، مغفرت کرتے ہیں۔ مومن بندہ سوتا ہے۔ تو فرشتہ اس کے کپڑوں سے اور لباس سے چٹکارتا گزرتا ہے۔ غرض مومن بندے کا فرشتہ دشمن کی مدافعت کرتا ہے۔ دشمن کے حملہ کو روکتا ہے۔ نیک اور اچھا راستہ بتاتا ہے۔ ثنابت قدم رکھتا ہے۔ اس کے اندر شجاعت و ہمت پیدا کرتا ہے۔ پھر کیا بندے کے لئے یہ سزاوار ہے کہ اپنے ایسے ہمدرد رفیق۔ مونس پڑوسی کو بھول بیٹھے؟ اور اسے تکلیف دینا پہنچائے؟ اور اس کے نیک وعدوں کی ناقدری کرے؟ یہ فرشتہ اس کا مہمان اور رفیق ہے۔ انسان، انسان کا مہمان ہوتا ہے۔ تو اس کا اکرام اور مہمان نوازی کی جاتی ہے۔ ہمسایہ کے ساتھ احسان کیا جاتا ہے۔ مہمان کا اکرام اور ہمسایہ کے ساتھ احسان لوازمات ایمان میں سے ہے۔ پھر اس شریف مہمان۔ اور غمخوار ہمسایہ کے اکرام و احترام کے متعلق تمہارا فرض کیا ہونا چاہیے؟

جس طرح بندہ طاعت و عبادت سے اس فرشتہ کا اکرام کرتا ہے۔ اور فرشتہ اس کے حق میں دعا کرتا ہے۔ اسی طرح جب بندہ معاصی ظلم و جور اور فواحش کا ارتکاب کرتا ہے اور فرشتہ کو ایذا پہنچاتا ہے تو وہ فرشتہ اس کے حق میں بد دعا کرتا ہے۔ چنانچہ بعض صحابہ کا قول ہے۔
 ان معکم من لا یعارکم فاستحیوا
 تمہارے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو تم سے
 منہم واکرموہم :
 جدا نہیں ہوتے۔ تم ان سے احیاء کرو۔ اور
 ان کا اکرام کرو۔

بتاؤ دنیا میں اس سے زیادہ کوئی لئیم اور منحوس ہوگا۔ جو ایسے کریم۔ واجب التکریم۔
 قادر کی شرم نہ رکھے؟ اور اس کی توقیر نہ کرے؟
 اور اسی معنی کی طرف قرآن حکیم میں بھی ارشاد موجود ہے۔ ارشاد الہی ہے۔

وان علیکم لحافظتکم۔ کراماً کاتبین اور تم پر جو کیدار یعنی کراما کاتبین فرشتے
 یعلمون ما تفعلون : تعلیمات کر رکھے ہیں۔ کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو
 ان کو معلوم رہتا ہے۔ (الفاظ)

یعنی ان محافظین کا تم اکرام کرو۔ ان کی شرم رکھو۔ ان کی تعظیم کرو۔ ان کی عظمت کو
 پہنچاؤ۔ تم سے ایسی باتیں سرزد نہ ہوں کہ تم جیسے انسان بھی انہیں دیکھنا گوارا نہیں کرتے فرشتے
 کو ایسی باتیں تکلیف دیتی ہیں۔ جن باتوں سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے۔ فسق و فجور اور خدا

ناخزانی اور گناہوں سے جب انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ حالانکہ انسان ہی اس قسم کی چیزوں سے ملوث ہوا کرتے ہیں۔ تو پھر کیا ملائکہ کرام۔ کا تبین اعمال کو تکلیف نہیں پہنچتی ہوگی؟ جب کہ وہ معاصی اور گناہوں سے بالکل پاک صاف ہوا کرتے ہیں۔ والمستعان۔

فصل

حیات قلب۔ صحت قلب۔ امراض قلب اور موت قلب کے اسباب۔

معاصی اور گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ بندے کی دنیا اور آخرت کی ہلاکت کا مواد اور سامان جمع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ گناہ قلب کی بیماری ہے۔ اور جب گناہ کا مرض زیادہ مستحکم اور پائیدار ہو جاتا ہے۔ تو انسان کی موت یقینی ہو جاتی ہے۔

انسان کے جسم کی صحت و سلامتی تین چیزوں پر موقوف ہے۔

اول۔ یہ کہ ایسی غذا استعمال کی جائے جو جسم کی قوتوں کی حفاظت کرے۔

دوم۔ یہ کہ جن مواد ناسدہ۔ اور اخلاط روہ سے صحت خراب ہوتی ہے۔ اس کا

تنقیہ کیا جائے۔

سوم۔ یہ کہ جو چیزیں مضر صحت ہیں۔ اور جن کے استعمال سے ضرر و نقصان پہنچنے

کا اندیشہ ہے۔ ان چیزوں سے قطعاً پرہیز کیا جائے۔

جو حال جسم کا ہے۔ وہی حال قلب کا ہے۔ قلب کی زندگی کے لئے ایمان و یقین۔ اور

اعمال صالحہ کی غذا لازمی ہے۔ اسی سے قلب کی قوتوں کی محافظت ہوتی ہے۔ اور توبہ نصوح

کے ذریعہ مواد ناسدہ اور اخلاط روہ کا تنقیہ ہوتا ہے۔ اور صحت قلب کے لئے جن چیزوں سے پرہیز

ضروری ہے اور جو امور صحت قلب کے منافی ہیں۔ ان سے قطعاً پرہیز لازمی ہے۔

تقویٰ ایک ایسا اسم ہے۔ جو ان ہر سہ امور کو مشتمل ہے۔ ان تین امور میں جو کچھ بھی کمی

ہوگی۔ اسی مقدار سے تقویٰ کی کمی ہوگی۔

اب سمجھ لو کہ گناہ ان ہر سہ امور کے خلاف اور منافی و متضاد ہے۔ گناہ سے رومی مواد

اور اخلاط روہ جمع ہو جاتے ہیں۔ جو صحت قلب کے لئے کلیتہً منافی ہیں اور قلب کو توبہ نصوح

کے ذریعہ تنقیہ و استخراج سے قطعاً روک دیتے ہیں۔ تم کسی ایسے مرض کو دیکھو۔ جس کے اندر مواد

ناسدہ۔ اور اخلاط روہ لپری طرح مجتمع ہو گئے ہیں۔ اور مرض ان اخلاط اور مواد کا تنقیہ نہیں کرتا۔

تو بتاؤ اس کی صحت اور زندگی کیونکر باقی رہے گی؟ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

محافظہ من الم طاری

جسمک بالحیۃ احصیہ

اس ڈر سے کہ تجھ پر کوئی مرض حملہ کر دے گا۔

تو اپنے جسم کو پرہیز کے ذریعہ محفوظ رکھ

من المعاصی خشیتہ الباری

وکان ادنیٰ بک ان تختی

تیرے لئے بہتر یہ تھا کہ تو باری تعالیٰ کے خوف سے معاصی سے اجتناب و پرہیز کرتا۔

جس آدمی نے ادا امر اللہ کے تعمیل و اتباع اور نواہی و محرمات کے اجتناب کے ذریعہ اپنی

قوت کی محافظت کر لی۔ اور نوبہ نصوص کے ذریعہ اخلاط روپیہ۔ اور مواد فاسدہ کا تنقیہ کر لیا

تو سمجھ لو وہ ہر طرح محفوظ ہو گیا۔ ہر خیر و بھلائی بلا طلب اس کے لئے موجود ہے۔ اور ہر شر

فساد سے بغیر فرار ہی دود اور محفوظ ہے۔ واللہ المستعان

فصل

شریعت میں جو سزائیں مقرر ہیں وہ پوری طرح قرین عقل ہیں۔

اگر یہ عقوبتیں اور سزائیں تمہارے اندر خوف اور لرزہ نہیں پیدا کرتیں اور تم اپنے قلب کے اندر

ان سزاؤں کی تاثیر نہیں پاتے۔ تو پھر تم جنایات و جرائم کی وہ عقوبتیں اور سزائیں اپنے

سامنے رکھو جو خدا اور خدا کے رسول نے مشروع فرمائی ہیں۔ اور ان پر غور کرو۔ مثلاً نشانہ

نے صرف تین درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا۔ قطاع الطریق۔ راہزن۔ ڈاکہ

کا ایک ہاتھ۔ ایک پاؤں کاٹ دینے کا حکم دیا۔ محسن پر تہمت لگانے والے۔ اور شراب پینے والے

کے لئے کوڑوں کی سزا مشروع فرمائی۔ کہ کوڑوں سے ان کی کھال ادھیڑ دی جائے۔ کسی کی شرم

میں عضو تناسل کا صرف حشفہ بھی ناجائز طریقے پر داخل کیا جائے۔ تو اسے رجم کر دیا جائے

اگر غیر محسن سے زنا سرزد ہو تو اس کی سزا میں کچھ تخفیف رکھی۔ سو کوڑے مارنے

اور ایک سال جلا وطن کرنے کا حکم دیا۔ محرم عورت سے زنا کرنے والے۔ فرض نماز ترک کرنے

والے۔ زبان سے کلمہ کفر کہنے والے کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔ لواط

کی یہ سزا مقرر فرمائی کہ فاعل و مفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ اگر کوئی چوپائے کے ساتھ

حرام کاری کرے تو حکم دیا حرام کاری کرنے والے کو اور چوپائے کو دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ نماز

کی جماعت ترک کرنے والے کے متعلق شارع نے یہ ارادہ کیا تھا کہ ان کے گھروں کو آگ لگا

جائے۔ یہ اور اس قسم کی عقوبتیں مختلف قسم کی جنایات و جرائم کرنے کے لئے شارع نے مشروع فرمائی ہیں۔ یہ عقوبتیں ٹھیک ٹھیک جنایات و جرائم کے دوائی اور حکمت و مصلحت کے مطابق ہیں اور یہ عقوبتیں وہیں مقرر اور مشروع کی گئی ہیں۔ جہاں طبعی دوائی موجود ہوں۔ اور جہاں طبعی دوائی موجود نہیں وہاں صرف حرمت کا حکم دیا۔ اور کچھ تعزیر مقرر کر دی۔ کوئی حد مقرر نہیں کی۔ مثلاً کسی نے گوبر کھا لیا یا خون پی لیا۔ یا مردار جانور کا گوشت کھا لیا۔ ایسے جرائم کے لئے کوئی حد متعین نہیں فرمائی۔ نہ کوئی خصوصی تعزیر مقرر فرمائی۔ لیکن وہ جنایات و جرائم جن میں طبعی دوائی موجود ہوں۔ ان کی عقوبت و سزا، ان کے مفاسد اور دوائی طبعیہ کے عین مطابق مشروع فرمائی۔ اور یہی وجہ ہے کہ جہاں زنا کے دوائی طبعیہ قوی تر ہوں۔ وہاں عقوبت و سزا سخت سے سخت رکھی گئی۔ یعنی زانی کو ذلیل ترین طریقہ سے قتل کر دیا جائے، اور زانی کی آسان سے آسان سزا عمومی صورت میں دی گئی ہے۔ وہ کوڑوں کی اور جلاد طبعی کی سزا ہے۔ اور چونکہ لواطت میں دوائی طبعیہ موجود ہے اور فعل بالکل غیر طبعی ہے۔ ہر دو حیثیتیں موجود ہیں۔ اس لئے اس کی سزا قتل مقرر کی گئی اور جہاں سرقہ چوری کے دوائی قوی تر ہوں۔ اور مفاسد بھی قوی تر ہوں تو حکم دیا گیا کہ ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ اور پھر شارع کی حکمت و مصلحت پر غور کرو کہ عقوبت و سزا میں اس عضو کو کاٹنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ جس کے ذریعہ جنایات و جرم کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ مثلاً قطاع الطریق۔ راہ زنی۔ ڈاکو۔ کہ ان کا ہاتھ اور پاؤں دونوں کاٹنے کا حکم دیا۔ کیونکہ راہ زنی۔ ڈاکو زنی کے یہی دو اصلی آلات ہیں۔

اور شارع نے قاذف۔ یعنی تہمت لگانے والے کی زبان کاٹنے کا حکم نہیں دیا۔ حالانکہ جنایت و جرم کا ارتکاب زبان ہی سے ہوتا ہے۔ کیونکہ زبان کاٹنے کے مفاسد جنایت و جرم سے زیادہ ہیں اور اس لئے اس کی عقوبت و سزا صرف یہی رکھی کہ "قاذف" یعنی تہمت لگانے والے کو کوڑے لگائے جائیں۔ اور اس کے پورے جسم کو تکلیف پہنچائی جائے۔

اگر کہا جائے کہ زانی کا عضو تناسل کیوں نہیں کاٹا جاتا کہ اسی سے وہ جنایت و جرم کا ارتکاب کرتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ عضو تناسل چند وجوہ کی بناء پر کاٹا نہیں جاسکتا۔

اول۔ یہ کہ عضو تناسل کاٹنے کی خرابی جنایت و جرم کی خرابی سے بڑھ جاتی ہے۔ اس کے قطع کرنے سے نسل منقطع ہو جاتی ہے۔ نیز ہلاکت کا بھی خطرہ ہے۔

دوم۔ عضو تناسل ایک مستور و مخفی عضو ہے۔ اور اس کے کاٹنے سے حد اور عقوبت کا

جو اصل مقصد ہے۔ زجر و توبیخ اور دوسروں کے لئے تنبیہ و عبرت وہ پورا نہیں ہوتا۔ بخلاف سرقہ اور ڈاکہ۔ راہ زنی میں ہاتھ کاٹنے سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

سوم۔ یہ کہ ایک ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ تو دوسرا ہاتھ باقی اور سلامت رہتا ہے۔ جس سے کاٹے ہوئے ہاتھ کا کام بھی لیا جاسکتا ہے۔ بخلاف عضو تناسل کے کہ اس کو کاٹنے کے بعد اس کا بدل باقی نہیں رہتا۔

چہارم۔ یہ کہ زنا کی لذت سارے جسم سے وابستہ ہے۔ پورا جسم لذت اندوز ہوتا ہے۔ اس لئے سزا بھی ایسی ہی ہونی چاہیے۔ جو سارے جسم کو الم آشنا کر دے۔ صرف گوشت کے ایک ٹکڑے اور ایک لوتھرے کو کاٹنے سے پورے جسم کو عقوبت سے متاثر کرنا زیادہ مناسب اور بہتر ہے۔ غرض! شارع کی مقرر کردہ تمام عقوبتیں۔ اور سزائیں نہایت مناسب۔ قرین عقل اور فن للکمت اور عین مصلحت پر مبنی ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ جنایات و جرائم کی شرعی۔ اور قدری عقوبتیں۔ مفسد جنایات و جرائم کے عین مطابق ہیں اور اللہ تعالیٰ کبھی بندے کو ان ہر دو قسم کی عقوبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور کبھی بندہ توبہ و استغفار کرتا ہے۔ اور توبہ و انابت سے خدا کو راضی کر لیتا ہے۔ تو خدا عقوبت کو دفع و فسخ بھی کر دیتا ہے۔

فصل

عقوبات دو قسم کی ہیں۔ شرعی اور قدری۔ بدترین قسم کا زنا، پڑوسی کی عورت سے زنا کرنا ہے مختلف حالات و تعلقات کے لحاظ سے زنا کے جرم میں شدت اور خفت ہوا کرتی ہے۔

معاصی کی عقوبتیں دو قسم کی ہیں۔ عقوبت شرعیہ اور عقوبت قدریہ۔ جب کسی گناہ کی شرعی سزا دے دی جاتی ہے۔ تو عقوبت قدریہ بالکل اٹھالی جاتی ہے۔ یا پھر اس میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ پروردگار عالم کسی کو ہر دو قسم کی سزا نہیں دیتا۔ ہاں اگر شرعی عقوبت، شرعی سزا گناہ کے بوجہ کے لئے کافی نہ ہو اور مرض معصیت پوری طرح دور نہ ہوا ہو۔ تو قدری سزا بھی دی جاتی ہے اور جن معاصی میں عقوبات شرعیہ معطل ہیں اور شارع نے کوئی شرعی سزا مقرر نہیں کی۔ وہاں صرف عقوبات قدریہ جاری ہونگی اور

بعض اوقات عقوبات قدریہ عقوبات شرعیہ سے بھی زیادہ سخت اور ذنی ہوا کرتی ہیں۔ اور بعض اوقات اس سے کم بھی ہوتی ہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے۔ کہ عقوبات قدریہ عام اور ہمہ گیر ہوا کرتی ہیں۔ قوموں اور ملکوں کو گھیر لیتی ہیں اور عقوبات شرعیہ عاصی اور مجرم کی ذات تک ہی محدود ہوتی ہیں۔ کیونکہ پروردگار عالم شرعی سزا ہی کو دیتا ہے۔ جس نے جرم کیا ہے۔ یا جو اس جرم کا سبب اور موجب بنا ہے۔ لیکن عقوبت قدریہ کا حال ادہ ہے۔ یہ عوام و خواص تمام کو گھیر لیتی ہے۔ کیونکہ معصیت جب خفیف مستور و مخفی ہوتی ہے۔ اس کی مضرت صرف عاصی اور مجرم تک ہی محدود رہتی ہے۔ لیکن جب علانیہ معصیت کا ارتکاب ہوتا ہے۔ تو خواص و عوام تمام کے لئے مضرت رساں بن جاتی ہے۔ لوگ منکر کو دیکھیں اور اس سے انکار نہ کریں۔ روکنے کی کوشش نہ کریں تو خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ اس منکر و معصیت کی سزا میں خواص و عوام سب کو شامل کر دے۔

تم ادھر پڑھ چکے ہو کہ شرعی عقوبتیں اللہ تعالیٰ نے جنایات و جرائم کے مفاسد اور طبعی تقاضوں کی مقدار کے مطابق مشروع فرمائی ہیں۔ یہ شرعی عقوبات اللہ تعالیٰ نے تین قسم کی مشروع فرمائی ہیں۔ قتل کی سزا۔ ہاتھ کاٹنے کی سزا۔ اور کوڑے لگانے کی سزا۔

قتل کی سزا کفر۔ اور قریب بہ کفر جرم کے بدلہ میں مشروع ہوئی ہے۔ جیسا کہ زنا۔ لواطت وغیرہ۔ کفر سے دین و مذہب ناسد اور برباد ہو جاتا ہے اور زنا۔ لواطت سے نوع انسانی تباہ و برباد ہو جاتی ہے اور اسی نکتہ کی بنا پر امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے۔
لا اعلم بعدا لقتل ذنبا اعظم قتل کے گناہ کے بعد زنا سے بڑا کوئی گناہ میں
من الزنا = نہیں جانتا۔

اور اس قول کے استدلال میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث پیش کی۔
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

ان تجعل الله ندا وهو خلقك
تم کسی کو اللہ تعالیٰ کا ہم مثل گردانو۔ حالانکہ
تم کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

انہوں نے دریافت کیا۔ اس کے بعد بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا۔
ان تقتل دلدك مخافة ان يطعم
یہ کہ تم اپنے لڑکے کو اس لئے قتل کر دو کہ وہ تمہارے

محلک :

ساتھ کھائے گا۔

اس کے بعد انہوں نے دریافت کیا۔ اس کے بعد کونسا گناہ بڑا ہے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

ان تری بجلیلۃ جازک :

یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بی بی سے زنا کرو۔

اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے اندر فرمائی۔

والذین لا یدعون مع اللہ الاہا آخرو ولا یقولون

اور جو خدا کے سوا کسی دوسرے کو معبود نہ پکاریں اور

الذین لا یقولون : لا یزولون :

ناحق کسی کو جان سے نہ ماریں کہ اس کو خدا نے حرام

الایۃ (قرآن)

کیا ہے اور نہ زنا کے مرتکب ہوں : الخ

آنحضرت نے ان گناہوں کا ذکر فرمایا۔ جو ہر نوع کے گناہوں میں بڑے گناہ ہیں۔ سائل کے سوال

سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے سے بڑے گناہ دریافت کر رہا تھا۔ تعجب نے اس کے سوال کے مطابق جواب دیا۔

اور بڑے بڑے گناہ بتلا دیئے۔ قتل کرنے میں بڑے سے بڑا قتل یہ ہے کہ آدمی اپنے لڑکے کو اس لئے قتل کر

وے کہ وہ کھانے میں اس کا شریک ہو گا۔ زنا کے تمام اقسام میں عظیم ترین زنا یہ ہے کہ آدمی اپنے پڑوسی کی

بی بی سے زنا کرے۔ زنا کے درجے دو چند سے چند بقدر مدارج حرمت کے بڑھتے ہیں۔ شوہر والی عورت سے

زنا کاری کرنا بغیر شوہر والی عورت کے ساتھ زنا کرنے سے بدرجہا بڑا گناہ ہے اور موجب عقوبت و سزا

ہے۔ کیونکہ شوہر والی عورت سے زنا کرنے میں شوہر کی حرمت و عزت کی دیوار بھی توڑی جاتی ہے اس کا لہتر

بگاڑا جاتا ہے بغیر کا نظم اور نسب اس کے سر منڈھا جاتا ہے۔ نیز اس قسم کی اور بھی بہت سی تکالیف اس

کے شوہر کو پہنچتی ہیں۔ اور اس لئے یہ زنا بغیر شوہر والی عورت سے زنا کاری کرنے سے زیادہ بھاری اور

زیادہ فزنی گناہ ہے اور پھر اگر اس عورت کا شوہر اس کا پڑوسی ہے تو جرم اور بھی وزنی ہو جاتا ہے۔ کہ

زنا کے ساتھ پڑوسی کی بے حرستی اور بے عزتی بھی ہو رہی ہے۔ اور اسی لئے آنحضرت نے زنا کے اقسام

میں سے اسی زنا کا ذکر فرمایا۔ جو سب سے زیادہ تکلیف دہ اور ایذا رساں ہے۔ اسی طرح ہلک جہاں میں سب

سے بڑا جرم ہے اور اسی زنا کے متعلق آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔

لا یدخل الجنۃ من لایا من جازہ

وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ جس کے

لو القہ :

شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔

اور بڑا سے بڑا شریعی ہے کہ اس کی عورت کے ساتھ زنا کاری کی جائے۔ اور عزت اللہ پڑوسی کی

عورت سے زنا کرنا ہے شوہر کی سوغورتوں سے زنا کرنے سے بھی زیادہ بھاری ہے۔

اور پھر اگر پڑوسی اس کا بھائی ہے یا قریبی رشتہ دار ہے تو اس جنایت و جرم کے علاوہ

قطع رحمی کا جرم بھی شامل ہو جائے گا۔ اور گناہ اور زیادہ وزنی ہو جائے گا۔
 اور اگر پڑوسی خدا کی کسی طاعت اور نیکی کے لئے گیا ہوا ہے۔ مثلاً نماز کے لئے گیا ہے۔ یا
 تحصیل علم کے لئے گیا ہے۔ یا جہاد کے لئے گیا ہوا ہے تو گناہ اور بھی زیادہ وزنی ہو جاتا ہے چنانچہ
 کسی غازی فی سبیل اللہ کی عورت سے کسی نے زنا کاری کی تو قیامت کے دن اسے غازی کے
 سامنے لاکھڑا کیا جائے گا۔ اور غازی سے کہا جائیگا۔ اس کی جس قدر نیکیاں تو لینا چاہے لے لے۔
 ہم حضرت نے یہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا دنیا ظنکم ہے یعنی تمہارا کیا خیال ہے غازی اس وقت
 کیا کریگا؟ یعنی یہ اس وقت جبکہ لوگوں کو نیکیوں کی اس قدر ضرورت ہوگی کہ ایک ایک نیکی کے لئے
 آدمی مضطرب اور بے چین ہوگا۔ باپ اپنا حق اپنے بیٹے سے نہیں چھوڑے گا۔ کیا غازی اس وقت
 اس کی نیکیاں اس کے لئے رہنے دیگا؟ جبکہ اسے کہہ دیا گیا ہے کہ اس کی نیکیوں میں سے جس قدر تو چاہے لے لے۔
 اور اگر ایسا اتفاق پڑ جائے کہ عورت ذی رحم میں سے ہے۔ تو زنا کے ساتھ قطعی رحمی۔
 اور حرمت رحم توڑنے کا جرم بھی شامل ہو جائے گا۔

اور کہیں اتفاق ہو گیا کہ آدمی محسن بی بی والا ہے۔ تو جرم اس سے بھی زیادہ وزنی
 ہو جائے گا۔ اور اگر زانی بڑھا ہے تو یہ بھاری سے بھاری جرم ہو جائے گا۔ اور شیخ یعنی طہا
 زانی تو ان تین قسم کے لوگوں میں سے ایک ہے۔ جن کے متعلق وارد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ
 ان سے کلام نہیں کرے گا اور جس کے متعلق سخت سے سخت عذاب کی وعید وارد ہوئی ہے۔
 اور اگر اس کے ساتھ شامل ہو جائے۔ کہ زنا کا ارتکاب حرمت والے ہمتوں میں کیا جائے۔
 یا حرمت والے شہر یعنی مکہ معظمہ میں کیا جائے یا ان اوقات میں کیا جائے جو مقبولیت دعا کے
 اوقات ہیں۔ مثلاً اوقات نماز میں یا اوقات اجابت دعا میں تو یہ جرم زیادہ سنگین ہو جائیگا۔
 اسی پر تم گناہوں، اور گناہوں کے مفاسد۔ جنایات، جرائم اور ان کی عقوبتوں اور سزاؤں کے
 درجات و مراتب کو قیاس کر لو۔ ان اللہ المستعان۔

فصل

معاصی تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جن میں حسد مقرر ہے
 ایک وہ جن میں کفارہ لازم ہے۔ ایک وہ جن میں نہ
 حد مقرر ہے۔ نہ کفارہ لازم آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کاٹنے کی حد اور سزا وہاں مقرر فرمائی ہے۔ جہاں مال کا بچاؤ ناممکن ہو۔ مثلاً چور سے مال کا بچاؤ کرنا ناممکن نہیں ہے۔ چور مخفی طریقہ سے مال چراتا ہے۔ نکتب لگا کر مال لے جاتا ہے۔ دروازے چھوڑ ڈیواروں پر چڑھ جاتا ہے۔ چور کا حال بالکل بلی اور سانپ کا سا ہے۔ کہ گھروں میں اس طرح گھس جاتے ہیں کہ کسی کو پتہ تک نہیں چلتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سرتہ چوری کے فساد کو قتل کا درجہ نہیں دیا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ فساد صرف کوڑے مارنے سے بھی دفع نہیں ہو سکتا۔ اس لئے سرتہ چوری کے مفاسد کے دفعیہ کی بہتر سے بہتر شکل یہی ہے کہ اس عضو کو کاٹ دیا جائے۔ جس کے ذریعہ اس جرم کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

جن جنایات و جرائم میں عقل خراب ہو جاتی ہے۔ ان میں کوڑوں کی سزا شروع فرمائی۔ اور تذف و تہمت میں یہ سزا تجویز فرمائی کہ تاذف تہمت لگانے والے کی آبروریزی کر دی جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے عقوبت شرعیہ تین قسمیں قرار دی ہیں۔ اسی طرح کہ کفارہ کی بھی تین قسمیں ہیں۔

اعلیٰ ترین کفارہ غلام آزاد کرنا۔

دوم۔ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

اور سوم۔ روزے رکھنا۔

حق سبحانہ و تعالیٰ نے گناہوں کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔

ایک وہ جن میں حد قائم کی گئی ہے۔ جن جرائم میں حد مقرر کی گئی ہے۔ ان میں کفارہ نہیں رکھا۔ بلکہ حد ہی کو کافی قرار دیا گیا ہے۔

دوم۔ وہ جن میں حد مقرر نہیں کی گئی۔ بلکہ کفارہ مشروع کیا گیا ہے۔ مثلاً کسی نے رمضان المبارک میں دن کے وقت بی بی سے ہمبستری کر لی۔ یا حالت احرام میں ایسا کر لیا۔ اور مثلاً ظہار۔ قتلِ خطا۔ یا قسم کا توڑنا وغیرہ۔

تیسری قسم گناہوں کی وہ ہے۔ جن میں شارع نے نہ حد قائم کی ہے۔ نہ کفارہ مقرر کیا ہے۔ اس قسم کے جرائم کی دو قسمیں ہیں۔

ایک وہ جن کا محرک کوئی امر طبعی نہیں ہے۔ مثلاً غلیظ کھا لینا۔ پیشاب یا خون پی لینا دوسری وہ جن کی خرابیاں ان خرابیوں کے مقابلہ میں کم ہیں۔ جن میں حد مقرر کی گئی ہے مثلاً کسی عورت کی طرف دیکھنا۔ اس کا بوسہ لینا۔ چھو لینا۔ یا اس سے بات چیت کرنا۔ یا

پیسہ دو پیسہ کی چوری کر لینا وغیرہ۔ شارع نے ان ہر دو قسم کے جرائم میں نہ حد مقرر فرمائی۔ نہ کفارہ مشروع فرمایا۔ تین قسم کے جرائم میں شارع نے کفارہ مشروع فرمایا ہے۔

ایک وہ جرم جو اصل میں جرم نہ تھا۔ بلکہ فعل مباح تھا۔ لیکن کسی مخصوص حالت میں شارع نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ اور اس نے اس حالت میں جس میں اس کو حرام قرار دیا گیا تھا۔ اس فعل کا ارتکاب کر لیا۔ مثلاً بی بی سے ہمبستری مباح ہے۔ لیکن احرام اور روزہ کی حالت میں۔ نیز حیض و نفاس کی حالت میں شارع نے ہمبستری حرام کر دی۔ ہاں وطی فی الدبر کا مسئلہ بالکل اس کے خلاف ہے۔ یہ کسی حال میں بھی مباح نہیں ہے۔ اس کی تحریم دائمی تحریم ہے۔ بعض فقہاء نے اس جرم کو حالت حیض و نفاس کی ہمبستری پر جو قیاس کیا ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ فعل کسی وقت بھی جائز اور مباح نہیں ہے۔ بلکہ یہ بمنزلہ لواطت اور شراب نوشی کے ہے۔

دوسری قسم کفارہ کی یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے لئے عقد نذر یا عقد یمین باندھ لیوے۔ یعنی کسی نے اللہ تعالیٰ کے لئے نذر کی گہ باندھ لی۔ یا اللہ تعالیٰ کی قسم کھالی۔ یا اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو حرام گردانا۔ پھر کسی نہج۔ اور کسی ضرورت سے اس کو حلال گردانا چاہا۔ تو حلال کرنے کے لئے کفارہ مقرر کر دیا۔ اس قسم کے کفارہ کا نام شارع نے تحلہ رکھا ہے۔ یہ کفارہ اس ہتک و توہین کا کفارہ نہیں ہے۔ جو قسم توڑ کر اللہ کے نام کی ہتک ہوئی ہے۔ جیسا کہ بعض فقہاء کا خیال ہے۔ کیونکہ قسم کا توڑنا کبھی واجب بھی ہوتا ہے۔ کبھی مستحب۔ اور کبھی مباح۔ یہ کفارہ تو صرف اس عقد اور گہ کا ہے۔ جو اس نے باندھی تھی۔ اور پھر کھول دی۔

تیسری قسم کا کفارہ وہ ہے۔ جو کسی نقصان کی بجالی کے لئے لازم آتا ہے۔ مثلاً قتل خطا کہ کسی کو غلطی سے قتل کر دیا۔ یہاں کوئی گناہ اور جرم نہیں۔ بلکہ ایک غلطی ہو گئی ہے جس کا کفارہ دینا پڑتا ہے۔ یا مثلاً شارع نے کسی جگہ شکار کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔ وہاں اس نے غلطی سے شکار کر لیا۔ اس میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک غلطی ہو گئی ہے۔ اور یہ کفارہ ان غلطیوں کی پابجالی کے لئے ہوتا ہے۔

پہلی قسم کا کفارہ نہ جو تزییح کی عرض سے ہے۔

دوسری قسم کا کفارہ عقدہ کشائی۔ یعنی گہ کھولنے کا کفارہ جسے تحلہ کہتے ہیں۔

اور یہ امر بھی بالکل واضح ہے کہ کسی معصیت و جرم میں حد اور تعزیر دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

بلکہ جس میں حد مقرر ہے۔ وہاں حد کافی ہے۔ وگرنہ پھر تعزیر پر اکتفا ہوگا۔ نیز کسی معصیت میں حد

اور کفارہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں جس میں حد ہے۔ کفارہ نہیں۔ اور جس میں کفارہ ہے اس میں حد نہیں ہے۔

اب مسئلہ یہ باقی رہ گیا کہ جس معصیت میں حد مقرر نہیں کی گئی۔ اس میں تعزیر اور کفارہ دونوں چیزیں جمع ہو سکتی ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ مثلاً حالت احرام میں یا حالت صوم میں یا حالت حیض میں بی بی سے ہمبستری کر لی گئی۔ اور اس کا کفارہ ہم نے واجب گردان لیا تو پھر کیا حکم ہے؟ بعض علماء کہتے ہیں اس میں کفارہ کے ساتھ تعزیر بھی واجب ہوگی۔ کیونکہ جنابت کا ارتکاب کر کے اس نے واجب احترام حکم کی توہین کی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں۔ نہیں بلکہ اس میں صرف کفارہ کافی ہے۔ کیونکہ کفارہ اس جرم کی پاداش ہے جو جرم کو شوکر دیتی ہے۔

فصل

عقوبات قدریہ کی دو قسمیں ہیں۔ عقوبت قلوب و نفوس اور عقوبت ابدان و اموال۔

عقوبات قدریہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک عقوبت قلوب اور یہ نفوس انسانی کے لئے ہے جو انسان کے قلب سے وابستہ ہے۔ دوسری ابدان و اموال جو عقوبت قلوب کے لئے ہے۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ ایک مثبت غم و الم کی شکل میں ہے۔ جس کی ضرب قلب پر پڑتی ہے۔ دوسری وہ جس سے اس کا وہ مادہ ہی منقطع ہو جاتا ہے۔ جس سے قلب کی حیات و اصلاح وابستہ ہے۔ اور یہ مادہ جب منقطع ہو جاتا ہے، تو پھر اس جگہ اس کی اعضاء پیدا ہو جاتی ہیں۔ ان دو قسم کی عقوبتوں میں سے سخت ترین عقوبت قلوب کی عقوبت ہے۔ اور قلوب کی عقوبت ہی عقوبت ابدان کی اصل اور جڑ ہے۔

قلوب کی عقوبت جب قوی۔ بھاری اور شدید ہو جاتی ہے، تو وہ قلب سے متجاوز ہو کر جسم تک پہنچ جاتی ہے۔ جس طرح کہ بدن کی تکلیف قلب تک سرایت کر جاتی ہے۔ جب نفس انسانی جسم سے جدا ہوتا ہے تو عقوبت کا تعلق۔ اور اس کے احکام کا رشتہ نفس سے قائم ہو جاتا ہے۔ اس وقت عقوبت قلب کا ظہور پوری قوت سے ہو جاتا ہے اور بالکل علانیہ اس کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ اسی عقوبت کا نام عذابِ قبر ہے۔ اس وقت عذاب قلب کو برزخ سے وہ نسبت ہوتی ہے۔ جو عذاب ابدان کو اس دنیا سے نسبت ہے۔

فصل

عقوبات ابدان کی دو قسمیں ہیں شر نفس اور شر اعمال سب سے پناہ مانگنے کی کیا شکل ہے ؟

بدنی عقوبتوں کی دو قسمیں ہیں۔ اول دنیا میں۔ دوم آخرت میں۔ اور عقوبات کی شدت و خفیت اور دوا می اور غیر دوا می باعتبار معاصی کی شدت و خفیت اور گناہوں کے مفاسد کے لحاظ سے ہے۔ لیکن تمام کی اصل شر نفس اور اعمال سب سے ہیں اور یہی دو چیزیں ہیں جن سے آنحضرتؐ نے اپنے خطبہ میں ہمیشہ پناہ مانگی ہے۔

وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شَرِّ رَافِعِ السِّنَانِ وَشَرِّ رَافِعِ الْفَسَادِ مِنْ
سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا۔ اور ہم اپنے نفسوں کے شر سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے خدا کی جناب میں پناہ چاہتے ہیں۔

اعمال سب سے اصل شر نفس ہے اور اس لئے ہمہ قسم کے شر کی اصل شر نفس ہے۔ شر نفس سے ہی تمام شر پیدا ہوتے ہیں۔ اعمال سب سے شر نفس کے ثمرات اور نتائج ہیں۔

علمائے دین سیئات اعمالنا کے معنی ہیں اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے اعمال میں جو سیئات ہیں ان سے ہم اللہ تعالیٰ کی جناب میں پناہ چاہتے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے نوع کی اضافت اپنی جنس کی طرف ہے۔ اور "من" تبعض کے لئے ہے یعنی ہمارے اعمال میں سے جو سیئات ہیں ان سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اور بعض علماء کہتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ سیئات کی عقوبات جو ہمارے حق میں مضرت رسال ہیں۔ ان سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے عبارت یہ ہوگی
وَمِنْ عَقُوبَاتِ أَعْمَالِنَا الَّتِي تَسُوْنَا۔ ہم اپنے اعمال کی عقوبات سے جو ہمارے حق میں مضرت ہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اس قول کی رو سے "استعاذہ" ہمہ قسم کے شر۔ اور برائیوں سے ہوگا۔ کیونکہ شر نفس اعمال سب سے کو مستلزم ہیں۔ اور اعمال سب سے عقوبات سب سے کو مستلزم ہیں۔

پس آنحضرتؐ نے پہلے "شر نفس" سے جو اعمال قلیحہ کے مقتضیات سے ہیں متنبہ فرمایا۔ اور اس کے ذکر پر اکتفا فرمائی۔ کیونکہ شر نفس ہی اصل اور جڑ ہے۔ اس کے بعد آپ نے شر کی غایت اور اس کے ختم کا ذکر فرمایا۔ اور وہ سیئات اعمال ہیں جو اعمال کی عقوبات و آلام ہیں۔ پس

آنحضرتؐ کا یہ "استغاذہ" شرکی اصل اور اس کی فرع - مبدا اور منتہا - ایتدار اور انتہا غایت اور مقتضیات تمام پر مشتمل ہے۔

اور اہل ایمان کے لئے ملائکہ - فرشتوں کی یہ دعا

وقہم السیات ومن تق السیات . ان کو ہر طرح کی خرابیوں سے محفوظ رکھ اور جس
یومئذ فقد رحمتہ کو تو اس دن حسرتا بیوں سے محفوظ رکھے گا تو
(مومن) اس پر تونے بڑا فضل کیا۔

سیات اعمال اور اعمال سیئہ سے جو عقوبات و آلام پہنچنے ہیں ان سے تحفظ پر مشتمل ہے
جب اللہ تعالیٰ بندوں کو اعمال سیئہ سے محفوظ رکھے گا۔ تو ان اعمال سیئہ کی جزا سے
بھی ضرور محفوظ رکھے گا۔ اگرچہ

ومن تق السیات یومئذ فقد رحمتہ اور جسے تو خرابیوں سے اسی دن محفوظ رکھے گا
اس پر تیرا فضل و کرم ہوگا۔

سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ دعا عقوبات اعمال سے جو قیامت کے دن پیش آنے والی ہیں
ان سے تحفظ کے لئے وارد ہے

اگر کہا جائے کہ بارگاہ الہی میں ملائکہ اور فرشتوں نے اہل ایمان کے لئے جو دعا کی ہے
وہ یہ ہے کہ اہل ایمان کو عذاب جہنم - عذاب دوزخ سے بچایا جائے۔ اس کے معنی یہ ہیں
کہ سیات کی عقوبات و سزا سے ان کو بچایا جائے۔ یہ معنی صاف صاف دلالت کر رہے ہیں کہ
ملائکہ اہل ایمان کو جس عقوبت سے بچانے کی دعا کر رہے ہیں وہ اعمال سیئہ کے لوازم ہیں۔ ملائکہ کی دعا
اور آنحضرتؐ کا استغاذہ اور دعا ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ اور آیت میں یومئذ (اس دن) کی
تخصیص وارد ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سیات اعمال کا شمراد ہے۔ نہ کہ بعینہ
سیات اعمال یعنی برے اعمال۔ یہ اعتراض یہاں وارد نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اصل مقصد تو یہی
ہے کہ اس دن سیات اعمال کے شر سے بچایا جائے۔ اور یہ چیز بھی تو بعینہ سیات ہیں۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ سیات سے بچنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ ایسی
توفیق عطا فرمائے کہ بندہ سیات اور گناہوں سے بچا رہے۔ اور توفیق الہی کی وجہ سے سیات و گناہ
کما سرے سے ارتکاب ہی نہ ہو سکے۔ دوسری یہ کہ سیات کی جزا اور سزا سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے
رغم و مغفرت۔ فضل و کرم سے حکم عفو و رگزر پھر دیوے۔ آیت مذکورہ ہر دو قسم کے سوالوں پر مشتمل

ہے اور طرف یعنی "یومئذ" کا تعلق و تقید جملہ شرطیہ سے ہے۔ یعنی "ومن تلق السیات سے ہے جملہ جزائیر یعنی "فقد رحمتا" سے نہیں ہے۔

اب تم اس حدیث کے مضمون پر غور کرو۔ فرشتوں کی دعا اہل ایمان۔ صالح۔ نیک کردار لوگوں کے حق میں ان کی مدح و توصیف۔ مومنوں کے حق میں استغفار و دعا۔ ان پر احسان اور استغفار و دعا کے پہلے بارگاہ الہی میں۔ اس کی وسعت علم۔ وسعت رحمت کا وسیلہ پکڑنا یہ سب کیا معنی رکھتا ہے۔

وسعت علم ان تمام امور پر مشتمل ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں اور گناہوں کے اسباب ان کمزوریوں۔ کوتاہیوں۔ ان کے دشمن کی قوت مغلیہ۔ نفس و خواہشات اور طبائع کے تقاضے دنیا اور دنیا داروں سے ان سے کس طرح گناہ کرائیں گی۔ ان تمام امور کا علم اللہ تعالیٰ کو اس وقت سے ہے جبکہ ان کو پیدا کیا ہے۔ اس وقت سے اسے معلوم ہے جب کہ وہ ماؤں کے پیٹ میں تھے۔ اور یہ بات اس کے علم میں ہے اور اس کے قدیم علم کی رو سے اسے معلوم ہے کہ فلاں فلاں گناہ ان سے سرزد ہوں گے۔ نیز عقود درگزر مغفرت و بخشش وغیرہ بھی اس کی وسعت علم میں داخل ہے۔ اس کا علم ان تمام امور پر حاوی ہے۔ کیا بات ہے جس کا علم اسے نہیں ہے۔

وسعت رحمت۔ خدا کی وسعت رحمت میں یہ تمام امور داخل ہیں کہ اہل توحید کو وہ ہلاک نہیں کریگا۔ مومن کو جو اس سے محبت کرے عذاب و تکلیف نہیں دے گا۔ کیوں کہ وہ واسع الرحمت ہے۔ اس کی رحمت اس قدر وسیع ہے کہ بجز شقی و بد نصیب کے کوئی بھی اس کے خلق رحمت سے باہر نہیں رہ سکتا اور اس سے بڑھ کر کوئی شقی و بد بخت نہیں ہو سکتا کہ اس کی اسی وسیع ترین رحمت سے محروم رہے جو ہماری کائنات پر محیط ہے۔

اس کے بعد فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اے خدا تو یہ کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ تیری راہ پر چلنے والوں کی اتباع کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ تیری تعریف اور تجھ سے محبت کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ تیرے اوامر و احکام کی اطاعت کرنے والوں کی تیری نواہی و منوعات سے اجتناب کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ تیری ناپسندیدہ راہ سے اجتناب و احتراز کرنے والوں کی۔ تیری پسندیدہ راہ پر چلنے والوں کی مغفرت کر دے۔ اور ان پر فضل و کرم اور رحمت کی نوازش فرما۔

اس کے بعد دعا کرتے ہیں۔

ان یقیہم عذاب الجحیم۔ ان لوگوں کو جہنم کے عذاب سے بچائے۔

یعنی یہ کہ ان کو۔ اور تمام اہل ایمان کو۔ اور اہل ایمان کے ماں باپ۔ ان کی اولاد ان کی بیبیوں وغیرہم کو جنات عدن میں جگہ دے جس میں داخل کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اللہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔ لیکن اس کا وعدہ اسباب ذرائع سے وابستہ ہے۔ چنانچہ فرشتوں کی دعا بھی ان کو جنت میں داخل کرنے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ یہ بھی ایک سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے دائرہ رحمت میں داخل کر لیا۔ ان کو رحمت کا مستحق گردانا۔ اور ان کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائی۔ اور یہ بھی ایک سبب ہے کہ فرشتوں کو ان کا مددگار بنا دیا کہ وہ ان کے حق میں جنت کی دعا کرتے رہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ اس دعا کے بعد فرشتے یہ کہتے ہیں۔

انک انت العزیز الحکیم۔ بے شک تو زبردست غالب بڑا حکمت والا ہے۔

یعنی ان تمام امور اور بھلائیوں کا مصدر۔ منبع۔ سرچشمہ۔ سبب اول۔ مبداء

منتہا تیری ذات ہے۔ اور تمام چیزیں تیسے کمال قدرت۔ کمال علم ہی کے کرشمے ہیں کیونکہ عزت و غلبہ کمال قدرت ہی کا نام ہے۔ اور حکمت کمال علم کا نام ہے اور انہی دو صنعتوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ اپنے اختیار و قدرت سے جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔ حکم بھی فرماتا ہے۔ ممانعت بھی فرماتا ہے۔ اجر و ثواب بھی دیتا ہے اور عتاب و عذاب بھی دیتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ خلق و ہر کا مصدر۔ منبع اور سرچشمہ ہی دو صفات ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ عقوبات سیات۔ یعنی معاصی۔ اور گناہوں کی سزا و قسم کی ہے شرعیہ

اور قدریہ۔ اور شرعی عقوبت ہو یا قدری اس کا اثر قلب پر بھی ہوتا ہے۔ اور جسم پر بھی اور یہ عقوبتیں اور سزائیں مرنے کے بعد برزخ میں ہوں گی۔ اور آخرت میں بھی جب کہ اجسام کو دوبارہ اپنی اصل حالت پر زندہ کیا جائیگا۔

غرض! معاصی اور گناہ کسی حال میں بھی عقوبت و سزا سے خالی نہیں۔ لیکن انہوں کو کہنے

اپنی جہالت کی وجہ سے کچھ اس طرح غفلت میں پڑے ہیں کہ ان کو ان عقوبتوں کا شعور و احساس تک نہیں کیونکہ دنیا کی زندگی اور زندگی کی گونا گوں مشغولیتوں میں کچھ ایسے بد مست ہیں

کہ ان کی عقلیں، اور فکریں، محذوب اور بے حس ہو چکی ہیں۔ بسندے کچھ ایسے غافل سو رہے ہیں کہ اپنے آلام و مصائب تک کا انہیں احساس نہیں۔ انہیں اس کا شعور و احساس اس وقت ہوگا جب وہ بیدار ہوں گے۔ نشہ اور مستی اتر جائیگی۔ محذوب حالت شعور و احساس سے متبدل ہوگی۔ اس وقت انہیں گناہوں کی عقوبات و سزائوں کا احساس ہوگا۔ اور وہاں عقوبتوں اور سزائوں کا ترتیب اور ظہور اس طرح ہوگا جس طرح جلنے والے کو جلنے کا، اور ہاتھ پاؤں ٹوٹ جانے والے کو اس کے ٹوٹنے کا، اور ڈوبنے والے کو ڈوبنے کا احساس ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اس کو یقین ہوگا جس طرح زہر کھا جانے والے کو اپنی ہلاکت کا اور مریض کو اپنے مرض کے اسباب کا یقین ہو جاتا ہے۔

نیز بعض اوقات معاصی و گناہوں کی مضر توں کا ظہور فوراً گناہوں کے ساتھ ساتھ ہی ہو جاتا ہے۔ کبھی ایک طویل مدت کے بعد بھی ہوتا ہے۔ کبھی تھوڑی ہی مدت کے بعد ہوتا ہے جس طرح کہ امراض جسم اپنے اسباب اور اسباب کی قوت ضعف کے لحاظ سے متقدم و متاخر، قوی اور کمزور ہوا کرتے ہیں۔ لیکن اس موقع پر بہت سے انسان غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایک انسان گناہ کرتا ہے۔ اور پھر وہ دیکھتا ہے کہ اہل کا اثر کچھ نہیں ہوا۔ تو سمجھ لیتا ہے کہ گناہ کرنے سے کوئی نقصان اور کوئی ضرر نہیں پہونچا۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھتا کہ گناہ اپنا کام کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور بتدریج اپنا اثر پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اور ٹھیک ٹھیک اسی طرح اپنا کام جاری رکھتے ہیں جس طرح زہر۔ اور مضر تر رساں چیزیں اپنا کام جاری رکھتی ہیں۔ اگر انسان زہر اور مضر تر رساں اشیاء کا تدارک، اور بدرقہ مناسب ادویہ، استفرغ و تنقیہ اور مفید پیرہن سے کر لیتا ہے تو صحت کی امید ہوتی ہے۔ وگرنہ پھر وہ ہلاک ہو کر ہمارا ہوتا ہے۔

اور یہ صورت یعنی تدارک و بدرقہ کی شکل بھی اسی وقت ممکن ہے جبکہ انسان سے کوئی ایک گناہ سرزد ہو جائے۔ اور وہ فوراً اس کا تدارک کر لے۔ لیکن اگر کوئی شخص روزانہ ہر گھری ہر ساعت گناہوں پر گناہ کرتا چلا جائے تو اس کا خدا ہی حافظ ہے۔ واللہ المستعان

فصل

معاصی قلب کو بہرہ گزنگا۔ اندھا اور مسخ کر دیتے ہیں۔

اب تم معاصی اور گناہوں پر اللہ تعالیٰ نے جو عقوبتیں اور سزائیں مقرر فرمائی ہیں ان پر

حق کے درمیان باعتبار سماعت۔ بنیاتی اور کلام کے درمیان وہ بُعد ہو جاتا ہے جو بہرے کو آواز سے اندھے کو رنگ سے اور گونگے کو بات چیت کرنے کے بعد ہوتا ہے۔

ہم اسے اس بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حقیقتاً بہرہ۔ گونگا۔ اندھا ہونا قلب سے تعلق رکھتا ہے بوارح کا بہرہ۔ گونگا اندھا ہونا بالغرض اور بالیقین ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کے اندر ہے۔

فانہما لا تعی الابصار۔ ولكن تعی القلوب
بات یہ ہے کہ کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں
بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو
جایا کرتے ہیں۔

یہاں بصارت کی نفی سے بصارت جس کی نفی قطعاً نہیں ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد
نفی بصارت جس کے خلاف ہے۔

لیس علی الاعمی حرج رنوں
اندھے کے لئے کوئی مضائقہ نہیں۔
یہاں اعلیٰ سے مراد بصارت حسی ہے۔

اور یہ ارشاد

عبس و قویٰ۔ ان جاءہ الاعمی: (عبس)
محمد اتنی بات پر حلیں بچیں ہوتے اور منہ موڑ بیٹھے
یہاں بھی قطعی طور پر بصارت حسی مراد ہے۔

مراد یہ ہے کہ پورا پورا اندھا حقیقتاً وہ ہے جس کا قلب اندھا ہو۔ کیونکہ آنکھ کا اندھا
قلب کی عدم بصارت کے مقابلہ میں گویا آنکھوں والا ہے۔ تا آنکہ قلب کی عدم بصارت کی قوت
کے سامنے آنکھ کی حسی بصارت کی نفی کر دینا بھی صحیح ہے جس کی مثال آنحضرت صلعم کے
اس ارشاد میں موجود ہے۔

لیس الشدید بالصرعۃ۔ ولكن الذی
یلک نفسی عند الغضب
قوی تر آدمی وہ نہیں ہے۔ جو دوسرے کو پھیل
دے وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے
نفس پر قابو رکھے۔

اور آپ کے اس ارشاد میں موجود ہے

لیس المسکین بالطوفان الذی یتجددہ
اللقمۃ۔ واللقمۃ۔ ولكن الذی
مسکین وہ نہیں جو گھر گھر پھرتا ہے جسے تم لقمہ
دولقمے دیدیا کرتے ہو۔ بلکہ مسکین وہ ہے جو

لاکھنل الناس۔ ولا یفطن لہ فی تصدق علیہ
لوگوں سے مانگتا نہیں اور نہ لوگ اسے ضرورت مند سمجھ پاتے ہیں کہ اسے صدقہ دیا جائے۔

اور اس قسم کے نظائر و امثال تمہیں بے شمار ملیں گی جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حقیقی چیز کے مقابلہ میں غیر حقیقی بہتر و معدوم کے ہوتی ہے۔

مقصود یہ ہے کہ معاصی اور گناہوں کی عقوبات میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ قلب کو اندھا بہرہ۔ گونگا بنا دیتے ہیں۔

چہارم یہ کہ معاصی قلب کو دھنسا دیتے ہیں جس طرح کہ مکان اور مکان کا سارا سرسامان زمین میں دھنس جایا کرتا ہے۔ معاصی قلب کو اسفل السافلین تک دھنسا کر لے جاتے ہیں اور اسے اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ قلب کے دھنسنے کی علامت یہ ہے کہ انسان شب و روز سفلت و نیچائیات۔ رذائل۔ اور بد اخلاقیوں کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ جس طرح کہ وہ قلب جسے اللہ تعالیٰ رفعت دیتا ہے۔ اور مقرب بارگاہ بنا لیتا ہے۔ شب و روز خیر و فلاح۔ عالی بلند امور۔ عالی بلند اعمال۔ عالی بلند اخلاق و اقوال کے گرد گھومنا کرتا ہے۔ جیسا کہ بعض اسلاف کا قول ہے۔

ان ہذہ القلوب جوالتا فمناھا
ما یحول حول العرش۔ و منها
ما یحول حول الحش۔
یہ قلوب ہمیشہ گھومتے پھرتے ہیں۔ لیکن بعض عرش کے ارد گرد گھومتے پھرتے ہیں اور بعض غلاظتوں کے ارد گرد۔

پنجم یہ کہ معاصی قلب کو مسخ کر دیتے ہیں۔ اور جس طرح صورتیں مسخ ہوا کرتی ہیں۔ قلوب بھی مسخ ہو جایا کرتے ہیں۔ انسانی قلب حیوانی قلب کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اخلاق، اعمال، افعال، طبائع کے لحاظ سے جس جانور سے مناسبت ہو جاتی ہے۔ اسی جانور کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ بعض قلوب مسخ ہو کر خنزیر کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کے اندر خنزیر کی سی شدت اور نجاست پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض قلوب مسخ ہو کر کتے اور گدھے۔ سانپ اور بچھو کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ غرض! اخلاق و عادات اور طبائع کے لحاظ سے صورتیں تبدیل ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ حضرت سفیان بن عیینہ نے اس آیت کی یہی تاویل کی ہے۔

وما من دابۃ فی الارض۔ ولا طائر یطیر
بجناحہ۔ الا ام امثالکم (انعام)
اور جتنے حیوانات زمین میں ہیں اور جتنے پرند اپنے دو پروں پر اڑے اڑے پھرتے ہیں یہ سب بھی تم لوگوں کی طرح امثال میں ہیں۔

وہ فرماتے ہیں۔ بعض قلوب زندوں کے اخلاق اختیار کر لیتے ہیں۔ بعض کتوں کے بعض گھوں کے اور بعض اپنے ظاہری لباس میں طاوسی اخلاق اختیار کر لیتے ہیں اور اپنے خوش نما پیروں پر تاجا کرتے ہیں۔ بعض گھوں کی طرح بلید اور اجتن ہو کر رہتے ہیں۔ بعض مرغ کی طرح انسانوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ بعض کبوتروں کی طرح الفت و نہیت کے خوگر ہوتے ہیں بعض ارتٹ کا سا کینہ رکھتے ہیں۔ بعض ایسے ہوتے ہیں جن میں سراسر خیر و فلاح ہوتی ہے اور وہ بکری کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ بعض لومڑی کا اخلاق رکھتے ہیں اور لومڑی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور ہمہ وقت لومڑی کی سی مکاریاں کرتے رہتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے جانوروں اور گمراہ لوگوں کو کبھی گدھوں سے تشبیہ دی ہے۔ کبھی کتوں سے اور کبھی دوسرے جانوروں سے اور کبھی یہ باطنی مناسبت اس قدر قوی اور مضبوط ہوجاتی ہے کہ اس کا اثر ظاہری صورت پر نمایاں ہونے لگتا ہے۔ اور اس چیز کو ارباب فراست خوب سمجھتے ہیں۔ اور کچھ ظاہری اعمال و کردار تو ایسے سرزد ہونے لگتے ہیں کہ عام آدمی بھی دیکھ سکتا ہے اور یہ مشابہت اعمال و کردار کے لحاظ سے کبھی اس قدر قوی اور پائیدار ہوجاتی ہے کہ عیوت پر بھی غالب آجاتی ہے۔ اور بالآخر حکم الہی کے مطابق ظاہری صورت بھی مسخ ہوجاتی ہے یہ ہے مسخ نام حیا کہ ہر دور اور ان جیسے دوسرے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور اس امت میں بھی بعض کو نپیر اور خنزیر کی صورت میں مسخ کر دیتا ہے۔

صحابی اللہ! کہتے ہی قلوب مسخ ہو کر تبدیل ہو گئے۔ اور انہیں اس کی خبر تک نہیں۔ کتنے ہی مسخ ہو گئے۔ کتنے ہی دھنس گئے اور کتنے ہی عوام کی تعریف و توصیف کے فتنہ میں مبتلا ہو کر رہ گئے۔ اور خدا کی پردہ داری نے ان کو دھوکہ دیا۔ اور کتنے ہی انعام الہیہ اور اشتہار کے امتحان میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام امور من جانب اللہ عقوبات متبرئین الائنیں، ذلتیں ہیں۔ اور بس۔ لیکن افسوس جاہل لوگوں کو پھیرنے کو کرامت اور عزت سمجھتے ہیں۔ خدا بھی ان کے ساتھ کرو مدع کرتا ہے۔ ان استہزار کرنے والوں کے ساتھ وہ بھی استہزار کرتا ہے۔ اور حق سے ٹیٹھا چلنے والوں کو خدا ٹیٹھا کر دیتا ہے۔

ہفتم۔ یہ کہ قلب اللہ دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ حق کو باطل اور باطل کو حق۔ معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھنے لگتا ہے۔ شر و فساد۔ تباہی و بربادی کے سامان

کرتا ہے اور سمجھتا ہے میں اصلاح کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو بھٹکاتا ہے۔ اور سمجھتا ہے میں لوگوں کو خدا کی طرف بلا رہا ہوں۔ ہدایت کے بدلہ ضلالت خریدتا ہے اور سمجھتا ہے میں ہدایت کی راہ پر ہوں۔ نفس و خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور سمجھتا ہے اپنے مولا کی اطاعت کر رہا ہوں۔

معاصی اور گناہوں کی یہ تمام عقوبات اور سزائیں وہ ہیں جو قلوب پر جاری اور نافذ ہوتی ہیں۔

ہشتم۔ یہ کہ معاصی دنیا میں پروردگار عالم اور بندے کے درمیان حجاب بن جاتے ہیں۔ اور یہ قیامت کے دن حجاب اکبر ثابت ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
 کلا انہم عن و بہم و بہم و بہم و بہم
 سنجی۔ یہ لوگ اس دن اپنے پروردگار کے سامنے نہیں آنے پائیں گے۔

معاصی بندوں کی اس مسافت کی راہ میں سد راہ ہوتے ہیں۔ جو بندوں اور بندوں کے قلوب کے درمیان واقع ہے۔ اور بندوں کو قلب تک پہنچنے ہی نہیں دیتے تاکہ وہ اصلاح و فساد کی چیزوں پر غور کریں۔ اور بندوں کو سستی و بد بخت کر کے چھوڑتے ہیں۔

نیز معاصی اس راہ کو بھی کاٹ دیتے ہیں جو بندوں کے قلوب اور پروردگار عالم کے درمیان واقع ہے۔ جس کے ذریعہ قلوب اپنے پروردگار تک پہنچتے ہیں اور اس سے نفرت حاصل کرتے ہیں۔ اور جس تقرب سے بندوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے اور جس سے دلوں کو فرحت و انبساط، اور مسرت و نشاط حاصل ہوتا ہے۔

غرض! معاصی بندوں اور بندوں کے قلوب کے درمیان، اور قلوب اور پروردگار عالم کے درمیان قلوب اور اخلاق عالم کے درمیان حجاب اور پرخطر حجاب بن جاتے ہیں نہم۔ معاصی معیشت (زندگی) کو تلخ بنا دیتے ہیں۔ دنیا کی معیشت، برزخ کی معیشت آخرت کی معیشت۔ تینوں جگہ کی معیشت معاصی اور گناہوں کی وجہ سے تنگ اور تلخ ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں عذاب دردناک کا موجب بن جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ومن اعرفنا عن ذکری فان لم معیشتہ
 حنکا و نخشہ یوم القیامتہ۔ اعلیٰ (طہ)

اور میں نے ہماری یاد سے روگردانی کی تو اس
 کی زندگی عین میں گزرے گی اور قیامت کے

دن بھی ہم اسے اندھا اٹھائیں گے

بعض علماء نے معیشتاً ضحک کی تفسیر عذاب قبر سے کیا ہے۔ اور یہ تفسیر صحیح بھی ہے۔ اس میں کوئی شک بھی نہیں۔ لیکن اس آیت سے کہیں زیادہ وسیع معنی پر مشتمل ہے اس کی وسعت و عموم ہر قسم کی معیشت پر مشتمل ہے۔ معیشت تلخ خواہ وہ دنیا کی معیشت ہو خواہ برزخ کی۔ خواہ آخرت کی یہ عموم تمام پر حاوی ہے۔ "معیشتاً ضحکا" اگر چہ "نکرہ" ہے اور سابق اثبات میں واقع ہوا ہے۔ لیکن معنی کے لحاظ سے اس میں عموم و وسعت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے "معیشتاً ضحکا" تلخ و تنگ زندگی کو اعراض عن اللذات پر مرتب اور متفرع فرمایا ہے۔ اور یہ "معیشتاً ضحکا" اعراض کرنے والے کے اعتبار سے ہی ہوگی۔ اگرچہ وہ دنیا میں بے شمار نعم اللہ اور نفعات و لذائذ دنیا سے بہرہ ور اور لذات اندوز ہو۔ لیکن اس کا قلب تو وحشت و ذلت اور حسرتوں کی آماجگاہ ہی بنا رہے گا۔ ہر ذلت۔ ہر ذلت۔ ہر حسرت قلب کے لئے ٹھوڑے کم رہی ہوگی۔ باطل امانی اور آرزوئیں اور مختلف قسم کے عذاب اسی دنیا میں اس کے لئے موجود ہوں گے۔ اور اس کی یہ تظالمیں اور آرزوئیں شہوات۔ عشق۔ حب دنیا۔ حب ریاست۔ حب انارت کے نشہ میں مستور ہوں گی۔ اور ہر اوقات اسے ہدمت رکھتی ہوں گی۔ اگر وہ شرابِ نعمت نہیں ہے تو شرابِ کانشہ نہ سہی لیکن ان شہوات و خواہشات و تمناؤں اور آرزوں کا نشہ بجائے خود اس قدر خطرناک ہوتا ہے۔ کہ انسان کو اس سے کبھی افاقہ ہی نہیں ہوتا۔ شرابِ خور کو تو کبھی نہ کبھی افاقہ ہو جاتا ہے لیکن حب دنیا اور خواہشات کا نشہ تو اترنے ہی نہیں پاتا۔ اور یہ نشہ اس وقت اترتا ہے جب کہ موت کا پیالہ پریا ہے۔ اور موت کا نشہ اس پر سوار ہو جاتا ہے۔ اور ان سے دنیا کی اس زندگی سے علیحدہ کر کے مردوں میں سلا دیتا ہے۔ پس معیشتاً ضحکا۔ تنگ زندگی۔ تنگ زندگی۔ ہر اس آدمی کے لئے لازم و ضروری ہے جو ذکر الہی سے اعراض کرے۔ اور پیغمبر خدا صلعم نے جو کچھ پیش کیا ہے اس سے اعراض کرے۔ اور یہ معیشتاً ضحکا۔ تنگ زندگی۔ تلخ زندگی دنیا میں بھی لازمی ہے۔ اور برزخ میں بھی۔ اور قیامت کے دن بھی اور حقیقت امر بھی یہ ہے کہ انھوں کو ٹھنڈک۔ قلب کو ہدایت۔ نفس کو اطمینان۔ خدا محبوب برحق سے سوا ممکن ہی نہیں۔ محبوبان باطل سے سوائے پریشانی اور سراسیمگی کے کچھ حاصل نہیں۔ پس جس نے ذات الہی سے ٹھنڈک نہ پائی۔ اس کا نفس ہمیشہ حسرتوں سے زخمی اور چور رہے گا۔ اللہ تعالیٰ حیات طیبہ۔ اور شیریں زندگی اسی کو عطا

فرماتا ہے جو اس پر ایمان لاتا ہے۔ اور اعمال صالحہ سے اپنے کو مزین و آراستہ کرتا ہے۔ جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔

من عمل صالحاً من ذكراً وانثى وهو مؤمن
فلنجزيه حیاتاً طیباً۔ ولنجزينهم
اجرهم باحسن ما كانوا يعملون :
(نحل)

جس نے نیک عمل کیا مرد ہو یا عورت۔ اور
وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو ہم دنیا میں اسکی زندگی
اچھی بسر کرائیں گے۔ اور آخرت میں بھی ان
کے اعمال صالحہ کا ضرور صلہ دیں گے۔

پس اہل ایمان جو اعمال صالحہ سے مزین ہوں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی ضمانت ہے۔
کہ وہ انہیں دنیا میں بھی اچھی زندگی عطا فرمائے گا۔ اور قیامت کے دن بھی بہترین زندگی سے
نوازے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایمان والوں کے لئے جو اپنے اعمال صالحہ سے اپنے کو مزین اور آراستہ
کریں گے دونوں جہان میں بہترین زندگی ہے۔ ایسے ہی لوگ دونوں جہان میں زندہ اور
کامیاب ہیں اور اس کی تطییر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

للذین احسنوا فی هذه الدنیا حسنات
لدار الاخرۃ خیر۔ ولنعم دار المتقین۔
(نحل)

جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے لئے اس دنیا
میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا ٹھکانہ اس
سے بھی کہیں بہتر ہے۔ اور پرہیزگاروں کا
گھر نہایت عمدہ ہے۔

اور یہ ارشاد بھی اس کی تطییر ہے
وان استغفروا ربکم۔ ثم توبوا الیہ
یسئکم متاعاً حسناً الی اجل مسئی
وفیوت کل ذی فضل فضلنا۔ (ہود)

اور یہ کہ اپنے پروردگار سے گناہوں کی معافی
مانگو۔ پھر اس کی جناب میں توبہ کرو۔ تو تم
کو ایک مقرر وقت تک دنیا میں اچھی طرح رسائے
بمائے رکھے گا۔ اور جس نے زیادہ کیا ہے اس
کو اس کا زیادہ صلہ دے گا۔

ہیں وہ لوگ جو تقی۔ پرہیزگار۔ نیک اعمال و نیک کردار ہیں۔ وہ دنیا اور آخرت کی نعمتوں
سے بہرہ ور اور فائز المرام ہیں۔ دونوں جہان میں انہیں بہترین زندگی حاصل ہے۔ کیوں کہ نفس
کی فرحت۔ سرور قلب۔ فرحت قلب۔ لذت قلب۔ اتہاج قلب۔ طمانیت قلب۔ الشرح قلب
نور قلب۔ وسعت قلب۔ عافیت قلب۔ سے وابستہ ہے۔ اور یہ چیزیں اسی وقت

حاصل ہوتی ہیں۔ جبکہ شہواتِ محرّمہ۔ خواہشاتِ مکروہہ۔ اور شہواتِ باطلہ سے اجتناب سے
 احتراز کیا جائے۔ اور حقیقت امر تو یہ ہے کہ اصل نعمت و سرور۔ اصل فرحت و بہجت۔ اصل لذت و
 عافیت بھی یہی ہے۔ اسی کا نام ہے۔ جسمانی لذت و سرور۔ اس کے مقابلہ میں
 بیچ اور سراسر بیچ ہے۔

ع: لطف این بادہ نذانی بخدا تانہ چشتی

چنانچہ بعض عارفین سلف۔ لذتِ آشنائے بادہ تو عید کا قول ہے۔

لو علم الملوك و ابناء الملوك ما نحن
 ذیہ لجاد لونا علیہ بالسیوف:
 مگر بادشاہ۔ اور بادشاہوں کے بیٹے وہ
 حالت معلوم کر لیں جن میں ہم ہیں تو اس کے لئے
 وہ ہم سے تلواریں لے کر جنگ کریں۔

کسی اور عارف کا قول ہے

انما یمر بالقلب۔ اوقات۔ اقول دنیا
 ان کان اهل الجنة فی مثل هذا
 انہم لقی عیش طیب:
 قلب پر کچھ ایسے اوقات بھی آجاتے ہیں کہ
 زبان بے ساختہ چلا اٹھتی ہے کہ اگر اہل جنت
 کو ایسی نعمت حاصل ہے تو یقیناً وہ بہترین
 عیش سے بہرہ ور ہیں وگرنہ کچھ نہیں۔

کسی اور بزرگ کا قول ہے

ان فی الدنیا جنتا ہی فی الدنیا کا جنتا
 فی الآخرۃ۔ من لم یدخل حلقہ لہ
 یدخل جنتا الآخرۃ:
 بے شک دنیا میں ایک جنت ہے اور وہ ویسی
 ہی جنت ہے جیسی آخرت کی۔ جو آدمی دنیا
 کی اس جنت میں داخل نہیں ہوا وہ آخرت
 کی جنت میں بھی داخل نہیں ہوگا۔

اور اس جنت کی طرف آنحضرت صلعم نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔

اذا مررتم بربایح الجنۃ فارثوا:
 جب تم جنت کی کیاریوں سے گزرو تو کچھ
 چرلبیا کرو۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت کی کیاریاں کون سی ہیں؟ آپ نے ارشاد

حلق الذکد
 فرمایا ذکر الہی کے حلقے

اور آپ کا ارشاد ہے۔

میرے گھر۔ اور میرے منبر کے درمیان
جنت کی کھاریاں ہیں۔

ما بین بیتی و منبری روضتا من
ریاض الجنۃ :

اور اللہ کے اس فرمان سے

بیشک نیکو کار لوگ منے کی بہشت میں ہوں
گے اور بدکار لوگ دوزخ میں۔

ان الابرار لفی نعیم۔ وان الفجار
لفی عذاب۔ (انفطار)

تم یہ نہ سمجھ لو کہ یہ یوم معاد یعنی قیامت کے دن کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ ابرار یعنی نیک
لوگ ہر سہ عالم۔ تینوں جہانوں میں نعیم و جنت میں ہیں۔ اور فجار و بدکار تینوں جہانوں
میں جہنم میں ہیں۔

خدا را تم ہمیں بناؤ کہ نیکو کار قلب۔ قلب سلیم۔ سلامتی صدر۔ معرفت رب العالمین
محبت خداوندی۔ اور رضا مندی الہی سے بڑھ کر دنیا کی کون سی لذت اور کون سی نعمت
ہو سکتی ہے؟ اور قلب سلیم کے سوا کوئی عیش ہے بھی؟ خود اللہ تعالیٰ اپنے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی مدح و توصیف اور سلامتی قلب کے بارے میں فرماتا ہے۔

اور نوح کے طریق پر چلنے والوں میں سے ایک
ابراہیم تھے جیکہ صاف قلب کے ساتھ اپنے
پروردگار کی طرف رجوع ہوئے۔

وان من شیعتہ ابراہیم۔ اذا جاہ
رہما بقلب سلیم۔ (صافات)

نیز اللہ تعالیٰ انہی کے قول کی نقل فرماتا ہے

اس دن نہ مال ہی کام آئیگا۔ نہ بیٹے۔ مگر جو
پاک قلب لے کر خدا کے حضور میں حاضر ہوگا۔

یوم لا ینفع مال ولا بنون۔ الا من
اتى اللہ بقلب سلیم۔ (شعرا)

اور قلب سلیم وہی ہے جو شرک سے غل و غش سے۔ حق و حسد سے۔ بغض و کینہ سے۔
حرص و طمع سے۔ کبر و غرور سے۔ حب دنیا جب ریاست سے سالم اور محفوظ ہو۔ ایسا قلب
ہر آفت ہر مصیبت و ابتلا سے محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دور رکھنے والی باتوں سے محفوظ
ہے۔ خدا کی خبروں کے خلاف شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ ان سے محفوظ ہے۔ ان شہوات و خواہشات
سے محفوظ ہے جو احکام الہی کے خلاف ابھرتی ہیں۔ ان ارادوں سے محفوظ ہے جو مراد الہی کے خلاف
اقدام کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اور ہر راہ زن سے محفوظ ہے جو رشتہ الہی کو توڑ سکتا ہے یہ قلب
اور ایسا قلب دنیا میں بھی جنت میں ہے۔ اور برزخ میں بھی جنت میں ہے اور قیامت کے دن

بھی جنت میں ہے

قلب کی سلامتی پانچ چیزوں کے بغیر تکمیل کو نہیں پہنچتی

۱۔ شرک سے محفوظ ہو یہ توحید الہی کے خلاف ہے۔

۲۔ سنت نبوی کے خلاف جو بدعات ہیں ان سے محفوظ ہو

۳۔ اور امر الہی کے خلاف جو شہوات و خواہشات ہیں ان سے محفوظ ہو۔

۴۔ اسی عقلمندی سے محفوظ ہو۔ جو ذکر الہی سے غافل اور بے خبر کر دے۔

۵۔ تجرید توحید، تجرید الہی کے خلاف جو خواہشات و شہوات ہوں ان سے محفوظ ہو۔

ان پانچ چیزوں کے علاوہ ایک اخلاص بھی ہے۔ لیکن یہ ان پانچوں امور پر حاوی ہے۔

یہ پانچ چیزیں اللہ، اور بندوں کے درمیان کے حجابات ہیں، اور ہر حجاب کے ماتحت بے شمار اقسام ہیں جو بے شمار افراد، اور لاتعداد اشخاص پر مشتمل ہے، اور اسی لئے ہر بندہ اس امر

کا محتاج اور ضرورت مند ہے کہ بارگاہ الہی میں اپنے لئے ہمیشہ صراط المستقیم کی ہدایت طلب

کرتا رہے۔ بندے جس قدر اس دعا کے محتاج ہیں کسی چیز کے نہیں، اور جس قدر یہ دعائیں

کے لئے مفید ہے کوئی اور دعا مفید نہیں، کیوں کہ صراط المستقیم بہت سے علوم، ہنر، اور

اور لاتعداد ظاہری، باطنی اعمال اور ترک و اجتناب کے بے شمار امور پر مشتمل ہے جو بندوں

پر ہمہ اوقات جاری و طاری رہتے ہیں، اور اس صراط المستقیم کی تفصیلات بندے کبھی

نہیں سمجھ سکتے ہیں، اور کبھی قطعاً نہیں سمجھ سکتے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس قدر تفصیلات

بندوں کو معلوم ہوتی ہیں، ان سے کہیں زیادہ سے زیادہ بے خبر ہوتے ہیں، اور جو معلوم ہوتی

ہیں ان میں سے بھی بہت سی چیزوں پر قادر اور قابو یافتہ نہیں ہوتے، اور پھر بندے ان

چیزوں کا ارادہ کرنے کے بعد ہی بسا اوقات عمل سے قاصر رہتے ہیں اور اگر عمل کر لیا تو

پھر شرائط اخلاص پورے نہیں ہوتے، اور اگر شرائط اخلاص بھی موجود ہیں تو پھر اللہ اور اللہ

کے رسول کی متابعت پوری طرح نہیں پائی جاتی، اور اگر اللہ اور اللہ کے رسول کی متابعت

بھی موجود ہے، تو پھر بندے اس پر ثابت قدم رہتے بھی ہیں یا نہیں؟ یہ تمام باتیں پیش آتی

ہیں اور ساری مخلوق لازمی طور پر ان چیزوں سے دوچار ہوتی ہے، یہ تمام مواعظ لازمی طور پر

پیش آتے ہیں، لیکن کبھی کو کم، اور کبھی کو زیادہ، اور یہ ظاہر ہے کہ انسانی طبائع میں جو ہدایت

دریخت کی گئی ہے، وہ ان تمام چیزوں پر متاثر نہیں پاسکتی، بلکہ اگر انسان کو طبائع پر چھوڑ دیا۔

جائے تو خود طبائع ان چیزوں کی تحصیل و تکمیل میں رکاوٹیں ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ طبائع کی کجروی ہے جس کے منافعوں کو غلط راہ پر ڈال دیا۔ طبائع کے رجحانات نے ان کو اصل حیثیت اور جبلی ظلم و جور کی طرف موڑ دیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قضا و قدر اور مقررہا کو اسی صراط مستقیم پر چلاتا ہے۔ اور اسی کے بموجب بندوں کو دعوت دیتا ہے۔ اور اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے فضل و کرم اس صراط مستقیم پر لگا دیتا ہے۔ اور جہاں صلاحیت پاتا ہے اپنی ہدایت پہنچا دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے اس صراط مستقیم اور ہدایت سے محروم کر دیتا ہے اور یہ سب کچھ عدل و حکمت۔ صلاحیت و عدم صلاحیت محل و مقام کے ماتحت کرتا ہے۔ اور اپنی اسی صراط مستقیم کے مطابق کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے امر و حکم سے اپنے بندوں کے لئے قائم کیا ہے اور جس کی طرف بر بنائے حجت و عدل اپنے تمام بندوں کو دعوت دی ہے اور اپنے فضل و انعام کی رو سے جسے چاہتا ہے اس صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے اور عدل و فضل کی رو سے جسے چاہتا ہے اس سے دور پھینک دیتا ہے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس صراط مستقیم کو پھر قائم کرے گا۔ اور جنت میں جانے کی راہ یہی صراط مستقیم ہوگی جو بندے دنیا میں اس سے دور رہے وہاں بھی اللہ تعالیٰ اس سے نہیں دور رکھیگا۔ اور جو اس پر قائم رہے وہاں بھی اللہ تعالیٰ انہیں قائم اور ثابت قدم رکھے گا۔ جو بندے اللہ کے رسول کے لئے ہوئے دین پر ایمان لائے اور دنیا میں اس ایمان کے نور سے ان کے قلوب منور اور روشن رہے یہی ایمانی نور ان کے اندر وہاں پوری قوت سے ابھرے گا۔ اور ان کی راہ نمائی کو برواہجری کرے گا جس کی ظلمتوں اور تاریکیوں میں یہ نور ان کے آگے آگے۔ اور دائیں جانب روشنی ڈالتے ہوئے ان کی راہ نمائی کرے گا۔ ان کے ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس نور کی حفاظت کی اور اس وقت تک حفاظت کی جب کہ لوگ انہیں دنیا سے رخصت کر کے واپس لوٹے اور اسی طرح حفاظت کی جس طرح ان کی بارگاہ تک پہنچنے میں ان کے ایمان کی حفاظت کی اور منافقین کا نور اس نے بالکل بجھا دیا۔ اور اسی طرح بجھا دیا جس طرح دنیا میں ان کے قلوب اس سے محروم رہے۔

اور جو لوگ کہ گنہگار ہیں ان کے اعمالی و کردار کو اس صراط مستقیم کی ہر دو جانب کاٹوں

کی شکل میں قائم کر دیا۔ جو ان گنہگاروں کے دامن کپڑے اور الجھاتے رہیں گے۔ اور اسی طرح الجھاتے رہیں گے جس طرح دنیا میں اسی صراط پر چلنے سے الجھاتے رہے۔

اس صراط مستقیم سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اسی طرح اور اسی رفتار سے گزارے گا۔ جس طرح اور جس رفتار سے بندے دنیا میں اس صراط مستقیم پر گزرتے رہے۔ کوئی جلد سے جلد پار ہو جائے گا، اور کوئی دیر سے۔

اور پھر ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے وہاں حوض بنا رکھے ہیں کہ ایمان والے ان سے سیراب ہوں، اور اسی قدر سیراب ہوں جس قدر بندے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی شریعت و دین سے اور اس پر عمل پیرا ہو کر سیراب ہوتے رہے۔ جو لوگ شریعت و دین سے محروم رہے وہ وہاں بھی ان حوضوں کے پانی سے محروم رہیں گے۔

اب ہم نہیں کہتے ہیں کہ یہ آخرت ہے۔ اس پر تم غور کرو۔ آخرت تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ اور پھر عالم دنیا۔ اور عالم آخرت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی کیا حکمتیں ہیں، ان پر غور کرو۔ تمہیں پوری طرح معلوم ہو جائے گا اور ایسا علم یقینی تمہیں حاصل ہو جائیگا جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش دیکھی نہیں رہے گی۔ معلوم ہو جائے گا کہ یہ دنیا آخرت کی کھلتی کی جگہ اور آخرت کا عنوان اور نمونہ ہے۔

اور آخرت میں لوگوں کی سعادت و شقاوت کی منزلیں، دنیا میں ایمان و عمل، اعمال صالحہ اور کردار بد کے لحاظ سے مختلف ہوں گی۔ دنیا کی ہر منزل آخرت کی منزل کا عنوان و نمونہ ہے۔ اور توفیق اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔

اور بڑی سے بڑی عقوبت و سزا انسان کے لئے یہ ہے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں اس صراط مستقیم سے محروم اور بے پیرہ رہ جائے۔

فصل

گناہ چار قسم کے ہیں۔ تکبیر، شیطانیہ، سبعیہ، بہیمیہ

معاوی اور گناہ اپنے درجات اور مفاسد کے اعتبار سے مختلف ہیں اور اس لئے ان کی دبیروں، عقوبتوں اور سزائیں بھی مختلف ہیں۔ اور تباہی الہی ہم ایک منہر گمر جامع فصل کے اندر اسے پیش کر رہے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ معاصی دو قسم کے ہیں۔

۱۔ ترک ماہور۔ یعنی خدا نے جس کے کرنے کا امر اور حکم فرمایا ہے۔ اسے ترک کر دیا جا۔

۲۔ فعل مخطور۔ یعنی خدا نے جس سے منع فرمایا ہے۔ اسے کیا جائے۔

گناہوں کی یہی دو قسمیں ہیں جن میں حق سبحانہ و تعالیٰ نے ابراہیمؑ۔ یعنی شیطان
البرالانس یعنی حضرت آدمؑ کو آزمائش میں ڈالا ہے۔

یہ ہر دو قسم کے گناہ باعتبار اپنے عمل و مقام جو ارح اور قلوب۔ اور باعتبار اپنے تعد
کے کہ اس کا تعلق خدا سے ہے یا مخلوق سے کیا ہے۔ مختلف ہیں۔ اگرچہ حقوق المخلوق اور حق
کا تعلق بھی حقوق اللہ کو متضمن ہے۔ مگر چونکہ حقوق العباد کا وجوب بندوں کے مطالبات
وجہ سے ہے۔ اور بندے عفو و درگزر کریں تو معاف ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کا نام
العباد اور حقوق المخلوق رکھا گیا ہے۔

ان گناہوں کی چار قسمیں ہیں۔ ۱۔ ملکیت۔ ۲۔ شیطانیہ۔ ۳۔ سبھیہ (درندہ صفتی
۴۔ بسیمیہ (حیوانی)

ملکیہ۔ گناہ یہ ہے کہ خدا کی صفات ربوبیت کہ جن کی صلاحیت بندوں میں قطعاً
نہیں۔ بندہ اسے اپنے اوپر منطبق کرنے کی کوشش کرے۔ اور اپنے کو اس کا حقدار گردانتا
مثلاً عظمت۔ کبریائی۔ جبروت۔ قہر۔ علو۔ وغیرہ۔ یہ چیزیں صفات ربوبیت سے تعلق رتی
ہیں لیکن انسان اپنے اوپر منطبق کر کے لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ خدا کے بندوں کو اپنا غلام اور
بندہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر وہ گار عالم کے ساتھ کسی کو شریک گردانا اسی قسم میں داخل ہے
اور شرک کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں کسی کو شریک گردانا۔ اس کے سوا کسی اور کو بھی
بنانا اور اس کی عبادت کرنا۔

۲۔ معاملات میں کسی کو خدا کا شریک گردانا۔

یہ دوسری قسم کا شرک جو جہنم میں داخل ہونے کو واجب نہیں کرتا۔ لیکن وہ عمل ضرر
ساقط اور باطن ہو جاتا ہے جس میں غیر کو شریک کیا گیا ہے۔

اور پہلی قسم کے گناہ سب سے بڑے گناہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق و امر میں بغیر
مدخلت کرنا اسی پہلی قسم کے گناہوں میں داخل ہے۔ اس نوع۔ اور اس قسم کے گناہ کا جب

در حقیقت اللہ تعالیٰ کی ربوبیت و ملک میں اللہ تعالیٰ سے لڑنا ہے۔ اور غیر کو اللہ تعالیٰ کا
مٹا اور ماتہ گردانا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اس گناہ کے ساتھ
بندے کا کوئی عمل مقبول اور سو مند نہیں ہے۔

فصل

حسد۔ کینہ۔ ظلم و جور۔ غل و غش اور مکر و خدع
یہ شیطانی گناہ ہیں کہ حسد۔ بغض کینہ۔ بغی و عدوان۔ غل و غش۔ مکر و خدع وغیرہ کے
ذریعہ شیطان کی مشابہت کی جاتے اور شیطان کی راہ اختیار کی جائے گناہوں کے ارتکاب کی
کسی کو ترغیب دی جائے یا حکم دیا جائے۔ یا گناہوں کی تعریف کی جائے اور اطاعت الہی
سے کسی کو روکا جائے۔ اور منہیات کی ترغیب دی جائے۔ دین الہی میں بدعتیں پیدا کی
جائیں بدعات اور گناہوں کی طرف لوگوں کو بلا یا جائے۔ ان گناہوں کے مفاسد اور خرابیاں
زیادہ قریب پہلی قسم کے گناہوں کی سی ہیں۔ گو اس سے کچھ کم سمجھی۔

فصل

سبعی (درندہ صفتی) گناہ۔ ظلم و جور۔ غیظ و غضب۔
خونریزی و غارتگری۔ ضعیف و کمزوروں پر ظلم و زیادتی۔
معاصی سبعیہ یعنی درندہ صفتی گناہ یہ ہیں کہ کسی پر ظلم و جور اور زیادتی کی جائے۔ غیظ و
غضب اور غصہ کیا جائے۔ خونریزی اور غارتگری کی جائے۔ ضعیفوں۔ کمزوروں۔ عاجزوں
اور بے کسوں پر ظلم کیا جائے۔ سبعی معاصی کے یہ اصولی گناہ ہیں۔ اور لوگ انسانی پر ظلم و
جور جفا و زیادتی کرنے سے ان اصولی گناہوں میں سے بے شمار قسم کے گناہ پیدا ہوتے ہیں۔
معاصی بہیمیہ یعنی حیوانی گناہ یہ ہیں مثلاً حرص و طمع۔ بے پناہ لالچ۔ شرم گاہ اور شکم
کا شہوت و خواہش وغیرہ۔ ان اصولی گناہوں سے زنا۔ سرقت۔ پتیموں۔ مسکینوں کا مال کھانا۔
بخل۔ حرص۔ جین۔ بزدلی۔ جزع۔ فرزع وغیرہ حرام پیدا ہوتے ہیں۔ اور مخلوق عموماً زیادہ تر
اسی قسم کے گناہوں کی مرتکب ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ مخلوق عموماً سبعی۔ درندہ صفتی اور ملکی گناہوں
سے قاصر رہتی ہے۔ لیکن بہیمی۔ حیوانی گناہوں کی راہ سے مخلوق بہت قسم کے گناہوں میں مبتلا ہوا کرتی

ہے۔ یہی حیوانی گناہ بندوں کی رگام پکڑ کر یعنی گناہوں کی طرف بھی لے جاتے ہیں اور بچے یہاں سے شیطانی گناہوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں اور پھر یہاں سے بوسیت الہی میں خواہ مخواہ اور شرک فی الوجدانیت کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔

ہمارے اس بیان پر پوری توجہ سے غور و تامل کیا جلتے تو اچھی طرح واضح ہو جائیگا معاصی اور گناہ۔ شرک۔ کفر اور بوسیت خداوندی کے خلاف جھگڑے۔ اور بیجا غور و خوض کی دہلیز چوکھٹ ہے۔

فصل

گناہ دو قسم کے ہیں۔ صغیرہ اور کبیرہ

گناہوں کی دو قسمیں ہیں۔ کبیرہ۔ اور صغیرہ۔ اس کا ثبوت کتاب و سنت دونوں سے ہے اور صحابہؓ۔ تابعینؓ اور تابعین کے بعد کے ائمہ کا اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان یجتنبوا کبائرہم ما تنہون عنہا
تکفرو عنکم سیئاتکم (انصار)

اور ارشاد ہے

والذین یجتنبون کبائرہم الا لاشہ والذواہش
الا اللہ (نجم)

یہ وہی لوگ ہیں جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں۔ سوائے صغیرہ گناہوں کے۔

صحیح بخاری شریف میں آنحضرت صلعم سے مروی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

الصلوات الخمس والجمعة تالی الجمعة
ورمضان الی رمضان۔ مکفرات لیس
بینہما اذا اجبت الکبائر
پانچ وقت کی نمازیں۔ اور جمعہ سے جمعہ تک
اور رمضان سے رمضان تک درمیانی گناہوں
کا کفارہ کر دیتے ہیں۔ لیکن جب کہ تم کبیرہ
گناہوں سے بچتے رہو۔

اور کفارہ کرنے والے اعمال تین درجے کے ہیں۔

اول یہ کہ کفارہ کرنے والے اعمال صغیرہ اور کبیرہوں یا ان اعمال میں اخلاص کم ہو۔

اعمال کے حقوق و متعلقات کا حقہ لوپے نہ کئے جائیں غرض ! یہ مکفرت ذلوت ایسے ضعیف ہوں جیسے
کہ معمولی دو کسی مرض کی تفاوت و مدافعت میں باعتبار کمیت و کیفیت ضعیف و کمزور ہوا کرتی ہے
بذکرہ بالا خامیوں کی وجہ سے کفارہ کرنے والے اعمال گناہوں کے کفارہ سے قاصر ہوتے ہیں۔

دوم۔ یہ کہ کفارہ میں جو اعمال تم پیش کر رہے ہو وہ اس قدر طاقتور اور وزنی نہیں ہیں جو
کبار کی مقاومت اور مقابلہ کر سکیں۔ یہ صرف صغائر ہی کی مقاومت کر سکتے ہیں۔
سوم۔ یہ کہ ان اعمال کی قوت ایسی ہے کہ صغائر کی مقاومت کر سکتے ہیں اور کچھ
کبار کی مقاومت بھی ان سے ہو سکتی ہے۔

یہ تین قسم کے اعمال گناہوں کے کفارہ میں پیش کئے جائیں تو کبار کی مقاومت اور
کفارہ ناممکن ہے۔ ان ہر گناہ اعمال مکفرہ پر تم غور و تامل کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے بہت
سے اشکالات رفع ہو جائیں گے۔ اور مسئلہ بالکل واضح ہو جائے گا۔

کبار کے متعلق صحیح بخاری کے اندر مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

الا انبئکم باکبیر الکبائر؟ کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتلاؤں؟

صحابہؓ نے عرض کیا۔ کیوں نہیں؟ ضرور بتلائیے تو آپؐ نے فرمایا

الاشراک باللہ۔ و حقوق الوالدین و اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک گردانا والدین

شہادۃ الزور؛ کو تکلیف پہنچانا اور جھوٹی گواہی دینا۔

اور اسی صحیح بخاری کے اندر مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

اجتنبوا سبع المواقات سات بڑے گناہوں سے اجتناب کرتے رہو۔

عرض کیا وہ سات گناہ کون کون سے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔

الاشراک باللہ۔ و السحر۔ و قتل النفس الفیء خدا کے ساتھ کسی کو شریک گردانا۔ سحر۔ جاوہ۔

حرم اللہ۔ الا باحق۔ و اکل ما الیتیم۔ و اکل کسی کو ناحق قتل کرنا۔ یتیم کا مال کھا جانا۔ سود

الغوا۔ و التولی۔ یوم الزحف۔ و حذف کھانا۔ جہاد کے دن موقع سے بھاگنا۔ پاسا بے خبر

المحصات الغافلات المومنات مومن عورتوں پر تہمت دھرنا۔

اور اسی صحیح بخاری کے اندر مروی ہے۔ کسی نے آنحضرتؐ صلعم سے دریافت کیا۔ عند اللہ

بڑے سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپؐ نے جواب دیا۔

ان تجعل اللہ ندوہو خلقتک تم کسی کو خدا کا مثل و مانند گردانا لانا لکنہ تم کو خدا

نے پیدا کیا ہے۔

دریافت کیا گیا۔ اس کے بعد کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا

ان تقتل ولدك مخافتنا ان يطعمه معك اپنے لڑکے کو تم اس خوف سے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ بیٹھ کر کھائے گا۔

دریافت کیا گیا۔ اس کے بعد کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا

ان تزنی بحلیلتنا جارک یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کاری کرو

اللہ تعالیٰ بھی قرآن حکیم کے اندر ان احادیث کی تصدیق فرما رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

والذین لا یذعون مع اللہ الہما آخر ولا

یقنلون النفس التي حرم اللہ الا بالحق ولا

یظنون۔ الایت اسے قتل نہیں کرتے اور زنا نہیں کرتے۔

کبار کی تعداد کے متعلق صحابہؓ تابعینؓ آئمہ سلف اور بزرگان دین میں بہت اختلاف ہے

کہ وہ کتنے ہیں؟ بعض کبار کو محصور و محدود مانتے ہیں۔ اور بعض محصور و محدود نہیں جو لوگ محصور و

محدود مانتے ہیں ان میں بھی تعداد کے لحاظ سے اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے

ہیں۔ کبیرہ گناہ چار ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں۔ کبیرہ گناہ سات ہیں۔ حضرت عبداللہ

بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں۔ کبیرہ گناہ نو ہیں۔ اور بعض گیارہ کہتے ہیں۔ اور بعض ستر

الہو طالب مکی کہتے ہیں اقوال صحابہؓ سے جو کبار میں نے جمع کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

چار قلب کے متعلق اور وہ یہ کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے شریک گردانا جائے۔ گناہ پر اصرار کیا

جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے داؤ گھات سے بے خوف رہنا۔

چار زبان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جھوٹی گواہی دینا۔ پار سبے گناہ عورت پر تہمت دھرنا۔ جھوٹی

قسم کھانا اور جادو۔

تین شکم سے تعلق رکھتے ہیں۔ شراب پینا۔ یتیم کا مال کھا جانا۔ سود کھانا۔

دو شرم گاہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ زنا اور لواطت۔

دو ہاتھوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ قتل اور سرقہ

ایک دونوں پاؤں سے تعلق رکھتا ہے۔ جہاد کے میدان سے بھاگ نکلنا۔

ایک پورے جسم سے تعلق رکھتا ہے۔ والدین کو تکلیف پہنچانا۔

جو لوگ کبائر کو محدود و محصور نہیں مانتے ان میں سے بعض کا قول ہے۔ قرآن حکیم کے اندر جن گناہوں کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے وہ کبیرہ ہے۔ اور جن کی ممانعت رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے وہ صغیرہ ہے۔

ان میں سے ایک گمراہ یہ کہتا ہے۔ جس میں اور ممانعت پر لعنت۔ اور غضب الہی یا عقوبت و سزا کی وعید وارد ہے۔ وہ کبیرہ۔ اور جس پر یہ وعید وارد نہیں ہوئی وہ صغیرہ ہے۔ بعض کہتے ہیں جس گناہ کی دنیا میں حد مقرر کی گئی ہے۔ یا جس کے متعلق آخرت کی وعید وارد ہے وہ کبیرہ ہے۔ اور جس کے متعلق حد۔ اور آخرت کی وعید وارد نہیں وہ صغیرہ ہے۔ بعض کہتے ہیں جس گناہ کی حرمت پر اگلی۔ پچھلی تمام شریعتیں متفق ہوں وہ کبیرہ ہے اور جس کی حرمت بعض شریعتوں میں ہو۔ اور بعض میں نہ ہو وہ صغیرہ ہے۔ بعض کہتے ہیں اللہ اور اللہ کے رسول نے جس کے کرنے والے پر لعنت بھیجی ہو وہ کبیرہ ہے۔

بعض کہتے ہیں سورہ نسا کے آغاز سے لے کر ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہا نکفر عنکم سیتاتکم (۱) تک جو گناہ بیان کئے گئے ہیں وہ کبیرہ ہیں۔

اور جو لوگ صغائر و کبائر کی تفریق کے قائل نہیں وہ یہ کہتے ہیں۔ معاصی اور گناہ جن قدر بھی ہیں۔ اور جس قسم کے بھی ہیں اسی لئے وہ معاصی اور گناہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خلاف جرات و اقدام کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف جرات و اقدام۔ اور اس کی مخالفت کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔

اس قول کی رو سے تم احکام الہی کی نافرمانی کرنے والوں۔ اور محارم الہیہ کی توہین و بے عزتی کرنے والوں کے متعلق سوچو۔ تم پر اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ جس قدر بھی معاصی اور گناہ ہیں۔ وہ کبیرہ ہیں اور اس مفسدہ اور خرابی کے لحاظ سے تمام معاصی اور گناہ مساوی درجہ رکھتے ہیں۔

اور یہ لوگ اپنے اس مسلک کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں۔ بندوں کے معاصی اور گناہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان اور ضرر نہیں پہنچاتے۔ بندوں کے گناہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کسی قسم کا اثر نہیں ڈالتے۔ اور اس لئے اس کی ذات کی

طرف نسبت کرنے میں صغائر و کبائر یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ اب جو چیز باقی ہے وہ یہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی۔ اور اس کے حکم کی مخالفت کی جاتی ہے اس لحاظ سے سارے گناہ مساوی ہیں

اور یہ لوگ کہتے ہیں۔ یہ بھی ہماری ایک دلیل ہے کہ گناہ کے مفاسد اللہ تعالیٰ کے خلاف جرات و اقدام کے تابع ہیں جس قسم کی جرات و اقدام ہوگا۔ اس قسم کے مفاسد ہونگے اگر ایک آدمی حرام کاری کرتا ہے۔ یا شراب پیتا ہے۔ اور اس کا یہ اعتقاد و عقیدہ نہیں ہے کہ یہ حرام کا مرتکب ہو رہا ہے تو یہاں دو چیزیں جمع ہو جائیں گی۔ ایک جہالت اور دوسری حرام کا ارتکاب۔ دو قسم کے مفاسد یہاں پیدا ہو جائیں گے۔ اور اگر کوئی ایسا آدمی اس حرام کا ارتکاب کر رہا ہے جو اس کی تحریم و ممانعت کا اعتقاد و عقیدہ رکھتا ہے تو اغلباً وہ ایک ہی قسم کے مفاسد کا مرتکب ہے اور جو صرف ایک ہی جرم کی سزا کا مستحق ہوگا کہ اس نے صرف ایک ہی جرم کیا ہے۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ گناہ کے مفاسد خدا کے خلاف جرات و اقدام کی وجہ سے ہیں۔

اور یہ لوگ کہتے ہیں یہاں بھی ہمارے دعوے کی دلیل ہے کہ معصیت و نافرمانی اس امر کی مضمین ہے کہ اس سے اپنے مولیٰ۔ مطاع۔ رب۔ خالق کی توہین و ناقدری ہوتی ہے۔ اس کے اوامر و نواہی کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس امر میں سارے گناہ مساوی ہیں۔ کوئی فرق نہیں۔

اور کہتے ہیں کہ بندے کو یہ نہ دیکھنا چاہیے کہ گناہ فی نفسہ صغیرہ ہے۔ یا کبیرہ۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ معصیت و نافرمانی کس کی کی جارہی ہے۔ اس کی عظمت و جلالت پر نگاہ رکھنی چاہیے۔ اور ظاہر ہے کہ اس امر میں تمام گناہ یکساں ہیں۔ اگر ایک بہت بڑا آدمی اقتدار محمد علیہ بادشاہ۔ اپنے کسی غلام کو کسی خاص اور اہم کام کے لیے در دراز مقام کی طرف بھیجتا ہے۔ اور کسی دوسرے غلام کو اپنی مجلس کے قریب کا کام سپرد کرتا ہے اور یہ دونوں کے دونوں اپنے آقا۔ بادشاہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو ظاہر ہے دونوں کے دونوں اس کی خفگی اور ناراضگی کا شکار ہوں گے دونوں کے دونوں اس کی نظروں سے گر جائیں گے۔

اور یہ لوگ کہتے ہیں۔ ایک مکہ کا بادشاہ حج ترک کر دیوے اور ایک مسجد کا پڑوسی مٹا دے

جمعہ ترک کر دیوے۔ اس کی قباحت اور گناہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو ایک مکہ سے اور مسجد سے دور رہنے والے حج اور جمعہ ترک کر دیوے۔ قریب رہنے والے پر حج۔ اور جمعہ کا وجوب زیادہ قوی ہے بہ نسبت دور رہنے والے گئے۔

ایک شخص کے پاس دو سو درہم ہیں۔ اور وہ اس کی زکات نہیں دیتا۔ دوسرے کے پاس دو ہزار درہم ہیں اور وہ بھی زکات ادا نہیں کرتا۔ ان ہر دو پر زکات کی جو رستم واجب ہوئی ہے وہ برابر نہیں ہے۔ دو سو درہم والے پر کم مقدار واجب ہے اور دو ہزار والے پر زیادہ۔ لیکن ماوجب کی خلاف ورزی میں، اور خلاف ورزی کی عقوبت میں دونوں مساوی ہیں۔ مکہ کا باشندہ اور مکہ سے دور کارہنے والا مسجد کا پڑوسی۔ اور مسجد سے دور رہنے والا۔ دو سو درہم کی زکات نہ دینے والا اور دو ہزار کی زکات نہ دینے والا۔ ماوجب کی خلاف ورزی کے لحاظ سے برابر ہیں۔ اور خلاف ورزی کے اصرار پر دونوں مساوی سزا کے حقدار ہیں۔

فصل

زمین و آسمان پیدا کرنے۔ پیغمبروں کو بھیجنے۔ اور آسمان سے کتابیں نازل کرنا مقصد کیا ہے؟ غیبر اللہ کو اپنے اور خدا کے مابین واسطہ بنانا ممنوع ہے۔ اس بارے میں مشرکین کے شبہات اور ان شبہات کے جوابات۔

سند کی پوری توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اور پیغمبر بھیجے۔ کتابیں نازل فرمائیں۔ آسمان و زمین پیدا کئے اس کا مقصد کیا ہے؟ اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ بت سے اللہ تعالیٰ کو پہچانیں۔ اس کی عبادت کریں۔ توحید پر قائم رہیں۔ اور توحید کا حق بجالائیں۔ دنیا میں صرف اسی کا دین پھیلے اور اطاعت صرف اسی کی کی جائے اور بندوں کو صرف اسی کی دعوت دی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وما خلقنا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ إِلَّا لِعِبَادِكُمْ
اور میں نے زمین و آسمان کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ تم میری عبادت کرو۔

اور ارشاد ہے۔

وما خلقنا السموات والارض

ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی

وما بینہما الا بالحق : (سورہ حجر)

اور ارشاد ہے

اللہ الذی خلق سبع سماوات . ومن الارض

مثلہن یتنزل الامر بینہن لتعلموا

ان اللہ علی کل شیء قدير :

وان اللہ قد الحافظ کل شیء علما :

(سورہ طلاق)

اور ارشاد ہے

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما

للناس . والشہوا الحرام والہدی و

القلائد . ذالک تعلموا ان اللہ یعلم

ما فی السماوات وما فی الارض وان اللہ

بکل شیء علیم (مائدہ)

اللہ نے کعبہ کو جو باعزت گھر ہے اور جس

والے پہنچے اور قربانی کے جانور اور ان کی گردنوں

میں پڑے ہوئے نشانوں کو لوگوں کے لئے امن

کا سبب بنایا ہے . تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ

اللہ ہر اس چیز سے واقف ہے جو آسمانوں

میں اور زمین میں ہے . اور بلاشبہ اللہ ہر

چیز سے واقف ہے .

ان آیات میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ خلق و امر سے اس کا مقصد یہ ہے کہ ذات

خداوندی کو اس کے اسماء و صفات کے ساتھ پہچانا جائے اور عبادت صرف اسی کی کی جائے

کسی کو اس کا شریک و مثل نہ گردانا جائے . اور لوگ قسط و عدل پر قائم رہیں جس قسط و عدل

سے زمین و آسمان قائم ہیں . چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

لقد ارسلنا رسلنا بالبینات . و انزلنا

معہم الكتاب . والمیزان . لیتقوا الناس

یا تقسط : (سورہ الحدید)

ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دیکر بھیجا

اور ان کے ساتھ کتاب اور معیار نازل کیا تاکہ

لوگ صحیح معیار پر متمکن ہو جائیں .

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ پیغمبروں کے بھیجنے اور کتاب نازل کرنے کے

مغرض یہ ہے کہ لوگ قسط یعنی عدل پر قائم رہیں . اور ظالم رہنے سے بڑا عدل یہ ہے کہ

بندے توحید پر قائم رہیں "توحید" اس العدل ہے اور دنیا میں توحید سے ہی عدل قائم ہو سکتا

ہے۔ اور شرک بڑے سے بڑا ظلم ہے۔ اور دنیا کی ساری خرابیاں شرک ہی سے پیدا ہوتی ہیں
چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

ان الشرك (ظلمہ عظیم) سورہ لقمان) بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ تمام مظالم سے بڑا اور خطرناک ظلم شرک ہے۔ اور توحید تمام عدلوں
سے بڑا عدل ہے۔ اور جو امور اس اہم مقصد یعنی توحید کے خلاف اور منافی ہوں گے وہ کبیرہ
گناہ ہوں گے۔ اور جو سب سے زیادہ خلاف اور منافی ہو گا وہ اکبر الکبائر ہو گا۔ کبائر کی
شدت و سختی اس اصل مقصد سے منافات کے مطابق ہوگی۔ جس درجہ کی منافات ہوگی اسی
درجہ کا وہ کبیرہ گناہ ہو گا۔ اور جو امور اس مقصد کے موافق ہوں گے وہ باعتبار اپنی موافقت
کے واجب اور ضروری ہوں گے۔ اور مقدم ترین طاعتوں میں ان کا شمار ہو گا۔

اب تم اس حقیقت، اصل اصول، اور اس کی تفصیلات پر غور کرو۔ تمہیں اچھی طرح
واضح ہو جائے گا کہ اللہ رب العالمین، حکم الحاکمین، اعلم العالمین نے اپنے بندوں پر جو کچھ
فرض کیا ہے۔ اور جو کچھ حرام فرمایا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ اور طاعات اور معاصی کی تفصیلات
اور طاعت و گناہ کا تفاوت۔ اور اس تفاوت کے مراتب و درجات تمہارا اچھی طرح واضح ہو
جائیں گے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک گردانا اس مقصد سے بالذات اور کلیتاً منافی ہے
اس لئے یہ گناہ علی الاطلاق اکبر الکبائر ہے۔ یعنی سب سے بڑا گناہ ہے اس لئے اس نے ہر
مشرک پر جنت حرام کر دی۔ اور اہل توحید کے لئے مشرک کا خون اس کا مال۔ اس کے اہل و عیال
مباح اور جائز کر دیئے۔ اور چونکہ مشرکین نے عبودیت الہی کا انکار کر دیا ہے۔ اس لئے
اس نے جائز کر دیا کہ اہل توحید ان کو اپنا غلام بنا لیں۔

اللہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے صاف صاف انکار کر دیا ہے کہ وہ مشرک کا کوئی عمل قبول
نہیں کرے گا۔ ان کے حق میں کسی کی سفارش منظور نہیں کرے گا۔ اور اس کی آخرت کے لئے کسی
کی دعا قبول نہیں کرے گا۔ اور کوئی بھی ایسی چیز وہ اس کے حق میں قبول و منظور نہیں کرے گا۔
جس سے اسے کسی قسم کی بھی امید قائم ہو سکے۔ اور اس لئے کہ مشرک اہل الجاہلین ہے۔ خدا کی
ذات کو اس نے پہچانا نہیں۔ اور خدا کی مخلوق کو اس کا مثل اور مانند گردانا ہے۔ یہ انتہا و حد کی
جہالت ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس طرح یہ انتہا و حد کی جہالت ہے اسی طرح انتہا و حد کا ظلم بھی

ہے اگرچہ مشرک کا یہ ظلم پروردگار عالم کی ذات پر نہیں ہے بلکہ خود اپنی جان پر ہے۔

یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ کہ مشرک کا مقصد پروردگار عالم کی تعظیم ہے نہ کہ اس کی توہین و ناقدری۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت اور اس کی اعلیٰ شان کچھ ایسی ہے کہ بغیر واسطے، وسیلے، اور بلا کسی سفارش کے اس کی بارگاہ تک پہنچانا دشوار ہے۔ جیسا کہ سلاطین اور بادشاہوں کے دربار میں ہوا کرتا ہے۔ پس مشرک کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ بارگاہ ربوبیت کی ناقدری اور توہین کی جائے۔ بلکہ اس کا عین مقصد رب العالمین کی تعظیم ہے۔ چنانچہ ہر مشرک یہ کہتا ہے کہ میں ان وسائل و وسائل کی عبادت صرف اس لئے کر رہا ہوں کہ یہ مجھے رب العالمین کی بارگاہ تک پہنچا دیں گے، اور صرف یہی میرا مقصد ہے۔ یہ صرف درمیانی واسطہ اور وسیلہ، اور سفارشی ہیں، اور پس۔ پس ان وسائل اور واسطوں کو اسی قدر ماننے میں کیا حرج ہے؟ اور کیوں یہ پروردگار عالم کی خشکی، ناراضگی، اور اس کے غضب کا موجب ہے؟ اور کیوں یہ مشرک ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا؟ اور کیوں یہ چیز مشرک کا خون مباح کرنے کا موجب بنی؟ اور کیوں اس کے اہل و عیال، بی بی بچے لڑکے لڑکیاں، اور اس کا مال و دولت اہل توحید کے لئے مباح و جائز کر دیئے گئے۔

اور پھر اس سوال پر ایک اور سوال متفرع ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ کیا یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے تقرب کے لئے سفارش اور وسائل و وسائل کو پسندیدہ قرار دے؟ اور یہ کہ اس کی تحریم صرف شریعت سے ثابت ہے؟ یا یہ کہ شریعت کا اس میں کوئی دخل نہیں؟ اور صرف فطرت و عقل اس کو قبیح و ممنوع مانتی ہے؟ یا یہ کہ فطرت و عقل کے نزدیک جو سب سے زیادہ قبیح چیز تھی، شریعت نے فطرت و عقل کے حوالہ کر دیا؟ اور پھر یہ کہ مشرک کے متعلق یہ کیوں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ مشرک کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ دوسرے گناہوں کے متعلق کیوں ایسا نہیں کیا گیا؟ چنانچہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔

ان الله لا يفتقران لشيء مما يغفر
الله اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شریک
ما دون ذلك لمن يشاء (النساء)
بنایا جائے، اسکے علاوہ جن کو چاہے گا بخش دے گا۔

پہلے تم اس سوال پر اچھی طرح غور و تامل کر لو اس کے بعد اطمینان کے ساتھ قلب و ذہن دل و دماغ کو حاضر رکھ کر اس کا جواب سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس سے تم پر اچھی طرح واضح ہو جائیگا کہ مشرک اور موجد ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو جانتے پہچانتے والے اور جاہل منکر خدا کو نہ ماننے

والے میں اور اہل جنت اور اہل دوزخ میں کیا فرق ہے ؟

فتقول وباللہ التوفیق والتأیید۔ اب ہم کہتے ہیں اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی توفیق و تائید چاہتے ہیں۔ اس کی ذات سے ہدایت اور صحیح راہ کی اعانت و امداد پاتے ہیں۔ کیونکہ ہدایت اسی کو ملتی ہے۔ جسے وہ ہدایت دے۔ جسے وہ روک نہیں سکتا۔ اور جس سے روک لیوے کوئی اسے دے نہیں سکتا۔

واضح ہو کہ شرک دو قسم کا ہے۔ ایک وہ کہ جس کا تعلق معبود حقیقی کی ذات اور اس کے افعال سے ہے۔ دوسرا وہ کہ جس کا تعلق معبود حقیقی کی عبادت اور معاملہ سے ہے۔ پہلی قسم کے شرک کی دو قسمیں ہیں ایک شرک تعطیل۔ یعنی ذات الہی کو صفات سے معطل و بے کار ماننا۔ یہ شرک ہمہ قسم کے شرک سے قبیح ترین شرک ہے جیسا کہ فرعون کا شرک کہ اس نے کہہ دیا۔

رب العالمین کیا چیز ہے ؟

وما رہا العالمین ؟

فرعون کا قصہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وقال فرعون۔ یا ہامان ابن لی صریحا
لعلى اطلع الی الاء موسى وانی لاظنہ
من الکاذبین (دومن)
فرعون نے کہا۔ اے ہامان میرے لئے ایک تعمیر
بناؤ کہ میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ لوں اور میں
تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔

شرک اور تعطیل میں باہم تلازم ہے۔ ہر شرک معطل ہوگا۔ اور ہر معطل مشرک۔ لیکن اصل
تعطیل کو مشرک متلازم نہیں ہے۔ ایک شرک کی اصل جڑ اور بنیاد تعطیل ہی ہے اور
یہ تعطیل تین قسم کی ہے۔

اول : یہ کہ مصنوع کو اصل صالح اور خالق سے معطل کر دیا جائے۔

دوم : یہ کہ صالح سبحانہ و تعالیٰ کو اس کے مقدس کمال سے معطل کر دیا جائے۔ اور یہ اس
طرح کہ اس کے اسما و صفات اور افعال کو معطل مانا جائے۔

سوم : یہ کہ ذات الہی کو اس معاملہ سے معطل مانا جائے جو حقیقت توحید کی بنا پر بندوں
پر واجب و ضروری ہے۔ ثالثا اہل وحدۃ الوجود کا شرک و تعطیل اسی قبیل سے ہے۔ یہ گروہ
خالق و مخلوق کو ایک اور متحد ماننا ہے۔ یہ گروہ یہ کہتا ہے کہ یہاں دو متغائر وجود ہی نہیں ہیں بلکہ حق
تعالیٰ جو منزہ ہے وہ بغینہ مخلوق مشبہہ ہے۔

اور وہ ملاحظہ ہو قدامت عالم کے قائل ہیں۔ ان کا شرک و تعطل بھی اسی قبیلہ سے ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ عالم قدیم ہے۔ کبھی معدوم نہ تھا۔ ہمیشہ سے ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا۔ اور وہ حوادث جو روزانہ پیدا ہوتے ہیں ان کو وہ ان وسائل و وسائط اور اسباب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جو ان حوادث کے مقتضی ہوا کرتے ہیں۔ جن کا نام ان لوگوں نے عقول۔ اور نفوس رکھ لیا ہے۔

فرقہ جمہیہ اور قرامطہ کا شرک بھی اسی قبیل سے ہے۔ کہ وہ پروردگار عالم کو اس کے اسماء و صفات اور افعال سے معطل مانتے ہیں۔ اور ذات حق کے ساتھ اس کے اسماء و صفات کے ثبوت سے انکار کرتے ہیں۔ اس طرح مخلوق کی ذات کو خالق سے زیادہ اکل مانتے ہیں۔ ذات الہی کا کمال اس کے اسماء و صفات سے ہے۔ اور یہ لوگ ذات الہی کو اس سے مبرا اور خالی مانتے ہیں۔

فصل

نصاری۔ مجوس۔ قدریہ۔ اور فرقہ صابئیہ کا شرک
کس قسم کا تھا؟ غرود کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم
کی دلیل و حجت اور شرک کرتے ہوئے بھی خدا کو معبود
حقیقی ماننے والے گروہ۔

شرک کی دوسری قسم یہ ہے کہ خدا کو معبود حقیقی مانتے ہوئے بھی دوسروں کو معبود اور خدا کا شریک گردانا جائے۔ اور خدا کے اسماء و صفات اور اس کی ربوبیت کو معطل اور بے کار نہ مانا جائے جیسا کہ نصاریٰ کا شرک کہ یہ خدا کو تین خداؤں میں کا ایک خدا مانتے ہیں مسیح کو بھی خدا کہتے ہیں اور مسیح کی والدہ کو بھی۔

مجوس کا شرک بھی اسی قبیل سے ہے۔ وہ حوادث خیر کو نور کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حوادث شر کو ظلمت و تاریکی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

قدریہ کا شرک بھی اسی قبیل سے ہے۔ وہ اس امر کے قائل ہیں کہ انسان۔ حیوان۔ اپنے افعال کے خود خالق ہیں۔ اور یہ افعال خدا کی مشیت۔ قدرت اور ارادہ کے بغیر پیدا ہوئے ہیں اور اسی بنا پر قدریہ کو مجوس کے مشابہہ کہا جاتا ہے۔

اور اسی قسم کا شرک تھا جس کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم نے یہ دلیل و حجت پیش کی تھی۔
اذ قال ابراہیم ذی الٰہی یحییٰ و ابراہیم نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے

یعت قال الاماخی و امیت
ازد بارتا ہے۔ نروونے کہا میں بھی جلاتا اور
(بقرہ) بارتا ہوں۔

نرو و اپنی جان کو خدا کا مثل اور مانند سمجھ رہا تھا۔ وہ اپنے زعم اور اپنے خیال میں یہ
سمجھتا تھا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرح جلا سکتا ہوں۔ اور بار سکتا ہوں۔ حضرت ابراہیم نے
بطور حجت الزامی جواب دیا اور فرمایا۔ اگر تیرا یہ کہنا صحیح ہے تو تجھے اس پر بھی قدرت حاصل
ہوگی کہ اللہ تعالیٰ آفتاب کو مشرق کی جانب سے نکالتا ہے۔ تو مغرب کی
جانب سے نکال؟

حضرت ابراہیم کا یہ قول ایک الزامی حجت ہے۔ بعض اہل جہل نے جو یہ کہا ہے کہ
حضرت ابراہیم نے ایک دلیل کو چھوڑ کر دوسری دلیل کی طرف رجوع کر لیا۔ یہ قطعاً غلط ہے۔
بلکہ نرو و کی دلیل کی جاہلیت کے خلاف ایک الزامی حجت ہے۔ کہ اگر تو اپنے دعوے میں سچا
ہے تو ایسا کر دکھا۔

کواکب پرستوں۔ ستارہ پرستوں کا شرک بھی اسی قبیل کا تھا کہ وہ کواکب علویہ کو خدا کا
شریک گردانتے تھے۔ اور اس عالم کی تدبیر و نظام کا ان کو مالک و مختار مانتے تھے۔ جیسا کہ
فرقہ صائبیہ کا مذہب ہے۔

آفتاب پرستوں اور آتش پرستوں کا شرک بھی اسی قبیل کا ہے۔ یہ تمام مشرک فرقے ہیں۔
ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں معبود حقیقی تو صرف خدا ہے۔ بعض کہتے ہیں سب معبودوں میں بڑا
معبود خدا ہے۔ بعض کہتے ہیں تیس طرح اور معبود ہیں۔ خدا بھی ایک معبود ہے۔ لیکن جب عبادت
کے لئے اسی کو مخصوص کر لیا جاتا ہے اور دوسرے معبودوں سے توجہ ہٹا کر صرف اسی کی طرف
توجہ پھیر لی جاتی ہے تو یہ بندے کی مقصد باری کر دیتا ہے۔ بعض کہتے ہیں ہر چھوٹا اور قریبی
معبود اپنے مافوق معبود تک پہنچانے کا واسطہ اور ذریعہ ہے۔ ہر معبود اپنے اوپر کے معبود تک
پہنچاتا ہے۔ اور درجہ بدرجہ یہ بے شمار معبود حقیقی اللہ حق سبحانہ و تعالیٰ تک پہنچا دیتے ہیں۔
اور مقصود تک پہنچنے میں کبھی واسطے اور ذریعے زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی کم۔

فصل

ذات معبود۔ ذات خداوندی کے ساتھ شرک

کیا جائے یہ بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے اس کے مقابلہ
میں وہ شرک جو اس کی عبادت اور اس کے ساتھ
معاملات میں کیا جائے وہ کمتر ہے۔

مذکورہ بالا شرک کے مقابلہ میں شرک فی العبادۃ اور شرک فی المعاملہ کمتر درجہ کا شرک ہے
اور پہلی قسم کے شرک کے مقابلہ میں اس کی عقوبت اور سزا کم ہے کیونکہ اس قسم کا شرک اس
آدمی سے بھی سرزد ہو جاتا ہے جو خدا کے سوا کسی کو معبود اور خدا نہیں مانتا۔ ایک بندہ جو یہ اعتقاد
رکھتا ہے کہ ذات خداوندی کے سوا دوسرا کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس کی ذات کے
سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کی ذات کے سوا کوئی رب اور پروردگار نہیں۔ لیکن پھر ایسا اوقات اس
کے اندر یہ بات پائی جاتی ہے کہ اس کا معاملہ۔ اس کا عمل۔ اس کی عبادت و عبودیت اخلاص
لو جہ اللہ سے خالی ہوتی ہے۔ کبھی وہ صرف حظ نفس کی خاطر عمل کرتا ہے۔ کبھی دنیا طلبی کی غرض
سے۔ کبھی لوگوں میں رفعت و شرف اور جاہ و عزت پیدا کرنے کی غرض سے۔ اور اس لئے اس
کے عمل میں خدا کا بھی حصہ ہوتا ہے اور نفس کا بھی۔ نفس و خواہش کا حصہ بھی ہوتا ہے اور شیطان
اور دوسری مخلوق کا بھی۔ دنیا کی اکثر و بیشتر مخلوق کے اعمال کا یہی حال ہے اور یہ اسی قسم
کا شرک ہے جو صحیح ابن حبان کی روایت میں مذکور ہے۔ آنحضرت صلعم نے
ارشاد فرمایا۔

الشوک فی ہذا الامتشافی من
دیب النمل:
شرک اس امت میں چوٹی کی چال سے بھی زیادہ
خفی موجود ہو گا۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے ہمیں نجات کیوں کر مل سکتی ہے؟
آپ نے فرمایا۔

قل اللهم انی اعوذ بک ان اشرك
بک وانا اعلم بک واستغفرک
للا اعلم:
کہو! اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ
دانستہ تیرے ساتھ میں شرک کروں اور جو میں
نہیں جانتا اس شرک سے تیری مغفرت
چاہتا ہوں۔

رہا یعنی دکھاوا اور سمع یعنی لوگوں کے سنانے کے لئے نیکی کرنا تعلقاً شرک ہے
اور کلیتہً شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اے پیغمبر! کہدو میں تمہاری طرح ایک بشر
ہی ہوں، میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود
صرف ایک ہی معبود ہے۔ لہذا جو شخص اپنے رب
سے ملنے کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ
نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت
میں کسی اور کو شریک نہ بنائے۔

قل انما اتنا بشر مثلكم يوحى الی۔ انما
الہكم الہ واحد فمن كان یرجو التقار
ربہ فلیعمل عملاً صالحاً۔ ولا یشرك
بعبادۃ ربہ احداً: (کیف)

یعنی تمہارا معبود ایک ہے۔ کوئی دوسرا معبود نہیں اس لئے لازم یہ ہے کہ عبادت صرف
اسی کی کی جائے۔ دوسرے کسی کی نہیں جس طرح وہ اپنی الوہیت و خداوندی میں متفرد اور
ایلا ہے۔ عبادت اور اظہار عبودیت میں بھی اس ایک اکیلے کو مخصوص رکھا جائے اور اس
لئے عمل صالح وہی عمل ہو گا جو ریا اور سمعہ سے پاک اور سنت نبوی کے مطابق ہو چنانچہ
حضرت فاروق عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دعا تھی۔

اللہم اجعل عملی کلہ صالحاً واجعل
لوحی خالصاً۔ ولا تجعل لاحد شیئاً
لئے اللہ: میرے تمام اعمال اچھے اعمال بنا دے
اور انہیں خالص تر سے ہی لئے کر دے۔ اس میں
کسی دوسرے کا کوئی حصہ نہ رکھو۔

”شُرک فی العبادة“ عمل کے ثواب کو باطل کر دیتا ہے۔ اور اگر یہ عمل فرض واجب ہے تو
بسا اوقات اس شرک کی وجہ سے بندہ سخت عتاب و سزا کا مستحق بن جاتا ہے
کیونکہ شرک کی وجہ سے بندہ کا یہ عمل کلیتہً سوخت ہو جاتا ہے۔ اور ایسا ہو جاتا ہے کہ
گویا اس نے عمل کیا ہی نہیں۔ اور اس لئے ترک مامور کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اور ترک
مامور کی وجہ سے عقوبت و سزا کا مستحق بن جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا تو یہ حکم
ہے کہ خالص اسی کی عبادت کی جائے۔ کسی کو اس میں شریک نہ کیا جائے۔ جیسا
کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وما امر الایعبید، واللہ مخلصین
لہ الدین۔ حنفار
حالانکہ ان کو اس کے سوا کوئی اور حکم نہیں آیا
گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں۔ خالص اسی
کے عبادت گزار اور کیسے ہو کر۔
(لہدین الدین)

پس جو شخص خالص اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت نہیں کرتا وہ حکم کے بموجب عمل نہیں کرتا

بلکہ حکم کے خلاف عمل کرتا ہے۔ اور اس لئے وہ کسی طرح بھی صحیح اور مقبول نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حدیث قدسی کے اندر مروی ہے۔

انا عتی الشراک من الشراک فمن عمل
ملا اشراک معی فیہ غیوی فہو
الذی اشراک بہ ولنا منہ

بری :

میں شریک وار سے نہایت ہی مستغنی ہوں۔
کسی نے کوئی عمل کیا اور میرے ساتھ کسی کو بھی
اس میں میرا شریک گردان لیا تو وہ عمل اسی کا
ہے جسے اس نے شریک گردانا ہے۔ میں اس سے
بری ہوں۔

اس شرک کی دو قسمیں ہیں۔ شرک اکبر اور شرک اصغر۔ ان میں سے بعض کی مغفرت بخشش
ہے اور بعض کی قطعاً بخشش نہیں۔

اور پہلی قسم کے شرک کی دو قسمیں۔ شرک کبیر۔ اور شرک اکبر۔ شرک کبیر و اکبر کی مغفرت
نہیں۔ خدا کی ذات کے ساتھ اس کی محبت و تعظیم میں کسی کو شریک گردانا اسی قبیل کا شرک
ہے۔ اور محبت و تعظیم میں کسی کو شریک ماننے کے یہ معنی ہیں کہ مخلوق سے ویسی ہی محبت رکھی جائے جیسی
ذات الہی سے رکھی جاتی ہے۔ یہ شرک اسی قسم کا شرک ہے جسے اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز معاف
نہیں فرمائے گا۔ یہ اسی قسم کا شرک ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ومن الناس من يتخذ من دون الله
اندادا . (آیت (بقرہ))
اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کے سوا
دوسروں کو شریک بنا لیتے ہیں۔

اس قسم کے شرک اور ان کے معبودوں باطل جب جنم میں جنم کے جانتے تو ان معبودان باطل سے کہیں گے
تَاللّٰہِ اِن کُنّا لَفی شکوک مبین : اذا
لنؤیکد رب العالمین
قسم خدا کی ہم بڑا شبہ صریح گمراہی میں تھے جب
کہ ہم تم کو رب العالمین کے برابر قرار
دیتے تھے۔ (شعرا)

یہ بالکل واضح ہے کہ یہ لوگ اپنے معبودان باطل کو خالق و رازق مارنے والا اور
جلانے والا نہیں مانتے تھے۔ نہ ملک و قدرت میں ان کو خدا کا شریک سمجھتے تھے۔ بلکہ محبت
معبودیت، خضوع و خشوع، تذلل و انکساری میں۔ وہ ان کو خدا کا ہمسر اور ہم مرتبہ مانتے
تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ انتہا درجہ کی جہالت اور انتہا درجہ کا ظلم ہے۔ جو چیزیں مٹی سے
پیدا کی گئیں۔ مٹی سے بنائی گئیں۔ وہ رب الارباب کے مساوی کیسے ہو سکتی ہیں؟ غلام آقا

کے برابر کیوں کر ہو سکتا ہے ؟ فقیر بالذات، ضعیف بالذات، عاجز اور محتاج بالذات کہ جس کی ذات عدم کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتی وہ اس غنی بالذات، قادر بالذات کے مساوی کیوں کر ہو سکتی ہے ؟ جو غنی بالذات ہے مالک الملک ہے، جو دوسرا کا مالک ہے، احسان، علم، رحمت، کمال مطلق، جس کے لوازمات ذات سے ہیں ؟ پتا آتا اس ظلم سے بڑھ کر دنیا میں کونسا ظلم ہو سکتا ہے ؟ ایسے غلط حکم اور غلط فیصلہ سے بڑھ کر کونسا ظلم و جور ممکن ہے ؟ یہ وہ ظلم ہے جس کی نظیر و مثال ممکن نہیں۔ جس ذات کا کوئی مثل، مانند اور ہم سر نہیں، مخلوق کو اس کا مثل، مانند اور ہمسر بنا دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

الحمد لله الذي خلق السموات
والارض - جعل الظلمت والنور
الذین کفروا برسالم یعدون
(انعام)

ہر طرح کی تائید اس خدا کو زیبا ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا۔ اور تاریکیاں اور روشنی بنائی پھر بھی کافر اپنے پروردگار کے ساتھ دوسروں کو برابر سمجھتے ہیں۔

جس ذات نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا، ظلمات اور نور پیدا کئے، شرک ایسی چیزوں کو اس کا مثل، مانند اور ہمسر بناتا ہے جو اپنی جان تک کے مالک نہیں، اپنے نفع و نقصان کے مالک نہیں نہ آسمان و زمین میں کسی کو ذرہ برابر فائدہ بھی پہنچا سکتے ہیں۔ اسی کیسے میں موجود افسوس ! یہ کیسا تقابلی ہے کہ جس میں اتنا بڑا اور ایسا قبیح ظلم ہے۔

فصل

اقوال، افعال، نیت و ارادہ کا شرک، قبروں کی تعظیم اور قبروں کو سجدہ گماہ بنانا شرک ہے۔ یہود و نصاریٰ اسی سے ہلاک ہوئے۔ آنحضرتؐ نے توحید کی تفصیل قائم کر دی کہ اس کے اندر کوئی بھی داخل نہ ہو سکے۔

مذکورہ بالا شرک کے بعد یہ شرک کہ بندہ اپنے اقوال، افعال، ارادہ اور نیت میں کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک گردانے اور شرک فی الافعال کی مثال یہ ہے کہ خدا کی ذات کے بظاہر کسی اور کے سامنے سجدہ کیا جائے، خدا کے گھر کے سوا دوسرے گھر کا طواف کیا جائے، غیر اللہ کے لئے انبار عیسیت اور خندوع دانگساری کی عرض سے سر منڈایا جائے، حجر اسود کے سوا کہ یہ زمین پر

دوسری کتاب
مسائل اہل سنت
مطالعہ کریں
ساتھ ہی رکھی ہے
مزید "حالحق"
مطالعہ کریں

خدا کا ہاتھ ہے۔ کسی دوسرے پتھر کو چوما جائے یا قبروں وغیرہ کو چوما جائے۔ یا قبروں پر سجدہ کیا جائے۔ کیونکہ خود آنحضرتؐ نے انبیاء کرام اور صالحین کی قبروں کو مسجد بنا کر نماز پڑھنے والوں پر لعنت بھیجی ہے تو پھر ان لوگوں کا کیا حال جو قبروں کو بت بنا کر ان کی پرستش کرتے ہیں؟ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے۔ آنحضرت صلیع نے ارشاد فرمایا۔

لعن اللہ الیہود والنصارى اتخذوا قبور انبیاءہم مساجد .

یہود و نصاریٰ پر خدا نے لعنت بھیجی ہے کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد گاہ بنالیا۔ اور صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

ان من شرار الناس من تتخذ کما لساعت وہم احیاء والذین یتخذون القبور مساجد : وہ بدترین لوگ ہوں گے جو اس وقت جب قیامت آئیگی زندہ ہوں گے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے قبروں کو مسجد گاہ بنایا۔

صحیح بخاری کے اندر آنحضرت صلیع سے مروی ہے۔ ان من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور مساجد۔ الا فلا یتخذوا القبور مساجد فانی نہاکم عن ذالک :

اور منڈانام احمد اور صحیح ابن حبان کے اندر روایت ہے کہ آنحضرت صلیع نے ارشاد فرمایا۔ لعن اللہ ذوات القبور المتخذین علیہا مساجد والسراج قبروں کی زیارت کر نیوالی عورتوں پر اور قبروں پر مسجد بنانے والوں پر اور قبروں پر سپر یا جلائے والوں پر خدا نے لعنت بھیجی ہے۔

اور ارشاد فرمایا۔ اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذوا قبور انبیاءہم مساجد اس قوم پر اللہ تو اپنے کا غضب شدید تر کرتا ہے جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد گاہ بنالیا۔

اور ارشاد فرمایا۔ ان من کان قبلکم کان اذامات فیہم الرجل الصالح بنوا علی قبورہ مسجداً تم سے پہلے اچھے لوگ تھے کہ جب ان میں کوئی صالح ٹیک آدھی مر جاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنا

و صورہا فیما تلتک الصلوٰۃ . اولائک شرار الخلق یوم القیامت
لیتے اور مسجد میں اسکی تصویر بنا لیتے . قیامت کے دن یہ لوگ ساری مخلوق سے زیادہ بدترین لوگ ہونگے .

غور کرو یہ تو ان لوگوں کا حال ہے جو قبروں پر مسجدیں بنائیں ان میں خدا کے سامنے سجدہ کریں پھر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو خود قبروں کو مسجدہ کیا کرتے ہیں ؟ آنحضرتؐ نے خود اپنی ذات کے متعلق بارگاہ خداوندی میں یہ دعا کی کہ

اللہم ! لا تجعل قبری دثنا یعبید :

اے اللہ ! میری قبر کو پرستش کا بت نہ بنا دیجئے گا حقیقت امر یہ ہے کہ آنحضرتؐ صلعم نے توحید کے ارد گرد ایک ایسی مضبوط فصیل کھڑی کر دی کہ اسے کوئی ٹوڑ نہیں سکتا . نہ اس توحید میں کوئی گھس سکتا ہے بغور کرو اپنے سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نفل نماز تک پڑھنے کی ممانعت کر دی کہ ان اوقات میں نماز نہ پڑھی جائے . اور یہ اس لئے کہ کہیں آفتاب پرستوں کی مشابہت نہ ہو جائے آپ نے اس مشابہت کا سدباب کر دیا نیز اپنے عصر اور فجر کے بعد کوئی نماز نہیں رکھی اس لئے کہ آفتاب پرستوں کا وقت ان اوقات سے ملا ہوا ہے . اب رہا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو سجدہ کرنا . تو آنحضرتؐ ارشاد فرماتے ہیں .

لا ینبغی لاحد ان یسجد لاحد الا اللہ : کسی طرح جائز نہیں کہ کوئی شخص اللہ کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرے .

اس حدیث میں لفظ "لا ینبغی" وارد ہے . خوب سمجھ لو کہ کلام اللہ اور کلام الرسول میں لفظ "لا ینبغی" اس امر کے متعلق بولا جاتا ہے . جسے شریعت نے پوری قوت سے ممنوع قرار

دیا ہو . جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے .
وما ینبغی للرحمان ان یتخذ ولدا : (مریم)

اور ارشاد فرمایا .
وما علمناہ الشہورہا ینبغی لہا (سین)

ہم نے محمدؐ کو شاعری نہیں سکھائی . نہ شاعری ان کو زیب دیتی ہے .
اور ارشاد فرمایا .

وما ننزلت بہا الشیاطین وما ینبغی لہا (شعراہ)
اور اس قرآن کو شیطان لے کر نہیں آئے اور نہ ان کو یہ کام مناسب ہے .

اور فرشتوں کا قول اللہ تعالیٰ نقل فرماتا ہے .

دیباچہ سورۃ کیف : قرآن قبروں پر ساجد بنانے کی تائید کرتا ہے . - مزید پڑھیے "جبا الحق" جلد ۱
ضمیمہ القرآن

اور پھر ان لوگوں کا کیا حال ہونا چاہیے جو یہ کہیں "قسم خدا کی اور فلاں کی" یہ چیز اللہ کی نذر ہے اور فلاں کی۔ " میں اللہ کے لئے اور فلاں کے لئے بہتوبہ کرتا ہوں۔ " میں اللہ سے امید رکھتا ہوں اور فلاں سے؛ وغیرہ ذالک۔

ان الفاظ کو اس شخص کے قول سے موازنہ کرو جس نے آنحضرت سے یہ کہا تھا کہ خدا چاہے اور آپ چاہیں۔ غور کرو وہ لفظ بھاری ہے۔ یا یہ لفظ؛ یقیناً جس کلمہ کے متعلق آپ نے یہ فرمایا اس کے مقابلہ میں یہ کلمات اس جواب کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس شخص نے تو آنحضرتؐ کو ایسا کہا تھا۔ اور یہ لوگ تو ان لوگوں کو خدا کا ہمسرہ مانتے ہیں جو آنحضرتؐ کی خاک پا کے بھی برابر نہیں۔ بلکہ جن کی شان میں ایسا کہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ رب العالمین کے دشمن ہوں۔ پس سجدہ، عبادت، توکل، انابت، تقویٰ، مخصوص و خثیت، اعتقاد، توبہ، استغفار، نذر و نیاز، قسم، تسبیح و تکبیر، تہلیل و تہجد، خاکساری، انکساری، بغرض عبادت سر منڈانا، گھر کا طواف، دعا، یہ تمام امور عرض اللہ تعالیٰ ہی کے حقوق ہیں۔ ذات الہی کے سوا کوئی بھی اس کا مستحق نہیں ہے۔ ذات خداوندی کے سوا کسی کو بھی یہ حق دینا جائز نہیں۔ نہ کسی مقرب بارگاہ الہی کو کسی کا حق پہنچتا ہے۔ نہ کسی نبی مرسل کو۔ چنانچہ مسند امام احمد میں روایت ہے، آنحضرت کے حضور میں ایک شخص آیا، جس سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تھا آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں
محمد کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتا۔

اللہم! انی اتوب الیک ولا اتوب
الی محمد =

یہ سن کر آنحضرت نے فرمایا

قد عرف الحق لاھد:

اس نے حق کے حقدار کو اچھی طرح پہچان لیا۔

فصل

ارادہ اور نیت کا شرک۔ اخلاص یہ ہے کہ بندہ
اپنے افعال، اقوال، اور نیت و ارادہ کو اللہ تعالیٰ
کے لئے مخصوص کر دے۔

اب رہا۔ ارادہ اور نیت کا شرک۔ تویہ ایک ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ ہی نہیں

لے وہابی عقائد سے پچیں، حق سے آستانوں۔ "جا الحق" ضرور بڑھیں

تم خود ہی بناؤ کہ اس شرک سے کیسے نجات مل سکتی ہے؟ اور کون اس سے بچ سکتا ہے؟
 ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے ارادہ اور نیت سے عمل کرے کسی کام سے
 تقرب الہی کے سوا کسی دوسرے کے تقرب کی نیت کرے۔ اپنے کسی عمل کا کسی اور سے بدلہ
 چاہے۔ سمجھ لو۔ اس نے اپنے عمل اور کام میں، اپنے ارادہ اور نیت میں غیر اللہ کو شریک کر
 لیا۔ حضرت ابراہیم کا دین حنیف جس کی اتباع کا خدا نے اپنے تمام بندوں کو حکم دیا ہے
 اور جس ملت کے سوا دوسری ملت مقبول نہیں۔ وہ یہی کہ بندہ کے افعال، اقوال، ارادہ اور نیت
 خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ اس میں کسی کو شریک نہ گردانا جائے، اور اسلام کی حقیقت
 بھی یہی ہے اس کے بغیر بندے کا کوئی عمل مقبول نہیں۔

ومن یتبع غیرا لاسلام دینا فلن
 یقبل منا وهو فی الاخذة من الناصین
 (آل عمران)

اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین
 کو چاہے گا۔ تو اس سے دوسرا دین مقبول
 نہیں کیا جائے گا۔ اور آخرت میں وہ
 نامرادوں میں سے ہوگا۔

یہی وہ ملت ابراہیمی اور ملت اسلام ہے کہ جس نے اس سے منہ موڑا وہ سب سے
 بڑا بے وقوف ہے۔

فصل

شرک کی حقیقت یہ ہے کہ خالق کو مخلوق کے مشابہ
 اور مخلوق کو خالق کے مشابہ گردانا جائے۔

اس مقدمہ اور تمہید کے بعد مذکور سوال کا جواب آسانی سے تمہاری سمجھ میں آجائے
 گا۔ اب ہم خدائے وحدہ لا شریک کی ذات سے راہ صواب کی امداد چاہتے ہوئے جواب
 کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

شرک کی حقیقت یہ ہے کہ خالق کو مخلوق کے مشابہ گردانا جائے۔ تشبیہ درحقیقت اسی کا
 نام ہے۔ صفات کمال جو اللہ اور اللہ کے رسول نے ذات الہی کے لئے بیان کی ہیں۔ ان کو ذات
 الہی کے لئے ثابت کرنے کا نام تشبیہ نہیں ہے۔ لیکن جن لوگوں کے قلوب اللہ تعالیٰ نے مسخ
 کر دیئے ہیں۔ اور جن کی بصیرت کی آنکھیں اندھی کر دی گئی ہیں۔ وہ اس حقیقت کو بالکل مسکوس

کرتے ہیں۔ اصل حقیقت کو دوسرا جامہ پہنا کر یکسر صورت ہی تبدیل کر کے رکھ دیتے ہیں اصل توحید کو تشبیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور تشبیہ کو تعظیم و طاعت کہتے ہیں۔

پس مشرک وہ ہے جو خالق کی خصوصیات الوہیت میں کسی مخلوق کو اس کے مشابہ گردانے۔ الوہیت والوہیت کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اقلیم نفع و ضرر ملک عطا و نفع کا ایک صورت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور یہ ملک صرف اسی کا ہے کسی اور کو اس سے کوئی تعلق نہیں جب یہ مان لیا گیا تو اب واجب یہی ہے کہ دعا و نوح و رجاء توکل و اعتماد کا تعلق درشتہ صرف اسی خدائے وحدہ لا شریک ہی کی ذات سے ہو۔ کسی اور سے نہیں۔ پس اگر کوئی شخص یہ تعلق اور رشتہ کسی مخلوق سے قائم کرتا ہے تو یقیناً وہ مخلوق کو خالق کے مشابہ کر رہا ہے جو مخلوق خود اپنے نفع و نقصان۔ موت و زلیت کی مالک نہیں۔ اسے اس ذات و وحدہ لا شریک کا مثل اور مشابہ قرار دیتا ہے جو ساری مخلوق اور مخلوق کے سارے ہی امور کا مالک و مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کی مشیت و ارادے کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا جسے وہ دینا چاہتا ہے دینا ہے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور جسے وہ منع کر دے۔ اسے کوئی دینے نہیں سکتا۔ اپنے کسی بندے کے لئے اپنی رحمت کا دروازہ بند کر لے تو اسے کوئی کھول نہیں سکتا۔ اور جس کے لئے کھول دے تو کوئی بند نہیں کر سکتا۔ ایسی مالک و مختار ذات کے ساتھ کسی بے بس۔ غیر مختار مخلوق کو مشابہ قرار دینا تسبیح ترین تشبیہ ہے۔ عاجز بالذات۔ فقیر و محتاج بالذات، کا قادر بالذات۔

عنی بالذات کے مشابہ ہونا کیا معنی؟

کمالی مطلق بجمیع الوجوہ جس میں کسی قسم کا نقص نہ ہو۔ یہ الوہیت کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور یہی چیز واجب کرتی ہے کہ ساری عبادتیں صرف اسی کے لئے مخصوص ہوں اور عقلاً، شرعاً، فطرتاً واجب ہے کہ تعظیم و اجلال، حیثیت و خاکساری، دعا و استدعا، توبہ و انابت، توکل و اعتماد و استمداد و استقامت اور انتہائی عاجزی و انکساری اور انتہائی محبت یہ تمام امور صرف ذات الہی کے لئے مخصوص ہوں کسی اور کے لئے یہ امور ثابت کئے جائیں اس سے عقلی، شرعی اور فطرتی مانع ہے۔ پس جو آدمی ان امور میں سے کسی ایک امر کو بھی کسی اور کے لئے ثابت کرتا ہے وہ اسے اس ذات کا مثل اور مانند قرار دیتا ہے جس کا کوئی مثل اور مانند نہیں اور یہ تسبیح ترین اور باطل ترین تشبیہ ہے۔ اور چونکہ یہ تشبیہ قبیح ترین چیز ہے جو انتہائی ظلم پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ نے خبر دیدی کہ ایسے آدمی کی خدا کبھی مغفرت نہیں کرے گا۔ حالانکہ ذات الہی وہ ذات

ہے جس نے اپنے لئے رحمت خود لازم کر رکھی ہے۔

خصوصیات الوہیت والہیہ میں سے ایک اظہار عبودیت بھی ہے اور یہ عبودیت دو سطحوں پر قائم ہے۔ ایک یہ کہ معبود سے انتہائی درجہ کی محبت رکھی جائے۔ دوسرا یہ کہ معبود کے حضور میں انتہائی درجہ کی عاجزی اور انکساری کی جائے انہی دو چیزوں کی عبودیت کی تکمیل کا دار مدار ہے۔ مخلوق کی منزلیں اور ان کے مقالات ان دو امور میں تفاوت کے بموجب مختلف و متضاد ہوا کرتے ہیں۔ جس شخص نے اپنی محبت اپنا خضوع و خشوع، عاجزی، خاکساری، انکساری کو اللہ کے سوا دوسرے سے وابستہ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کے خالص حق میں اسے شریک مان لیا۔ اور اس کے مشابہ قرار دے لیا۔ اس بات کا خدا کی کسی شریعت میں جائز ہونا قطعاً محال ہے اور ہر عقل و فطرت میں اس بات کی برائی جاگزیں ہے۔ لیکن بہتوں کی فطرت کو شیاطین نے بدل کر رکھ دیا ہے۔ ان کی عقلوں کو خراب کر دیا ہے اور اس بات کو ان کے سامنے معمولی سی بات بنا دیا ہے۔ مرت وہی لوگ اصل فطرت اور عقل سلیم پر قائم رہتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس اپنے پیغمبر بھیجے۔ اور کتاب میں نازل فرمائی ہیں جو ان کی فطرت اور ان کی عقل کے مطابق ہیں۔ اس طرح وہ لوگ نور علی نور بنکر راہ ہدایت پر چلنے لگے لیکن اس نور کی راہ نمانی بھی اسی کو نصیب ہوتی ہے۔ جس پر خدا کی خاص مہربانی ہو اور جسے وہ اپنا بنانا چاہے۔

یہ سمجھ لینے کے بعد اب سمجھ لو کہ سجدہ خصوصیات الوہیت والہیہ میں سے ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کیا تو سمجھ لو کہ غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے مشابہ قرار دے لیا۔ توکل بھی خصوصیات الوہیت والاہیت سے ہے جس نے غیر اللہ پر توکل کیا۔ اس نے غیر اللہ تعالیٰ کے مشابہ بنا لیا۔

توبہ بھی خصوصیات الوہیت والاہیت سے ہے۔ جس نے غیر اللہ کے سامنے توبہ کی اس نے غیر اللہ کو خدا کا شریک و ہمسر بنا لیا۔

تعظیماً۔ اجلاً قسم کھانا بھی خصوصیات الوہیت والاہیت سے ہے جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی۔ غیر اللہ کو خدا کا ہمسر اور مشابہ بنا لیا۔

یہ تشبیہ کا ایک پہلو ہے کہ کسی دوسری مخلوق کو خالق کا ہمسر اور مشابہ گردانا جائے۔ لیکن ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ خود بندہ اپنی ذات کو خدا کا ہمسر اور مثل ثابت کرنے کی کوشش کرے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ بندہ اپنی عظمت و جلالت ثابت کرے اور جتنے لوگوں سے اپنی تعریف و مدح کرتے۔ اپنی عظمت و جلالت منوائے۔ اپنے سامنے خضوع و خشوع۔ عاجزی اور انکساری کرائے۔ خدا کے بندوں کو اپنے سامنے جھکا کے۔ اپنی ذات سے امید ورجا قائم کرنے پر مجبور کرے۔ خود رجا۔ التجا و الحاج۔ استعانت و امداد کے لئے مخلوق کے دلوں کو اپنے سے وابستہ کرے یہ تشبیہ باللہ ہے۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی ربوبیت۔ الوہیت و الہیت میں خدا کا مقابلہ کر رہا ہے اور اس لئے ایسا شخص اس امر کا حقدار ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بہت ہی زیادہ ذلیل و خوار کر کے رکھ دے اور اسے اپنی مخلوق کے قدموں تلے روند ڈالے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے عظمت میری آزار ہے اور کبریائی میری چاوران میں سے کسی ایک چیز کے لئے بھی کوئی مجھ سے جھگڑے گا میں اسے عذاب دوں گا۔

يقول الله عزوجل. العظمتا ازاری
والكبرياء روحاني فمن نازعني ذاهلا
منها عذابتا:

مصور جو اپنے ہاتھ سے تصویر بناتا ہے۔ چونکہ وہ صنعت میں خدا کی تشابہہ کرتا ہے اس لئے قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اس بناؤ کہ خدا کی ربوبیت اور الوہیت و الہیت کی مشابہت کس درجہ کا جرم ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اشد الناس عذاباً يوم القيامة المصورون قال لهم حيوا ما خلقتما

قیامت کے دن تصویر سازوں کو سخت عذاب دیا جائیگا۔ انہیں کہا جائیگا کہ جو تصویر تم نے بنائی ہے اس میں جان ڈالو۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ قال الله عزوجل ومن اكل من ذهب يخلق خلقاً كخلق فلينطقوا ذرراً فيموتوا

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ اس سے بڑا عالم کون ہے جو میری مخلوق جیسی مخلوق بنانے کے لئے چل کھڑا ہوا؟ وہ ایک ذرہ اور جو تو پیدا کر دیکھے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک ذرہ اور جو کا ذکر کر کے اس سے بڑی اور اعظم چیزوں کے متعلق تشبیہ فرماتی ہے۔

تصور یہ ہے کہ یہ تو اس شخص کا مال ہے جو صرف صنعت اور صورت گری میں خدا کی

مشابہت کرتا ہے۔ اس شخص کا کیا حال ہونا چاہیے جو خصوصیات ربوبیت، خصوصیات الوہیت والہیت میں خدا کی مشابہت و ہمہری کرے؟

اور یہی حال ہے اس شخص کا جو خدا کے نام میں خدا کی مشابہت و ہمہری کرے اپنے لئے وہ نام اختیار کرے۔ جو ذات، خداوندی کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ مثلاً "ملک الاطلاق"۔ "حاکم الحکام"۔ "شہنشاہ"۔ حاکموں کا حاکم وغیرہ چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان اضح الاسماء عند اللہ۔ رجل یسوی
بشاہنشاہ، ملوک الملوک ولا ملوک
اللہ۔
اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ترین نام یہ ہے کہ
کسی آدمی کا نام شہنشاہ، ملک الملوک رکھا
جائے۔ حالانکہ اللہ کے سوا کوئی ملک نہیں۔

ایک روایت میں کچھ اور الفاظ بھی وارد ہیں۔ اور وہ یہ کہ

اغیظہ رجل علی اللہ رجل ینسب بملک
الاملاک۔
مغضوب ترین آدمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ
ہے جس کا نام ملک الاطلاق رکھا جائے۔

خدا کی یہ خفگی، ناراضگی، غضب اور غصہ اس شخص کے لئے ہے جو خدا کے کسی ایسے نام
میں خدا کی مشابہت کرے جو اس کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں۔ کیونکہ ملک الاطلاق، شہنشاہ
صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ حکم الحاکمین وہی ہے۔ سارے حکام، بادشاہوں
پر اسی کا حکم چلتا ہے۔ اور وہی شہنشاہ ہے، کوئی اس کا مثل اور ہمہری نہیں ہے۔

فصل

اللہ تعالیٰ کے ساتھ سورنن اکبر انکبار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کمال
مقدس اور اس کے اسماء و صفات اور الوہیت و ربوبیت
کے خلاف ظن قائم کرنا سورنن ہے۔

جب یہ اصل حقیقت تم پر واضح ہو گئی تو اس کے بعد تمہیں ایک عظیم ترین اصول اور قاعدہ
کلیدی کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ جس سے مسئلہ کا اصل راز، اور اصل حقیقت پوری طرح آشکارا ہو جائے
گی اور وہ یہ ہے کہ خدا کی ذات سے سورنن پیدا کرنا ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ خدا کے خلاف
سو ظنی کہنیا لا اس کے کمال مقدس کے خلاف گمان قائم کر لینا ہے۔ اور اس کی متذہبات

کے ساتھ ایسی باتیں منسوب کر دیتا ہے جو اس کے اسماء و صفات کے متناقض اور منافی ہوتی ہیں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورتی کرنے والوں کے حق میں ایسی سخت وعید فرمائی ہے جیسی کسی دوسرے گناہ کے لئے نہیں فرمائی ارشاد فرمایا ہے۔

عليهم ولعنة السوء. وغضب الله
عليهم ولعنتهم. واعد لهم جهنم
وسامت مصيرا: (سورة الفتح)
اور خدا کی کسی صفت سے انکار کرنے والے کے بارے میں فرمایا ہے۔

ذوالکرم ظنکم الذی ظنتم بکم لوداکم
فاصبحتم من الخاسرين (سورہ عم سجدہ)
اس گمان نے جو تم نے اپنے پروردگار کے متعلق
کر رکھا تھا۔ تم کو ہلاک کیا اور تم نقصان
اٹھانے والے ہو گئے۔

اور اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا قول نقل کرتے ہوئے جو انہوں نے
اپنی قوم کو خطاب کر کے کہا تھا۔ فرمایا

ما ذالعبیدون؟ اأفکادون اللہ تریدون؟
فما ظنکم برب العالمین؟
تم کس کی پرستش کرتے ہو؟ کیا اللہ کو چھوڑ کر
جھوٹا اور بے اصل معبودوں کو چاہتے ہو؟ تو
پروردگار عالمین کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے۔
(صافات)

یعنی جب کہ تم غیر اللہ کی پرستش کر رہے ہو تو اسی دن جب کہ جواب دہی کے لئے تمہیں
اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضری دینی ہوگی تمہارا پروردگار تمہارے ساتھ کیا معاملہ کریگا؟ اور
تمہیں کس قسم کی سزا دے گا؟ تم نے خدا کے اسماء و صفات اور ربوبیت میں کیا نقص دیکھا
کہ تم نے اس کے ساتھ دوسروں کو بھی عبادت و پرستش میں اس کا شریک بنالیا؟ اگر تم خدا کی ذات
صفات اس کی الوہیت اور ربوبیت اور اس کی شان بے ہمتی کو سمجھتے تو تم ایسا نہیں کر سکتے تھے
خدا علیم وخبیر ہے۔ ہر چیز کو جانتا ہے۔ قادر مطلق ہے ہر چیز اس کی قدرت کی گرفت میں ہے وہ
مغنی ہے تمام سے مستغنی اور بے پروا ہے۔ ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔
اپنی مخلوق کے ساتھ قسط و عدل کا برتاؤ کرتا ہے۔ اپنی مخلوق کی تدبیر و تنظیم میں مفرد و بیکتا ہے اس
میں اس کا شریک نہیں۔ مخلوق اور مخلوق کے تمام امور سے تفصیلی طور پر باخبر ہے۔ کوئی چیز
اس سے مخفی نہیں۔ تن تنہا وہ اپنے کاموں کا کفیل ہے۔ اور ہر کام کے لئے اکیلا کافی ہے کسی

کی امداد و اعانت کا محتاج نہیں۔ وہ اپنی ذات سے رحمن و رحیم ہے بندوں پر رحم کرنے میں وہ کسی وسیلے اور سفارش کا محتاج نہیں جس ذات کی یہ نشان ہو وہ یقیناً دنیا کے بادشاہوں سے الگ اور اپنی نرالی شان رکھتا ہے۔ دنیا کے بادشاہ اور سلاطین اس امر کے محتاج ہیں کہ رعایا کی مصلحتوں اور ان کی ضرورتوں کو دوسرے لوگ ان کے سامنے پیش کریں۔ نیز اس امر کے بھی محتاج ہیں کہ رعایا کی ضروریات و احتیاجات پوری کرنے میں دوسرے لوگ انکی معاونت کریں۔ درمیان میں ترجمانوں کی ضرورت ہے جو سلاطین و بادشاہوں کو رعایا پر رحم و کرم کیلئے آگاہ کرے۔ اور ان کے دلوں میں جذبات و ترحم و مہربانی کو ابھاریں۔ سلاطین و بادشاہ اپنی کمزوری عاجزی بے عملی۔ بے بسی کی وجہ سے رعایا کی ضروریات و احتیاجات پوری کرنے میں بھی دوسروں کے اور میانی و سائنط و وسائل کے محتاج ہیں۔ لیکن ذات خداوندی قادر مطلق ہے۔ یعنی بالذات ہے۔ ہر شئی سے مستغنی اور بے پروا ہے۔ رحمن و رحیم ہے۔ جس کی رحمت ہر شئی پر۔ ہر چیز پر محیط اور حاوی ہے اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان و سائنط و وسائل اور سفارشی ماننا اس کے حق ربوبیت والہیت حق توحید والوہیت میں نقص پیدا کرتا ہے اور جو ایسا سمجھتا ہے۔ ذات الہی کی نسبت سوظنی کرتا ہے اور محال و ناممکن ہے کہ جو چیز عقل و فطرت کے خلاف ہو۔ اور عقل و فطرت کے نزدیک ہر شئی کی قباحتوں سے زیادہ قبیح ہو اسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے مشروع فرمائے۔

اور یہ کسے بیان کی وضاحت اس طرح ہوتی ہے۔ بندہ کسی کی عبادت کرتا ہے۔ اسے بڑا مان کر ہی اس کی عبادت و پرستش کرتا ہے۔ اور اس کے سامنے جھکتا ہے۔ اس کے سامنے عاجز و انکساری کرتا ہے۔ اور اپنی ذلت و خواری۔ انکساری و خاکساری کا اظہار کرتا ہے اور یہ ظاہر ہے ابھی تمام چیزوں کا خفہ صرف پروردگار عالم وعدہ لا شریک ہے اور بس۔ یہ اس کا حق ہے اس کا کوئی شریک و ساجھی نہیں۔ اور یہ قبیح ترین ظلم ہے کہ اس کا حق کسی غیر کو دے دیا جائے۔ یا اس میں کسی کو بھی شریک کر دیا جائے۔ خصوصاً ایسے شخص کو اس کے اس خاص حق میں شریک کر دیا جائے جو اس کا بندہ اور مملوک ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اس کی مثال پیش فرماتا ہے۔

ضرب نکر مثلاً من انفسکم هل کم
 مما عملت ایما منکم من شرکار فیما
 رزقناکم (الابتن) (روم)

اللہ نے تمہارے لئے تمہاری ہی ذات سے ایک
 مثال بیان کی ہے کہ اس چیز میں جو ہم نے تمہیں
 دی ہے کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی
 تمہارا شریک ہے؟

یعنی جب کہ تم میرے دیئے ہوئے رزق میں اپنے غلام کو شریک کرنا گوارا نہیں کرتے تو پھر میرے بندوں اور غلاموں کو میرے خالص الوہیت والاہیت و ربوبیت میں شریک قرار دینا کیوں کر صحیح ہوگا؟ اور جو شخص ایسا سمجھتا ہے۔ ہرگز ہرگز میری قدر نہیں کرتا میری عظمت و جلالت کا حق وہ قطعاً نہیں پہچانتا جس چیز میں میں منفرد و یکتا ہوں۔ میری مخلوق کا جس میں کوئی حق نہیں اس میں مجھے منفرد و یکتا نہیں مانتا۔

پس جو شخص اپنی عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے و قطعاً حق تعالیٰ کی قدر نہیں کرتا۔ چنانچہ حق تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے۔

یا ایہا الناس! ضرب لکم مثل فاستمعوا له
ان الذین یدعون من دون اللہ لن
یخلقوا ذباباً. ولو اجتمعوا له
یسلبہم الذباب شیئاً لا یتنقدون
ھمتاً طضع الطالب والمطلوب ہ ما
قدروا اللہ حق قدرہ ان اللہ لقوی عزیزہ
(سورہ الحج آیت نمبر ۱۷-۱۸)

لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے تم اس کو خوب سن لو۔ اللہ کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو۔ وہ سب جمع ہو کر بھی ایک مکھی نہیں پیدا کر سکتے اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے جائے تو وہ چھڑا بھی نہیں سکتے، ایسے عابد و معبود دونوں ہی عاجز۔ ان لوگوں نے اللہ کی وسپا قدر نہیں کی۔ جیسی کہ کرنی چاہیے۔ بیشک اللہ قوت والا اور عزت والا ہے۔

جو شخص کسی ایسی ہستی کو اپنی عبادت میں خدا کا شریک دیکھا جھی گردا ناتا ہے جو ایک چھوٹا سے چھوٹا جانور بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ اگر اس پر مکھی بیٹھ جائے تو اڑا نہیں سکتا۔ تو بتلاؤ وہ اللہ تعالیٰ کی کیا قدر کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وما قدروا اللہ حق قدرہ والارض جمیعاً قبضت
یوم القیامتہ. والسموات مطویات
بیمینہ۔ سبحانہ وتعالی عما یشرکون
(سورہ الزمر)

انہوں نے جیسی چاہیے ایسی خدا کی قدر نہیں کی قیامت کے دن ساری زمین اسکی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ پاک ذات ہے اور اس سے اعلیٰ و ارفع ہے کہ لوگ اس کا شریک بنائیں۔

جس خدا کی یہ شان اور بے عظمت و جلالت ہو۔ اس کے ساتھ کسی نے اپنی عبادت میں کسی ایسے کو شریک کر لیا جس کے اندر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بلکہ وہ عاجز اور انتہا درجہ کمزور

ہے۔ تو یقیناً وہ خدا کی عظمت و توقیر نہیں کرتا۔ ایک ضعیف عاجز کمزور کو خدا کی عبادت میں شریک کر لیا۔ تو یقیناً وہ قوی کا لانا۔ غالب کے حق کی قدر و توقیر نہیں کرتا۔

اسی طرح وہ آدمی بھی حق تعالیٰ کی قدر و توقیر نہیں کرتا جو کہتا ہے کہ خدا نے پیغمبر نہیں بھیجے، کتابیں نازل نہیں فرمائیں۔ یہ کیا یہ باتیں اس کی شان میں سزاوار ہیں؟ کیا اس نے مخلوق کو یونہی بے کار۔ عبث اور بے مصرف پیدا کیا ہے؟ کیا اس نے اپنے بندوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ جانوروں کی طرح پیٹے بھریں۔ اور وقت آئے تو جانوروں کی طرح مر جائیں؟

اسی طرح وہ آدمی بھی خدا کی قدر و توقیر نہیں کرتا۔ جو خدا کے اسماء حسنیٰ اور صفات حق کی حقیقتوں کی نفی اور انکار کرتا ہے۔ سمع و بصر، ارادہ و اختیار، علو و رفعت، کلام و تکلم کی خدا کی ذات سے نفی کرتا ہے اور عموم قدرت، بندوں کے افعال کے تعلق کی اسکی ذات سے نفی کرتا ہے۔ اس کی قدرت و مشیت سے افعال عباد کو خارج کر دیتا ہے۔ اور کہتا ہے بندے خود ان افعال کے خالق ہیں۔ خدا کی مشیت کا ان سے کوئی تعلق نہیں جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ خدا کے ملک میں وہ ہوتا ہے جو وہ نہیں چاہتا۔ اور جو وہ چاہتا ہے نہیں ہوتا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی شان ان مجوسوں، اور مجوس نما لوگوں کے قول و خیال سے بلند و بالا ہے۔

وہ شخص بھی اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کرتا جو کہتا ہے کہ خدا بندے کو ایسے کاموں کی سزا دیتا ہے جو بندے کے اختیار میں نہیں۔ بندے اس پر قادر نہیں۔ مجبور محض ہے۔ کام کرنے میں بندوں کو کوئی دخل نہیں سارے کام صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں، وہ خود ہی کرتا ہے۔ بندوں سے جبراً کام کراتا ہے مخلوق پر مخلوق جبر کرتی ہے۔ تو خود اللہ تعالیٰ کراتا ہے۔ تعالیٰ اللہ من ذالک علواً کبیراً۔ ایسا کہنے والے لوگ کس قدر بجاوی گناہ کر رہے ہیں۔ جبکہ فطرت و عقل میں یہ چیز اسخ ہے کہ اگر کوئی بندہ آقا اپنے غلام سے جبراً کوئی کام کراتے اور اسے اس کام کے لئے مجبور کرے اور پھر اسے اس کام کی سزا بھی دے تو آقا کا یہ عمل بدترین عمل ہو گا۔ جب بندوں کے متعلق فطرت و عقل کا یہ فیصلہ ہے تو پھر یہ کیسے صحیح ہے کہ وہ عادلوں کا عادل، حکم الحاکمین، ارحم الراحمین۔ اپنے بندوں کو ایسے عمل کی سزا دے جس میں بندوں کا کوئی دخل نہ ہو۔ اس کے ارادہ کو اس کے فعل و عمل سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اور پھر وہ اسے سزا دیتا ہے۔ تعالیٰ اللہ من ذالک علواً کبیراً، ان لوگوں کا قول بھی بدترین قول ہے اور یہ بھی مجوسوں کے بھائی ہیں۔ یہ گروہ اور پہلا گروہ دونوں اللہ تعالیٰ

کی قدر نہیں کرتے۔

اور وہ لوگ بھی خدا کی قدر و توقیر نہیں کرتے جو ذاتِ الہی کو تعفن، بدبودار، شہیاد اور گوبر پاخانہ سے بھی محفوظ نہیں مانتے۔ اور اس جگہ بھی اسے مانتے ہیں جس کے ذکر سے بھی لوگ نفرت کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں مانتے کہ وہ عرش پر قائم ہے۔ اور یہ نہیں مانتے کہ

ایسا یصعد الکلم الطیب والحمل
الصالح یرفعہما۔
اچھی باتیں خدا کی جانب اوپر کو چڑھتی ہیں
اور عمل صالح اسے اوپر لے جاتے ہیں۔

یہ نہیں مانتے کہ فرشتے اور روح اس تک جاتی ہے اور آتی ہے۔ فرشتے آسمان و زمین کی تدبیر و تنظیم کرتے ہیں۔ اور اس تک جاتے ہیں۔ ایک طرف تو یہ لوگ خدا تخت پر بیعت پر بیٹھا ہے اس سے انکار کرتے ہیں۔ دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ خدا ہر جگہ ہے۔ اس جگہ بھی ہے جہاں جانے سے انسان بلکہ حیوان تک نفرت کرتے ہیں۔ جو لوگ خدا کی محبت، رحمت و راحت رضامندی، غضب و خفگی کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں۔ خدا کی حکمت کا انکار کرتے ہیں جو اس کے افعال کی محمود ترین غایت و مقصود ہے۔ اس کے افعال کو اختیاری۔ اور اس کی ذات کے ساتھ قائم نہیں مانتے۔ بلکہ معقول کو فاعل سے افضل مانتے ہیں۔ خدا کے آنے جانے، عرش پر تہنم ہونے، طوفان حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کلام کرنے، قیامت کے دن بندوں کے قضایا کا فیصلہ کرنے اور اس قسم کے دیگر افعال و اوصاف کما لیبہ کی نفی اور انکار کرتے ہیں۔ وہ ہرگز ہرگز خدا کی قدر نہیں کر رہے ہیں۔ گویا ان سے یہی رٹ لگائے جا رہے ہیں کہ ہم خدا کی قدر و توقیر کر رہے ہیں وہ لوگ بھی خدا کی ناقدری کرتے ہیں جو خدا کی بیوی و بیٹا مانتے ہیں۔ یا یہ کہتے ہیں کہ خدا اپنی تمام مخلوقات میں حلول کئے ہوئے ہے۔ یا وہ مخلوقات کا عین وجود ہے۔ لیکن حقیقت یہ لوگ خدا کی ناقدری کر رہے ہیں۔

وہ لوگ بھی خدا کی ناقدری کر رہے ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ خدا نے اپنے رسول۔ اور رسول کے دشمنوں کو غلبہ دیا۔ اور انہیں عزت و شرف سے نوازا۔ ان کی شان بلند کی اور دنیا میں انہیں شہرت و مملکت بخشی۔ ملک و خلافت دے کر انہیں تمام پر غالب کر دیا اور اپنے رسول کے خاندان سے محبت کرنے والوں کو ذلیل و خوار کر دیا۔ ان کی قیمت پر ذلت و نکبت کی ہر شہت کر دی کہ جہاں بھی یہ لوگ ہوں خوار و ذلیل ہی بن کر رہیں۔

خدا کی جناب میں ایسی باتیں کرنا انتہا درجہ کی گستاخی ہے۔ خدا کی ذات و افعال کے اس

قول سے نہایت بلند اور بالا ہے۔ ان کا یہ قول یہود و نصاریٰ کے قول سے ماخوذ ہے وہ بھی پروردگار عالم کی شان میں کہا کرتے تھے کہ خدا نے ظالم بادشاہ بھیجا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ جو خدا پرست نئے جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ ہمیشہ وہ جھوٹ ہی بولتا رہا اور کہتا رہا خدا نے مجھے یہ کہا۔ ایسا حکم فرمایا۔ فلاں چیز سے منع فرمایا۔ میرے لئے اس نے تمام اگلی نعمتیں منسوخ کر دیں۔ اور ان پتھروں کے متعلقین اور ماننے والوں کا خون۔ مال۔ ان کی عورتیں۔ میرے لئے حلال اور مباح کر دیں۔ اور کہتا تھا خدا نے تمام چیزیں میرے لئے مباح کر دی ہیں۔ خدا ہمیشہ میری امداد فرمائے گا۔ اور اپنی تائید سے مجھے نوازے گا۔ مجھے تمام پر غلبہ دے گا۔ میری قوت بڑھائے گا۔ وہ میری دعائیں قبول کرتا ہے۔ میرے مخالفین اور دشمنوں پر مجھے تمکنت اور قابو دے گا۔ میری صداقت پر وہ ایسے ایسے دلائل پیش کرتا ہے۔ جس کی کوئی مخالفت اور تردید نہیں کر سکتا۔ اور ہر شخص اس ظالم و جابر بادشاہ کے قول و فعلی۔ تقریر و گفتار کی تصدیق کرتا رہا اور قیامت تک اس کی تصدیق ہوتی ہی رہے گی۔ اور نت نئی دلیلیں اس کی صداقت پر قائم ہوتی چلی جائیں گی۔

یہ ظاہر ہے کہ رب العالمین کی ذات کے متعلق ایسا کہتا اور ایسا خیال کرنا نہایت قبیح اور اس کی شان کے خلاف ہے۔ اس کے علم پر۔ اس کی رحمت و ربوبیت پر۔ اس کی حکمت پر بدترین حملہ ہے۔ خدا کی ذات۔ خدا کی شان ان منکرین خدا کے قول سے بہت بلند اور بالاتر ہے۔ ان لوگوں کے قول میں۔ اعدان کے بھائی یہود و نصاریٰ کے قول میں نہیں کسی قسم کا فرق نظر نہیں آئے گا۔ دونوں کے قول اور خیال ایک ہی قسم کے ہیں۔ اور ٹھیک ٹھیک شاعر کے اس قول کے مطابق ہے۔

رضیعی لبان ثدی ام تقاسم باسحہ و اج عوض لا تنفدق

میں اور میرا مدوح دونوں توأم ہیں۔ ہم دونوں نے ایک ہی مال کے دو بیتوں سے دودھ پیایا ہے۔ ہم دونوں نے اندھیری رات میں باہم قسم کھائی ہے کہ ہم کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے

اسی طرح وہ شخص بھی خدا کی ناقدری کرتا ہے جو کہتا ہے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے مطیع و فرمانبردار بندوں کو جہنوں نے کبھی اس کی نافرمانی نہ کی ہو۔ جہنم میں ظالم دے اور اپنے دشمنوں اور نافرمانوں کو جہنوں نے کبھی اس کی اطاعت و فرمانبرداری نہ کی ہو۔ ثواب سے نالامال

کر دیوے۔ اور انہیں جنت میں جگہ دیوے۔ یہ دونوں باتیں اس کے لئے مباح ہیں اور کتاب و سنت میں جو وعیدیں وارد ہیں۔ وہ محض خبر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ایسا کرنا خبر کے خلاف ہے۔ نہ کہ حکمت و عدل کے خلاف اور حال یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس بات کو جائز رکھنے والے کے خلاف سخت وعید فرمائی ہے۔ اور اس حکم کو بدترین حکم قرار دیتا ہے اس طرح وہ شخص بھی حق تعالیٰ کی قدر نہیں کرتا جو کہتا ہے کہ قیامت کے دن خدا مردوں کو زندہ نہیں کرے گا۔ قبروں سے زندہ کر کے نہیں اٹھائے گا۔ قیامت کا دن وہ دن ہے کہ خدا مخلوق کو زندہ کرے گا۔ نیکو کاروں کو ان کی نیکیوں کا۔ اور بدکاروں کو ان کی بدکاریوں کا بدلہ دے گا۔ مظلوم کو ظالم سے حق دلائے گا۔ جن لوگوں نے دنیا میں اس کی رضا مندی کے لئے مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ انہیں اپنے بہترین انعامات سے نوازے گا۔ اس دن وہ تمام اختلافات واضح ہو جائیں گے جن میں مخلوق آج مبتلا ہے۔ کافروں کو ان کے کفر کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ غرض! جو لوگ ان تمام باتوں کا انکار کرتے ہیں وہ بھی حق تعالیٰ کی قدر نہیں کرتے۔

اسی طرح وہ شخص بھی خدا کی قدر نہیں کرتا۔ جو اس کے احکام کو بے حقیقت سمجھ کر احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ ممنوعات منہیات۔ محرکات کا ارتکاب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو بے وقعت سمجھ کر ضائع کرتا ہے۔ اس کے ذکر کو فراموش کر دیتا ہے۔ اس کا قلب اس سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس کی رضا مندی کے مقابلہ میں اپنی خواہشات کو ترجیح دیتا ہے۔ اسکی اطاعت کے مقابلہ میں مخلوق کی اطاعت کو مقدم سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ اسے یہ معمولی بات سمجھتا ہے۔ لیکن یہ جو دیکھ رہا ہے۔ اسے اہم سمجھتا ہے۔ اپنے اعمال قلب۔ اعمال علم اپنے اعمال و کردار۔ مال و زر وغیرہ میں۔ خدا کی ذات کو ایک فاضل ذات سمجھتا ہے کہ دوسرے لوگ اول خدا بعد میں اور یہ اسی لئے کرتا ہے کہ مخلوق اس کے نزدیک اہم ہے۔ اور خدا کی ذات غیر اہم حالانکہ یہ اور اس کی تمام چیزیں خدا کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اور اس کی قسمت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اپنے برے کاموں کو مخلوق سے چھپاتا ہے۔ لیکن خدا سے چھپانے کی کوشش نہیں کرتا لوگوں سے لڑتا ہے۔ خدا سے نہیں ڈرتا۔ مخلوق کے ساتھ حسن معاملہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اس بارے میں اپنی استطاعت و قدرت سے زیادہ جدوجہد کرتا ہے۔ لیکن خدا سے ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے ساتھ نہایت معمولی اور ادنیٰ اور خیر معاملہ کرتا ہے۔ اگر اپنے کسی دست و عزیز

کی خدمت کرتا ہے۔ پوری توجہ، پوری تین دہی سے کرتا ہے۔ دل، اعضاء، ہاتھ، پاؤں تمام اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں: تاہم لکہ لبا اوقات اپنی ذاتی مصلحتوں کو بھی اس کے لئے قربان کر دیتا ہے۔ لیکن جب خدا کا نام آتا ہے۔ اور یہ بھی اس وقت جب کہ مقدر اس کا ساتھ دے تو اس طرح وہ انجام دیتا ہے کہ اس کے اس عمل سے مخلوق کا ادنیٰ آدمی بھی راضی نہیں ہو سکتا۔ اللہ کے لئے اپنے مال میں سے کچھ نکالتا ہے تو اس قدر کم نکالتا ہے کہ اتنا سا کسی انسان کے سامنے پیش کرتے ہوئے بھی شرم آئے۔

جن لوگوں کی یہ حالت ہو۔ اور جن کی یہ صفات ہوں۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی قدر و توقیر کر رہے ہیں؟ خدا کی عظمت و جلالت کا حق ادا کر رہے ہیں؟

اور کیا وہ لوگ خدا کی قدر و عظمت کر رہے ہیں جو اس کے خالص حق میں اس کے دشمن کو شریک کرتے ہیں؟ اجلال و تعظیم، طاعت و عبادت، تذلیل و خاکساری، خضوع و خشوع، خوف و بھار امید و بیم صرف اسی کا حق ہے۔ اور وہی اس کا حقدار ہے کہ یہ تمام باتیں اسی کے حضور میں پیش کی جائیں۔ یہ تو وہ چیزیں ہیں کہ اس کے دشمن کے رویہ و تو کجا اس کے کسی مقرب بزرگ کے رویہ و پیش کرنا بھی جائز نہیں۔ یہ تو ایک انتہا درجہ کی عبادت ہے۔ خدا کے خالص حق پر دست درازی ہے۔ اس کی توہین ہے۔ جس بات میں کسی کو خدا کا شریک بنانا ممنوع۔ اور حرام ہے جس کا استحقاق خدا کی ذات کے سوا کسی کو نہیں۔ اس میں غیر کو شریک کیا جا رہا ہے۔ جب یہ حق کسی خدا کے مقرب بندے کو نہیں پہنچتا تو پھر خدا کے مبعوض، مغلوب جس پر خدا نے لعنت بھیجی ہے۔ جس پر وہ سخت سے سخت ناراض ہے۔ خدا کا سخت ترین دشمن ہے۔ جو خدا کے نزدیک انتہا درجہ ذلیل و خوار ہے، اسے اس کا شریک بنانا کیونکر جائز ہوگا؟ اللہ کے سوا کسی کو بھی شریک کرنا شیطان کی عبادت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الم اعلم انکم یا بنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان۔ انہ لکم عدو و مبین وان اعبدوا فی هذا صراط مستقیم (یس)

یہی سیدھا راستہ ہے۔

مشرک لوگ اپنے خیال اور اپنی دانست میں فرشتوں کی عبادت و پرستش کرتے تھے۔ لیکن خدا نے اسے شیطان کی عبادت و پرستش قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا اور فرشتوں سے فرمائے گا۔ کیا یہی لوگ تمہاری پرستش کیا کرتے تھے؟ فرشتے کہیں گے تو پاک ہے تو ہمارا کار ساز ہے۔ نہ وہ یہ تو جنابت کی پرستش کرتے تھے۔ ان میں اکثر انہی پر ایمان رکھتے تھے۔

و یوم نحشروہم جمیعاً۔ ثم لقول للملائکۃ اھولاء ایاکم کا لو یعیدون؟ قالوا سبحانک انت ولینا من دونہم بل کانوا یعیدون الجن اکثرہم بہم مؤمنون (سبا)

حقیقت یہ ہے کہ فرشتوں کی عبادت و پرستش بشیطان ہی کی عبادت و پرستش ہے شیطان اس طریقہ سے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ گو یہ لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ فرشتوں کی عبادت و پرستش کر رہے ہیں۔

یہی حال آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کی پرستش کرنے والوں کا ہے۔ یہ لوگ اپنے زعم میں ان چیزوں کی روحانیت کی پرستش کرتے ہیں اور یہی سمجھتے ہیں کہ یہی چیزیں ان سے خطاب کرتی ہیں۔ اور یہی ان کی حایت کرتی ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ شیطان ہی کی عبادت و پرستش ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت شیطان سورج کے قریب جا بیٹھتا ہے کفار و مشرکین آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں تو حقیقتاً وہ شیطان ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔

مسیح اور مسیح کی والدہ کی عبادت و پرستش کرنے والے بھی درحقیقت شیطان ہی کی عبادت و پرستش کرتے ہیں۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں مسیح اور مسیح کی والدہ کی عبادت کا حکم خدا نے دیا ہے اور خدا اس عبادت سے راضی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ نہ خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ نہ خدا کے رسول کی بلکہ شیطان لعین کی عبادت کرتے ہیں۔ خدا نے قدوس کا یہ ارشاد اس کی توضیح کرتا ہے۔

اے اولاد آدم کیا میں نے تم سے وعدہ نہیں لے لیا تھا کہ شیطان کی پرستش نہ کرنا؟ کیوں کہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرتا ہے یہی سیدھی راہ ہے۔

الماعہل الیکم یا بنی آدم الا تعبدوا الشیطان۔ انہ لکم عدو مبین۔ وان اعبدونی ہذا صراط مستقیم (تیس)

حقیقت امر یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کی بھی عبادت کی جائے۔ جہاں بھی کی جائے جس شکل میں بھی کی جائے بشیطان ہی کی عبادت ہے۔ اور عبادت کرنے والا ان چیزوں کو اپنا

معبود سمجھتا ہے اور اپنی اغراض و احتیاجات میں بطور معبودان چیزوں کو استعمال کرتا ہے اور ان
استفادہ کی کوشش کرتا ہے اور معبود عبادت کرنے والے سے اپنی تعظیم کراتا ہے اور خدا کا شریک بننے
ہے اور عبادت کرنیوالوں سے مستفید ہونے کی کوشش کرتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو شیطان کا اصل مقصد
اور اس کی انتہائی غایت و غرض ہے اس کا عین مقصد یہی ہے کہ عباد اپنے معبود سے استفادہ کرے اور
معبود اپنے عبادت کرنے والوں سے اور قرآن حکیم اسی امر کی توضیح اس طرح کرتا ہے۔

و یوم یحشر ہمہ جمیعاً یا معشر الجن قد
استکثرت من الالبس (انعام) گائے گروہ جنات تم نے آدمیوں میں بڑا حصہ
یعنی تم نے انسانوں کو ورغلا کر اپنی جماعت بڑھائی۔

چنانچہ قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں اس کی جماعت کے لوگ کہیں گے۔

وقال اولیاءنا من الالبس ربنا استمتع
بعضنا ببعض وبلغنا اجلنا الذی اجلت
لنا فالنار مثواکم خالدین فیہا
الا ماشاء اللہ ان ربک حکیم علیہ
(انعام)

اور آدمیوں میں سے جو ان کے دوست تھے
کہیں گے پروردگار ہم نے ایک دوسرے سے
فائدہ اٹھایا۔ اور ہم اس میعاد تک پہنچ گئے
جو تو نے ہمارے لئے مقرر کی تھی۔ اللہ فرمائے
دوزخ تمہارا ٹھکانہ ہے۔ ہمیشہ اس میں رہو
مگر ہاں جو اللہ چاہے۔ تمہارا رب یقیناً حکیم
والا۔ اور دانا ہے۔

اور یہ ایک لطیف اشارہ ہے۔ اس حقیقت و راز کی طرف جس کی وجہ سے خدا نے شرک
اکبر الکبائر کو گردانا ہے جو بغیر توبہ و استغفار کے معاف نہیں ہو سکتا۔ اور جس کی وجہ سے
خلود فی النار دائمی جہنم واجب کر دی گئی ہے۔ شرک کی قباحت محض اس لئے نہیں ہے کہ شریعہ
میں اس کی نہی اور حرمانت وارد ہے۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہی حقیقت اور یہی راز ہے۔
کیونکہ ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کو غیروں کی عبادت غیروں کی پرستش کی اجازت دے۔
یہ بھی ممکن نہیں کہ اپنی صفات کا لہجہ اور شان و جلالت کے خلاف اور متناقض امور کو اپنے حق میں
قرار دیوے۔ بھلا اس کا خیال بھی کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو ذات اپنی ربوبیت میں منفرد و یکتا
اپنی الوہیت و الٰہیت میں منفرد و یکتا ہے۔ اپنی عظمت و جلالت میں منفرد و یکتا ہے۔
وہ کسی دوسرے کو اپنا شریک گرداننے کی اجازت دے یا اس چیز سے وہ راہ

ہو۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک عظوا کبیرا:

فصل

خدا نے جس مقصد سے مخلوق کو پیدا کیا ہے، شرک
اس کے بالکل خلاف ہے۔ اور اس لئے یہ
سب سے بڑا گناہ ہے۔

جس مقصد کے لئے خدا نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ شرک اس کے بالکل منافی ہے۔ اور اس
لئے اللہ کے نزدیک یہ اکبر الکاہل (یعنی سب سے بڑا گناہ) ہے۔ اور کبر و تکبر۔ اور کبر و تکبر کے
تراجم لوازمات بھی یہی حکم رکھتے ہیں۔ جیسا کہ تم اوپر پڑھ چکے ہو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو صرف
اسی لئے پیدا کیا ہے کہ طاعت و عبادت صرف اسی وحدہ لا شریک کی کی جائے۔ اسی مقصد
کے لئے اس نے پیغمبر بھیجے۔ اور اپنی کتابیں نازل کیں۔ شرک و کبر اس مقصد کے سرسبز خلاف
متقار اور منافی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مشرکین کے لئے اس نے جنت قطعاً حرام کر
دی۔ نیز اہل کبر و تکبر کے لئے بھی جس کے دل میں ذرہ برابر کبر و تکبر ہو گا وہ بھی
جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

فصل

بغیر علم کے صفات خداوندی اور اس کے احکام پر
گفتگو کرنا سب سے بڑا گناہ ہے۔

یہ نقصان رسانی اور فساد انگیزی میں شرک کے قریب قریب ہی ہے یہ بات کہ خدا کے
اسما و صفات اور اس کے افعال کے بارے میں بغیر علم کے گفتگو اور مباحثے کئے جائیں۔ خود
خدا نے اور خدا کے رسول نے جن صفات سے ذات الہی کو متصف بتایا ہے اس کے خلاف
اور ان صفات کے اصداو سے خدا کو متصف مانا جائے۔ ان صفات کی اصداو سے خدا کو متصف
ماننا خدا کے کمال خلق و امر میں مداخلت ہے۔ اس کی ربوبیت و پروردگاری اور اس کی
خصوصیات ربوبیت میں نقص و قیاحت پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ اور پھر اگر علم کے
ذریعہ ایسا کیا جاتا ہے تو ذات خداوندی کے خلاف سخت ترین عناد ہے۔ جو شرک سے

بھی زیادہ قبیح ہے۔ مشرک عند اللہ بہت بڑا گناہ ہے۔ لیکن جو مشرک صفات ربوبیت کا اقرار کرتا ہے، وہ اس معطل، منکر سے بہتر ہے۔ جو پڑو کا عالم کی صفات کا لہیہ کا انکار کرتا ہے مثلاً ایک شخص بادشاہ کی بادشاہت اور صفات شاہی کا انکار کرتا ہے۔ اس کی صفات شاہی، شان سلطانی کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن وہ یہ کرتا ہے کہ بادشاہ سے تقرب حاصل کرنے کی غرض سے کسی اور کو امور شاہی میں شریک گردان لیتا ہے۔ تو یہ شخص اس آدمی سے بہتر ہے جو بادشاہ کی شاہی اور سلطانی کا انکار کرتا ہے۔ اور دنیا جہان کی ساری فطرتیں اور ساری عقلیں اسے تسلیم کرتی ہیں کہ صفات کمال میں نقص ماننے۔ اور سرے سے صفات کمال کا انکار کرنے میں زمین و آسمان کا خرق ہے۔ پہلی صورت میں معبود حق کو معبود حق تسلیم کیا جا رہا ہے۔ اور صرف معبود حق کے تقرب کی غرض سے واسطہ کی پرستش کی جاتی ہے۔ اور دوسری صورت میں سرے سے معبود حق اور اس کی صفات کا لہیہ کا انکار کیا جاتا ہے۔ تعطیل کا مرض ایک مہلک و لا دوا مرض ہے اس سے شفا یاب ہونے کی توقع ہی نہیں۔ چنانچہ حق سبحانہ و تعالیٰ قرآن حکیم کے اندر امام المعطلین فرعون کا وہ قول نقل فرماتا ہے جو اس نے حضرت موسیٰ کے خلاف پیش کیا تھا۔ حضرت موسیٰ نے فرعون سے یہ کہا کہ میرا رب تو آسمانوں پر ہے۔ تو فرعون نے انکار کیا اور اپنے وزیر ہامان کو خطاب کر کے کہا۔

ہامان ابن لی صرعا۔ لعلیٰ ابلغ

الاسیاب۔ اسیاب السموات فاطع

الی اللہ موسیٰ۔ وانی ظننا کاذبا:

دوموں

اے ہامان! میرے لئے ایک تمیر تو کھڑی کرو

تاکہ میں سیڑھیوں پر چڑھوں آسمانوں کی سیڑھیوں

پر اور موسیٰ کے خدا کو دیکھ لوں اور میں تو

اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔

اور یہی وہ آیت ہے جسے شیخ ابوالحسن اشعری اپنی کتابوں میں گروہ المعطلہ کی تردید میں بطور حجت پیش کرتے رہے ہیں۔ شیخ موصوف کی دلیل۔ طرز استدلال۔ اثبات علو۔ اور یہ کہ قول بلا علم اور شرک لازم و ملزوم ہیں۔ یہ تمام باتیں ہم اپنی کتاب "اجماع الجیوش الاسلامیہ علی حرب المعطلہ والجمہیہ" کے اندر پوری وضاحت سے پیش کر چکے ہیں۔

چونکہ یہ گمراہ کن بدعات۔ جہالت۔ صفات الہی سے لاعلمی اور عناد کی وجہ سے ہیں اور ان صفات کی تکذیب کی جارہی ہے۔ جن کا ثبوت خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے دیا ہے اس لئے ان کا شمار اکبر الکبائر میں ہے۔ گو کفر سے اس کا درجہ کم سہی۔ لیکن اکبر الکبائر ضرور

ہے۔ ابلیس لعین کو یہ بدعتیں دیگر کبار کے مقابلہ میں زیادہ محبوب اور زیادہ پسندیدہ ہیں جیسا کہ بعض سلف صالح کا قول ہے۔

البدعت اھب الی ابلیس من المعصیتا دوسری معصیتوں کے مقابلہ میں شیطان کو بدعت
لان المعصیتا یتاب منها والبدعتا زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ معصیت سے توبہ ممکن
لا یتاب منها : ہے۔ اور بدعت سے توبہ ناممکن ہے۔

ابلیس لعین کہا کرتا ہے۔ "میں نے بنی آدم کو گناہوں کے ذریعہ ہلاک کیا، لیکن انہوں نے مجھے "لا الہ الا اللہ" اور توبہ و انابت اور استغفار کے ذریعہ ہلاک کیا جب میں نے معاملہ یہ دیکھا تو میں نے ان کو خواہشات کے پھندوں میں پھانسا شروع کر دیا۔ اس طرح وہ گناہ کرتے ہیں اور توبہ نہیں کر سکتے اور گناہ کو عین نیکی سمجھتے ہیں"

یہ اچھی طرح واضح ہے کہ عام گناہ خود بخود کرنے والے کے حق میں مضر ہوتے ہیں۔ لیکن بدعات کا ضرر و نقصان عام لوگوں تک محدود ہوتا ہے۔ مبتدع کا فتنہ اہل دین میں فساد ڈالتا ہے، دوسرے گناہوں کا فتنہ خواہش نفس تک محدود رہتا ہے۔ مبتدع عوام کو صراطِ مستقیم سے بھٹکا دیتا ہے اور دوسری معصیت کا ارتکاب کرنے والا ایسا نہیں کرتا۔ مبتدع پروردگار عالم کی صفات اور کمال صفات میں نقص پیدا کرتا ہے۔ لیکن مذنب و گنہگار ایسا نہیں کرتا۔ مبتدع آنحضرتؐ کی پیش کردہ صفات کے خلاف اور مناقض چیزیں پیش کرتا ہے۔ لیکن گنہگار ایسا نہیں کرتا۔ مبتدع لوگوں کی آخرت کی راہ مارتا ہے، اور غلط راہ پر لگاتا ہے۔ لیکن گنہگار ایسا نہیں کرتا۔ گو وہ خود آخرت کے راستہ میں سست رفتار ہو جاتا ہے۔

فصل

قتل کی برائیوں کے مختلف درجات توبہ کرنے سے

قتل کا گناہ معاف ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

مذکورہ گناہ کے بعد ظلم و عدوان کا درجہ ہے۔ ظلم و عدوان، عدل و انصاف کے خلاف ہے۔ اور عدل و انصاف ہی سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول و پیغمبر اسی لئے بھیجے ہیں کہ لوگوں کو قسط و عدل کی تلقین کریں۔ اور اپنی کتابیں بھی اسی لئے اتاری ہیں۔ یہاں وجہ ہے کہ عند اللہ ظلم اکبر الکبار ہے۔ اور گناہ کی عظمت کے مارجح باعتبار ظلم اور

مفاسد کے مدارج کے ہے جس درجہ کے مفاسد اسی درجہ کا ظلم ہوگا۔
 اگر ایک آدمی اپنے پیغمبر و بے گناہ بچے کو قتل کر دیتا ہے۔ حالانکہ خدا نے انسانی حیات
 اور طبیعت کچھ ایسی بنائی ہے کہ وہ بچے سے محبت کرے۔ بچہ پر رحم و شفقت کرے اور پھر ماں
 باپ کو تو خاص طور پر محبت و شفقت کا حصہ زیادہ دیا گیا ہے۔ پھر بھی وہ صرف اسے اس
 ڈر سے قتل کر دیتا ہے کہ اس کے ساتھ کھانے کا۔ پینے کا۔ اور اس کے مال میں شریک ہوگا۔ تو
 یہ قبیح ترین اور سخت ترین ظلم ہے۔ اسی طرح ماں باپ کو قتل کرنا بھی جو اس کے وجود کا سبب
 ہیں۔ اسی درجہ کا ظلم ہے۔ قتل کے مدارج باعتبار اس کی قباحت و نتائج کے مختلف ہیں۔ اگر
 مقتول نیک آدمی ہے۔ دین کی تبلیغ و تلقین کرتا تھا۔ وعظ و نصیحت سے لوگوں کو دین کی راہ بناتا
 ہے تو اس کو قتل کرنا زیادہ گناہ ہے۔ مقتول کی ان خصوصیات کے لحاظ سے قتل کے درجات مختلف
 ہوں گے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن اوہ آدمی سخت ترین عذاب کا حقدار ہوگا جو کسی
 پیغمبر کو قتل کر دے۔ یا نبی اور پیغمبر سے قتل کر دے۔ اسی کے قریب قریب جرم ہے۔ امام
 عادل اور عالم دین کو قتل کرنے کا جو لوگوں کو قسط و عدل کی تلقین کرتا ہے۔ احکام الہی کی
 پابندی کی لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔ وعظ و نصیحت سے لوگوں کو دین پر چلنے کی ہدایت کرتا ہے
 مذکورہ امور کی حیثیت۔ قلت و کثرت کے لحاظ سے اور قباحت کے جرم کے لحاظ سے مختلف
 ہوگی۔ اور اسی حیثیت کے مطابق مدارج ہوں گے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ نے کسی مومن کو عداً قتل کرنے کی سزا خلود فی النار دائمی جہنم۔ خدائے بیاد
 کا غضب اس کی لعنت۔ اور عذاب عظیم قرار دیا ہے۔ یہ سزا مومن کو عداً۔ قصداً۔ اور بالارادہ
 قتل کرنے کی ہے بشرطیکہ کوئی مانع پیش نہ آئے۔

اور اگر کسی مسلم نے اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ کسی مسلمان کو عداً۔ قصداً۔ اور
 بالارادہ قتل کرنے کے بعد قاتل اسلام قبول کر لے تو اسلام اس سزا کو روک دیتا ہے۔ یہ سزا اس
 پر نافذ نہیں ہوگی۔ لیکن بحت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو عداً۔ قصداً اور
 بالارادہ قتل کر دے۔ تو اس کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ اور اس سزا سے وہ بچ جائیگا یا نہیں؟
 اس بارے میں مسلمان سلف و خلف کے دو قول ہیں۔ امام احمد سے بھی یہی دو
 قول مروی ہیں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ تو یہ سے یہ سزا دور نہیں ہو سکتی۔ وہ یہ

دلیل پیش کر رہے ہیں کہ یہ آدمی کا حق ہے۔ اور یہ دنیا میں اپنا حق وصول نہیں کر سکا، اور قاتل اس کا حق دنیا میں اسے ادا نہیں کر سکا، اور مقتول اپنا حق قاتل سے وصول کئے بغیر نہصت ہو رہے۔ اس لئے لازمی امر ہے کہ یہ حق یوم عدلی میں وصول کیا جائے، اور ادا کیا جائے۔

یہ لوگ کہتے ہیں مقتول کے ورثا جو حق وصول کرتے ہیں۔ وہ ان کا اپنا حق ہے۔ وہ چاہیں وصول کریں، چاہیں معاف کر دیں، انہیں اختیار ہے، اگر ورثا اپنا حق وصول کرتے ہیں۔ تو مقتول کو کیا نفع پہنچتا ہے؟ اگر ورثا نے اپنے حقوق وصول کر لئے تو مظلوم مقتول پر جو مظالم ٹوڑے گئے ہیں اس کا کیا تدارک ہوا؟

مسند کے دو قولوں میں سے یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ کہ ورثا کے اپنے حقوق وصول کر لینے سے مقتول کا حق ساقط نہیں ہوگا۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ وغیرہ کے اصحاب کی بھی اس بارے میں یہی دلیل ہے،

ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ توبہ، استغفار، اور ورثا کے حقوق وصول کر لینے سے مقتول کا حق ساقط ہو جائے گا، کیونکہ توبہ کرنے سے ماقبل کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، نیز قاتل پر جب حد شرعی قائم کر دی گئی تو گناہ اور جرم کا بدلہ اس سے وصول کر لیا گیا۔

نیز یہ گروہ کہتا ہے کہ جب کفر، شرک، سحر جیسے بڑے بڑے گناہ توبہ سے محو ہو جاتے ہیں، تو پھر قتل تو اس سے کم درجہ کا گناہ ہے۔ کیوں معاف نہیں ہوگا۔ کیوں توبہ سے قتل کے اثرات محو نہیں ہو سکتے؟ اللہ تعالیٰ نے تو ان کافروں کی بھی توبہ قبول کر لی ہے، جنہوں نے خدا کے مخصوص دوستوں کو قتل کیا تھا، اور نہ صرف ان کی توبہ قبول کی ہے، بلکہ ان کو اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل کر لیا ہے، اور ان لوگوں کو جنہوں نے خدا کے خاص دوستوں کو آگ میں جلا یا، اور دین کے معاملہ میں ان کو بڑی بڑی مصیبتوں میں مبتلا کیا، خدا نے ان کو دعوت دی کہ تم توبہ کر لو۔ نیز قرآن حکیم کے اندر خدا کا ارشاد ہے۔

یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسکم
لا تقنطوا من رحمۃ اللہ، ان اللہ یغفر
الذنوب جمیعاً (سورہ زمر)

میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، سب سے اللہ تمام گناہ بخش دے گا۔

اس آیت کا حکم عام ہے، توبہ کے اندر کفر، اور کفر سے کم درجہ کے تمام گناہ آجاتے ہیں۔ بندہ توبہ کر لے تو یہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

نیز یہ لوگ کہتے ہیں جب بندہ توبہ کر لیتا ہے۔ اور گناہوں سے اپنی مغفرت مانگ لیتا ہے تو اسے گناہوں کی سزا کس طرح دی جاسکتی ہے؟ توبہ کے بعد سزا دینا شریعت الہیہ اور اصول ہزار و سزا کے قطعاً منافی ہے۔

نیز یہ لوگ کہتے ہیں قاتل جب توبہ کرتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ قاتل نے اپنی جان مقتول کے حوالہ کر دی۔ لیکن چونکہ مقتول مرجعاً نہیں ہے۔ اس لئے اس کے حوالہ کرنا غیر ممکن ہے اس لئے شارع نے مقتول کے ورثا کو اس کا قائم مقام کر دیا۔ جب اس نے مقتول کے ورثا کے حوالے اپنی جان کر دی تو گویا مقتول ہی کے حوالے کر دی۔ جس طرح مرنے والے کا مال اس کے ورثا کو دے دیا گیا تو وہ ادا ہو جاتا ہے۔ وراثت کو دے دینے کے معنی یہی ہیں کہ مورث کو دے دیا گیا۔

اصل مسئلہ کی پوری پوری تحقیق و وضاحت یہ ہے کہ قتل کے ساتھ تین قسم کے حقوق وابستہ ہوتے ہیں۔ حق اللہ۔ حق مقتول۔ حق ولی۔ اگر کوئی قاتل برضا و رغبت اپنے اختیار سے اپنی جان مقتول کے حوالے کر دیتا ہے اور اپنے اس فعل پر فادم اور پشیمان ہے۔ خوف الہی سے اس کا دل لرز اٹھا ہے۔ اور توبہ نصوح کر رہا ہے تو یقین ہے کہ توبہ سے حق اللہ معاف ہو جائیگا اور جب مقتول کا ولی اپنا حق وصول کر لیتا ہے یا اس سے مصالحت کر لیتا ہے۔ یا معاف کر دیتا ہے تو حق ولی بھی معاف ہو جائے گا۔ اب باقی رہا مقتول کا حق۔ تو جب قاتل نے توبہ کر لی۔ نیکو کار بن گیا۔ تو قیامت کے دن خدا اپنی جانب سے مقتول کو معاوضہ دے دیگا۔ اور قاتل و مقتول میں مصالحت کرا دے گا۔ اس طرح کرنے سے نہ تو مقتول کا حق مارا جائے گا نہ توبہ کرنے والے کی توبہ رائیگاں جائے گی۔

اب زامال کا مسئلہ تو اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے اگر کسی دیندار قرضدار نے مال کے اصل مالک کے مرجعہ کے بعد مالک کے وارثوں کو وہ مال ادا کر دیا۔ تو قرضدار آخرت میں اسی طرح قرض سے بری الذمہ ہو جائے گا۔ جس طرح دنیا میں ادائیگی کے بعد بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے نہیں۔ بلکہ جس پر ظلم ہوا ہے۔ جس کا مال لیا ہے۔ قیامت کے دن اس کا مطالبہ علی حالہ باقی ہی ہے گا۔ اور اس دن وہ اپنی چیز وصول کرے گا۔ ورثا کے وصول کرنے سے جو ظلم کہ اس پر ہوا ہے۔ اس کا تدارک قطعاً نہیں ہو سکتا۔ مال کا اصل مالک اپنی عمر کی آخری

ساعتوں تک قرضدار کی نادمندگی کی وجہ سے اپنے مال سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ مرنے تک وہ اس سے محروم رہا۔ یہ ایسا ظلم ہے کہ اس کا تدارک ہی نہیں ہو سکتا۔ مرنے کے بعد اس کے ورثا کو دیا گیا تو ورثا معتقد ہو رہے ہیں۔ اس کی ذات کو کیا فائدہ پہنچا؟

اس گروہ نے اس مسئلہ کی بنیاد اس مسئلہ پر رکھی ہے۔ کہ ایک ملکیت اور مالیت کے مالک متعدد ہیں۔ لیکن اس کی صورت یہ ہو گئی ہے کہ یہ مال ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اور وارث اس کے بہت سے ہیں۔ اس صورت میں مطالبہ کا حق تمام کو ہے۔ کیوں کہ ہر وارث اپنے حصہ کا حقدار ہے۔ قبضہ دار کا فرض تھا کہ وہ ہر ایک کو اس کا حصہ دے دیتا۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے شاگردوں کا اس بارے میں یہی مسلک ہے۔

میرے استاد حضرت شیخ ابن تیمیہؒ ان ہر دو گروہ کے مسلک سے الگ ایک دوسرا فیصلہ فرماتے ہیں۔ ایک مورث دوسرے سے مال کا قبضہ لے سکتا تھا۔ مطالبہ کر سکتا تھا۔ پھر بھی اس نے یہ مال وصول نہیں کیا۔ تاہم کہ وہ مر گیا تو اس صورت میں آخرت میں ورثا کو موٹ سے مطالبہ کا حق باقی رہے گا۔ جیسا کہ دنیا میں حاصل تھا۔ اور اگر وصول کرنے سے مطالبہ کرنے کی اس میں قدرت و استطاعت ہی نہ تھی۔ ظلم و عدوان درمیان میں حاصل تھا۔ تو اس صورت میں قیامت کے دن مطالبہ کا حق صرف مورث کو ہو گا۔ اس مسئلہ کی بہترین تفصیل و توضیح ہے کیونکہ جب ظالم سب مال کو ہلاک کر لویتا ہے۔ اور مورث کے پاس اس کا حق پہنچنے ہی نہیں دیتا اور اس پر اس کا وصول کرنا و شوار کر دیا تو اس مال کی نوعیت اس غلام کی سی ہو گئی کہ کسی نے اس کے غلام کو قتل کر دیا یا اس گھر کی سی ہو گئی جسے کسی نے جلا دیا۔ یا اس کھانے پینے کی سی ہو گئی جسے کسی نے زبردستی کھا پی لیا۔ ان صورتوں میں درحقیقت مال مورث کے حق میں تلف ہوا ہے نہ کہ وارث کے حق میں۔ اور قیامت میں اس کے مطالبہ کا حق بھی صرف اسی کو ہو گا جس کی ملکیت تلف ہوئی۔ اور ملکیت اس مورث کی ہے نہ اس کے ورثا کی۔

اب مسئلہ کی شکل یہ ہو گی کہ اگر مال از قسم عقار و زمین ہے۔ یا کوئی ایسی مالیت و ملکیت ہے جو اس مورث کے مرنے کے بعد قائم اور باقی ہے۔ تو وہ مورث کے ورثا کی ملکیت ہے غاصب کا فرض ہے کہ موٹ کے ورثا کو اسی وقت یہ مال واپس کر دے۔ اگر اس نے مورث کے ورثا کو مال واپس نہ کیا تو قیامت کے دن یہ ورثا اس مال کے مطالبہ کا حق رکھتے ہیں۔ جس طرح کہ دنیا میں مطالبہ کے حقدار تھے۔ سوال کی یہ صورت اس قدر قوی ہے کہ اس سے مخلصی ناممکن ہے۔ دلیل نہایت

ٹوی ہے۔ ہاں البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس صورت میں مطالبہ کا حق مورث کو بھی ہے اور ورثا کو بھی تمام کو مطالبہ کا حق پہنچتا ہے جس طرح کہ کسی غاصب ظالم نے ایک گروہ کا مشترکہ مال غصب کر لیا تو گروہ کے تمام افراد کو اپنے اپنے حق کے مطالبہ کا حق ہے۔

اور جس طرح کہ کوئی آدمی کسی ایسے وقت کا منتولی بن گیا جو کئی خاندانوں پر وقت کیا گیا ہے اس نے تمام کے حقوق ضائع کر دیئے تو قیامت کے دن یہ سب کے سب اس سے مطالبہ کا حق رکھتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کچھ کو مطالبہ کا حق ہوگا اور کچھ کو نہیں۔ واللہ اعلم

فصل

ایک انسان کا قتل گویا تمام بنی نوع انسان کا قتل ہے

انسان کو قتل کرنے کے مفاسد نہایت ہی اہم اور خطرناک ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

من اجل ذالك كتبنا على بني اسرائيل
انما من قتل نفساً بغير نفس او فساد في الارض
فكانما قتل الناس جميعاً
فكانما احيى الناس جميعاً
اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے متعلق لکھ دیا
تھا کہ جو شخص کسی کو بغیر کسی جان کے عوض اور
بغیر زمین میں فساد پھیلانے کے قتل کرے گا۔ تو
گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اور جس
نے ایک کو مرنے سے بچا لیا اس نے گویا سب
آدمیوں کو بچا لیا۔

(مائدہ)

قتل کے اثرات اور مضرتیں چونکہ نہایت ہی خطرناک اور ہمہ گیر ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تشبیہ دی ہے۔ لیکن بہت سے علماء کو اس آیت کے سمجھنے میں اشکال اور متغیر رہا ہے چنانچہ کہنے لگتے ہیں کہ سو آدمیوں کا قتل کرنا عند اللہ ایک آدمی کے قتل سے کہیں بڑا گناہ ہے، پھر اس تشبیہ کے کیا معنی؟ جب یہ اشکال پیش آتا ہے تو اپنے خیالات کے مطابق آیت کی تاویل کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں یہ تشبیہ گناہ اور عقوبت گناہ کے متعلق ہے۔ ایک آدمی کو قتل کرنے کی سزا اور گناہ وہی ہے جو سارے نوع انسانی کو قتل کرنے کی سزا اور گناہ ہے۔ لیکن قرآن کا سیاق و سباق اس معنی پر دلالت نہیں کرتا۔ ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام باتوں میں یہ دونوں چیزیں مساوی ہوں۔ اور تمام احکام میں دونوں

پہنچیں برابر ہوں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

كانهم يوم يرون نهارهم يلبثوا الا عشية او صبحا ها :

جس روز لوگ قیامت کو دیکھ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ بس دنیا میں ایک شام یا اسکی ایک صبح رہے ہیں۔

(نازعات)

اور ارشاد فرماتا ہے۔

كانهم يوم يرون ما يوعدون لم يلبثوا الا ساعتا من نهار :

اس دن یہ اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو معلوم ہوگا کہ صرف ایک گھڑی دنیا میں وہ ٹھہرے تھے۔

(احقاف)

ان آیتوں میں دنیا کی زندگی کی جو مثال اور تشبیہ دی گئی ہے۔ اس کے یہ معنی قطعاً نہیں کہ لوگ صرف اتنی ہی مقدار دنیا میں رہے۔ اس قسم کی مثال و تشبیہ اعاذیث کے اندر بھی موجود ہیں۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

من صلی العشاء فی جماعة فکانما قام نصف اللیل۔ ومن صلی الفجر فی جماعة فکانما قام اللیل کما۔

جس نے نماز عشاء جماعت کے ساتھ ادا کی گویا وہ آدھی رات تک نماز پڑھتا رہا۔ اور جس نے نماز فجر جماعت سے ادا کر لی تو گویا وہ تمام رات نماز پڑھتا رہا۔

یعنی نماز عشاء اور نماز فجر جماعت سے ادا کی گئی تو گویا ساری رات نماز میں گزار لی گئی۔ ایک دوسری حدیث میں اس سے بھی زیادہ صراحت و وضاحت موجود ہے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

من صام رمضان۔ واتبعنا ستا من شوال فکانما صام المدھر اور ایک دوسری حدیث میں مروی ہے۔

من قرأ قل هو الله احد فکانما قرأ ثلث القرآن

جس نے قل هو الله احد کی سورۃ پڑھی گویا اس نے ایک تہائی قرآن پڑھ لیا۔ یہ اچھی طرح واضح ہے کہ ان اعمال کی انجام دہی کا ثواب اصل مشبہ بہ کے ثواب کے برابر ہے۔ ثواب کی مقدار میں مشبہ بہ مساوی نہیں ہو سکتے۔ اگر مقدار ثواب میں مشبہ۔ اور مشبہ بہ

مساوی ہوں تو عشاء اور فجر کی نماز جس نے جماعت کے ساتھ ادا کر لی اس کے لئے تہجد وغیرہ پڑھنا بالکل بے سود ہے۔ خواہ مخواہ اس کی زحمت و تکلیف کیوں گوارا کی جائے؟ تو معلوم ہوا کہ اللہ کے وہ معنی نہیں جو یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ایک انسان کو قتل کرنا کبھی نوع انسانی کو قتل کرنے کے برابر ہے۔ دونوں کا گناہ اور عقوبت برابر ہے۔ بات اصل یہ ہے کہ ایمان خدا کی ایک زبردست نعمت ہے۔ لیکن ایمان کے بعد بڑی سے بڑی نعمت کتاب اللہ۔ کتاب الرسول کی فہم و ادراک ہے۔ و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

حیث آیت کا یہ مطلب نہیں جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس تشبیہ و تمثیل کے معنی کیا ہیں؟ کس بات میں تشبیہ و تمثیل دی گئی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس تشبیہ کی متعدد وجوہ ہیں۔

اول: یہ کہ دونوں کے دونوں اللہ اور اللہ کے رسول کے نافرمان ہیں۔ دونوں کے دونوں اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم کے خلاف اقدام کرنے والے ہیں۔ دونوں کے دونوں خدا کی عقوبت و سزا میں اپنے کو پیش کر رہے ہیں۔ دونوں کے دونوں غضب الہی، لعنت خداوندی کے حقدار اور خلود فی النار، دائمی جہنم کے مستحق ہیں۔ دونوں کے لئے سخت سے سخت عذاب تیار کیا گیا ہے اگرچہ عذاب کے مدارج مختلف اور متفاوت ہیں۔ ایک شخص کسی نبی، پیغمبر یا امام عادل، یا کسی عالم باعمل کو قتل کرتا ہے۔ جو لوگوں کو عدل و انصاف، اتباع حق کی تلقین و تبلیغ کرتا ہے تو اس کا گناہ، اور جرم جیسا قدر بھاری اور سخت نہیں ہوگا جیسے وہ کسی عامی آدمی کو قتل کرتا تو اس کا گناہ اور جرم ایسا خفہ ہوتا۔

دوم: قتل کرنے میں دونوں کے دونوں مساوی ہیں۔ دونوں کے دونوں خون حرام کے مرکب ہیں۔

سوم: دونوں کے دونوں قتل حرام کے مرکب ہیں۔ دونوں کے دونوں مستحقان کے محض فساد تحصیل مال کی غرض سے قتل نفس کا اقدام کیا ہے۔ اور جس نے اپنی مخصوص غرض کے ماتحت ایک جان کو قتل کرنے کی جرات کی۔ وہ اسی غرض کے ماتحت ہر اس شخص کو قتل کرنے کی جسرات کر سکتا ہے جس کے قتل کرنے سے ۱۵ اپنی یہ غرض پوری کیڑ سکے۔ اور اس لئے حقیقتاً وہ ساری نوع انسانی کا دشمن ہے۔

چہارم: ایک آدمی کو قتل کرنے والے کو بھی قتل، ظالم، ناسق، عاصی، مجرم

کہا جائے گا۔ اور سارے انسانوں کے قاتل کو بھی انہی اسماء و اوصاف سے یاد کیا جائے گا۔
پنجم۔ ایمان والوں کی شان اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ یا ہی موت۔ محبت
 تراحم۔ تعاطف۔ صلہ رحمی وغیرہ میں تمام اہل ایمان جسم واحد کی طرح ہیں کسی ایک عضو کو
 بھی کوئی شکایت اور تکلیف پہنچتی ہے۔ تو سارا جسم درد محسوس کرتا ہے اور سارا جسم بخار
 بے چینی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب کسی قاتل نے اہل ایمان سے اس جسم سے کسی ایک عضو کو
 کاٹ ڈالا۔ ایک مومن کو قتل کر دیا۔ گویا اس نے پورے جسم کو تلف کر دیا۔ جسم کے سارے
 اعضاء کو الم و تکلیف میں مبتلا کر دیا۔ پس جن نے ایک مومن کو تکلیف دینا پہنچائی۔ اس نے
 تمام اہل ایمان کو تکلیف دینا پہنچائی۔ اور یہ بانگل واضح ہے کہ اہل ایمان کو تکلیف د
 ایذا پہنچانا پوری نوع انسانی کو تکلیف دینا پہنچانے کے مترادف ہے کیونکہ ایمان والوں
 سے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا سے ظلم و عدوان کی لعنت کو مٹانا چاہتا ہے۔

غور کرو کسی غیر مسلم متعاہد قوم سے کسی ایک نفر کو تکلیف دینا پہنچائی جائے تو اسلام
 میں اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ خود مسلمانوں کو تکلیف دینا پہنچائی گئی۔
 نیز آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

او قتل نفس بغير حق الاکان علی ابن
 آدم کفل منها۔ لانه اول من سن
 القتل؛
 جب کوئی جان ہلا کسی استحقاق کے قتل کر دی جائے
 تو آدم کے پہلے رطے کے کو جس نے سب سے پہلے یہ
 جرم کیا تھا اس قتل سے جرم سے حصہ لے گا۔ کیونکہ
 قتل کا طریقہ اسی نے سب سے پہلے جاری کیا

قتل میں وہ خرابیاں ہیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔ اور اسی لئے قرآن میں ایک جان کے
 قتل کو سارے نوع انسانی کو قتل کرنے کے مشابہ قرار دیا ہے۔ قاتل کیلئے جو وعید وارد ہوتی ہے سب سے
 پہلے زانی سے پہلے ساری سب سے پہلے شراب خور کیلئے بھی وارد نہیں ہوتی۔ نیز اولین قاتل کے
 مقابلہ میں اس قسم کی وعید کا مستحق وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے شرک کی ایجاد کی۔ لیکن ایک
 آدمی سے شرک کو سارے نوع انسانی کا شرک قرار نہیں دیا گیا۔ حالانکہ سب سے پہلے شرک
 کرنے والے سے متعلق آنحضرتؐ نے یہ خبر دی ہے کہ اپنے عمر و بن لحي خزاعی کو دیکھا کہ اسے جہنم میں
 سخت عذاب پہنچا جا رہا ہے کیونکہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین اسی نے
 تبدیل کیا تھا۔ اور اس بارے میں خود اللہ تعالیٰ کا بھی یہ ارشاد ہے۔

ولا تکلوا اول کافرین: (بقرہ) اور سب سے پہلے تم ہی قرآن کے منکر نہ بنو۔

یعنی تم پہلے کافر نہ بنو کہ تمہارے بعد والے تمہاری تقلید میں کفر کی راہ اختیار کریں۔ اور ان کفر کرنے والوں کا گناہ تم پر بھی لاوا جائے۔

اور یہی حکم اس شخص کے لئے بھی ہے جو دین کے بارے میں کوئی ایسا برا طریقہ جاری کرے جس کی لوگ بعد میں پیروی کریں۔

غرض اقل سخت ترین جرم ہے اور اس کے مفسد نہایت خطرناک ہیں چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

بیمیتی المقتول بالقاتل یوم القیامة
ناصیتہ وراسہ بیدۃ۔ واداجہ
تثمنہ دماً۔ یقول۔ یا رب سل هذا
فیہ قتلنی؟

قیامت کے دن مقتول اپنے قاتل کو اس شان سے
خدا کے حضور میں لائیکا۔ کہ اس کی پیشانی اور سر
اس کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اور اس کی شہ رگوں سے
خون کی دھاریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ کہے گا
اے پروردگار اس سے پوچھ لے اس نے مجھے
کیوں قتل کیا ہے؟

اس موقع پر لوگوں نے حضرت عباسؓ سے سنا لیا تو بہ کا ذکر کیا کہ اگر کسی نے توبہ کر لی تو؟
حضرت ابن عباسؓ نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔

ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ جہنم
خالداً فیہا۔ (نہ)

اس کے بعد فرمانے لگے یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی۔ نہ تبدیل ہوئی ہے۔ مومن کے قاتل کیلئے
توبہ کہاں؟ امام ترمذیؒ اس حدیث سے متعلق فرماتے ہیں ہذا حدیث من

اور صحیح بخاری میں حضرت عمر بن عبد العاصؓ سے مروی ہے کہ

اول ما ینتقن من الانسان بطنہ فمن
استطاع منکران لایاکل الاطیباً
فلیفعل۔ ومن استطاع ان لا یجول
بینہ و بین الخبثۃ صل کف من د
اھرقہ فلیفعل:

سب سے پہلے انسان کا شکم بدبودار ہوتا ہے
پس چاہیے کہ تم طیب اور پاک غذا کھاؤ۔
اور تم میں سے جو استطاعت رکھے۔ خون کا
ایک چلو بھی اپنے اور جنت کے درمیان حائل
نہ ہونے دیوے۔

اور جامع ترمذی میں حضرت نافعؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں ایک روز حضرت
عبداللہ بن عمرؓ نے کعبۃ اللہ کی طرف اپنی نگاہ اٹھائی اور فرمایا۔

ما أعظمك . وأعظم حرمتك وألمن
عند الله أعظم حرمتك
تیری عظمت بہت سی بڑی ہے تیری حرمت
بہت سی عظیم الشان ہے لیکن مومن کی حرمت
خدا کے یہاں تجھ سے بہت زیادہ ہے۔

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔ ہذا حدیث حسن
نیز صحیح بخاری میں انہی حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

لا يزال المؤمن في فسحة من دينه
ما لم يصب دماً حراماً
مومن اپنے دین کی وجہ سے بڑی وسعت میں ہے
جب تک کہ اس نے کوئی حرام خون نہیں بہایا۔

نیز اسی صحیح بخاری سے اندازاً انہی حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔

من ودطأت الامور التي الاخرج
من او قح نفساً فيها . سقط الدم
المحرام بغير حلل
وہ بھنود جس میں انسان اپنے آپکو پھنسا کر کبھی اس
سے نکل نہیں سکتا۔ یہ ہے کہ بغیر کسی ہلت کی
وجہ سے حرام خون بہا و سکے۔

صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ مرفوع حدیث مروی ہے۔

سباب المؤمن فسوق . وقتاله كفر
نیز انہی دو کتابوں کے اندر مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

لا ترجعوا بعدى كفاراً يهرب بعضكم
ذقاب بعض
میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے
کی گروں مارنے لگو۔

اور صحیح بخاری کے اندر مروی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا۔

من قتل معاهداً . لم يرح رائحت
الجنت وان ریحها يرح من مسيرة
اربعين عاماً
جس نے کسی معاہدہ کرنے والے کو قتل کیا تو وہ
جنت کی بو تک نہیں پاسکے گا۔ حالانکہ جنت کی
خوشبو چالیس سال کی مسافت سے بھی پہنچ
جاتی ہے۔

نقد کرد یہ اس آدمی کی سزا ہے جس نے خدا کے دشمن کو قتل کیا ہے۔ ہاں یہ صرف اتنی
ہے کہ اس سے معاہدہ کیا گیا تھا اور ہم ایسے اپنے عہد و ذمہ۔ اور امان میں لے چکے ہیں۔ ہاں یہ

پھر کسی مومن بندے کو قتل کر نیکاً جرم کیا۔ اور کیسا ہوگا۔

اور ایک عورت صرف اس لئے جہنم میں ڈال دی جاتی ہے کہ اس نے ایک بلی کو بھوکا پیاسا ہاندھ رکھا تھا اور وہ بلی اسی حالت میں مر گئی آنحضرتؐ نے اس عورت کو اس حال میں دیکھا کہ بلی اس کا منہ۔ اور سینہ نوچ نوچ کر کھا رہی ہے بتلاؤ اس شخص کا کیا حال ہوگا جو کسی مومن کو بلاوجہ مقید و محبوس کر دے اور وہ اسی قید و حبس میں مر جائے۔

بعض سنن میں مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

لذاول الدنیا اھون علی اللہ من
ساری دنیا کا ختم ہو جانا مومن کے ناحق خون
قتل مومنہ بغیر حق سے
سے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

فصل

زنا عظیم ترین مفسد کا منبع ہے۔ نظام عالم کی برہمی و نساب

کی بے حسرتی عصمت و عفت کی بربادی کا موجب ہے

زنا کے مفسد، نہایت خطرناک ہیں۔ اس سے دنیا میں بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ایسی خرابیاں جو مصامت نظام عالم، حفظ نساب، تحفظ آبرو، حیانت و حرمت اور عفت و عصمت کے سراسر خلاف اور منافی ہیں۔ ہر انسان کی بی بی بیٹی بہن، ماں کی عصمت خطرے میں پڑ جاتی ہے اور اس لئے سخت ترین عداوتیں اور بعض و کینہ پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ زنا ان تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ اور ان خرابیوں سے بچنے کی راہ میں زبردست روڑھے ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ زنا سے دنیا بھر کی خرابیاں وابستہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قتل و خونریزی کے مفسد کے بعد زنا کے مفسد کا درجہ ہے۔ اور اسی لئے قتل کے گناہ کے بعد زنا کے گناہ کا درجہ رکھا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اللہ کے رسول نے اپنی سنت میں قتل کے ساتھ ہی ساتھ زنا کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ تم پہلے پڑھ چکے ہو۔

امام احمدؒ کا قول ہے۔

(۱) غابلسایمان ابن قیم اپنے شیخ ابن تیمیہ کے واقعہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ قلعہ دمشق میں وہ بند

کر دیئے گئے تھے تا آنکہ اسی میں انہوں نے انتقال کیا۔

لا اعلم بعد قتل النفس شيئاً اعظم
من الزنا۔
قتل نفس کے بعد زنا سے بڑا گناہ میں کسی گناہ
کو نہیں سمجھتا۔

اور اللہ تعالیٰ زنا کی حرمت و ممانعت کی توضیح و تاکید کس قدر وضاحت کے ساتھ پیش
فرماتا ہے؟ ارشاد ہوتا ہے۔

والذین لا يدعون مع الله الها آخر
ولا يقتلون النفس التي حرم الله۔
الا بالحق ولا يزلون؛

وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو شریک
کر کے عبادت نہیں کرتے اور نہ خلاف حق کسی
ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں۔ جن کا قتل کرنا

(الایت سورہ فرقان)

خدا نے حرام کر دیا ہے۔ اور نہ زنا کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ اس آیت میں زنا کو شرک اور قتل نفس کے ساتھ بیان فرما رہا ہے اس

جرم کی سزا اللہ تعالیٰ نے خلوفی النار۔ اور سخت ترین ذلت آمیز عذاب قرار دی ہے اور بندہ
جب تک اس سزا کے موجب اور سبب کو توبہ نصوح اور ایمان اور عمل صالح سے دفع نہ کر
دے اس جرم کی سزا سے رستگاری ممکن نہیں۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولا تقربوا الزنا۔ انما كان فاحشاً
وساء سبيلاً (سورہ بنی اسرائیل)
اور زنا کے پاس بھی نہ جاؤ۔ وہ بے جہائی اور
بری راہ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے۔ کہ ثانی نفسہ ایک فحش اور بیچ فعل ہے اور ظاہر ہے
زنا ایک انتہائی درجہ کی فحاشی ہے جس کا قبیح ہونا۔ تمام انسانی عقول میں راسخ ہو چکا ہے تا آنکہ
بعض جانوروں تک پہنچ سکی فحاشی مسلم ہے۔ جیسا کہ امام بخاری کی ایک روایت سے پتہ
چلتا ہے صحیح بخاری کے اندر عمر بن مہیون الادوی سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

رأيت في الجاهلية قرداً زناً بقردة
فاجتمع القرد عليها فوجسوها؛
جاہلیت کے زمانے میں میں نے دیکھا تھا ایک بندہ
نے ایک بندہ یا کے ساتھ زنا کیا اس وقت
بہت سے بندہ صبح ہوئے اور بندہ بندہ پادلو
کو انہوں نے پھر مارے تا آنکہ دوڑوں مر گئے

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت سے اندر زنا کی فحاشی بیان فرماتے کے بعد ہی یہ فرمایا۔

وساء سبيلاً؛
زنا بہت ہی بری راہ ہے۔

کیونکہ زنا دنیا میں بھی ہلاکت و تباہی اور قہر و مذلت کی راہ ہے اور آخرت میں بھی۔ آخرت

میں بھی عذاب۔ رسوائی۔ ذلت۔ خدا کی پھٹکار زانی کے لئے لازمی ہے۔

اور چونکہ باپ کی بی بی سے نکاح کرنا حد سے زیادہ قبیح اور مذموم ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر قرآن میں اس کی مذمت فرمائی۔ فرمایا۔

انما کان فاجشتہ و متعنا و سار سبیلہ
وہ بے جیاتی ہے اور خدا کی خفگی کی چیز ہے۔
(سورہ نساء) اور بری راہ ہے۔

دوسرے مقام میں بندوں کی فلاح و نجات اللہ تعالیٰ نے شرمگاہوں کی حفاظت کے ساتھ معلق فرمائی ہے۔ فرماتا ہے۔

قد افلح المؤمنون۔ الذین ہجروا فی
صلواتہم خاشعون ہ والذین ہم
عن اللغو معرضون ہ والذین ہم
للزکوۃ فاعلون ہ والذین ہم لفرجہم
حافظون ہ الاعلیٰ ازواجہم اوما
ملکت ایمانہم فالہم فیرملو منہ ہ
فمن ابتغی وراء ذالک فاوالا لک
ہم العادون: (سورۃ المؤمنون۔ آیت نمبر ۱۰)

بلاشبہ وہ ایمان والے کامیاب ہوئے۔ جو
اپنی نماز میں خشوع کرنیوالے ہیں۔ اور جو بیہودہ
باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اور جو زکوٰۃ ادا
کرنیوالے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کو بچانے
والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں یا لونڈیوں کے تو
وہ قابل ملامت نہیں ہیں اور جس نے اسکے
سوا کوئی اور راہ اختیار کی وہی لوگ زیادتی
کرنیوالے (مگراہ) ہیں۔

یہ آیت تین امور پر مشتمل ہے۔

اول۔ جو آدمی شرمگاہ کی حفاظت نہیں کرتا۔ وہ فلاح سے محروم ہے۔

دوم۔ وہ آدمی ملومین سے ہے۔ ملامت اور پھٹکار اس کے حصہ میں آتی ہے۔

سوم۔ وہ آدمی نادین میں سے ہے یعنی زیادتی کرنیوالا، غلط کار اور مگراہ ہے۔

پس جو آدمی شرمگاہ کی حفاظت نہیں کرتا۔ وہ اپنے لئے فلاح کا دروازہ بند کر دیتا ہے

عدوان و زیادتی کرنیوالوں کی فہرست میں اپنا نام درج کراتا ہے۔ اور اپنے کو ملامت و پھٹکار
کے گڑھے میں گرا دیتا ہے۔

غور کرو شہوت کی تکلیف اور اس کی پریشانیوں کے مقابلہ میں یہ تکالیف اور یہ

پریشانیاں کس قدر ناقابل برداشت ہیں۔ اور شہوت کی تکالیف کے مقابلہ میں کس قدر

آسان ہیں؟

اس آیت کا طرز استدلال ویسا ہی ہے جیسا کہ قرآن حکیم کے اندر کسی دوسرے مقام پر خدا نے انسان کی ناشکر گزاری کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان بڑا بے صبر اور ناشکر گزار پیدا کیا گیا ہے۔ نہ وہ تکلیف کے موقع پر صبر کرتا ہے نہ خیر و فلاح کے موقع پر شکر۔ جب اُسے خیر۔ اور بھلائی نصیب ہوتی ہے۔ تو مال اور پیسے کی محبت میں مست ہو جاتا ہے۔ بخل اختیار کر لیتا ہے۔ ہاتھ تنگ کر لیتا ہے۔ اور جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور کچھ نقصان ہو جاتا ہے۔ تو جزرع و فرزع کرنے لگتا ہے۔ گھبرا جاتا ہے اور ہائے وائے کرنے لگتا ہے۔ اور نجات و فلاح پانے والے بندے وہی ہوتے ہیں جو ان باتوں سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ اور ان مذموم اوصاف سے پاک صاف ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی طرح۔ اسی طرز بیان کے ساتھ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نجات و فلاح پانوالوں کا ذکر کرتا ہے۔

الذین هم لفرد جہم حافظون۔ الا
علیٰ ادواجہم۔ او ما ملکت ایمانہم
خالنہم غیر ملومین۔ فمن اتبعنی وراہ
ذالک فاولئک ہم العادون؛
اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں
سوائے اپنی بیبیوں اور اپنی باندیوں کے تو اس
صورت میں ان پر کوئی طامت نہیں۔ ہاں جو
لوگ اس کے علاوہ ہوس کریں گے وہ حد سے
تجاوز کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ وہ ایمان والوں کو کہیں کہ نامحرم عورتوں سے
وہ اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اپنی شرمگاہوں کی پوری پوری حفاظت کریں۔ اور انھیں سمجھا دیں
کہ اللہ تعالیٰ انکے اعمال و کردار کو دیکھ رہا ہے اور ان کی ہر چیز سے باخبر ہے۔
یعلم خائنة الاعین وما تخفی الصدور
خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور سینے جو کچھ
چھپاتے ہیں خدا خوب جانتا ہے۔

چونکہ ہمہ قسم کی بد عملیوں اور بد کرداریوں کی ابتداء رنگاہ سے ہوتی ہے۔ اس لئے خدا نے
شرمگاہ کی حفاظت سے پہلے آنکھ کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ دنیا کے تمام حوادث و واقعات
کا مبداء رنگاہ ہے جس طرح کہ بڑی سے بڑی آگ کا مبداء ایک ننھی سی چنگاری ہوتی ہے چنانچہ
غور کرو۔ شہوت سب سے پہلے آنکھ کو مجروح کرتی ہے۔ اس کے بعد دل کی طرف رُخ کرتی ہے
اور دل میں خطرات جگہ بناتے ہیں۔ پھر انسان کے قدم کی طرف رُخ کرتی ہے۔ اور وہ
گناہ کی طرف اقدام کرنے لگتا ہے۔ اس کے بعد گناہ سرزد ہوتا ہے۔ اور اسی بنا پر بعض بزرگوں

نے کہا ہے۔

من حفظ هذه الاربعة - احذ حينه
المخطات - والمخطوات - واللفطات
والمخطوات
جس نے ان چار چیزوں کی حفاظت کر لی اس نے
اپنا دین محفوظ کر لیا۔ لخطات یعنی نگاہ خطرات
(خیالات) الفاظ اور قدم۔

پس دندے کا فرض ہے کہ وہ ان چار دروازوں کی پوری پوری حفاظت کرے۔ ان پوچوں
کی پوری پوری مستعدی کے ساتھ نگرانی کرے۔ کیونکہ ان کا دشمن انہی کین گاہوں اور انہی
پوچوں سے اندر داخل ہوتا ہے۔ اور اسکی آبادیوں کو تاراج اور تباہ و برباد کرتا ہے۔

فصل

معاصی اور گناہ کی راہیں کس طرح بند کی جائیں
نگاہ تکالیف اور حسرتوں کا سبب ہوتی ہے

معاصی اور گناہ اکثر و بیشتر انہی چار راستوں سے آتے ہیں جو اوپر بیان کئے گئے ہیں
ہم ان میں ہر ایک کو ایک جدا گانہ فصل میں پیش کرتے ہیں۔

لخطات۔ یعنی نظر و نگاہ تمام برائیوں کا پیش خیمہ ہے۔ نظر و نگاہ کی حفاظت میں شرمگاہ
کی حفاظت ہے۔ جو آدمی نگاہ کو آزاد و بے لگام کر دیتا ہے۔ نگاہ اُسے تباہی و ہلاکت کے
گڑھے میں لے جا کر ڈال دیتی ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

يا على! اتتبع النظرة النظرة فانما
لك الاولى وليمت لك الثانية؛
اے علی! کسی پر لیک ایک نظر پڑ جائے۔ تو پھر
دوبارہ اور نگاہ نہ ڈالو۔ پہلی نظر تو تمہارے
لئے معاف ہو سکتی ہے۔ لیکن دوسری نگاہ تمہارا
نہیں ہو سکتی۔

اور مسند میں آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

النظرة سهم مسموم من سهام ابليس
نگاہ ابلیس کا زہر میں سمجھا ہوا تیر ہے۔

جو آدمی محض رضامندی کی خاطر کسی عورت یا مرد کے محاسن اور خوبصورتی سے آنکھیں
پھیر لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو عبادت کی حلاوت اور شیرینی سے بھر دیتا
ہے۔ اور یہ ایک حدیث کے معنی ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔

اپنی آنکھیں نیچی رکھو اور اپنی شرمٹکا ہوں کی
حفاظت کرو۔

عضو البصار کم۔ واحفظوا فروجکم

نیز آپ نے ایک مرتبہ فرمایا۔

راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔

ایاکم والجلوس علی الطرقات :

صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ ہماری مجلسیں ہوا کرتی ہیں۔ راستوں پر بیٹھنے بغیر

چارہ نہیں ہوتا۔

اگر تمہیں ایسا کرنا ضروری ہی ہو تو پھر راستہ

فان کفتم لابد فاعلین فاعطرا

کے حقوق ادا کیا کرو۔

الطریق ختمہ

صحابہ نے عرض کیا۔ راستہ کے حقوق کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا۔

آنکھ پست رکھنا۔ ایذا رسانی سے بچنا۔ اور

عض البصر۔ وکف الاذی۔ واد

سلام کا جواب دینا۔

السلام :

حوادث اور مصائب و آلام جو عموماً انسان کو پیش آتے ہیں۔ انکی اصل جو نظر و نگاہ

ہے۔ نظر و نگاہ خطرات قلب کا موجب ہوتی ہے تو ارادہ وقوع میں آتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ

ارادہ میں سختگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور بالآخر ارادہ عزیمت جاہل بن جاتا ہے۔ اس سے بعد

فعل کا عملی شکل میں وقوع پذیر ہونا لابدی ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی چیز مانع نہیں ہے تو فعل

عملی صورت اختیار کر کے ہی رہتا ہے اور اسی بنا پر کسی صاحب بصیرت نے فرمایا ہے۔

آنکھ بند کرنے کی تکلیف پر صبر کر لینا۔ اس

الصبر علی عضو البصر۔ الیصر من

تکلیف پر صبر کرنے سے بہت آسان ہے جو

الصبر علی المر بعدہ :

کرنے کے بعد ہوتی ہے۔

اور اسی بنا پر کسی شاعر نے کہا ہے۔

ومعظم النار من مستصغر الشرر

کل الحوادث مبداها من النظر

اور بڑی آگ چھوٹی چنگاری سے ہی لگتی ہے

تمام حوادث کا مبدا نظر ہے۔

کمیلخ السهم بین القوس والوتر

کم نظرة بلغت فی قلب صاحبها

جس طرح کمان اور چلیہ میں تیر بیچھا جاتا ہے۔

کتنی نگاہیں نظر کر نیوالے کے قلب میں اس طرح بیچھا جاتی ہے۔

والعبد ماد امر ذل طرف یقلبہ
آدمی آنکھیں ادھر ادھر مارتا رہتا ہے
یسر مقلتہ ما ضرر مہجبتی
آنکھوں کو وہ خوش کرتا ہے جس سے کول کو فریہنچتا ہے

فی اعین الناس موقوف علی الخطر
لوگوں کی آنکھوں میں اور خطرہ کے قریب ہوتا ہے
لامرجبا لبرور عاد یا لضرر۔

اس سرت کو مرجبا نہیں کہا جاسکتا جو فرزند کو لے آئے
نظر و نگاہ کی آفتوں اور مصیبتوں میں سے یہ کتنی بڑی آفت اور مصیبت ہے کہ انسان
حسرتوں، آنسوؤں، سوزدروں کا شکار بن جائے؟ جس سے اس کے سامنے ایسی ایسی
مصیبتیں آکھڑی ہو جاتی ہیں کہ اسکی قدرت و استطاعت سے باہر ہوتی ہیں جس پر اسے صبر
کرنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔

غور کرو! یہ کتنا بڑا عذاب ہے کہ ایسی مصیبت تمہارے سامنے آکھڑی ہو جس پر تمہیں صبر
کرنا بھی دشوار ہو۔ بلکہ بسا اوقات یہ مصیبت اتنی بڑی ہوتی ہے کہ اس سے کم درجہ کی مصیبت بھی
قابل برداشت نہیں ہوتی۔ انسانی طاقت سے بھی باہر ہوتی ہے۔ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

دکنت متی ارسلت لہر فک راندہ
تقلبک یوماً العبدک المناظر

جب تم نے اپنے قلب کے قاصد کو آزاد چھوڑ دیا
تو ایک دن اس کے مناظر تمہیں تھکا دیئے

علیہ دلا عن بعضہ انت صابر
باہر ہونگی بلکہ تمہیں اس کم پر بھی صبر مشکل ہو جائے گا

تم ایسی چیزیں دیکھو گے جو تمہاری قدرت سے
شاعر کا قول ہے کہ "لا کلہ انت قادر علیہ" (تو کل پر قادر نہیں ہوگا) یہ کل پر

قدرت کی نفی کرتا ہے۔ اور کل کی نفی اسی وقت ممکن ہے جب کہ کل کے ہر ہر فرد سے قدرت

کی نفی ہو۔

آہ! کتنے ہی آزاد نگاہ انسان اپنی نگاہ بازیوں سے ہلاک ہو کر رہ گئے۔ نگاہ بازیوں کی

زنجیروں میں ایسے کس بیٹے گئے کہ انہی زنجیروں میں تڑپ تڑپ کر وہ مر گئے۔ چنانچہ کسی شاعر

کا قول ہے۔

یا ناظر ما اقلعت لحظا تہ
حتی تشیط بیخن قتیلا

اے نظر بازی تیری نظر بازی اس وقت تک
جب تک کہ تو اپنی نظر بازیوں میں تڑپ

دور نہیں ہوگی۔
تڑپ کر نہیں جائیگا۔

اور اس بارے میں میرے بھی کچھ اشعار ہیں۔

مل السلامت فاعتدت لحظاتی
سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے اسکی نظریں
و قفا علی طلل یظن جمیلا
حیثی لشیخ بیئھن قتیلا
یہاں تک کہ مقتول ہو کر گر پڑتا ہے۔

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ نگاہ کا تیر منظر تک یعنی جس کی طرف دیکھتا ہے نہیں پونچتا
بلکہ خود نظر کرنے والے کے قلب کو نشانہ بناتا ہے چنانچہ میرے قصیدے کے یہ دو شعر ہیں۔
یا رابعا لبھام الحظ مجتهدا
اے نظر کے تیر قوت سے چلانے والے
انت القتل بما ترمی فلا تصب
تو خود اپنے تیر سے مارا جائیگا تو صحیح عمل نہیں کرنا
احبس رسولک الیٰ تیک یا لعطب
اپنے قاصد کو روک تا کہ تیرے لئے مہیت نہ آئے

اور پھر اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ نظر و گناہ انسان کے قلب کو اس طرح مجروح کر دیتی
کہ زخم پر زخم - اور چمکوں پر چمکے لگتے ہی چلے آتے ہیں۔ لیکن ان زخموں اور
چمکوں کی تکلیف کچھ ایسی میٹھی ہوتی ہے کہ ان زخموں کو دود کرنے کی خواہش تک انسان کے اندر
پیدا نہیں ہوتی اور اس بارے میں بھی میرے کچھ شعر ہیں۔

ماذلت تتبع نظرة فی نظرة
فی اثر کل صلیحة و مصلیح
تو ہر صلیحہ عورت اور ہر بلخ امر پر نظر پر نظر ڈالتا چلا جا رہا ہے
و لظن ذالک رواجر حک و دھو فی التحقیق تجریح علی بحر یح
اور تو اسے اپنے زخم کی دوا سمجھتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ زخم پر زخم لگا رہا ہے۔
فذبحک طرفک بالخطات وبالبا
فالقلب منک ذبیح ای ذبیح
خود تو لے ہی لگا ہوں۔ اور رونے سے اپنے کو ذبح کیا ہے تیرے قلب کو خود تو نے ہی ذبح کیا ہے۔
اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ نظر و گناہ کو روک لینا۔ مسلسل اور دوامی حسرتوں اور تکلیفوں سے
مقابلہ میں بہت سہل اور آسان ہے۔

فصل

خطرات قلب خیر و شرہ کا مدار منبع میں تمام ارادے

ہمتیں۔ غریبتیں خطرات ہی سے پیدا ہوتی ہیں خطرات کے چار اصول ہیں۔

خطرات قلب کا معاملہ بڑا ہی سخت اور نازک ہے، بہت قسم کے فیروں اور کامیاب خطرات قلب ہیں۔

انسان کے اندر ارادے ہمتیں، غریبتیں خطرات ہی کے ذریعہ پیدا ہوتی ہیں۔ جو شخص خطرات قلب کی بھارت

اور صحیح پاسبانی کرے تو وہ اپنے نفس کے اختیارات کا مالک بن جاتا ہے۔ اپنی خواہشات پر پورا پورا

قابو پالیتا ہے اور جس پر خطرات غالب آجاتے ہیں اس پر خواہشات اور نفس پوری قوت سے

غلبہ پالیتے ہیں اور جب کوئی شخص خطرات سے مغلوب ہو جاتا ہے تو خطرات اسے جبراً - تہراً

ہلاکتوں اور تباہیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔ کیوں کہ خطرات کی جائے ورود

قلب ہے۔ اور قلب پر جب متواتر اور پے بہ پے خطرات کا ورود ہوتا ہے وہ باطل تمناؤں

اور غلط آرزوں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور یہ باطل تمنائیں اور غلط آرزوئیں ایسی

ہوتی ہیں جیسا کوئی پیاسا انسان کسی چٹیل میدان کو پانی کا سمندر سمجھ کر دوڑ پڑتا ہے۔

کسراب یفتتہ بحسب النعمان ماء

انکے اعمال مثل اس سراب کے ہیں جو میدان میں

ہو کہ پیاسا اسے پانی خیال کرتا ہو۔ یہاں

تک کہ جب اس کے پاس جاتا ہے تو کچھ نہیں

پاتا۔ اور اللہ کو اپنے پاس موجود پانا ہے پس

اللہ اس کا پورا پورا حساب دیتا ہے اور اللہ

جلد حساب لینے والا ہے۔

سریع الحساب؛

ر سورة النور

وہ آدمی نہایت ہی درون ہمت اور ذلیل النفس ہے جو حقائق کے مقابلہ میں غلط تمنائوں

اور جھوٹی آرزوؤں پر قناعت کر بیٹھے۔ اور اپنی تمنائوں اور آرزوؤں سے اپنے کو مزین اور

آراستہ کرتا ہے قسم خدا کی۔ یہ غلط تمنائیں، جھوٹی آرزوئیں، مفلس، کنگالوں کا سرمایہ اور غلط

کار سودے بازوں کا اس المال ہے۔ یہ تمنائیں اور آرزوئیں ان ناکارہ انسانوں کی طاقت ہے

جو صرف خیالات کی دنیا میں بستے ہیں اور حقائق کی غلط امیدیں باندھتے ہیں کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

امانی من سعدی روائ علی الظماء

سعدی نے پیاس پر اولے ویٹے

ولا فقد عشنا بها زمنا وعندا

ورنہ ہم اس کے ساتھ مدتوں خوش رہے ہیں

یہ غلط تمنائیں اور آرزوئیں انسان کے حق میں جس قدر مضر ہیں دوسری کوئی چیز اس قدر مضر نہیں ان کی پیداوار محض عجز و کسل بے ہمتی - کاہلی سے ہوتی ہے اور پھر اس سے ہمہ قسم کی کوتاہیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور سب کچھ ضائع ہو جاتا ہے اور پھر سوائے حسرتوں اور ندامتوں کے اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ سمجھ لو کہ یہ حرمان نصیباں انکی قسمت میں مقرر ہو چکی ہیں۔ جس آدمی کی زندگی صرف تمنائوں اور آرزوؤں سے وابستہ ہے حقیقت تک کبھی اسے رسائی نہیں ہوتی۔ ایسا آدمی جب کبھی حقیقت کا کوئی عکس اور صورت دیکھ پاتا ہے تو اسے بہت بڑی چیز سمجھ لیتا ہے۔ اور اس کی طرف والہانہ دوڑتا ہے اس سے معالفت کرتا ہے اور بخلگیر ہوتا ہے۔ اور اس خیالی - وہمی - فکری صورت کے پالینے پر کہ جس سے اسے کوئی فائدہ نہیں قناعت کر لیتا ہے۔ اس کی مثال بچینہ ایسی ہوتی ہے۔ جیسا ایک بھوکا پیاسا آدمی اپنے وہم و خیال میں کھانے پینے کی صورت پالیتا ہے، اور اسی پر قناعت کر لیتا ہے حقیقتاً وہاں نہ کوئی کھانا ہے۔ نہ پینے کی کوئی چیز ہے۔ اسی قسم کی خیالی - وہمی چیزوں پر مطمئن ہو جانا اور ان پر قناعت کر لینا۔ انتہا درجہ کی خست - اور ذالت نفس کی دلیل ہے۔ شرافت نفس طہارت نفس۔ علو نفس۔ اور یند نفسی تو یہ ہے کہ انسان ہر بے حقیقت خطرہ کو اپنے سے دور رکھے۔ کبھی گوارا بھی نہ کرے کہ کوئی بے حقیقت خطرہ اس کے قلب پر وارد ہو سکے۔ اور نفس کے قریب پہنچ کر سہارا لے سکے۔

جب خطرات کی حقیقت تم پر واضح ہو گئی تو اب یہ سمجھ لو کہ ہر قسم کے خطرات چار اصول کے ماتحت پیدا ہوتے ہیں۔

اول - وہ خطرات جن سے انسان اپنا دنیوی مفاد حاصل کرتا ہے۔

دوم - وہ خطرات جن کے ذریعہ دنیا کی مفرتوں کی مدافعت کی جاتی ہے۔

سوم - وہ خطرات جن کے ذریعہ آخرت کی مصالح حاصل کی جاتی ہے۔

چہارم - وہ خطرات جن کے ذریعہ آخرت کی مفرتوں کی مدافعت کی جاتی ہے۔

بندے کو چاہیے کہ اپنے تمام خطرات - افکار اور ہوم کو ان چار اصول کے اندر محدود و محصور کر لے کسی بندے کے خطرات جب ان چار قسموں میں محدود و محصور ہو جائیں۔ تو چاہیے کہ تا امکان چاروں کو اپنے لئے جمع کر لیوے اور ہر ایک کو اپنے اختیارات کی حدود میں بند کرے۔ اگر کبھی بے شمار خطرات کا ہجوم ہو جائے مثلاً ہر بیماریاں قسم کے خطرات اور خطرات سے

متعلقات اور متعلقات کے افکار کی کثرت و فراوانی ہو جائے تو چاہیے کہ الہم فالہم کا اصول اختیار کر لے۔ جو زیادہ اہم ہوں۔ اور ان کے فوت ہونے کا خطرہ ہوا نہیں مقدم رکھا جائے۔ اور جو اہم نہ ہوں۔ ان سے فوت ہونیکا خطرہ اور اندیشہ نہ ہوا نہیں موخر کر دیوے۔ اب رہے دوسری قسم کے افکار کہ اہم ہیں لیکن فوت ہونیکا اندیشہ نہیں ہے اور اہم نہیں ہے اور ان کے فوت ہونے کا خطرہ اور اندیشہ بھی نہیں ہے۔ یہ دو قسمیں ایسی ہیں کہ ہر ایک کی نشان دہی ہے کہ اسے مقدم رکھا جائے اس صورت میں انسان نہایت متروک اور پریشان ہو جاتا کرتا ہے کہ کسے اختیار کرے؟ اور کسے مقدم سمجھے؟ اگر اہم کو مقدم رکھتا ہے تو کم درجہ کی چیز فوت ہو جاتی ہے۔ اگر کم درجہ کی چیز کو مقدم رکھتا ہے تو جو اس سے اہم ہے اس سے توجہ بہت جاتی ہے اور یہ مشکل دہاں پیدا ہوتی ہے۔ جہاں ایسی دو چیزیں سامنے آجاتی ہیں جن کا اجتماع بیک وقت ناممکن ہوتا ہے اور ایک کی تحصیل سے دوسری کا فوت ہونا لازمی ہوتا ہے ایسا اس لئے واقع ہوتا ہے کہ انسان کو پوری عقل و فہم۔ اور کامل بصیرت و معرفت سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے رفعت و بلندی حاصل کرنا اور رفعت بلندی حاصل کر لیتا ہے۔ فلاح و فلاح پانچوں اسباب ہیں اور ضارہ پانچوں اسباب پانچوں ہیں۔ اکثر ارباب عقل و بصیرت کو تم ایسا پاؤ گے کہ وہ غیر اہم امر کو جس کے فوت ہونیکا اندیشہ نہیں۔ اہم امر سے جس کے فوت ہونیکا اندیشہ ہے۔ موخر کر دیتے ہیں۔ اور یہ ایک مانا ہوا کلیہ ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا البتہ اس کلیہ پر کوئی زیادہ عمل کرتا ہے۔ کوئی کم۔ اور اس کلیہ کی اصل وہ قاعدہ کلیہ ہے جس پر شرع و قدر کا دار و مدار ہے اور جس کی طرف تخلیق و امر کی رجحان ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ بڑی اور اعلیٰ مصلحت کو چھوٹی سے مقابلے میں زیادہ ترجیح دی جائے بڑی خرابی کی مدافعت سے لئے چھوٹی خرابی اختیار کر لی جائے۔ بڑی مصلحت کی تحصیل کیلئے چھوٹی مصلحت کو ترک کر دیا جائے بڑے مفردے کی مدافعت کے لئے چھوٹا مفردہ اختیار کر لیا جائے یہ وہ کلیہ ہے کہ کوئی صاحب عقل و بصیرت اس سے متجاوہ نہیں ہو سکتا دنیا کی تمام شریعتوں کی بنیاد اسی قاعدہ کلیہ پر ہے۔ دنیا اور آخرت کی کوئی مصلحت اس کلیہ کے بغیر انجام نہیں پاسکتی اور ظاہر ہے کہ سب سے اعلیٰ۔ اجل۔ اور نافع ترین فکر و غور وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ اور آخرت کے لئے صرف ہو۔

جو فکر اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے اس کی چند قسمیں ہیں۔

اول۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی آیتوں پر غور و تدبیر کیا جائے۔ آیتوں۔ اور آیتوں کی مراد پوری عقل و بصیرت کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ فہم و ادراک سے کام لیا جائے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ خدا نے قرآن اتارا بھی اسی لئے ہے کہ اس پر غور و تدبیر کیا جائے۔ سمجھا جائے محض تلاوت کے لئے نہیں اتارا۔ بلکہ تلاوت بھی اسی لئے لازم کی گئی ہے کہ یہ فہم و ادراک کا ذریعہ ہے چنانچہ بعض سلف صالحین کا قول ہے۔

انزل القرآن لیعمل بہ۔ فاتخذوا قرآن اس لئے اتارا گیا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے لہذا تم عمل کے لئے تلاوت کرو۔

دوم۔ یہ کہ خدا کی مشہور یعنی روزمرہ مشاہدے سے گزرنے والی نشانیوں پر غور و تدبیر کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی نشانیاں اور علامتوں پر غور و تدبیر کا حکم دیا ہے سوچنے سمجھنے کا امر فرمایا ہے۔ اور ان سے غفلت کرنیوالوں کی مذمت فرمائی ہے۔

سوم۔ خدا کی بخششوں۔ اور اس کے احسانات پر غور و تدبیر کیا جائے۔ کہ اس نے اپنے بندوں پر کیسے کیسے احسانات و انعامات کئے ہیں؟ اور اس کی مغفرت و رحمت۔ حلم و بردباری کس قدر وسیع۔ اور ہمہ گیر ہے؟

غور و تدبیر۔ فکر و تامل کی یہ تین قسمیں ایسی ہیں جو قلب انسان کو معرفت الہی۔ محبت خداوندی۔ خوف ورجاء۔ امید و بیم سے مالا مال کر دیتی ہیں۔ اور اگر دائمی غور و تدبیر کے ساتھ ذکر خداوندی کا سلسلہ بھی جاری رکھا جائے۔ تو معرفت الہی۔ اور محبت خداوندی کے رنگ سے پوری طرح رنگ جاتا ہے۔

چہارم۔ یہ کہ عیوب نفس۔ آفات نفس۔ عیوب عمل پر غور و تدبیر کیا جائے یہ غور و تدبیر نہایت نفع بخش ہے۔ دنیا و آخرت کی بڑی بڑی بھلائیاں اس سے وابستہ ہیں یہ غور و تدبیر ہمہ قسم کی خیر و فلاح کا دروازہ ہے۔ یہ غور و تدبیر نفس امارہ کی قوتوں کو پاش پاش کر دیتا ہے اس سے نفس امارہ اس قدر بے بس ہو جاتا ہے۔ کہ برائیوں کے حکم سے اسے رُک جانا پڑتا ہے اور جب نفس امارہ ٹوٹ گیا تو پھر نفس مطمئنہ اطمینان و خوش عیشی سے اپنا وقت گزارتا ہے اور ہر طرح خوش عیشی کے ثمرات سے مستفید ہوتا ہے اور حکم و فرمانروائی بھی اسی کی جاری رہتی ہے۔ جب نفس مطمئنہ خوش عیشی سے وقت گزارتا ہے۔ تو قلب بھی زندہ رہتا ہے اور خوشگوار زندگی گزارتا ہے اور اپنی مملکت میں پوری قوت سے حکومت کرتا ہے ساری مملکتیں صرف اسی کا حکم چلتی ہیں

تیز قلب کے تمام امرا حکام، اور قلب کا سلا لشکر اس کا مطیع ہوتا ہے۔ اور مملکت کی ساری مصاحبتیں اور حکمتیں قلب کے منشا کے مطابق عمل میں لاتے ہیں اور ساری قوتیں۔ صلاحیتیں قلب کی مرضیات پر نثار کر دیتے ہیں۔

پنجم۔ یہ کہ وقت کے واجبات اور ضروریات اور وظیفہ اعمال پر غور و تدبیر کیا جائے اور عزم و ہمت کی تمام تر توجہات اپنی چیزوں کی طرف موڑ دی جائیں۔ چنانچہ عارفان انسان وقت کا بیٹھا ہوتا ہے۔ اگر انسان وقت کی قدر نہیں کرتا اور اسے ضائع کر دیتا ہے تو گئے ہوئے وقت کا وہ کبھی تدارک ہی نہیں کر سکتا۔ امام شافعی کا مقولہ ہے۔

صیبت الصوفیۃ۔ قلم استفد منہم
سوی حرقین۔ احدہما قولہم
الوقت سیف۔ فان لم تقطعہ
قطعک۔ والآخری ونفسک ان
شغلتها بالحق۔ والاشغلتک
بالباطل۔

صوفیہ کی محبت سے میں نے چار باتیں حاصل
کی ہیں ایک یہ کہ وقت تلوار ہے۔ اگر تم اس
سے نہیں کاٹتے تو سامنے والا تمہیں اس سے
کاٹے گا۔ دوسری یہ کہ اگر تم اپنے نفس کو حق
میں مشغول نہیں کرتے تو وہ تمہیں باطل میں
الجہاد یکبار۔

حقیقت امر یہ ہے کہ اسی وقت کا نام انسان کی عمر ہے۔ نعیم مقیم۔ جنت کی دائمی زندگی کا اصل مادہ اور مواد بھی وقت ہے۔ اور وقت نہایت تیز رفتار ہے بادلوں سے بھی جلد آتا ہے اور گزر جاتا ہے۔ پس انسان کا وہ وقت جو صرف اللہ کے لئے ہو وہی اس کی زندگی اور اس کی عمر کا حقیقی مواد ہے۔ اس سے سوا دوسرا وقت جیسا کہ زندگی میں محسوب ہی نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ انسان کتنی ہی طویل زندگی پالے۔ اس کی یہ زندگی چوپایوں اور جانوروں کی زندگی ہوگی جس انسان کا وقت غفلت۔ شہوت۔ رانی۔ باطل تماشوں اور فاسد آرزوؤں میں بسر ہو رہا ہو۔ اس کا سونا اس سے جاگنے سے بہتر ہے اس کا دینا میں جتنا ہی بے کار ہے۔ اس کے حق میں زندگی سے موت بہتر ہے۔ نماز سے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ بندہ نماز پڑھتا ہے تو نماز میں اس کا اتنا ہی حصہ جتنا وہ سمجھتا ہے حقیقتاً ایک انسان کی عمر وہی ہے جو اللہ کے لئے اور اللہ کے لئے بسر ہوئی ہو۔

مذکورہ بالا خطرات و افکار کے سوا جس قدر بھی خطرات و افکار ہیں وہ شیطانی وسوسوں باطل تمنائیں اور محض فریب ہیں ان خطرات و افکار کا وہی حال ہے جو نشہ میں ہمت و وسوسوں

سے مارے ہوئے آدمی کے خطرات قلب اور افکار و ماعنی کا حال ہوتا ہے۔ اصل حقیقت کا پتہ انہیں اس دن لگے گا جب ان پر حقیقت منکشف ہوگی اور وہ زبان حال سے کہتے ہوئے۔

ان کان منزلی فی الحب عند کم
ما قد لقیتم فقد صیغت ایامی
اگر محبت میں میرا مقام تمہارے نزدیک
اسی قدر ہے جو میں پارہا ہوں تو میں نے اپنے دن ضائع کئے
امینتہ ظفرت بھانڈنا
والیوم احسبھا افنغات اعلام
میری وہ تمنائیں جنہیں میری جان نے ایک دم میں حاصل کیا
آج وہ مجھے خوابے خیال کی باتیں نظر آرہی ہیں۔

خوب سمجھ لینا چاہیے قلبی حشرات فی نفس بے نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ ہے کہ خواجواہ دعوت و بجائے امدان سے
انس پیدا کیا جائے۔ خواطر کی حیثیت راہ گزار مسافر کی سی ہے۔ اگر اسے منہ نہ لگایا جائے اس
سے بات چیت نہ کی جائے۔ وہ خود بخود چلتا بنے گا۔ لیکن اگر تم اسے منہ لگاؤ گے تو تمہیں اپنی بیٹھی
بیٹھی باتوں سے بھالے گا۔ اور تمہیں دہوکہ دے گا۔

جو نفس فارغ و معطل۔ اور بیکار رہتا ہے۔ خواطر و افکار اس پر بہت بری طرح حملہ کر دیتے
ہیں۔ البتہ اس قلب و نفس پر خواطر کا حملہ و شوار ہوتا ہے۔ جو شریف اور آسمانی ہوتے ہیں اور
عالم بالا سے رشتہ طہائیت جوڑے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر دو قسم کے نفس پیدا کئے ہیں۔ نفس امارہ۔ نفس مطمئنہ
یہ ہر دو نفس ہمیشہ باہم لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ کیونکہ جو چیز نفس امارہ کے لئے معمولی ہوتی
ہے۔ نفس مطمئنہ کے لئے بھاری ہوتی ہے۔ جس چیز سے نفس امارہ لذت اندوز ہوتا ہے نفس مطمئنہ
کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ نفس امارہ کو یہ بہت بھاری اور انتہا درجہ تکلیف دہ ہے۔ کہ
انسان صرف اللہ تعالیٰ کیلئے عمل کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کو سب سے مقدم سمجھے۔ اور خواہشات کے مقابلہ
میں رضائے الہی کو ترجیح دے۔ لیکن نفس مطمئنہ کے لئے اس سے بہتر نفع بخش فرحت آگیاں کوئی
چیز نہیں۔ نفس مطمئنہ کو اس عمل سے انتہا درجہ تکلیف ہوتی ہے جو غیر اللہ کے لئے کیا جائے۔ یا
خواہشات کی پیروی کی جائے۔ یہ باتیں نفس مطمئنہ کے حق میں سخت مفرت رساں ہیں۔

قلب کی یہ حالت ہے کہ قلب اک و امینی جاذب نفس مطمئنہ اور فرشتہ رہتا ہے اور بائیں جانب
نفس امارہ اور شیطان اس فرشتہ اور شیطان میں ہمیشہ جنگ جاری رہتی ہے۔ باطل فاسد
اعمال شیطان۔ اور نفس امارہ سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اور حق۔ اور صالح عمل فطرت اور نفس
مطمئنہ کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ اور زندگی بھر جانین کی جنگ جاری رہتی ہے کبھی سب گردہ

غالب رہتا ہے، کبھی وہ لیکن نصرت و ظفر مندی صبر و استقامت کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ جو شخص صبر کرتا ہے۔ باہم حق کی تلفین کرتا ہے۔ باہم ربط و تعلقات استوار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے فلاح و نجات ضروری ہے۔ خدا کا حکم کبھی تبدیل نہیں ہو سکتا اس نے صاف صاف فرما دیا ہے۔ انجام کار تقویٰ و پرہیزگاری کے لئے ہے۔ فوز و فلاح متقیوں اور پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے۔

انسان کا قلب ایک سادہ بے نقش و نگار لوح ہے۔ خواطر و افکار کے نقوش قلب پر منقش ہوتے ہیں جس قسم کے خواطر و افکار ہونگے۔ اسی قسم کے نقوش منقش ہونگے۔ پس کسی عقلمند کے لئے یہ کیوں سزاوار ہے کہ وہ اس سادہ اور بے نقش لوح کو کذب و غرور، فریب، دھوکہ۔ اور باطل تمناؤں، فاسد آرزوؤں اور سراپا نمابہ حقیقت نقوش سے مہیا کرے؟ ان باطل نقوش سے کسی کو نسی حکمت۔ کو نسی مصلحت۔ کو نسا علم۔ کو نسی ہدایت قلب میں منقش ہو سکتی ہے؟ اگر انسان چاہتا ہے کہ ان نقوش کے ساتھ علم و حکمت اور رشد و ہدایت کے نقوش قلب پر منقش کرے۔ تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں۔ کہ ایک مہیا لوح پر علم نافع کے نقوش لکھ رہا ہے جس سے کوئی فائدہ نہیں۔ قلب اگر خواطر دہ سے پاک نہیں ہے تو اس میں مفید خواطر۔ مفید افکار۔ حکم ہی نہیں پاسکتے۔ پاکیزہ خواطر۔ مفید افکار تو پاکیزہ صاف ستھری جگہ ہی میں منقش ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

اقانی ہوا ہا قبل ان اعرف الہوی نصار قلبا خالیاً تمکنا

اُس کا عشق میرے پاس سو وقت آیا جب کہ میں عشق کو پہچانتا بھی نہ تھا تو ایسے خالی قلب میں کیا جہاز چلا گیا اور اس نے اور اسی بنا پر اکثر صوفیوں نے اپنے سلوک کی عمارت حفظ خواطر پر قائم کی ہے اور کہتے ہیں تا نکال کسی خطرے کو قلب میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اور قلب کو بالکل فارغ۔ اور صاف ستھرا رکھا جائے تا کہ قلب کشف و وجدان۔ اور ظہور حقائق علیہ کے قابل رہے۔ لیکن ان صوفیوں نے اس ایک چیز کی حفاظت کر لے ہیں بہت سی قیمتی چیزیں ضائع کر دیں۔

صوفیوں نے قلب کو اس قدر خالی رکھنے کی کوشش کی کہ کسی ایک خطرے کو بھی جگہ نہ دی گئی۔ لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ جب اس جگہ کو شیطان نے خالی پایا تو دوڑ پڑا۔ اور باطل۔ فاسد امور کو ان چیزوں کا جامہ پہنا دیا۔ جن کو یہ لوگ اعلیٰ اور اشرف سمجھتے تھے۔ ان باطل اشیاء کو خیالی۔ دہی پتھر والی چیزوں کا جامہ پہنا کر ان خواطر و افکار کے عوض میں لادھرا جو حقیقتاً علم و ہدایت کا

مادہ ہے۔ جب قلب ان شریف خواطر و افکار سے خالی رہا۔ تو شیطان دوڑ پڑا۔ اور صاحب
 قلب کے مناسب حال کوئی مشغلہ تجویز کر لیا۔ اور مشغلہ کے مناسب حال خواطر و افکار کھڑے کر
 دیئے۔ اور انہیں اسے مشغول کر دیا۔ ظاہر ہے کہ ایک انسان اگر سفلی خواطر و افکار کی صلاحیت
 نہیں رکھتا۔ تو اس میں علوی خواطر و افکار کی صلاحیت کہاں ہوگی چنانچہ شیطان
 نے ایک ارادہ سے اسے الگ کر دیا۔ لیکن تجرید و فراغ کے ارادہ میں مشغول کر دیا۔ کہ بندہ
 بالکل بیکار ہو کر رہ جائے۔ درحقیقت موجب صلاح و فلاح وہ ارادہ ہے جو اس کے قلب پر اپنی
 حکومت قائم کر کے اسے عملی زندگی عطا کرے۔ اور یہ وہی ارادہ ہو سکتا ہے جو خدا کے دینی۔ امری
 مراد کو پورا کر سکے۔ جو خدا کو محبوب و پسندیدہ ہے اور حبیبی۔ اسکی رضامندی و البتہ ہے۔ اور وہی ہے جو قلب کو او
 قلب کی ساری صف و قیمتوں کو معرفت الہی اور معرفت الہی کی تفصیلات کی طرف موڑ دے۔ اور خدا
 کی مخلوق میں خدا کے دینی۔ امری احکام کے نفاذ و اجراء کی طرف اسے متوجہ کر دے۔ اور اس کے لئے
 سعی عمل کے جذبات پیدا کر دے۔ اس طرح بندہ اپنے کو خدا تک پہنچانے کی کوششیں کرے اور مشغول
 میں خدا کے دینی و امری احکام نافذ کرے۔ لیکن شیطان انکو اس راہ سے بھٹکا دیا۔ اور کہہ دیا تمہیں
 ان گورکھ دھندہوں سے کیا واسطہ؟ اور زہد و تقشف کی راہ کشادہ کر دی۔ دنیا۔ اور دنیا کے سبب
 سے یک لخت الگ کر دیا۔ اور صحیح مراد مستقیم سے ہٹا کر غلط راہ پر لگا دیا۔ اور وہی بات و خیالات کی
 دنیا میں لیجا کر کھڑا کر دیا۔ اور کہہ دیا۔ لوگو! انسان کا کمال یہی ہے۔ کہ وہ تجرید و فراغ کی بے عملی میں
 زندگی گزار دے۔ دنیا اور دنیا کے اسباب سے بندے کو کیا واسطہ؟ افسوس۔ خدا افسوس
 بندے کا کمال تو یہی ہے کہ خواطر و ارادے کے ذریعہ بندہ اپنے قلب
 اور باطن کی صفائی کرے۔ دنیا والوں کی پر وانیہ کرتے ہوئے پروردگار عالم کی لہنا مٹوری
 حاصل کرنے میں اپنے خواطر و ارادوں میں کو کام میں لائے۔ ان طریقوں اور راستوں پر
 غور و تدبر کرنا جو خدا تک پہنچاتے ہیں۔ پس کامل ترین انسان وہ ہے۔ جس کے
 خواطر و افکار۔ اور ارادے بے شمار ہوں۔ لیکن وہ صرف پروردگار عالم
 کی رضامندی کے لئے ہوں۔ اور ناقص ترین انسان وہ ہے۔ جس کے
 خواطر و افکار۔ اور ارادے بے شمار ہوں۔ لیکن وہ حنظل نفسی اور
 خواہشات کے لئے ہوں۔ واللہ المستعان۔
 یہ دیکھو! حضرت فاروق رضی اللہ عنہما۔ آپ کے خواطر و افکار کسی قدر

کثیر وافر ہوتے تھے۔ لیکن وہ محض رضائے الہی کے ماتحت ہوتے تھے آپ کے خواطر و افکار اس قدر وافر ہوتے تھے کہ باہم ٹکراتے تھے بعض اوقات یہ خواطر و افکار نماز کی حالت میں آپ پر مستولی ہو جاتے تھے۔ اور آپ نماز ہی کے اندر ان سے کام لیتے تھے۔ اپنی نماز میں وہ مجاہدین کا لشکر ترتیب دیتے تھے۔ اور اس طرح آپ ایک عبادت میں دوسری عبادت کو داخل اور شامل کر لیتے تھے۔ نماز میں جہاد کو داخل کر لیتے تھے۔ نماز بھی ادا ہو رہی ہے اور جہاد بھی ہو رہا ہے اللہ اللہ داخل عبادت فی العبادت کی کیا بہترین صورت ہے؟ یہ عزیز و شریف دروازہ اسی کے لئے وا ہوتا ہے جو صادق القول۔ حاذق القلب ہوتا ہے علم و بصیرت سے آراستہ ہوتا ہے عالی حوصلہ آور اور بلند ہمت ہوتا ہے۔ وہ ان امور میں اس قدر مہارت رکھتا ہو کہ ایک عبادت میں داخل اور شامل ہونے کے بعد وہ بہت سی عبادتیں اس کے اندر کس طرح داخل کر سکتا ہے۔ اور اس میں کس طرح وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ یہ عبادت و عبادت محض خدا کا عطیہ ہے اور بس۔ **وَذَاكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ**

فصل

جہنم میں جانے والوں میں اکثر زبان کی وجہ سے جائینگے

غیر ضروری باتوں سے احتراز کرنا دین کی بہتری ہے

زبان معاصی اور گستاخوں کا پرخطر دروازہ ہے۔ اس کی حفاظت یہی ہے کہ زبان پر پورا پورا قابو رکھا جائے۔ بلا ضرورت ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا جائے۔ وہی بات زبان سے نکلے جس میں انسان اپنا فائدہ دیکھے۔ جب کوئی شخص بات کرنے کا ارادہ کرے تو پہلے غور کر لے کہ اس سے اس کو فائدہ پہنچے گا یا نقصان؟ اگر اس میں فائدہ منظر نہ آئے تو خاموشی اختیار کر لے اور اگر بات کرنے میں فائدہ نظر آتا ہے تو پھرسو چنا چاہیے کہ یہ بات اور یہ کلمہ زیادہ مفید رہے گا یا کوئی دوسرا کلمہ؟ اگر دوسرا کلمہ زیادہ سود مند ہے تو وہی زبان سے نکالے۔ فائدہ کو کبھی ترک نہیں کرنا چاہیے۔

اگر تم کسی سے قلب و ضمیر کا پتہ لگانا چاہتے ہو تو اسکی زبان کی حرکت کو دیکھو۔ کوئی چاہے یا نہ چاہے بات دل کا راز کھول دے گی۔ چنانچہ حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں۔

القلب كالقدر - تغلى بها فيها
والسنتها مغار فها :
قلب دیکچہ کی طرح ہے۔ اسمیں جو کچھ ہوتا ہے۔
جوش کھاتا ہے۔ اور زبانیں کھیر ہیں۔

جب کوئی شخص گفتگو کرے تو دیکھو۔ اس کی زبان سے وہی بات جو اس کے قلب میں ہوتی ہے۔ زبان قلب کا کھیر ہے۔ قلب میں جو کچھ شیریں۔ تلخ۔ لذیذ۔ خوشگوار چیز ہوگی۔ کھیر پر آ جائے گی۔ زبان قلب کے ذائقہ کا پتہ دے گی۔ اور اسی طرح پتہ دے گی۔ جس طرح دیکچہ کا ذائقہ زبان سے چکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے قلب میں جو کچھ ہوگا۔ اس کا ذائقہ تمہیں اس کی زبان سے معلوم ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت انس رضی کی ایک مرفوع حدیث کے اندر ہے۔

لا یتقیم ایمان عبد حتی یتقیم قلبہ - ولا یتقیم لسانہ :
جب تک بندے کا قلب درست نہ ہو اس کا ایمان درست نہیں۔ اور جب تک اس کی زبان درست نہ ہو اس کا قلب درست نہیں
آنحضرت صلعم نے کسی سے دریافت کیا لوگ زیادہ تر جہنم میں کس چیز کی وجہ سے جا رہے گے؟ آپ نے فرمایا۔
العم والفرج !
منہ اور شرمگاہ۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن اور صحیح کہا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت معاذ نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ۔ وہ کونسا عمل ہے۔ جس سے بندہ جنت میں داخل ہو اور جہنم سے بچ جائے؟ آپ نے خاص خاص ثمودی اور اصولی چیزیں بتلانے کے بعد فرمایا۔

الاخبرك بملاك ذالك كله؟
کیا میں تمہیں ان تمام پر حاوی چیز نہ بتلاؤں
حضرت معاذ رضی نے عرض کیا۔ کیوں نہیں ضرور بتلائیں۔ آپ نے اپنی زبان اپنی انگلیوں سے پکڑ لی۔ اور فرمایا۔

كف عليك هذا :
اسے اپنے قابو میں رکھو۔

حضرت معاذ نے عرض کیا۔ کیا ہم بات کرتے ہیں۔ اس کا بھی مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔

تلكذک امك یا معاذ - وھل
معاذ! تمہاری ماں تم پر روتے لوگ نہ بان

فیک الناس فی النار علی وجوههم
 - اوقال - علی منا خرهم الاحصاد
 ہی سے تو منہ کے بل جہنم میں پھینکے جاتے ہیں
 یا فرمایا کہ ناک کے بل - اپنی زبانوں کے
 کھرتوت سے۔

امام ترمذی نے اس ہدایت کو حسن اور صحیح کہا ہے۔

یہ کچھ عجیب بات ہے کہ انسان حرام کھانے سے ظلم و زنا کاری سے چوری اور سرخواری
 سے اپنے کو بچا لیتا ہے۔ غیر محرم عورت پر نگاہ ڈالنے سے باآسانی اپنے کو بچا لیتا ہے۔
 اور گناہ سے باز رہتا ہے۔ لیکن انوس کہ زبان کی حرکت سے اپنے کو نہیں بچا
 سکتا۔ بسا اوقات تم دیکھو گے کہ ایک دیندار آدمی ہے جو زہد و عبادت میں بلند
 پایا رکھتا ہے۔ اس کی دینداری کا گھر گھر چرچا ہے جس راستہ سے گزرتا ہے لوگ شاہ
 کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ تشریف لے جا رہے ہیں۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے
 انکو اپنی زبان پر قابو نہیں ہوتا۔ نہایت بے باکی اور لاپرواہی سے اس کی زبان سے ایسے
 الفاظ نکلتے ہیں جس سے خدا سخت ناراض ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایسا لفظ ایسا کلمہ
 اس کی زبان سے نکلتا ہے جو اسے اس کے مقام سے اتنی دور پھینک دیتا ہے جس کا
 فاصلہ مشرق و مغرب کی طرح ہوتا ہے۔ بہت سے متورع پرہیزگار آدمیوں کو تم
 دیکھو گے کہ وہ فواحش، فسق و فجور، ظلم و جور سے بہت دور رہتے ہیں۔ لیکن زبان بے
 سوچے سمجھے نہایت لاپرواہی سے چلتی ہی رہتی ہے۔ زندوں اور مردوں کی عنیت برائی
 آبروریزی بے دھڑک کھیلتی ہے۔ کیا کہہ رہا ہے۔ کیا بک رہا ہے اس کی اسے پرواہ نہیں
 ہوتی۔ اس قسم کی بے پرواہی سے باتیں کرنیکی حقیقت تم معلوم کرنا چاہتے ہو تو صحیح مسلم میں
 حضرت عبداللہ بن جندب کی حدیث دیکھ لو۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا۔

قال رجل واللہ لا لیغفر اللہ
 بفلان۔ فقال اللہ عزوجل۔ من
 ذا الذی یتألی علی انی لا اعفر
 بفلان۔ قد عفرت له وامیبت
 عملک۔
 کسی آدمی نے کہا قسم خدا کی فلاں آدمی کی خدا
 مغفرت نہیں کرے گا۔ خدا نے فرمایا یہ اس
 بات پر قسم کھانے والا کون؟ میں نے اسے
 بخش دیا۔ اور تیری نیکیاں میں نے عینت
 نالیکر دیں۔

غور کرو۔ عابد۔ زاہد۔ پارسا آدمی ہے عبادت و طاعت سے اپنے کو مزین و آراستہ

کر رکھا ہے۔ لیکن ایک کلمہ نے اس کے تمام اعمال سوخت کر دیئے۔ یہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے، اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔

تکلم بکلمۃ اور بقت و نباہ و آخرتہ :
یہ ایسا کلمہ بول گیا جس نے اس کی دنیا اور آخرت خراب کر دی۔

اور صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان العبد لتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ لا یلقی لها بال لا یرفعہ اللہ بہا درجات۔ وان العبد لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ۔ لا یلقی لها بال الا یھوی بہا فی نار جہنم۔
بندے کے منہ سے کبھی نہایت بے پڑائی سے خدا کی رضامندی کا کلمہ نکل جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بڑھا دیتا ہے اور بندے کے منہ سے کبھی نہایت بے پڑائی سے خدا کی خفگی کا کلمہ نکل جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم میں جھونک دیا جاتا ہے۔

اور صحیح مسلم کے اندر ہے۔

العبد یتکلم بالکلمۃ ما یتبین ما فیھا یھوی بہا فی النار العبد ما بین المغرب والمشرق :
بندے کے منہ سے کبھی ایسا کلمہ نکل جاتا ہے جس کی بدی اس پر ظاہر نہیں ہوتی اور اس کی وجہ سے وہ جہنم سے ایسے گڑھے میں ڈال دیا جاتا ہے جس کی گہرائی مغرب و مشرق کے فاصلے سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

ترمذی میں حضرت بلال بن حارث نرہی سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان احدکم لیتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ ما یبلغ ما بلیت فیکت اللہ لہ بہا رضوانہ الی یوم یلقاہ وان احدکم لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ ما یبلغ ما بلیت فیکت
تم سے آدمی کبھی ایسی بات خدا کی مرضی کی بول دیتا ہے کہ اسکو خود خدا کی اس رضامندی کا گمان تک نہیں ہوتا کہ اتنی رضامندی حاصل ہوگی اللہ تعالیٰ اس کو اس وجہ سے قیامت تک کے لیے اس کے حق میں اپنی رضامندی لکھ دیتا ہے اور تم میں سے کوئی خدا کی خفگی کی ایسی بات

اللہ نے بھانپ لیا کہ یہ روز
یلقاہ:

بول دیتا ہے جس کی خبر نہیں ہوتی کہ وہ کہاں
پہنچے گی۔ اور اللہ تعالیٰ قیامت تک کے
لئے اس کے حق میں اپنی خفگی لکھ دیتا ہے۔

حضرت علقمہ کہا کرتے تھے۔ بلال بن عمارت کی اس حدیث نے مجھے کتنی ہی باتوں
سے روک دیا ہے۔

نیز جامع ترمذی کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے کسی صحابی کا انتقال ہو گیا
کسی نے کہا "تمہیں جنت کی بشارت ہے" آنحضرتؐ نے فرمایا۔

اولا تدری لعلہ تکلم فیما
لا لعینہ او یجمل بما لا ینقصہم
تمہیں کیا خبر؟ شاید اس نے لایعنی بان
کی ہو۔ یا جس سے اسے کچھ کمی نہ پڑتی، اس
سے اس نے سچل کیا ہو۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔

دوسرے الفاظ میں یہ حدیث اس طرح مروی ہے کہ غزوہ احد میں ایک نوجوان
شہید ہو گیا۔ اس کی لاش اس حالت میں ملی کہ اس کے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر
بندھا ہوا تھا۔ اس کی ماں نے اسے دیکھا۔ اور اس کے منہ سے مٹی پونچھنے لگی۔ اور کہا بیٹا
تمہیں جنت مبارک ہو۔ یہ سن کر آنحضرتؐ صلعم نے فرمایا۔

وما یدریک؟ لعلہ کان
یتکلم فیما لا لعینہ ویمنع ما
لا یضرہ!
تمہیں اس کا حال کیا معلوم؟ شاید اس
نے کوئی غیر ضروری بات کی ہو۔ یا جس
سے اسے نقصان نہیں تھا۔ اس سے ہاتھ
روک دیا ہو۔

اور صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے
جو آدمی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان
رکھتا ہے۔ اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے
یا خاموش رہے۔

مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔
من کان یومن باللہ والیومر
الاخر فلیقل شیراً اولیعت
من کان یومن باللہ والیومر الاخر

جو آدمی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان

فاذا شهد امرأ فليتكلم بخير
رکھتا ہے۔ جب کسی بات کی گواہی دیوے تو
بھلی بات کہے۔ یا خاموش رہے۔
اولیبتک :

امام ترمذی نے صحیح اسناد سے ایک حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔
من حسن اسلام امر عرق ما
کسی آدمی کے اچھے مسلمان ہونے کی ایک صورت
یہ ہے کہ لالینی باتیں ترک کر دے۔
لم یعینہ :

حضرت سفیان بن عبداللہ الشافعی سے مروی ہے وہ لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی خدمت
میں میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اسلام کے بارے میں ایسی بات مجھے بتلا دیجئے کہ آپ
کے بعد کسی سے میں نہ پوچھوں۔ آپ نے فرمایا۔

قل آمنت بالله ثم استقم
کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر تم اس پر مستقیم رہو
میں نے عرض کیا میری نسبت کس چیز کا خوف ہے؟ آپ نے اپنی زبان پکڑ لی اور
فرمایا: هذا اس زبان کا خوف ہے۔

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔
کل کلام ابن آدم علیہ۔ لا اله
الا امر بالمعروف او نہی عن
المنکر۔ او ذکر اللہ عزو
جل :

آدمی کی ہر بات اس پر بوجھ ہے۔ سو مند
نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ اچھی بات کا
حکم کرے اور بری بات سے روکے۔ اور
اللہ عزوجل کا ذکر کرے۔

ترمذی اس حدیث کو حسن کہتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

اذا أصبح العبد فان الاعضاء
كلها تكفر اللسان۔ تقول اتق
اللہ فانما نحن بك۔ فاذا استقمت
استقمنا وان اعوججت
اعوججتنا :

بندہ جب صبح کرتا ہے۔ تو اس کے تمام اعضا
اس کی زبان سے پناہ مانگتے ہیں۔ کہتے ہیں
تو خدا سے ڈرہارا انجام تیرے یا تقویٰ ہے۔ تو
سیدھی ہے تو ہم سیدھے ہیں۔ تو ٹیڑھی
ہے تو ہم ٹیڑھے ہیں۔

بہت سے بزرگان سلف کا یہ معمول تھا۔ کہ وہ اپنی سردی گرمی کے دنوں کے کاموں
کا حساب کھا کرتے تھے کہ کتنے نپا۔ کام ہم سے ہوئے۔ اور کتنے برے۔

بعض اکابر اہل علم کو ان سے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا گیا۔ اور ان سے پوچھا گیا کہ کیا معاملہ پیش آیا؟ انہوں نے جواب دیا صرف ایک بات کی وجہ سے میں معلق ہوں۔ میرے منہ سے نکل گیا کہ بارش کی ضرورت کیسے تھی؟ اس پر مجھے کہا گیا۔ کیا سمجھ کر تم ایسا بولے میرے بندوں کی مصاحبتوں کو میں خود ہی اچھی طرح سمجھتا ہوں۔

صحابہ میں سے کسی نے اپنے خادم سے کہا، دسترخوان لاؤ۔ کچھ اس کے ساتھ بھی کھیل کر لیں۔ اس کے بعد ہی کہنے لگے۔ استغفر اللہ۔ میں بغیر نیکی اور حکام کے کبھی بات نہیں کرتا۔ آج کیا ہو گیا جو ایسا ہو گیا۔ میری زبان بے نیکی اور بے زبان ہو گئی پھر کہنے لگے۔ انسان کے اعضاء کی حرکتوں میں سب سے بری اور ہرزہ رشاں حرکت زبان کی حرکت ہے۔

علماء سلف و خلف کا اس بارے میں بہت اختلاف ہے کہ آیا انسان کی تمام باتیں لکھی جاتی ہیں؟ یا صرف خیر و شر کی باتیں۔ ایک گروہ کہتا ہے۔ تمام باتیں لکھی جاتی ہیں۔ دوسرا گروہ کہتا ہے۔ صرف خیر و شر کی باتیں لکھی جاتی ہیں بظاہر تو پہلا ہی قول صحیح ہے بعض سلف کا کہنا ہے۔ انسان کا ہر لفظ اس پر بوجھ ہے۔ اس کے لئے سود مند نہیں ہے۔

سوائے ذکر خداوندی کے۔ یا جو ذکر خداوندی کے قریب قریب ہو۔ (۱)

حضرت ابو بکر صدیقؓ اکثر اپنی زبان پکڑتے۔ اور کہتے۔

هذا اردنی الموارد اس نے مجھے بہت سی مہبتوں میں ڈالا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ گفتگو۔ اور بات چیت تمہاری اسپر ہے۔ لیکن جب یہ منہ سے نکل جائے تو تم اس کے اسپر بن جاتے ہو۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آدمی کی زبان کے ساتھ ہی خدا ہوتا ہے۔

وما یلفظ من قول الا لہد یہ رقیب جو کوئی زبان سے بات نکالتا ہے۔ اس کے عقید (سورہ ق) پاس ایک نگہبان تیار ہوتا ہے۔

انسان کی زبان میں دو آغشتیں لازمی ہیں۔ اور دونوں میں سے کسی ایک سے بھی رستگاری اور گلو خلاصی ناممکن ہے۔ اور یہ دونوں آغشتیں اپنی جگہ بہت خطرناک ہیں۔ ایک بات

(۱) اسے یہاں سلف کا قول کہا گیا ہے۔ لیکن یہ حضرت ام المؤمنین ام حبیبہؓ کی حدیث ہے

جیسا کہ تم اوپر پڑھ چکے ہو۔

کرنے کی آفت۔ اور دوسری خاموشی کی آفت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے بڑھی ہیں۔ اگر کوئی زبان حق بات سے خاموشی اختیار کرتی ہے۔ تو انسان کو گونگا شیطاں بننا پڑتا ہے۔ اور خدا کا نافرمان بندہ بن جاتا ہے۔ ریاکار۔ مداہن ہو جاتا ہے۔ اور باطل سپردہ بات کر نوالا ناطق شیطاں ہے۔ خدا کا نافرمان ہے۔ لیکن انوس یہ ہے کہ خدا کی زیادہ تر مخلوق بولنے اور خاموشی کے بارے میں سیدھی راہ سے ہٹ چکی ہے۔ ہر اطمستقیم۔ سیدھی راہ یہی ہے۔ کہ درمیانی راہ اختیار کی جائے۔ انسان اپنی زبان کو باطل۔ ناحق۔ ناروا بات سے روک لے۔ اور وہی بات کرے۔ جس سے آخرت کا فائدہ ہو۔ کوئی ایسی بات نہ کرے۔ جس سے آخرت خراب ہو۔ آخرت میں نقصان پہنچانے والی بات کبھی زبان پر نہ لانی جائے۔ کیونکہ خدا کے بہت سے بندے قیامت کے دن خدا کے حضور میں پہاڑوں کے برابر نیکیاں لیکر حاضر ہونگے۔ لیکن ان کی بے لگامی نیکیوں کے ان پہاڑوں کو منہدم کر دے گی۔ اور بہت سے بندے گناہوں کے پہاڑ لیکر حاضر ہونگے۔ لیکن ان کی زبانی اکثر ذکر خداوندی میں مشغول ہوتی تھیں۔ تو گناہوں کے یہ تمام پہاڑ منہدم ہو کر رہ جائیں گے۔

فصل

خطوات یعنی قدم۔ چلنا۔ پھرنا۔ اور اس میں حزم و احتیاط برتنا جو قدم ثواب کا موجب نہ ہو اس سے بہتر ہے کہ بندہ بیٹھا رہے۔
خطوات یعنی قدم۔ چلنے پھرنے۔ اٹھانے اور رکھنے کی حفاظت یہ ہے کہ بندہ اسی جگہ اٹھائے جہاں سے عند اللہ ثواب کی امید ہو۔ اگر قدم اٹھانے میں ثواب نہیں دیکھتا یا مزید ثواب کی امید نہیں رکھتا تو اس کے لئے یہی بہتر ہے کہ ایک جگہ بیٹھا رہے۔
بندے کے لئے یہ بہت ممکن ہے کہ اپنے مباح اور جائز قدم کو بھی تقرب الی اللہ کا ذریعہ بنا لے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہر قدم کے لئے جناب باری میں ثواب و تقرب کی نیت کرے۔ اس طرح بندہ کا ہر قدم تقرب الہی کا موجب ہو گا۔ اس طرز پختہ سے اس کی روزمرہ کی عادی اور مباح چیزیں بھی اس کے حق میں طاعات و عبادات بن سکتی ہیں۔ اگر بندہ اپنے عادی اور مباح امور میں ثواب و تقرب کی نیت کرے۔ تو اس کے

تمام عارفی اور مباح امور ثواب و تقرب کا موجب بن سکتے ہیں۔

چونکہ بندے کی اکثر و بیشتر لغزشیں قدم اور زبان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان دو کو ایک ہی ساتھ بیان فرماتا ہے۔

و عبادة الرحمن الذين هم مشغون على
الارض هونا۔ و اذا غاب عنهم الجاهلون
قالوا سلاما: (سورہ فرقان)

رحمن کے بندے وہ لوگ ہیں جو زمین پر
آہستگی سے چلتے ہیں۔ اور جب ان سے جاہل
بات کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کہتے ہیں
اس آیت میں نیک بندوں کی شان۔ اور صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ کلام و گفتگو
خطوات قدم میں مستقیم اور راست رہ کر کرتے ہیں۔

آیت میں یہ دو چیزیں اسی طرح ایک ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ جس طرح لخطات اور
خطرات کو اس آیت میں ایک ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

يعلمها تتنا الاعين وما تخفي
الصدور (سورہ غافر)
اللہ غائب آنکھوں کو اور جو کچھ سینوں میں
مخفی ہے جانتا ہے۔

فصل

زنا کے مفسد قلب۔ روح۔ جوارح۔ اور انسان کے

تمام امور پر طاری ہو جاتے ہیں۔ زنا کی حد لوگوں کے

اجتماع میں جاری کرنے کی حکمت تو بہ نصوح سے تمام گناہ

معاف ہو جاتے ہیں۔ معاصی سے قائمہ بالخیر نہ ہونیکا خطر ہے

تحريم فواحش۔ حفظ عصمت کا وجوب وغیرہ امور جو ہم نے اب تک پیش کئے۔ وہ بطور

مقدمہ اور تمہید کے پیش کئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اکثر ما يدخل الناس النار النجم والفرج
اکثر لوگوں کو سہ اور شرمگاہ جہنم میں لیجائیگی۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مسلم کا خون تین باتوں میں سے کسی ایک کے

لا یجیل دماہرہ مسلم الا باحدى

بغیر حلال نہیں ہے۔ شیب زانی۔ یا جان کے بدلہ

ثلاث الثیب الذانی۔ و اتنفس بالنفس

میں جان۔ یا وہ جو دین چھوڑ کر مرتد ہو جائے اور

والتارک لدینہ۔ المسفارق

للجماعة: جماعت سے الگ ہو جائے۔

جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زنا کو کفر اور قتل نفس کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ بعینہ اس آیت کی نظیر و مثال ہے۔ جو سورہ فرقان میں وارد ہے۔ اور بعینہ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث کی نظیر و مثال ہے۔ آنحضرتؐ نے سب سے پہلے وہ گناہ پیش فرمایا جو کثیر الوقوع ہے۔ اس کے بعد وہ گناہ بیان کیا جو اس سے کم وقوع میں آتا ہے۔ چنانچہ باعتبار قتل نفس کے زنا کا وقوع زیادہ ہے۔ تو زنا کو پہلے بیان کیا۔ اور بمقابلہ ارتداد کے قتل کا وقوع زیادہ ہے۔ اس لئے ارتداد سے پہلے قتل نفس کا ذکر کیا۔

نیز اس میں یہ بات بھی ہے کہ ایک کبیرہ گناہ کے بعد دوسرے کبیرہ گناہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ہر پہلا گناہ اگلے گناہ سے بڑا ہے اور جس کے مفاسد پہلے کے مفاسد سے زیادہ ہیں۔ زنا کے مفاسد اور خرابیاں۔ صلاح عالم۔ فلاح دنیا کے سرسرخلاف اور متناقض ہیں۔ کیونکہ جب کوئی عورت زنا کا ارتکاب کرتی ہے۔ وہ اپنے سارے کنبے اور قرابتداروں اور ماں باپ بھائی بہنوں کے لئے موجب عار بن جاتی ہے۔ اور اس کی وجہ سے اس کے سارے گھر لٹنے۔ اور کنبے والوں کے سر نیچے ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کہیں وہ زنا سے عالم ہو گئی۔ تو پھر انکے عار کی انتہا نہیں رہتی۔ اور اگر وہ عار کی وجہ سے اپنے حمل کو مار دیتی ہے تو زنا۔ اور قتل نفس دو گناہوں کا ارتکاب کرتی ہے۔ اور اگر حمل باقی رہ جاتا ہے تو شوہر پر بلا وجہ بھڑک پاتا ہے اور اجنبی کے نطفہ کو اپنے اور اپنے شوہر کے کنبے سے جوڑ دیتی ہے جو قطعاً اس کنبے سے الگ ہے اور پھر وہ اسکو انکوارتھ اور حقارت بنا دیتی ہے۔ حالانکہ وہ غیر ہے اور پھر وہ انہی میں رہتا ہے اور انہی میں پرورش پاتا ہے اور انہی کے نسب و خاندان میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی بہت سی خرابیاں عورت کے ذنا سے وابستہ ہیں۔ اگر مرد زنا کا رہے تو اس سے بھی اختلاط و نسب واقع ہوتا ہے۔ محفوظ و ماموں عورت کو خراب۔ تباہ و برباد کرنے کا موجب اور سبب بنتا ہے۔ غریب عورت کو تلف و بربادی کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

پس اس کبیرہ سے دین و دنیا دونوں ہی خراب و برباد ہو جاتے ہیں۔ اور برباد اور آخرت میں آگ کا سامان مہیا ہوتا ہے۔

زنا وہ گناہ کبیرہ ہے کہ بے شمار محرمات الہیہ حلال کر لی جاتی ہیں۔ بے شمار حقوق ضون ہو جاتے ہیں۔ اور بے شمار مظالم اس کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

زنا کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ فقر و مذلت زانی کے لئے لازم ہو جاتی ہے۔ اور زانی کی عمر کوتاہ ہو جاتی ہے۔ اور لوگوں میں عموماً روسیہا ہو جاتا ہے۔

اور یہ بھی زنا کی خاصیت ہے کہ زانی کا قلب مضطرب اور منتشر ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کا قلب موت کی گھاٹ نہیں اترتا تو کم از کم بیمار اور مریض ہو جاتا ہے۔ اور حزن و غم اور خوف و ہراس کا خزن ضرور بن جاتا ہے اور خدائے مالک الملک اور فرشتوں سے اسے دور پھینک دیتا ہے۔ اور شیطان کے قریب۔ بلکہ شیطان کی گود میں بیٹھا دیتا ہے۔

عرض قتل و خونریزی کے مفسدہ کے بعد زنا کے مفسدہ سے بڑھ کر کوئی مفسدہ نہیں ہے اور یہی وجہ ہے جو شریعت نے زانی سے لئے بدترین۔ رسوا کن طریق قتل کی سزا تجویز فرمائی زنا اس قدر تکلیف دہ برائی ہے کہ اگر کسی سے کہا جائے کہ تمہاری بی بی نے خودکشی کر لی تو اسے سخت صدمہ ہوگا۔ لیکن اگر کسی نے اسے یہ کہہ دیا کہ تیری بی بی نے فلاں کے ساتھ کیا تو اسے اس قدر صدمہ ہوگا۔ کہ خودکشی کرنے کے صدمہ سے لاکھوں درجہ بڑا صدمہ ہوگا چنانچہ حضرت سعد بن عبادہؓ کی ایک روایت ہے۔

لو رأیت رجلاً مع امرئتی لقربته
یا لسیف غیر مصفوح
اگر میں اپنی بی بی کے ساتھ کسی کو دیکھ پاؤں تو
اڑھی تلوار سے اسے قتل کر دوں۔

آنحضرتؐ کو حضرت سعدؓ کی اس بات کی خبر ہوئی تو آپ فرمانے لگے۔
أتعجبون غیرة سعد؟ واللہ لانا
اغیر منہ۔ واللہ اغیر منی۔
و من اجل غیرة اللہ حرم الفواحش
ما ظہروہا باطن :
کیا تمہیں سعد کی غیرت پر تعجب ہو رہا ہے؟ قسم
خدا کی میں سعد سے زیادہ عیور ہوں اور اللہ
مجھ سے بھی زیادہ عیور ہے اور اس غیرت ہی
کی وجہ سے خدا نے ظاہری باطنی فواحش کو
حرام کر دانا ہے۔
(مشفق علیہ)

نیز صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر آنحضرتؐ سے مروی ہے۔
ان اللہ یغار۔ وان المؤمن
یغار وغیرة اللہ ان یاتی العبد
ما حرم علیہ :
اللہ تعالیٰ عیور ہے اور مؤمن عیور ہے۔ اور
بندہ جرائم کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ
کو غیرت آتی ہے۔

اور صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

خدا سے زیادہ کوئی غیور نہیں۔ اور اسی لئے اس نے ظاہری باطنی فواحش کو حرام کر دیا ہے اور خدا سے زیادہ عذر و معذرت کا پسند کرنے والا کوئی نہیں اور اسی لئے اس نے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسول و پیغمبر بھیجے۔ اور خدا سے زیادہ کسی کو اپنی تعریف پسند نہیں۔ اور اسی لئے خدا نے خود اپنی تعریف کی ہے۔

لا احد اغیر من اللہ . من اجل ذلك حرمت الفواحش ما ظهر منها وما باطن . ولا احد احب اليه العذر من اللہ من اجل ذلك ارسل الرسل مبشرين ومنذرين ولا احد احب اليه المرح من اللہ ومن اجل ذلك اتسنى على لفسنہ :

اور صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر ہے کہ آنحضرتؐ کے سورج گرہن کے خطبہ میں فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

اے محمد کی امت! قسم خدا کی۔ خدا سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کاری کرے۔ اے محمد کی امت! قسم خدا کی جو میں جانتا ہوں تم جان لو تو تم بہت سنا کم کرو اور بہت زیادہ رو یا کرو۔

يا امة محمد . واللہ انہ لا احد اغیر من اللہ . ان یزنی عبده اور تزی امة یا امة محمد . واللہ لو تعلمون ما اعلم لفاکتہ قلیلا ولبکیته کثیرا :

اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ الہی میں عرض کی۔

اے خدا! تو گواہ ہے میں نے تیرا دین پہنچا دیا۔

اللہم! اهل بلغت :

سورج گرہن کی نماز کے بعد خطبہ میں اس کبیرہ گناہ کا ذکر خاص معنی رکھتا ہے اور عذر و تاویل کرنے والوں کے لئے اس میں عجیب و غریب اسرار و رموز پوشیدہ ہیں۔

زنا کی کثرت تباہی عالم کی بڑی نشانی ہے۔ نیز زنا کی کثرت قیامت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں ہمیں ایک حدیث سنا تا ہوں۔ جو شاید میرے بعد ہمیں کوئی نہیں سناے گا۔ یہ حدیث آنحضرتؐ صلعم سے سنی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے۔ کہ علم اٹھ جائے گا۔ جہالت بڑھ جائیگی۔ شراب خوب

من اشراط الساعة ان یرفع العلم ویظہر الجہل . ویشریب الخمر

وَيُظْهِرُ الزَّانَا - وَيَقْلُ الرِّجَالَ وَ
تَكْثُرُ النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِمُهْسِينٍ
أَمْرًا أَلْفًا الْقِيمِ الرَّاحِدِ:

پی جائے گی۔ اور زنا کی کثرت ہو جائے گی۔
مرد کم ہو جائیں گے اور عورتوں کی کثرت ہو
جائیگی۔ عورتوں کی اس قدر کثرت ہو جائیگی کہ
ایک ایک مرد پچاس پچاس عورتوں کا بار اٹھائے گا

اور اللہ تعالیٰ کی یہ عادت، اور سنت مستمرہ رہی ہے کہ جب زنا کی کثرت ہو جاتی ہے۔ تو
اس کا غضب و غصہ تیز ہو جاتا ہے اور جب اس کا غضب و غصہ تیز ہو جاتا ہے تو اس کے غضب ناراضگی کے
آئنا زمین پر بیہودت عقوبت و عذاب ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں

مَا ظَهَرَ الرَّجُلُ - وَالزَّانَا فِي قَرْيَةٍ
إِلَّا أَذِنَ اللَّهُ بِأَهْلَاكِهَا:

جب کسی قریہ، اور آبادی میں سود خواری
اور زنا کاری کی کثرت ہو جاتی ہے۔ تو اللہ
تعالیٰ اسے ہلاک کرنے کا حکم دے دیتا ہے۔

بنی اسرائیل کے بعض اجبار و مشاکح کے متعلق وارد ہے کہ اس کا لڑکا کسی عورت سے آنکھیں
لٹانے لگا۔ یہ دیکھ کر اس نے اپنے بیٹے سے کہا جو بیٹے خوب۔ اور اسی وقت وہ سر کے بل تخت
سے نیچے گرا۔ اور اس کی شہ رگ ٹوٹ گئی۔ اور اس کی بی بی بھی اسی طرح گر پڑی۔ اس
کے بعد اس سے خطاب کیا گیا۔ اپنے بیٹے پر میرے لئے عفو کرنے کی یہی حیثیت ہے؟ تم
جیسے لوگوں میں کبھی خیر و برکت نہ ہوگی۔

خدا نے زنا کی حد کو دوسری حد کے مقابلہ میں تین خصوصیتوں سے ممتاز کر دیا،
ایک یہ کہ زنا کی حد کا طریقہ نہایت ذلت آمیز اور رسوا کن مقرر فرمایا۔ کہ لوگوں کے
اجتماع میں زانی محسن کو سنگسار کیا جائے۔

اور جہاں جن صورتوں میں زنا کی عقوبت و سزا کم رکھی ہے۔ وہاں بھی جسمانی اور قلبی سزا
تجویز کی گئی۔ کہ جسم پر کوڑے لگائیں جائیں۔ اور ایک سال کے لئے اسے حبلا وطن
کر دیا جائے

دوسری یہ کہ زنا کی سزا جو دین و مشرع نے مقرر کی ہے۔ اس میں کسی قسم کی رحمدلی اور
راقت قلبی نہ برقی جائے۔ خدا کی حد کے اجراء میں رحمدلی رکاوٹ نہ ڈالے۔ کیوں کہ حق
سجائے و تعالیٰ نے یہ عقوبت و سزا عین اپنی رحمت و رافت کی بنا پر ہی شروع فرمائی ہے
وہ رحم الراحمین ہے۔ سب سے بڑا مہربان ہے۔ باوجود اس کے اس

وہ رحم الرحیم ہے۔ سب سے بڑا مہربان ہے۔ باوجود اس کے اس کی رحمت اس عفویت و سزا کو روکتی نہیں ہے۔ پس اگر تمہارے قلوب میں بھی رحمت و رافت کا جذبہ ہو تو اس کے فرمان کے نفاذ میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ڈالو۔ اگرچہ یہ بات ہمہ قسم کی حدود میں ہونی چاہیے۔ لیکن زنا کی حد میں خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ یہاں اس کے ذکر کی سخت ضرورت تھی۔ اس لئے کہ عموماً لوگ چوروں۔ ڈاکوؤں۔ اور تہمت لگانے والوں۔ سزا بخواروں کے خلاف جو خفگی۔ ناراضگی۔ غصہ اور نفرت رکھتے ہیں۔ وہ زانی کے خلاف نہیں رکھتے۔ بلکہ زانی پر جس قدر رحم و رافت ان کے دلوں میں ہوتی ہے۔ اتنی دوسرے جرائم کے ارتکاب کرنے والوں پر نہیں ہوتی و نیز کے واقعات و شواہد اس کی بین دلیل ہیں۔ اور اس لئے اللہ تعالیٰ نے پروردگار طریقہ سے منع فرمایا کہ اس بارے میں رحم و رافت کو قطعاً جگہ نہ دی جائے۔ تاکہ حدود الہی معطل ہو کر نہ رہ جائیں۔

زنا کے متعلق یہ خصوصیت کیوں ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ زنا کا ارتکاب شرفار سے بھی ہوتا ہے۔ اور متوسط طبقہ کے لوگوں سے بھی۔ اور ادنیٰ طبقہ کے لوگوں سے بھی۔ زنا کے ذمہ داری و اسباب بہت سے ہیں۔ لیکن سب سے بڑا سبب عشق ہے اور انسانی قلوب حبیبی اور طبعی طور پر عاشق پر رحم کرنا پسند کرتے ہیں۔ بلکہ بہت سے لوگ تو عاشق کی اسداد و اعانت کو طاعت و ثواب سمجھتے ہیں۔ اگرچہ معشوق کی صورت دیکھنا بھی حرام ہے۔ لیکن پھر بھی یہ چیز عام طور پر مکر وہ نہیں سمجھی جاتی۔ اور جذبہ عشق تو وہ چیز ہے کہ مختلف قسم کے چوپایوں تک میں پایا جاتا ہے۔ اور محبت و عشق سے بے شمار واقعات ہم لوگوں کی زبانی سن چکے ہیں۔ اور یہ لوگ اکثر و بیشتر ان لوگوں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ جو عقل و دین سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ خصوصاً خدام۔ نوکر۔ چاکر اور عورتوں میں یہ مرض زیادہ ہوا کرتا ہے۔

نیز یہ گناہ عموماً طرفین کی رضامندی سے سرزد ہوتا ہے۔ ظلم و عدوان اور جبر سے نشا و نہاد ہی اس گناہ کا صدور ہوتا ہے۔ اور عموماً ہر انسان میں قلبیہ شہوت موجود ہوتی ہے۔ اور یہ غلبہ اس کے اندر خاص قسم کا تصور پیدا کرتا ہے۔ اور یہ تصور اس کے قلب میں رحمت و رافت کے جذبات پیدا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ یہی چاہتا ہے۔ کہ

ایک مستحق حد و سزا اس خدا اور مہر اسے کسی نہ کسی طرح پہنچ جائے تو بہتر۔ حالانکہ یہ بات صنعت ایمان کی دلیل ہے۔ کمال ایمان۔ اور قوت ایمانی تو یہ ہے کہ حکم الہی کے نفاذ میں وہ قوی تر اور دلیر ہو۔ اور وہ کام کرنے جس کے کرنے میں محدود و کمزور کے لئے آخرت کی رحمت اترے۔ اور جو رحمت خداوندی۔ اور پروردگار عالم کے منشاء کے عین مطابق ہو۔

تیسری یہ کہ زانی اور زانیہ پر مسلمانوں کے عام اجتماع میں حد عیاری کی جاتی ہے تنہا کی میں نہیں اور یہ مصلحت حدود اور حکمت نہ جو تو بیچ کے عین مطابق ہے۔

مضمون زانی کی حد قوم لوط کی مہر سے متفق و ماخوذ ہے خدا اس قوم کو اوپر سے پھر برس کر ختم کر دیا تھا۔ اور یہ اس لئے کہ زنا۔ اور لواطت فحش اور فساد و خرابی میں برابر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں مخلوق۔ اور امر الہی کی حکمت و مصلحت کے خلاف ہیں۔ لواطت بھی وہ خرابیاں پائی جاتی ہیں جن کا اخصاص و شمار مشکل ہے۔

مفعول کو قتل کر دینا مفعول کے حق میں عین خیر و بھلائی ہے۔ اس کے ساتھ رعایت کرنا اس کی خیر و بھلائی کے خلاف ہے مفعول کے اندر لواطت سے وہ وہ مفساد اور خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں کہ اس کے بعد اس کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔ خیر و بھلائی کی تباہی راہیں اس کیلئے مسدود ہو جاتی ہیں۔ اور خدا کی زمین اس کے منہ اور پیشانی سے شرم جبار کا سارا پانی اور جوہر عذب کو لیتی ہے۔ اس کے بعد وہ اس قدر بے حیا و شرم بن جاتا ہے کہ نہ وہ خدا سے شرماتا ہے، اور نہ خدا کی مخلوق سے۔ اور فاعل کا لطف اس کے اندر پہنچ کر وہ کام کرتا ہے جو زہر کام کرتا ہے۔

یہ مسئلہ کہ مفعول جنت میں داخل ہوگا یا نہیں؟ اس کے متعلق علماء کے دو قول ہیں اور یہ دو قول میں نے اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے سنے ہیں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مفعول جنت میں داخل نہیں ہوگا وہ اپنے و عورے کے ثبوت پر چند دلائل پیش کرتے ہیں۔

ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

لا يدخل الجنة ولد الزنا ولدنا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

جب ولدنا جنت میں داخل ہو گیا جقدر نہیں رہتا۔ حالانکہ اس کا کوئی گناہ نہیں

تو پھر مفعول کس طرح جنت کا حق دار ہوگا؟ ولد الزنا کے اندر عیب ہے تو یہی کہ مشر

جہالت کا خطرہ ہے۔ اور اس سے فیرو فلاح کی امید نہیں کیونکہ یہ خبیثہ نطفہ کی پیداوار ہے۔ اور وہ جسم جو حرام غذا سے پرورش پاتا ہے۔ اس کے لئے جب جہنم بہتر سمجھی گئی تو وہ جسم جو نطفہ حرام سے پیدا ہوا ہے۔ اس کا بھی یہی حال ہونا چاہیے۔

اس کے بعد وہ کہتے ہیں لوطی مفعول ولد الزنا سے بھی بدتر۔ اور ذلیل و خوار۔ اور خبیث و ناپاک ہے۔ اور اس سے کسی فیرو فلاح کی امید نہیں ہے۔ اور اس کا یہ فعل اس کے اور جنت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اگر لوطی مفعول کوئی نیک کام بھی کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے اندر کچھ ایسے رخنے پیدا کر دیتا ہے جس سے اس کا عمل فاسد۔ باطل اور رسی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور یہ بھی اس کے عمل بد کی شر کی طور پر کیا جاتا ہے۔

اور یہ بات تم بہت کم پازگے کہ کسی کو بچپن میں یہ بیماری لاحق ہو گئی۔ اور بڑا ہونے کے بعد وہ سیدھی راہ پر آ گیا ہے۔ بلکہ بڑا ہونے کے بعد وہ بچپن سے بڑی زیادہ بدتر ہو جاتا ہے نہ تو اسے نیک عمل کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ نہ علم نافع کی۔ نہ توبہ نصح کی۔

اصل مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ جو شخص اس مرض و عیبت میں مبتلا ہو گیا اور پھر اس نے خدا کی طرف رجوع کیا۔ اور خدا نے اسے توبہ نصح کی توفیق بخشی۔ نیک اعمال کی توفیق عطا کی۔ اور بچپن کی بری خصلت کو بڑا ہونے کے بعد اس نے ترک کر دی۔ برائیوں کو نیکوں سے دھو ڈالا۔ طاعات۔ عبادات۔ اور تقرب خداوندی کے وسائل و ذرائع اختیار کر کے پچھائی بد عملیوں۔ بد کرداریوں کو صاف کر دیا۔ اور اسے انکھیں بندگیں۔ اور خدا کے ساتھ اپنا معاملہ درست کر لیا، تو ایسے شخص کے لئے مغفرت و بخشش ضروری ہے۔ اور وہ جنتی ہو گا کیونکہ خدا ہر قسم کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ کیونکہ جب توبہ کرنے سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ شرک تک تو بہ سے معاف ہو جاتا ہے۔ اور خدا کے پیغمبروں اور خدا کے رسولوں کو قتل کرنے کا گناہ توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔ کفر و ہاد کا گناہ توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔ تو پھر یہ گناہ توبہ سے معاف کیوں نہ ہو گا؟ جبکہ حکمت الہی کی حکمت عدل و فضل ہی پر قائم ہے کہ

التائب من الذنب کما لا
ذنب لہ
گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے
گناہ کیا ہی نہیں۔

اور پھر یہ ہوا خداوندیتا ہے کہ جو آدمی شرک و کفر قتل نفس۔ زنا و غیرہ سے توبہ کرے گا

اس کے گناہ اور برائیاں نیکیوں میں تبدیل کر دی جائیں گی۔ اور یہ حکم ہر اس شخص کے لئے ہے جو اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ گناہ کسی قسم کے بھی ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

قل یا عبادى الذین اسرفوا
عنى الفسهم لا تقنطروا من رحمة
الله ان الله یغفر الذنوب
جمیعا. انه هو غفور الرحیم

کہہ دو! اے میرے وہ بندگان جو اپنی
اپنے اوپر زیادتی کی ہے۔ تم خدا کی رحمت سے
نا امید نہ ہو۔ خدا تمام گناہوں کو یقیناً بخش
دے گا۔ وہ واقعی غفور رحیم ہے۔

آیت کے عموم سے کوئی ایک گناہ بھی خارج نہیں ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ حکم خاص توبہ کرنے والوں کے حق میں ہی ہے۔

ایسا آدمی جسے بچپن میں مفلوکیت کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اور بڑا ہونے کے بعد بچپن سے زیادہ خراب ہو جاتا ہے۔ اسے توبہ نہ صوح۔ اور عمل صالح کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ ایسا آدمی اپنے نافات کی تلافی بھی نہیں کر سکتا۔ اور جو جو ہر اس سے فنا ہو چکا ہے اسے پھر واپس نہیں لاسکتا۔ اور نہ وہ اپنی برائیوں کو خیر و بھلائی سے تبدیل کر سکتا ہے ایسے انسانوں سے بہت بعید ہے کہ موت کے وقت انہیں ایسے کام کی توفیق نصیب ہو جس سے وہ جنت کے حقدار بن سکیں۔ اور یہ بھی اس کے اعمال بد اور کردار خبیث کی عقوبت دسرا ہے۔ کیونکہ خدا گناہوں کی سزا گناہوں کے ذریعہ ہی دیتا ہے۔ اور جب گناہوں پر گنا بڑھتے جاتے ہیں۔ تو عقوبتوں پر عقوبتوں کا بار بھی پڑھتا جاتا ہے اور یہ اسی طرح جس طرح نیکی کا بدلہ نیکی سے دیا جاتا ہے اور اس طرح بے شمار نیکیاں جمع ہو جاتی ہیں۔

تم اکثر دیکھو گے کہ عالم نزع میں حسن خاتمہ۔ اور انسان کے درمیان بد عملیاں اور گناہ بطور عقوبتہ و سزا ہاں مل ہو جاتے ہیں۔ اور انہی گناہوں کی وجہ سے انکو خاتمہ بالخیر کی توفیق نصیب نہیں ہونے پاتی۔ چنانچہ عبدالحق الاشعریؒ کہتے ہیں ”سو خاتمہ۔ انا ذنا اللہ منہا کے بہت سے اسباب۔ بہت سے طریقے۔ اور بہت سے دروازے ہیں۔ اور بڑا سے بڑا سبب اور طریقہ۔ اور دروازہ یہ ہے کہ انسان دنیا طلب دنیا۔ اور حرص دنیا میں غور و مستغرق ہو جائے اور آخرت کی جانب سے کلیتہً اعراض کر لے۔ اور محاصی اور خدا کی نافرمانی میں بے دھڑک اقدام کرتا چلے جائے“

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن پر مختلف قسم کے گناہ۔ اور مختلف قسم کی نافرمانیاں

غالب آجاتی ہیں اور خدا سے اعراض و غفلت۔ معاصی و گناہ کی جانب جرات و اقدام کا حصہ غالب آجاتا ہے۔ اور اس لئے قلب پر یہ امور غالب آجاتے ہیں۔ قلب کے مالک بن جاتے ہیں۔ اور اس کی عقل و بصیرت کو اسیر و غلام بنا لیتے ہیں۔ الوارثی کی قدر میں سمجھ جاتی ہیں۔ خدا کی جانب بڑھنے کی راہوں میں یواریں مائل ہو جاتی ہیں جسکی وجہ سے کوئی تذکرہ۔ کوئی نصیحت اسے کارگر نہیں ہوتی۔ نہ کسی موعظت و تذکرہ سے اسے نور اور روشنی حاصل ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات اسی حالت میں موت کا پنجہ اسے آدبوچتا ہے۔ اور کچھ دور سے موت کی صدا بھی اس کے کانوں تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اب اسے نہ تو اپنے مقصد و ارادہ کا پتہ چلتا ہے۔ نہ راہ مقصد کا سرخ ملتا ہے۔ اگرچہ اس وقت خدا کا داعی بار بار اُسے مقصد اور راہ مقصد کی طرف دعوت دیتا رہا۔ لیکن سب بے سود اور بیکار۔

حافظ عبدالحق الاشعری کہتے ہیں ”مجھے الناصر سے بعض خواص نے یہ کہا ہے کہ جب الناصر حالت نزع میں تھا۔ اس کا بیٹا اس کے سر ہانے بیٹھ کر کہنے لگا۔ لا الہ الا اللہ“ پڑھیے۔ الناصر نے اس کے جواب میں کہا مولای (میرا غلام کہاں ہے؟)۔ لڑکے نے پھر اس کی تلقین کی۔ لیکن الناصر نے وہی جواب دیا۔ اس کے بعد اس پر غشی طاری ہو گئی۔ پھر کچھ پوش آ یا تو الناصر کے منہ سے وہی جملہ نکلا۔ اس کے بعد اس نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اے فلاں الناصر تجھے تیری تلوار کی وجہ سے پہچانتا ہے۔ اٹھ اور اسے جلد سے جلد قتل کر دے۔ اور یہ کہتے ہوئے الناصر نے جان دے دی۔

عبدالحق الاشعری کہتے ہیں۔ ایک اور شخص جسے میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ حالت نزع میں اس سے کیا کہا گیا ”لا الہ الا اللہ“ کہو اس کے جواب میں وہ کہنے لگا۔ فلاں مکان اس طرح آراستہ کرو۔ فلاں باغ اس طرح درست کرو“

یہی عبدالحق الاشعری کہتے ہیں۔ ابو طاہر السلفی نے مجھ سے یہ قصہ بیان کیا کہ ایک شخص حالت نزع میں تھا۔ اسے کلمہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کی گئی تو وہ فارسی میں کہنے لگا۔ وہ یازد (دس گیارہ) ایک اور آدمی سے کہا گیا تو وہ کہنے لگا حمام متجائب کا راستہ کدھ ہے“

حمام متجائب کا قصہ ایک عجیب و غریب قصہ ہے ایک شخص اپنے گھر کے دروازے

کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے گھر کا دروازہ ایسا ہی تھا جیسا حمام منجاب کا۔ اس وقت ایک لڑکی وہاں سے گذری۔ اور اس نے اس سے پوچھا حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے؟ اس نے کہا حمام منجاب یہ ہے۔ یہ لڑکی اس گھر میں گھس پڑی پچھپچھے یہ بھی پوچھ گیا۔ لڑکی نے اندر جا کر دیکھا کہ یہ حمام منجاب نہیں ہے۔ بلکہ اس شخص کا گھر ہے۔ اور اس نے اس کے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ فوراً اس نے اسے جھانسا دینے کی کوشش شروع کر دی۔ خوشی و مسرت کا نہایت گرمجوشی سے اظہار کیا۔ اور کہنے لگی ہم دونوں بڑے خوش نصیب ہیں جو اس طرح یہاں جمع ہو سکے اور پھر اس نے اسے دھوکہ دے کر بھاگ نکلنے کی تدبیر نکالی کہنے لگی۔ موقع تو خوب ملا ہے۔ کیا اچھا ہو اگر اس وقت ہماری مسرتوں میں اضافہ کرنے والی چیزیں بھی موجود ہوتیں۔ اس نے کہا اچھا جو کچھ تم کہو بھی مہیا کر دوں۔ یہ کہہ کر اسے تنہا مکان میں چھوڑا اور بازار کی طرف دوڑا۔ ہاتھ پوتے دوڑا۔ اسے کو کھڑی اور قفل بھی لگانا بھول گیا۔ جب وہ بازار سے واپس لوٹا تو دیکھا لڑکی تدارد۔ بغیر کسی قسم کی خیانت کے وہ لڑکی بھاگ نکلی۔ اور اپنی عصمت کو نہایت خوبصورتی سے بچائے گئی۔ یہ دیکھ کر اس شخص پر سکتہ طاری ہو گیا اور اب وہ اسی کی یاد میں اپنا سارا وقت گزارنے لگا۔ راستوں میں۔ بازاروں میں۔ گلی کوچوں میں گھومتا۔ اور یہ شعر پڑھتا رہتا۔

یادیا قائلۃ یومکادقد تعبت

این طریق الی حمام منجاب

اے وہ جو تھکی ہاری تھی اور کہہ رہی تھی کہ حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے؟

ایک مرتبہ وہ یہی شعر پڑھ رہا تھا۔ اس کی ایک بانڈی نے تریب کی گھر کی سے پتھر پڑھا۔

هل لا جعلت سورلعا از طرفت بھا

خود اعلی الدار او قذلا علی الباب

جب تو اس پر کامیاب ہو گیا تو تو نے جلد سے جلد۔ اسے گھر میں محفوظ کیوں نہ کر لیا اور دروازے پر تالا کیوں نہ پڑھا دیا۔

بانڈی کے اس شعر نے اس کے اندر رنج و غم اور حسد منہ کی آگ بجھ کر کادی۔ اور اس کے اندر ایک ہیجانی کیفیت پیدا کر دی۔ اور وہ بالکل پاگل سا ہو گیا۔ ہر طرف دیوانہ وار

گھومتا پھرا۔ اور آخری نتیجہ یہ نکلا کہ موت کے وقت اس کے منہ سے جو الفاظ بار بار

نکلنے رہے وہ یہی شعر تھا۔

اور یہی عبدالحق الاشہلی کہتے ہیں " ایک شخص ایک آدمی پر عاشق ہو گیا۔ اور عشق نے بیماری کی شکل اختیار کر لی۔ اور بالآخر صاحب فراش ہو گیا۔ معشوق کا یہ حال تھا کہ اس سے سخت نفرت کرتا تھا اور دور بھاگتا تھا۔ بعض لوگوں نے کوشش کی کہ ایک مرتبہ اس کے پاس آجائے تاکہ یہ بیماری سے کچھ افادہ حاصل کر سکے۔ معشوق نے وعدہ کر لیا اور اسے خبر دی کہ وہ عیادت کے لئے آئے گا۔ اسے اس خبر سے بہت خوشی ہوئی۔ اور رنج و غم کچھ کم ہو گیا۔ لیکن پھر وہ آدمی آیا اور اس نے خبر دی کہ فلاں راستہ تک وہ میرے ساتھ آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اس نے مجھے رسوا اور بدنام کر دیا ہے۔ اور ہر جگہ میرا نام لیتا رہتا ہے اس لئے میں نہیں آسکتا۔ باوجودیکہ میں نے سہمت امر کیا۔ لیکن وہ واپس چلا گیا۔ یہ سن کر وہ اسی وقت بے ہوش ہو گیا اور زمین پر گر پڑا۔ اور موت کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں۔ اس حالت میں اس کے منہ سے بار بار یہ شعر نکلنے لگے۔

أَسْلَمَ يَارَاحَةَ الْعَلِيلِ دِيَا شِفَاءَ الْمَدْلَفِ الْمَحِيلِ
لِنَيْ سِيَارِكِي رَاحَتٍ أَوْرَايَ حَقِيرٍ وَخَيْفٍ كِي شَقَائِيں تَجْمُؤُ بِرِ سَلَامَتِي بَحْتِمَاؤُ
رِضَاكَ أَشْهَرُ الْفَوَادِي مَن رَحْمَتِهِ الْخَالِقُ الْمَجِيلِ

میرے دل میں تیری رضا مندی خالقِ جلیل کی رحمت سے بھی زیادہ مرغوب ہے۔
سننے والے نے کہا۔ اے شخص! یہ کیا بک رہا ہے۔ ذرا خدا سے ڈر۔ اس نے جواب دیا۔ یہ تو ہوج چکا ہے۔ اور یہ واقعہ ہے۔ یہ کہتا ہے۔ یہ سن کر میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور گھر کے دروازے سے باہر نہیں نکلا تھا کہ مرنے کی آواز آنے لگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سو عمر بقیت اور برے انجام۔ اور منحوس خانم سے محفوظ رکھے۔

بیان کرتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوریؒ ایک مرتبہ رات کو صبح تک روتے رہے۔ صبح کسی نے آپ سے پوچھا کیا گناہوں کی وجہ سے آپ اس قدر روتے ہیں؟ حضرت سفیان ثوریؒ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا۔ اور فرمایا۔ گناہ تو اس تنکے جتنی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ میں برے خانم اور سو عمر انجام سے ڈر رہا ہوں۔

حقیقت یہ ہے اعلیٰ تقفہ فی الدین اور معرفت حق کہ بزرہ ڈرتا ہے کہ موت کے وقت کہیں اس کے گناہ اسے دھوکہ نہ دیجائیں اور حسن خانم اور انجام بالخیر کے درمیان گناہ اور معاصی خائل نہ ہو کر خانم بالخیر کے درمیان دیوار نہ بن جائیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل حضرت ابوالدرداء سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء پر حالت نزع میں کچھ بیہوشی طاری ہو گئی پھر کچھ دیر کے بعد افاقہ ہوا تو یہ آیت ان کی زبان پر جاری ہو گئی۔

وَنَقَلِبِ اَفْعَدِ تَبْهَمِ مَا لِبَصَادِ هَمِ
اور ہم ان کے دل اور ان کی آنکھیں پلٹ
کمالہ یومنا یہ اول مرۃ و نذر ہم
دیں گے جیسا کہ پہلی بار وہ قرآن پر ایمان
فی طغیانہم لبعہ ہون۔
نہیں لائے۔ اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکنے
ہوئے پھوڑ دیں گے۔ (العام)

بزرگان سلف کا یہ عام دستور تھا کہ وہ گناہوں سے اس لئے ڈرتے اور بچتے تھے کہ کہیں گناہ خاتمہ بالخیر انجام بالخیر کی راہ میں دیوار بن جائیں۔

عبدالحق الاشعری کہتے ہیں "خدا برے خاتمہ سے ہمیں محفوظ رکھے جس کا ظاہر اچھ باطن صالح ہے وہ برے خاتمہ سے محفوظ ہے واللہ الحمد! " برا خاتمہ اس کا ہوتا ہے جس کا عقیدہ اور اعتقاد صحیح نہیں۔ اور کبیرہ گناہوں پر اصرار کرتا ہے جس شخص پر گناہ غلبہ پالیتے ہیں۔ اور توبہ کرنے سے پہلے موت اسے آجوتی ہے اصلاح۔ انابت رجوع والی الشد سے قبل ہی موت اس کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ ایسے شخص پر حالت نزع و سکرات میں موت کے وقت شیطان غالب جاتا ہے اور خاتمہ بالخیر سے بھٹکا دیتے ہیں۔ العباد باللہ العظیم۔

عبدالحق الاشعری کہتے ہیں کہ "ایک واقعہ میں نے سنا ہے کہ مصر میں ایک شخص تھا جو اذان و مناسز کا سخت پابند تھا۔ اور ہر اذان و مناسز کے لئے مسجد میں پڑا رہتا تھا۔ طاعات و عبادات کی وجہ سے اس کے منہ پر پیشاب پونور پر مستما تھا۔ ایک روز وہ اپنی عبادت کے موافق اذان کہنے کی غرض سے منارہ چڑھا۔ منارہ کے نیچے ایک عیسائی کا گھر تھا۔ اتفاق سے اس گھر پر اس کی نظر پڑی۔ دیکھا ایک لڑکی کھڑی ہوئی ہے۔ اس وقت یہ بے قابو ہو گیا۔ اذان و مناسز کو خیر باد کہہ کر منارہ سے نیچے اترا۔ اور سیدھا اس عیسائی کے مکان پر پہنچا۔ لڑکی نے اس سے کہا یہ کیوں آئے ہو؟ کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا مجھے تجھ سے محبت ہو گئی ہے۔ میرا ارادہ تو نے چھین لیا ہے۔ میرے قلب کی تو مالک ہو گئی ہے۔ لڑکی نے کہا۔ میں برا کام ہرگز نہیں کر سکتی۔ اس نے کہا میں تجھ سے شادی کر لیتا ہوں۔ لڑکی بولی۔ تو مسلمان۔ میں عیسائی

میرا باپ ہرگز تجھ سے میری شادی نہیں کرے گا۔ اس نے کہا۔ میں عیسائی ہونے کو تیار ہوں
 لڑکی نے کہا ہاں ایسا ہو تو میں شادی کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ یہ شخص اسی وقت عیسائی
 ہو گیا۔ اور اس لڑکی سے شادی کر لی۔ اسی گھرانے سے وابستہ ہو گیا۔ لیکن اتفاق کی بات
 یہ ہے۔ کہ شادی کے دن ہی وہ گھر کے کوٹھے پر چڑھا وہاں سے گھر پڑا اور اسی وقت مر گیا
 اس لڑکی سے خلوت تک نصیب نہ ہوئی اور بے حاصل اپنا دین بھی کھو بیٹھا۔ اور آخرت
 بھی برباد کر لی۔

فصل

لواطت کی خرابیاں اور سزا۔ لواطت کا گناہ قریب قریب
 کفر کے ہے۔ لواطت از دو واجی مصالحتوں کے سرسرخلاف کے
 قوم لوط پر خدا کا عذاب کس طرح نازل ہوا۔ لوطی کی سزا۔

لواطت کی خرابیاں بڑی خطرناک ہیں۔ اس لئے اس کی عقوبت و سزا بھی یہاں اور
 آخرت میں دونوں جگہ خطرناک ہیں۔

علماء کے اندر اختلاف ہے کہ لواطت کی سزا زیادہ سخت ہے۔ یا زنا کی۔ یا دونوں
 کی یکساں ہے؟ اس بارے میں علماء کے تین قول ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی
 حضرت علی بن ابی طالب رضی حضرت خالد بن ولید رضی حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی حضرت
 عبداللہ بن عباس رضی حضرت خالد بن زید رضی حضرت عبداللہ بن عمر رضی۔ امام
 زہریؒ۔ ربیعہ بن ابی عبد الرحمنؒ۔ مالکؒ۔ اسحاق بن راہویہؒ۔ امام احمد
 بن حنبلؒ۔ ان کی ایک صحیح روایت کے مطابق۔ امام شافعیؒ ان کے ایک
 قول کے مطابق یہ کہتے ہیں۔ کہ لواطت کی عقوبت و سزا زنا کی عقوبت و سزا سے
 زیادہ سخت ہے۔ لواطت کی سزا قتل ہے۔ لواطت کر نیوالا محض ہو یا غیر محض۔

حضرت عطار بن ابی یحییٰؒ حضرت زہریؒ حضرت سعید بن المسیبؒ حضرت ابو امام نخعیؒ حضرت
 قتادہؒ۔ امام اوزاعیؒ۔ امام شافعیؒ۔ ان کے طاہر مذہب۔ امام احمد بن حنبلؒ دوسری روایت کے مطابق امام
 ابو یوسفؒ۔ امام محمدؒ اس طرف سے کہتے ہیں کہ لواطت اور زنا دونوں کی عقوبت و سزا یکساں ہے۔
 حاکم۔ اور امام ابو حنیفہؒ یہ کہتے ہیں کہ لواطت کی سزا اور عقوبت زنا کی سزا اور عقوبت

سے کم ہے۔ لواطت کے لئے کوئی شرعی مقررہ حد نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے تعزیر ہے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ لواطت ایک سخت ترین معصیت ہے جس طرح کہ اور بہت سے بڑے بڑے معاصی ہیں۔ اور اللہ۔ اور اللہ کے رسول نے اس کے متعلق کوئی خاص حد مقرر نہیں فرمائی۔ اس لئے اس میں صرف تعزیر ہوگی۔ جیسا کہ مردار کا گوشت اور خون۔ اور خنزیر کا گوشت کھانے میں تعزیر ہے۔

نیز ایک یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ لواطت میں شہوت کا استعمال ایسے مقام میں ہوتا ہے جس سے انسانی طبائع گریز کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے شریعت نے اس کے متعلق کوئی خاص حد مقرر نہیں کی۔ جیسا کہ جانور اور گدھے کے ساتھ وطی کرنے میں کوئی حد مقرر نہیں کی گئی۔

نیز ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ لواطت کو لغت۔ شرع اور عرف میں زنا نہیں کہا جاتا۔ اور اس لئے یہ نصوص کے ماتحت نہیں آتی جو زنا کی حد پر دلالت کرتی ہیں۔ نیز یہ لوگ کہتے ہیں کہ قواعد شرعیہ عموماً ایسے بنائے گئے ہیں کہ اگر معصیت گنا طبعی انتفاء کے ماتحت ہے۔ تو اقتضائے طبائع کی وجہ سے شرع نے اس کے لئے حد مقرر کی ہے۔ جیسا کہ زنا۔ چوری۔ شراب نوشی وغیرہ کے لئے حد مقرر کر دی گئی ہے۔ کیونکہ یہ معاصی اور گناہ مقتضیات طبائع سے سرزد ہوتے ہیں۔ اور مردار کھانے۔ خون پینے۔ اور خنزیر کا گوشت کھانے پر حد مقرر نہیں کی۔ کیونکہ اس کا کھانا طبائع انسانی کے مقتضیات کے خلاف ہے۔

نیز یہ علماء و دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ لواطت کی حیثیت بچہ وہی ہے جو چوپایے اور مردے کے ساتھ وطی کرنے کی ہے۔ یہ امر بالکل واضح ہے کہ مرد مرد سے وطی کرے یہ طبائع انسانی کے سراسر خلاف ہے۔ حدانہ انسانی طبائع کی جبلت ہی کچھ ایسی بنائی ہے کہ مرد مرد سے وطی کرنے سے سخت نفرت کرتا، جس طرح کہ لواطت انسانی کے خلاف ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد سے امکاؤا شہد ہو کہ اس کے ساتھ وطی جماع کرے۔ بخلاف زنا کے کہ اس میں دونوں جانب کے داعیہ موجود ہوتا ہے۔

نیز یہ علماء ایک یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ دونوں قسم کے افراد یعنی فاعل و مفعول اگر اپنی اپنی جنس سے فائدہ اٹھائیں۔ تو اس میں حد نہیں ہے۔ مثلاً عورت عورت کے ساتھ مساحفتہ کرے تو اس میں حد نہیں ہے۔ اسی طرح اگر مرد مرد سے فائدہ اٹھائے تو

حد نہیں ہوگی۔

قائلین قول اول یعنی جمہور اُمت جو اس کے قائل ہیں کہ لواطت کی عقوبت و سزا زنا کی عقوبت و سزا سے زیادہ سخت ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اس کی عقوبت و سزا پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے۔ لواطت کے مفاسد حد سے زیادہ خطرناک ہیں کسی گناہ کے مفاسد اس کے مفاسد کے برابر نہیں۔ اس کے مفاسد قریب قریب کفر کے مفاسد کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ بسا اوقات قتل نفس سے زیادہ اس کی خرابیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور یہ ہم عنقریب انشاء اللہ بیان کرینگے۔

اس کبیرہ گناہ کی سزا میں خدا نے کسی قوم کو قوم لوط سے پہلے اس طرح ہلاک نہیں کیا کہ اسے جڑ بن سے اکھاڑ دیا ہو اس قوم کو اس فعل بد کی وجہ سے خدا نے وہ سخت سزا دی کہ دنیا کی کسی قوم کو ایسی سزا نہیں دی۔ اور اسے ہلاک کرنے میں مختلف قسم کی عقوبتیں جمع کر دی گئیں۔ ان کی آبادی۔ ان کے مکان ان پر الٹ دیئے گئے۔ انہیں زمین کے اندر دھنسا دیا۔ آسمان سے ان پر پتھر برسائے گئے اور انہیں سنکسار کیا گیا۔ ان کی آنکھیں اندھی کر دی گئیں۔ اور ہمیشہ کے لئے یہ عذاب ان پر لازم کر دیا گیا۔ اس قوم پر خدا کی عفتگی ایسی ہوئی کہ یہ جرم بہت سی خرابیوں کا موجب ہے۔ اتنا بڑا جرم ہے کہ اس سے زمین کو اپنے لگتی ہے اور جس وقت زمین پر یہ گناہ ہوتا ہے۔ زمین کے کنارے جنبش کر جاتے ہیں۔ فرشتے یہاں سے بھاگ کر آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ اور زمین کے دور دراز گوشوں میں جا کر پناہ لیتے ہیں جبکہ وہ اس فعل بد کو دیکھ پاتے ہیں اور اس لئے بھاگ جاتے ہیں کہ کہیں عذاب الہی اتر آیا تو یہ بھی اس کی زد میں آجائیں گے۔ زمین بارگاہ خداوندی میں پیکار مٹھتی ہے پہاڑ لرز جاتے ہیں۔

کسی انسان کو قتل کر دیا جائے یہ اس کے ساتھ لواطت کرنے سے بہتر ہے۔ ناحق قتل کر دیئے جانے سے وہ شہید ہوگا۔ لیکن اس کے ساتھ لواطت کرنے کے بعد وہ قتل کیا جائے گا۔ تو بخواتین ناممکن ہی نہیں اور وہ آخرت کی فلاح و نجات سے بھی محروم ہوگا اور یہ لوگ اس پر یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ قاتل کی حد مقتول کے درجہ کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہیں تو معاف کر سکتے ہیں۔ اور اسے قصاص میں قتل ہونے سے بچا سکتے

ہیں لیکن لو اطلت کرنے والے پر تو حتمی طور پر حد جاری ہوگی۔ رہائی ممکن بھی نہیں ہے اور اس حد پر اصحاب رسول اللہ کا اجماع ہو چکا ہے۔ صحیح اور صحیح احادیث جس کی کوئی ایک حدیث بھی معارض نہیں ہے اس پر دلالت کرتی ہیں۔ آنحضرتؐ کے صحابہ نے اور خلفاء راشدین نے ان احادیث پر عمل کیا ہے۔ چنانچہ حضرت خالد بن الولیدؓ سے ثابت ہے کہ عرب کے بعض اطراف میں ایک شخص انہوں نے ایسا دیکھا جو عورتوں کی طرح مرد کے ساتھ تشاری کرتا تھا انہوں نے خلیفہ اسلام حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور اس بارے میں مشورہ کیا۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے تمام سے سخت رائے دی۔ فرمایا۔ دنیا میں صرف ایک ہی قوم اس جرم کی مرتکب ہوئی ہے۔ اور آپ جانتے ہیں خدا نے اس کے ساتھ کیسا سخت معاملہ کیا ہے؟ میری رائے تو یہی ہے کہ اسے جلا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو یہ حکم بھیجا۔ اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسے جلا دیا۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ رائے دی کہ ایسے آدمی کو آبادی میں جو سب سے بلند جگہ ہو وہاں لے جایا جائے۔ اور وہاں سے سر کے بل نیچے پھینکا جائے۔ اور اسے پتھروں سے سنگسار کر دیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ حد اور سزا قوم لوط کی عقوبت و سزا سے اخذ کی ہے۔

نیز حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آنحضرتؐ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

من وجدتمہ یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول
جس کو تم قوم لوط کا کام کرنے پاؤ تو تم فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔

یہ روایت تمام اہل سنن نے روایت کی ہے۔ ابن حبان وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ امام احمد بن حنبلؓ نے بھی اس روایت کو قابل حجت تسلیم کیا ہے، اس حدیث کی اسناد بخاری کی شرائط کے مطابق ہے۔

نیز یہ لوگ دلیل پیش کرتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔

لعن اللہ من عمل قوم لوط۔ جو آدمی قوم لوط کا کام کرے اس پر

خدا کی لعنت ہے۔

لعن اللہ من عمل قوم لوط۔ جو آدمی قوم لوط کا کام کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

لعن اللہ من عمل قوم لوط۔ جو آدمی قوم لوط کا کام کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

ایک ہی حدیث میں تین مرتبہ لعنت وارد ہے۔ اور زانی کے حق میں کسی جگہ ایک ہی حدیث میں تین مرتبہ لعنت وارد نہیں ہے۔ زنا کے علاوہ دیگر کبائر میں بھی لعنت وارد ہے مگر صرف ایک ہی مرتبہ۔ اور یہاں لوطی کے حق میں تین مرتبہ لعنت وارد ہے۔ نیز آنحضرتؐ کے تمام صحابہ لوطی کے قتل پر متفق ہیں۔ کسی ایک صحابی نے بھی اس بارے میں اختلاف نہیں کیا ہے۔ اگر کسی نے کچھ اختلاف کیا ہے تو صورت قتل میں کہ کس طرح اسے قتل کیا جائے؟ نفس قتل میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ لوگ خواہ مخواہ کہتے ہیں کہ مسئلہ اختلافی ہے اور صحابہ کا اس میں اختلاف ہے۔ حالانکہ یہ صحابہ کرام کا اجماعی مسئلہ ہے۔ صرف صورت قتل میں اختلاف ہے۔

نیز کہتے ہیں کہ زنا کے بارے میں جو خدا نے مذمت کی ہے اور لواطت کے بارے میں جو مذمت کی ہے۔ دونوں پر غور کیا جائے تو فرق واضح ہو جائے گا۔ زنا کے بارے میں ارشاد ہے۔

ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشاً و ساء سبیلاً (سورۃ الاسراء)

اور تم زنا کے قریب مت جاؤ کہ یہ بیجیائی ہے اور بُرا راستہ ہے۔ اور لوطی کے متعلق ارشاد ہے۔

اتاؤن الفاحشۃ اما سبقکم بہا من احد من العلمین (سورۃ الاعراف)

کیا تم بیجیائی کا ارتکاب کرتے ہو؟ ایسا برا کہ دنیا جہان میں تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ زنا کے متعلق لفظ فاحشۃ بصورت نکرہ وارد ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح اور فواحش ہیں۔ ایک یہ بھی فاحشہ عمل ہے۔ لیکن لوطیوں کے متعلق الفاحشۃ بصوت مؤنہ وارد ہے۔ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں۔ کہ یہ فعل فحش کے پورے پورے معنی پر مشتمل اور جامع ہے۔ یعنی تم لوگ سب کام کرتے ہو۔ جس کا فحش ہونا تمام کے نزدیک مسلم ہے۔ یہ کام اس قدر ظاہر الفحش ہے کہ اسکے فحش ہونیکے ذکر کی بھی ضرورت نہیں ”الفاحشۃ“ فرمایا جس سے دوسری

جانب اشارہ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ اسم دوسرے مسیٰ کی طرف خیال بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ اور یہ بعینہ اس قول کی نظیر و مثال ہے جو فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا۔

و فعلت فعلک التي فعلت۔ اور کیا تو نے وہ حرکت نہیں کی جو تو کر گزرا؟

(سورة الشعراء)

یعنی تم نے ایسا کام اور برا عمل کیا ہے جس کی برائی بالکل واضح ہے۔ اور اس کی برائی سے ہر ایک واقف ہے۔ اس کے بعد خدا اس فعل کی برائی کو سخت انداز میں پیش کرتا ہے کہ یہ وہ بدترین فعل ہے۔ کہ تم سے پہلے کسی نے یہ فعل نہیں کیا۔

ما سبقکم بہا من احد من العالمین۔ یہ کام دنیا جہاں میں تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔

اس کے بعد اس کی مزید برائی پیش کرتا ہے۔ فرماتا ہے۔

انکم لتاتون الرجال تم مردوں کے ساتھ برا کام کرتے ہو۔

یعنی یہ ایسا برا کام ہے۔ کہ اس کے سننے سے قلوب لرز جاتے ہیں۔ اور کان پھٹ جاتے ہیں کہ مرد مرد کے ساتھ ایسا کام کرتا ہے۔

اس کے بعد خدا یہ تشبیہ فرماتا ہے کہ یہ کام ہرگز ہرگز کرنے کا نہیں۔ محض شہوت رانی کی غرض سے یہ فعل کیا جاتا ہے۔ وہ مرد تین اس سے پوری نہیں ہوتیں جو مرد اور عورت کے جوڑے سے وابستہ ہیں۔ مثلاً یہ کہ مرد عورت کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس سے اپنی حاجت پوری کرتا ہے۔ میاں بی بی میں محبت و الفت کا وہ رشتہ قائم ہو جاتا ہے کہ عورت اپنے ماں باپ کو بھول جاتی ہے۔ اور صرف شوہر ہی کو یاد کرتی رہتی ہے۔ نیز عورت کے ذریعہ نسل پیدا کی جاتی ہے۔ جس سے نوع انسانی۔ اشرف المخلوقات کا تحفظ اور اس کی بقا و وابستہ ہے۔ عورت کی عفت و عصمت کی حفاظت ہوتی ہے۔ مصاہرہ کا وہ رشتہ قائم ہوتا ہے جو بعینہ نسب کے رشتہ کے برابر ہوتا ہے۔ عورتوں پر مردوں کی حکومت قائم ہوتی ہے۔ عورتوں سے ہمبستری کر کے خدا کی محبوب ترین مخلوق پیدا کی جاتی ہے۔ انبیاء۔ اولیاء۔ اہل ایمان اور ویندار۔ خدا پرست لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ رسول صل اللہ علیہ وسلم کی امت میں اضافہ ہوتا ہے۔ جس کی کثرت و فراوانی سے آپ دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں قیامت کے دن فخر کریں گے۔ یہ اور اس قسم کی بے شمار مصلحتیں عورتوں سے وابستہ ہیں۔ لوطی ان تمام

مصاحبتوں کے خلاف اقدام کرتا ہے۔ لواطت ان تمام باتوں کی پرورش کرتی ہے۔ جن کی خرابیاں حصر و احصاء سے باہر ہیں۔ جس کی خرابیاں اور خرابیوں کی تفصیل خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس کے بعد خدا اس کی قباحت کی مزید تاکید فرماتا ہے۔ کہ لوطی فطرتِ انسانی کے خلاف اقدام کرتا ہے۔ مرد کو جس فطرت پر پیدا کیا ہے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے فطرت یہ ہے کہ مرد عورتوں سے اپنی شہوت پوری کریں۔ نہ کہ مردوں سے لیکن لوطی اس فطرت کے خلاف کام کرتا ہے۔ فطرتِ طبیعتِ جبلت کے سراسر خلاف اقدام کرتا ہے اور یہی وجہ تھی جس کی بنا پر قوم لوط کی آبادیوں کو خدا نے الٹا دیا۔ منقلب کر دیا۔ سر کے بل سے مارا۔

اس کے بعد اس کی قباحت کی مزید تاکید فرماتا ہے۔ کہ یہ بے راہ روی اور زیادتی ہے۔ اور یہ لوگ حد چھوڑ کر آگے بڑھتے ہیں۔ فرماتا ہے۔

میل انتم قوم مسرفون (سورة الاعراف) بلکہ تم لوگ بے راہ روی کر نیوالے لوگ ہو۔ غور کرو اس قسم کی تاکید۔ یا اس کے قریب قریب بھی زنا کے متعلق وارو ہے؟ پھر خدا ان کے متعلق یہ تاکید فرماتا ہے۔

وخبیثاۃ من الفرقۃ الّتی کانت تعمل الخبائث : (سورة الانبیاء) اور لوطؑ کو ہم نے اس سبتی سے نجات دی جو ناپاک کام کرتی تھی۔

اس کے بعد خدا اس قوم کے دو مکروہ وصف بیان کر کے اس کی انتہا درجہ کی قباحت کو واضح فرماتا ہے۔ فرماتا ہے۔

الھم کان قوم سوء فاسقین (سورة الانبیاء) واقعی وہ لوگ برے اور بدکار لوگ تھے۔

اپنے پیغمبر کی زبان سے یہ کہاواتا ہے۔

رب الفی فی علی القوم المفسدین (سورة العنکبوت) اے میرے پروردگار! ان تباہی انگیز لوگوں کے مقابلہ میں میری مدد کر۔

اور پھر فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے قوم لوط کو ظالم کہا۔
 انا مہلکوا اهل هذه القرية۔ ان ہم اس بستی کے رہنے والوں کو ہلاک کرنے والے
 اهلہا کا نواظلمین، (سورۃ العنکبوت) ہیں۔ یہاں کے باشندے یقیناً ظالم ہیں۔
 غور کرو۔ یہ عقوبت و سزا۔ کسی اور کے لئے یہی بیان کی گئی ہے؟ ایسی مذمت کسی دوسرے
 گناہ کی بھی نہیں کی گئی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قوم کے بالے میں کچھ حجت پیش کرتے ہیں۔ اور
 عذاب کے ٹل جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو فرشتے جواب دیتے ہیں۔
 یا ابراہیم اعرض عن هذا اللہ قد لے ابراہیم ایہ بات چھوڑ دو۔ تمہارے رب
 جاء امر ربك والنتهم عذاب کا حکم آپہونچا ہے۔ ان پر عذاب اتر کر ہے
 غیر مردود (سورۃ ہود) گا۔ ٹلنے والا نہیں ہے۔

ان لوطیوں کے ترمذ و عذر پر غور کرو۔ انکی جہالت و سرکشی کس درجہ بڑھی ہوئی
 تھی؟ جب یہ فرشتے حضرت لوطؑ کے یہاں پہنچتے ہیں۔ انسانی شکل میں نہایت خوبصورت
 شکلوں میں پہنچتے ہیں۔ لوطی حضرت لوطؑ کے مکان پر دوڑ پڑتے ہیں۔ خدا کا
 یہ پیغمبر جب انکو دیکھتا ہے تو گھبرا جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔

یا قوم! هولاء نباقی ہن اطہر لے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں نہایت
 پاکدامن ہیں۔ تمہارے لئے موجود ہیں۔ (ہود)

اپنے مہمانوں کی عزت و آبرو بچانے کے لئے اپنی لڑکیاں پیش کرتا ہے کہ لوگو! میری
 لڑکیوں سے تم شادی کرو۔ مگر میرے مہمانوں کو نہ چھڑو۔ میرے لئے یہ خرم و صل
 کا موجب ہے۔ چنانچہ حضرت لوطؑ ان سے کہتے ہیں۔

یا قوم هولاء نباقی ہن اطہرکم لے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں۔ نہایت
 پاکدامن ہیں۔ تمہارے لئے موجود ہیں۔

تم خدا سے ڈرو۔ اور مہمانوں کے مقابلہ میں
 الجیس متکم رجل رشید؟ (ہود) بچھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی بھلا
 آدمی نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ مژد لوگ کیا دیتے ہیں؟ اس پر بھی عذر کرو۔ جواب دیتے ہیں۔

لقد علمت مالنا فی بنا تک من حق
وانک لتعلم ما نرید۔

تم جانتے ہو کہ ہم کو تمہاری بیٹیوں کی کوئی
ضرورت نہیں۔ جو ہماری نرض ہے۔ وہ
تم خوب جانتے ہو۔

(ہود)

یہ سن کر خدا کا پیغمبر ٹھنڈی سانس لیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔

لوان لی بکرم قوۃ او آدی الی
رکن شدیدا

کاش مجھ میں تمہارے مقابلہ کی طاقت
ہوتی یا کسی زبردست سہارے کی پناہ مل جاتی

یہ سن کر خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوط کو حقیقت حال سے مطلع کرتے ہیں۔
اور کہتے ہیں۔ آپ گھبرائیے نہیں۔ وہ نہ ہمارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ اور نہ آپ کو دکھ دے سکتے
ہیں۔ ہم کو خدا نے انکی ہلاکت کے لئے بھیجا ہے۔

انا رسل ربک لن یصلوا
الیک :

ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں
ان کی رسائی تم تک نہیں ہوگی۔

پھر انہیں خدا کی بشارت سناتے ہیں۔ اور لوطیوں کے لئے جو عذاب لے کر آئے ہیں
اس کی ہمیں اطلاع دیتے ہیں۔ کہتے ہیں۔

فاسر یا هلك بقطع من الیل ولا
یلقت منکم احد الامراتک۔ انه
یصیبا ما اصابہم۔ ان موعدا
ہم الصبح۔ الیس الصبح بقریب :

تم کچھ رات گئے اپنے گھر والوں کو لے کر
چلے جاؤ۔۔۔ اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ
نہ دیکھے۔ ہاں تمہاری بی بی ضرور مڑ کر دیکھے
گی اس پر وہی عذاب آئے گا جو ان لوگوں پر
آئے گا۔ ان کا مقررہ وقت صبح ہے۔ کیا
صبح کا وقت قریب نہیں ہے؟

(ہود)

جب خدا کا پیغمبر ان کی ہلاکت میں کچھ دیر پاتا ہے تو کہتا ہے۔ عذاب جلد اترنا چاہیے
فرشتے کہتے ہیں۔ ہاں جلد سے جلد عذاب اترے گا۔

الیس الصبح بقریب؟ (ہود) کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے؟

قسم خدا کی خدا کے ان دشمنوں کی ہلاکت دیر با دی۔ اور خدا کے پیغمبر اور خدا کے
دوستوں کی نجات میں سحر سے لے کر طلوع فجر سے زیادہ وقت نہیں گذرا۔ خدا
کے دشمنوں کی آبادیاں بیخ و بن سے اکھاڑ دی گئیں۔ آسمان کے قریب تک لے جانی گئیں۔

اور اس قدر اونچی بے جانی گئیں۔ کہ آسمان کے فرشتے ان کے کتوں اور گدھوں کی آواز پر سنتے تھے۔ اور وہ فرمان الہی جو رو نہیں ہو سکتا۔ خدا کے بندے حضرت جبرئیل کے ساتھ دہرایا گیا۔ کہ انکو الٹے دو۔ اونڈھا کر دو۔ اور ہلاک کر مارو۔

فلما جاء امرنا جعلنا عاليها
سافلها واهطرنا عليها
حجارة من سميل : (ہود)
غرض جب ہمارا عذاب آپہونچا۔ تو ہم نے
اس بستی کو زیر و زبر کر دیا۔ اور کنکر بیلے پھیلے
ہم نے ان پر تہہ بہ تہہ برسائے۔

اور ان کی ہلاکت و بربادی کو خدا نے دنیا جہاں کے لئے عبرت و یادگار چھوڑا
پرہیزگاروں کے لئے موعظت و نصیحت کا سامان مہیا کر دیا۔

ان فی ذالک لآیات للہتموسمین۔ اس میں سمجھنے والوں کے لئے نشائیاں ہیں
وانہا لبسبیل مقیم۔ ان فی ذالک
لآیات للہومنین : (سورۃ الحجر)
اور وہ بستی سیدھے راستہ پر ہے۔ اس
ایمانداروں کے لئے نشائیاں ہیں۔

حضرت جبرئیل نے اس طبقہ کو اس حالت میں اٹھایا کہ یہ لوگ بے خبر تھے۔ غرور
کے نشہ میں سوئے پڑے تھے۔ صبح ہوتے ہوتے یہ سب کے سب عذاب الہی کا شکار
بن گئے۔ اور کوئی چیز ان کے لئے نفع بخش ثابت نہ ہوئی۔

مآدب کانت فی الحیاة لاهلہا عذابا نصارت فی الہمات عذابا
وہ مقاصد جو ان کی زندگی میں ان کے لئے عذاب تھے۔ موت کے بعد بھی ان کے
عذاب ہی ہے۔

افسوس صد ہزار افسوس ساری لذتیں مسرتیں ختم ہو گئیں۔ اور حسرتیں ساتھ لے گئے
وخواہشات کی ساری رگیں ٹوٹ گئیں۔ اور شقاوت و بدبختی و رشتہ میں لے گئے۔ عیش و عشرت کی
ساعتیں بہت کم ملیں۔۔۔ لیکن دائمی عذاب ساتھ لے گئے۔ پر خار چراگاہوں سے چارہ کھایا۔ لیکن دردناک
عذاب اپنے سروں پر لاو گئے۔ افسوس شہوات و خواہشات کے نشہ نے انکو افاقہ کا موقع ہی نہ دیا۔
آیا تو اس وقت جبکہ ان کی آبادیاں دردناک عذاب میں دھری گئیں۔ غفلت نے ان کو انکا
بے خبر سلاویا کہ ہلاکت و بربادی کے وقت تک جاگ ہی نہ سکے۔ افسوس وہ اس وقت برباد
ہوئے اور نادام ہوئے جبکہ بیداری اور تدارک ان کے کام نہیں آسکتی۔ اور اب وہ اپنی بدکرداری
بد اعمالیوں پر افسوس کے بدلے خون رونے لگے۔

اے کاش! تم ان لوگوں کے حالات دیکھ لیتے۔ کہ وہ کس طرح الٹ دیتے گئے۔ تلے اوپر دیتے گئے۔ اور اب ان کے منہ اور جسم سے آگ بھڑ رہی ہے۔ جہنم کے پرخطر طبقوں میں جل رہے ہیں۔ لذیذ شراب کی بجائے گرم پیپ پی رہے ہیں۔ ان کے چہرے جھلس گئے ہیں۔ اور انہیں کہا جا رہا ہے۔ اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔

اصلوہا فاصبروا اولاً تصبروا
سواء علیکم انما تجزون ما کنتم
تعملون : (طور)
اس میں داخل ہو۔ اور صبر کرو یا نہ کرو۔
تمہارے لئے برابر ہے۔ تم کو تمہارے کئے
کی سزا دی جائے گی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس قوم کے پیروں۔ اور بدکرداروں کو سخت سے سخت وعید سے ڈراتا ہے۔ فرماتا ہے۔

وما ہی من الظالمین یبعید : (۱)
(ہود)
اور وہ مقہور آبادی ان ظالموں سے کچھ
دور نہیں ہے۔

فصل

(ان لوگوں کے جوابات جو لواطت کی عقوبت کو زنا کی عقوبت سے)

(کم بتلاتے ہیں)

جو لوگ کہتے ہیں کہ لواطت ایک ایسی معصیت اور گناہ ہے جس کی حد اللہ تعالیٰ نے متعین نہیں کی۔ اور اس لئے لواطت کی عقوبت زنا کی عقوبت سے کم ہے اس قول کے چند جوابات ہیں :

اول۔ یہ کہ دین الہی کے مبلغ حضرت پیغمبر خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لواطت کی حد قتل مقرر فرمائی ہے۔ اور قتل کا حکم حتمی اور یقینی ہے۔ خدا کا رسول جو چیز بھی شروع فرماتا ہے۔ وہ خدا ہی کی جانب سے شروع ہوتی ہے۔ پس اگر تمہارا مقصد یہ ہے۔ کہ لواطت کی حد شرعاً شروع نہیں ہے۔ تو یہ قطعاً غلط ہے۔ اور اگر تمہارا

(۱) یہاں علامہ ابن قیم نے اس مضمون سے چند حیرت انگیز اشعار لکھے ہیں۔ ہم نے غیر ضروری سمجھا کر یہ اشعار چھوڑ دیئے ہیں۔ ترجمہ۔

مقصد یہ ہے کہ قرآن حکیم کی کسی نص سے حد ثابت نہیں ہے تو یہ صحیح ہے۔ لیکن انتفاء حکم لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اسکی حد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت۔
دوم۔ یہ کہ تمہارا یہ استدلال حکم رجم سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ رجم کا حکم سنت نبوی سے ثابت ہے۔ قرآن سے نہیں۔

اگر تم کہو کہ رجم کا حکم قرآن سے ثابت ہے۔ جس کے الفاظ قرآن سے منسوخ ہوئے ہیں اور حکم باقی ہے تو ہم کہیں گے۔ شراب نوشی کی حد سے یہ دلیل ٹوٹ جاتی ہے کہ شراب نوشی کی حد سنت نبوی سے ثابت ہے۔

سوم۔ یہ کہ ایک خاص معین دلیل کی نفی سے مطلق دلیل کی نفی۔ لازم نہیں اور نہ ہی مدلول کی نفی لازم آتی ہے۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس دلیل کی تم نفی رہے ہو وہ منطقی نہیں ہے۔

تم یہ کہتے ہو کہ لواطت ایک ایسا فعل ہے۔ جو طبائع انسانی کے خلاف۔ اور طبیعتیں اس سے نفرت کرتی ہیں۔ اور اس لئے لواطت کرنا مردہ عورت چوپائے کے ساتھ وطی کرنے کے مانند ہے۔ اس کا جواب ہم چند طریقوں سے دیتے ہیں۔ اول۔ یہ کہ تمہارا یہ قیاس بالکل غلط قیاس ہے۔ یہ قیاس رسول اللہ کی سنت اور اجماع صحابہ کے خلاف ہے۔ اس لئے مردود ہے۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔

دوم۔ یہ کہ حسین و خوبصورت مرد کے ساتھ کہ جس کا ذلتہ تمام فتنوں کو سدا رہے وطی کرنے کو گدھے۔ چوپائے۔ اور مردہ عورت کے ساتھ جماع کرنے پر قیاس کرنا باطل قیاس ہے۔ کیا کسی حسین و خوبصورت آدمی کو کوئی گدھی۔ گائے اور مردہ عورت کے برابر کہہ سکتا ہے؟ کیا گدھی۔ گائے پر کوئی عاشق ہو سکتا ہے؟ یا انکا عشق کسی کو بنا سکتا ہے؟ اور کسی کے فکر اور نفس پر غالب آ سکتا ہے۔ اب بتاؤ اس قیاس کے فاسد ترین قیاس کو نسا قیاس ہو سکتا ہے؟

سوم۔ یہ کہ تمہاری یہ دلیل اس سے بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اپنی بہن بہن۔ بیٹی سے وطی کرتا ہے۔ تو باوجودیکہ یہاں طبعی نفرت مکمل طریقہ پر موجود ہے اسے سخت سے سخت منرا دی جائیگی۔ اور ایک قول سے بموجب اس پر سخت ترین عقوبت بھی کی جائے گی۔ یہ شخص محض بیباغیر محض قتل کیا جائے گا۔ اور ایسی ہی ایک روایت

میں امام احمد بن حنبل سے پیروی ہے۔ اور امام اسحاق بن راہویہ؟ اور محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت اس کی قائل ہے۔

اور سنن ابی داؤد۔ سنن ترمذی۔ میں حضرت برار بن عازب رضی سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں۔

لَقِيْتُ عُمِي . وَمَعَهُ الرَّايَةُ فَقُلْتُ
لَهُ اَلِي اَبْنُ تَرِيْدٍ ؟ قَالَ لِعِثِي رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اِلَيْ رَجُلٍ نَكَحَ امْرَاةً اَبِيْهِ
مِنْ بَعْدِهِ . اِنَّ اَصْرَبَ عِنْقَةٍ .
وَ اَحْذَ مَالَهُ :

(قال الترمذی ہذا حدیث حسن)

میں اپنے چچا سے ملا۔ ان کے ہمراہ علم
تھا۔ میں نے ان سے پوچھا۔ کہاں کا ارادہ
رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا۔ مجھ رسول اللہ صلعم
نے ایک آدمی کی طرف بھیجا ہے۔ جس نے
اپنے باپ کی بی بی سے باپ کے مرتیکے بعد نکاح
کیا ہے۔ میں جا کر اس کی گردن اڑا دوں۔
اور اس کا مال لے لوں۔

جو زبانی کہتے ہیں۔ برار کے چچا کا نام حارث بن عمرو ہے۔

اور سنن ابی داؤد۔ اور ابن ماجہ کے اندر حضرت ابن عباس رضی سے مروی ہے کہ
کہ آنحضرت نے فرمایا۔

مَنْ وَقَعَ عَلٰی ذَاتِ مَحْرَمٍ
فَاَقْتُلُوْهُ .

جو آدمی اپنے ذی محرم کے ساتھ زنا
کرے اسے قتل کر دو۔

حجاج بن یوسف کے سامنے ایک شخص کو پیش کیا گیا۔ جس نے اپنی بہن پر قبضہ
جما رکھا تھا۔ حجاج نے اسے مجبوس رکھنے کا حکم دیا۔ اور کہا اس سے متعلق آنحضرت کے صحابہ
سے مسئلہ دریافت کرو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسرف رضی سے دریافت کیا گیا انہوں
نے کہا۔ آنحضرت صلعم سے میں یہ سنا ہے۔

مَنْ تَمَطَّى حَرَمًا اَوْ مَنِيْنَ مَخْطَرًا
وَسَطًا بِالسَّيْفِ :

جو آدمی ایمان والوں کی حرمت کاٹے اسے
تم بھی مکر سے کاٹ دو۔

گو اس حدیث میں وسط درمیان سے کاٹ دینے کا حکم ہے۔ لیکن اصل مسئلہ کی
متنقل دلیل آسمیں موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ جس سے کسی حال میں بھی وطی و جماع جائز نہ ہو
اس سے وطی و جماع کرنے والے کی سزا اور حد قتل ہے۔ اور اس پر وہ حدیث بھی دلالت

کرتی ہے جو ماں پٹی کے ساتھ جماع کرنے سے قتل واجب کرتی ہے۔ دیگر ذوات محسوم کے متعلق بھی یہی کہا جائے گا کہ جو آدمی ایسی عورت سے وطی جماع کرے جس سے کسی حال میں وطی جماع جائز نہیں۔ اس کی حد قتل ہے۔ جس طرح کہ وطی کی حد قتل ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ ان ہر دو مسئلوں پر نص سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ نیز قیاس صحیح بھی ان ہر دو مسئلوں کی صحت پر شہادت دیتا ہے، البتہ کچھ اختلاف ہے۔ اور وہ یہ کہ اس خصوصیت رشتہ کی وجہ سے قتل کی سزا دی جائے گی۔ یا حد زنا کی بنا پر؟ اور اس میں دو قول ہیں۔ امام شافعی؟ امام مالک؟ اور امام احمد؟ ایک روایت کے مطابق اس طرف گئے ہیں کہ اس کی حد۔ زنا کی حد ہو گی۔ اور امام احمد۔ امام اسحاق؟ اور محدثین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ ہر حال میں قتل کرنا یہی اس کی حد ہے۔

یہ تمام حضرات اس امر پر بھی متفق ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی ذی محرم سے نکاح کر لیا اور اس سے جماع کیا۔ اور اس کی حرمت سے وہ واقف تھا تو اس پر زنا کی حد جاری ہوگی۔ صرف امام ابو حنیفہ کا اس بارے میں یہ مسلک ہے کہ چونکہ شبہ کی گنجائش موجود ہے۔ اس لئے حد ساقط ہو جائے گی۔

اس کے جواب میں دوسرا فریق یہ کہتا ہے۔ نکاح کا نام دھر کر اس نے جماع کیا ہے اس لئے جرم اور زیادہ وزنی ہو جاتا ہے۔ دُودِ حرام چیزوں کا اس نے ارتکاب کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ عقد حرام کا مرتکب ہوا۔ دوسرا جماع حرام کا مرتکب ہوا جب حرام عقد کے ساتھ۔ جماع حرام ضم ہو گیا۔ تو عقوبت و سزا کیونکر ہلکی ہوگی۔ مردہ عورت کے ساتھ جماع وطی کرنے کے متعلق فقہاء کے دو قول ہیں۔ اور یہ دونوں قول امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کا مسلک ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ مردہ عورت کے ساتھ زنا کرنے سے حد واجب ہوگی۔ اور یہ امام اوزاعی کا قول ہے۔ اس پر حد لگتی جا رہی ہو گی۔ کیونکہ اس کا یہ فعل ایک بہت بڑا جرم ہے اس لئے کہ ایک اس کے فحش کام کیا اور پھر مردے کی حرمت توڑ دی۔

فصل

چوپائے کے ساتھ بد فعلی کرنے سے حد لازم ہوگی یا تادیبی تعزیر؟

چوپائے کے ساتھ وطی اور بد فعلی کرنے کی عقوبت و سزا کے متعلق تین قول ہیں۔
 اول۔ یہ کہ چوپائے کے ساتھ بد فعلی کرنے والے کی تادیب کی جائے گی اس
 پر حد نہیں ہوگی۔ یہ قول امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ اور ایک قول امام
 شافعیؒ کا بھی ہے۔ اور امام اسحاقؒ کا بھی یہی قول ہے۔
 دوم۔ یہ کہ اس کا حکم زانی کا حکم ہے۔ اگر کنوارا۔ غیر شادی شدہ ہے۔ تو اسے
 کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور اگر محسن شادی شدہ ہے۔ تو اسے رحم کیا جائے گا۔
 اور یہ قول حضرت حسنؒ کا ہے۔

سوم۔ یہ کہ اس کا حکم لوطی کا حکم ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کی بھی یہی تصریح ہے۔
 ان ہر دو مختلف اقوال سے پیش نظر یہ امر مستخرج و مستنبط ہوتا ہے کہ یا تو حتمی طور
 پر قتل کر دینا اس کی حد ہے یا اس کی حد وہ حد ہے جو زنا کی ہے؟
 جو لوگ اس کی حد قتل بتلاتے ہیں وہ استدلال میں ابو داؤد کی وہ روایت پیش
 کرتے ہیں جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔
 من اتی بھیمۃ فافتلوه و اقلو جو شخص چوپائے کے ساتھ بد فعلی کرے اسے
 قتل کر دو۔ اور اس کے ساتھ چوپائے کو
 ہا معہہ
 بھی قتل کر دو۔

اور یہ اس لئے کہ یہ وطی و دخول ایسا ہے کہ کسی حال میں جائز نہیں۔ لہذا اس
 کی حد قتل ہے۔

اور جو لوگ اس کے متعلق حد سے قائل نہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اس باب میں کوئی
 صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔ اگر کوئی صحیح حدیث موجود ہوتی تو ہم ضرور اس
 سے قائل ہو جاتے۔ اس کی مخالفت کا ہمارے پاس کوئی راستہ ہی نہ ہوتا۔ چنانچہ
 اسماعیل بن سعید الشافعیؒ اس باب میں کہتے ہیں۔ میں نے امام احمدؒ سے پوچھا کہ چوپائے
 کے ساتھ بد فعلی کرنے والے کا کیا حکم ہے؟ تو امام صاحب خاموش ہو رہے۔ اور
 عمرو بن ابی عمرو کی حدیث اس باب میں ثابت شدہ حدیث نہیں ہے۔ طحاوی اس
 حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔ نیز یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے
 لیکن خود ان کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔ وہ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ اس پر حد

نہیں ہے۔ چنانچہ ابو داؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ ابن عباس کا یہ فتوے ان کی حدیث کو متعین قرار دیتا ہے۔

اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ اس بارے میں طبعی زجر تو بیخ باعتبار لواطت طبعی زجر و توزیح سے زیادہ قوی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ النہانی طبائع میں چھ پائے کے ساتھ وطی و دخول کرنے اور انسان کے ساتھ وطی و دخول کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور اسلئے ایک کو دوسرے پر قیاس کرتا۔ قیاس قاسد ہے۔

فصل

(مرد سے مرد کی وطی و دخول کو دو عورتوں کی)

(باہمی مساحقت پر قیاس کرنا غلط ہے)

کسی مرد کے ساتھ وطی کرنے کو دو عورتوں کی مساحقت پر قیاس کرتا قیاس مع الفارق اور فاسد ترین قیاس ہے۔ وہاں ایلاج و دخول متصور نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایسا ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد سے بلا ایلاج دخول کے مباشرت کر لیتا ہے۔ علاوہ ازیں بعض احادیث مرفوعہ کے اندر یہ بھی وارد ہے۔

اذا اقت المرأة المرأة فهما عورت عورت سے اختلاط کرے تو زانیان۔ وہ دونوں زنا کار ہیں۔

لیکن اس میں حد لازم نہیں آتی۔ کیونکہ اس میں ایلاج و دخول متصور نہیں ہے گواہی پر زنا کا اطلاق ہوا ہے۔ مگر یہ اسی قسم کا زنا ہے جو آنکھ۔ قدم۔ زبان وغیرہ کا زنا ہوا کرتا ہے۔ اور اس پر بھی زنا کا اطلاق ہوتا ہے۔

جب یہ امر ثابت اور واضح ہو گیا تو اب یہ بھی سمجھ لو کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ اپنے مملوک و غلام کے ساتھ لواطت کرنا ویسا ہی ہے جیسا کسی اور کے ساتھ لواطت کرنا۔ جن لوگوں کا خیال ہے کہ اپنے مملوک و غلام کے ساتھ لواطت جائز ہے۔ اور وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

الاعلیٰ ازواجہم او مملکتہن ما تم غیر مملوین (سورۃ المؤمن والمعاہج) اور جو لوگ اپنی نر مہکاپوں کی حفاظت کرتے ہیں یوٹے اپنی بیبیوں۔ اور اپنی بانڈیوں۔

کیونکہ اس صورت میں ان پر ملامت نہیں۔
 جو لوگ مملوک ہاندی پر مملوک غلام کو قیاس کر لیتے ہیں۔ وہ کافر ہیں ایسے لوگوں سے توبہ
 کرنے کا مطالبہ اسی طرح کیا جائے گا۔ جس طرح مرتد سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے اگر
 توبہ کر لے تو بہا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ اپنے مملوک و غلام سے لواطت کرنا گناہ ہے
 اور حکم کے لحاظ سے وہی حکم رہتا ہے۔ جو غیر کے مملوک و غلام کے ساتھ لواطت
 کرنے کا ہے۔ یا غیر مملوک سے لواطت کرنے کا ہے۔

فصل

مرض عشق کی دوا، آنکھوں کی حفاظت، ننگرانی سے خد اور بعیرت
 عطا فرماتا ہے۔ اور اس سے قلب کو ثابت و مستقیم رکھتا ہے

ابہ اگر کہا جائے کہ باوجود ان تمام باتوں سے آیا اس مہلک مرض کی کوئی دوا بھی ہے یا
 نہیں؟ اس قاتل جادو کے اتار سا کوئی شتر ہے یا نہیں؟ ان مہلک خیالات کے دفعیہ کا
 کیا ذریعہ اور کیا طریقہ ہے؟ کیا اس سے لئے مقصود تک پہنچنے کی کوئی راہ ہے یا نہیں؟ کیا خوش
 کاشہ اتارنے اور اس نشہ سے افسادہ حاصل کرنے کی کوئی شکل ہے یا نہیں؟
 کیا کسی طبیب کے پاس مرض عشق کی دوا ہے؟ اور عاشق کے قلب
 میں جو مرض اپنی جگہ کر چکا ہے۔ اور وہ اپنا دل کھو چکا ہے اس کا کوئی علاج ہے؟
 کیا وہ پھر اپنے قلب کا مالک ہو سکتا ہے۔ اس کا کیا طریقہ ہے؟ اسی کے قلب کو
 کیوں کر اور کس طرح صحت نصیب ہو سکتی ہے؟ اس کا حال یہ ہو چکا ہے کہ محبوب کے
 بارے میں کوئی ملامت کرتا ہے۔ تو وہ بجائے شرمندہ ہونے کے اس سے لذت اندوز
 ہوتا ہے۔ اگر کوئی نصیحت کرتا ہے۔ تو وہ اس بارے میں اور تیز کام ہو جاتا ہے۔ اس
 کا قلب زبانِ قال سے پکارتا ہے۔

وقف الہوی بی حجت انت فلیس لی
 تیری محبت نے مجھے وہاں لاکھڑا کر دیا
 جہاں تو ہے۔
 متاخر عنہ ولا متقدم
 اب مجھے یہاں سے نہ کوئی پیچھے بٹھا سکتا
 ہے۔ نہ آگے بڑھا سکتا ہے۔

اغلباً اصل استفاء سے اندر جو پہلا سوال ہے۔ اور جس مرض کی دوا طلب کی گئی ہے

اس کا مقصد یہی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے جو مرض بھی پیدا کیا ہے اس کی دوا پیدا کی ہے لیکن دوا جو جانتا ہے۔ جانتا ہے۔ جو نہیں جانتا وہ نہیں جانتا۔

اس مرض کے علاج کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ سر سے مرض کا مادہ بھی پیدا نہ ہو پائے۔ دوسرا یہ کہ مادہ تو پیدا ہو چکا ہے۔ اور اب اس کا قلع قمع کیا جائے اور یہ وہ بانیں خدا جس کے لئے آسان کر دیتا ہے۔ آسان ہے۔ اور خدا کی مدد جس کے لئے اس کے لئے دشوار ہے۔ سارے اختیارات خدا کے ہاتھ میں ہیں۔

اس مرض کو روکنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ آنکھ کی حفاظت کی جائے۔ کیونکہ نظر و نگاہ ابلیس لعین کا زہر ہے سمجھا ہوا تیر ہے جس کی نظر و نگاہ آزاد ہے اس کی حسرت دائمی ہیں۔ آنکھ کی حفاظت میں بے شمار فوائد ہیں۔

اول۔ یہ کہ اس سے حکم الہی کا امتثال پڑنا ہے۔ اور امتثال امر بندے کی دنیا عقیبی کی اصل سعادت ہے۔ امتثال امر سے بہتر دنیا عقیبی میں شکر کے لئے کوئی نفع بخیر چیز نہیں۔ اور دنیا میں جس شخص نے بھی دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل کی ہے۔ امتثال امر ہی کے ذریعہ حاصل کی ہے۔ اور جو آدمی بھی دنیا اور آخرت کی شقاوت کا حقدار ہے وہ حکم الہی کی خلاف ورزی ہی سے حقدار ہے۔

دوم۔ یہ کہ آنکھ کی حفاظت میں یہ فائدہ ہے کہ وہ سموم و زہر آلود تیر جو قلب تک پہنچ کر انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ قلب تک پہنچنے نہیں پاتا۔

سوم۔ یہ کہ آنکھ کی حفاظت سے قلب کو ذات الہی سے انسیت و محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور پوری طرح جمعیت خاطر حاصل ہو جاتی ہے۔ اور نگاہ آزاد ہوتی ہے تو قلب منتشر اور پرانگندہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ چیز بندے کو خدا سے دور چھینک دیتی ہے پس آزاد نگاہی سے دیا وہ بندے کے حق میں کوئی کمزوری نہیں۔ اور نگاہ بندے اور خدا کے درمیان وحشت کا موجب بن جاتی ہے۔

چہارم۔ یہ کہ آنکھ کی حفاظت سے انسان کا قلب قوی اور مضبوط رہتا ہے۔ اور قلب ہمیشہ خوشی و مسرت میں رہتا ہے۔ جس طرح کہ آنکھ کی آزادی سے آپ کمزور اور ہر وقت مغموم و مخزون رہا کرتا ہے۔

پنجم۔ یہ کہ نگاہ پست رکھنے سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔ جس طرح کہ آزاد رکھنے سے تاریک ہو جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے جو خدا کی آنکھ کی حفاظت کا ذکر کرنے کے بعد ہی آیت نور پیش کرتا ہے۔ فرماتا ہے۔

قل للثومنین یغضون ایضاً ہم
و یحفظون وجہہم :
(سورۃ النور)

اے پیغمبر! مسلمانوں سے کہدو کہ اپنی نظریں
نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت
کرتے رہیں۔

اس کے بعد ہی فرمایا۔

اللہ نور السموات والارض
مثل نوره کمنکات فیھا مصباح :
(سورۃ النور)

اور اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس
کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو اور
طاق کے اندر چراغ ہو۔

یعنی جو مومن قلب اوامر کی اطاعت اور نواہی خداوندی سے اجتناب کرتا ہے
اس کی مثال ایسی ہوتی ہے۔

اور جب نورانی ہو جاتا ہے تو ہر جانب سے خیرات و برکات۔ نجات و فلاح کے
وفود اس کی جانب دھڑا پڑتے ہیں۔ جس طرح کہ تاریک قلب کی طرف مصائب و
آلام و فساد نکالیف و اذیات کے دل بادل دھڑپڑتے ہیں۔ اور چہار طرف سے
اُسے گھیر لیتے ہیں۔

قلب کا تو تمام ضد العزائم۔ بدعتوں، گمراہیوں، اور خواہشات کی پرستش سے
بندے کو روکتا ہے۔ اور اس سے دور رکھتا ہے۔ اسباب سعادت کے امراض سے محفوظ
رکھتا ہے۔ شقاوت کے اسباب کے اشتغال سے محفوظ رکھتا ہے۔ جب یہ نور مفقود
ہو جاتا ہے تو بصیرت و بصارت دونوں ختم ہو جاتی ہے اور انسان تاریکیوں کی کوٹھڑیوں
میں ٹامک ٹوٹیاں مارتا رہتا ہے۔

ششم۔ یہ کہ نگاہ کی حفاظت صحیح اور سچی فراست بندے کے اندر پیدا ہوتی
ہے جس سے حق و باطل، صادق و کاذب میں بندہ امتیاز کر سکتا ہے چنانچہ شاہ شجاع
کرمانی کہا کرتا تھا: جو آدمی اتباع سنت کے ذریعے اپنے ظاہر کی۔ اور رقبہ کے ذریعے اپنے
اپنے باطن کی تعمیر کر لیتا ہے۔ اور عورات سے اپنی نگاہ پست کر لیتا ہے۔ شہوانت و

خواہشات سے پائے کو بچاتا ہے۔ اور اس حلال کا اپنے کو عادی کر لیتا ہے۔ اس کی فراست کبھی خطا نہیں کرتی؛ خود ستاہ شجاع کا حال یہ تھا۔ کہ اس کی فراست کبھی خطا نہیں کرتی تھی۔

حق سبحانہ تعالیٰ کا یہ عام دستور رہا ہے کہ اہمال کا بدلہ اعمال کی جنس سے دیتا ہے۔ جو آدمی صرف خدا کی رضا مندی کی خاطر کسی چیز کو چھوڑتا ہے۔ خدا اس کے بدلہ میں بہترین چیز عطا فرماتا ہے۔ پس جب بندہ خدا کی رضا مندی کے لیے اپنی آنکھ اور نگاہ پست کر لیتا ہے۔ تو خدا اس عمل کے بدلہ میں اسے بہیرت عطا فرماتا ہے اور اسے علم ایمان۔ اور معرفت و فراست کی برکتوں سے نوازتا ہے اور یہ چیزیں اسے نقاب کی بہیرت ہی کے فدیجہ حاصل ہوتی ہیں۔ دیگر برائیوں کے متعلق خدا کا جزا دہا ہے بالکل اس کے خلاف ہے۔

اصول انہم لعی مسکرتہم
یصہون
ایسے محمد تمہاری جان کی قسم وہ لوگ اپنے لئے
یہ بہت ہیں انہوں کی طرح ٹانگ
ٹوٹیاں مارتے ہیں۔
(سورۃ البقرہ)

ان لوگوں کی حالت کو خدا نے بائوں کی حالت سے تعبیر کرتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی نگاہیں فاسد اور خراب ہو گئی ہیں۔ اور اندھا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ان کی بصارت خراب ہو چکی ہیں۔

پس صورتوں کے تعلق سے خدا کا قیل لازم ہے۔ اور اس کی بہیرت ختم ہو جاتی ہے اس کا قلب مسکرا اور زہر باز کا سا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔
سکران مسکر کھری و مسکر مدا امتی
یہ لوگ۔ خواہشات اور خواہشات کی ملازمت
کے نقشہ سے بدستور ہیں۔

کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

قاوا جنتین ہوی ثقلت لہم

تو کہ کہتے ہیں تو اپنے محبوب کی محبت میں

غیبوں ہو گیا ہے۔

العشق اعظم ما یالجا متین

جس نے ان سے کہا عشق تو جانیں دیوانہ

سے بھی زیادہ گھمسا ہے۔

الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل
 الصالح یرفعه :
 اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اس کی طرف پاکیزہ
 باتیں چڑھتی ہیں۔ اور نیک عمل اسے بلند
 (سورۃ فاطر) کر دیتا ہے۔

یعنی جو عزت کا خواستگار ہے اسے چاہیے کہ خدا کی طاعت و عبادت کرتا رہے
 اور اچھے کلام۔ اچھے اعمال سے خدا کو یاد کرتا رہے۔
 دعائے قنوت کے اندر وارد ہے۔

انہ لا یدال من والیت ولا
 یعد من عادیت :
 جس سے تو دوستی کرتا ہے۔ اسے کوئی ذلیل
 نہیں کر سکتا۔ اور جس سے تو دشمنی کرتا ہے
 کوئی عزت نہیں دے سکتا۔

جو شخص خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے۔ خدا اس سے اس کی اطاعت کے
 مطابق محبت کرتا ہے۔ اور اطاعت کے مطابق اسے عزت سے سرفراز فرماتا ہے۔ اور جو
 کی نافرمانی کرتا ہے۔ اس سے وہ عداوت کرتا ہے اور اس کی معصیت و نافرمانی کے
 اعتبار سے اسے ذلیل و بے عزت کرتا ہے۔

ہشتام۔ یہ کہ نگاہ و نظر اپنی رکھنے سے شیطان کے لئے قلب تک پہنچنے
 کا راستہ بند کر دیتا ہے۔ کیونکہ شیطان نگاہ و نظری کی راہ سے قلب تک پہنچتا ہے۔
 شیطان نظر و نگاہ کی راہ سے اس قدر تیزی سے جاگھتا ہے کہ کسی خالی جگہ میں خواہش
 بھی اس تیزی سے نہیں پہنچ سکتیں۔ شیطان متطور الیہ کی صورت و شکل بن کر بڑی تیزی
 سے قلب کی طرف دوڑ پڑتا ہے اور اسے نہایت مزین اور آرامتہ کر کے قلب کے
 سامنے پیش کرتا ہے۔ اور قلب کو بڑی بڑی تمنائیں۔ آرزوئیں۔ اور امیدیں دلاتا ہے۔
 پھر اس کے اندر شہوت کی آگ مشتعل کر دیتا ہے۔ اور پھر رفتہ رفتہ معاصی و گناہ کا ایک
 اس آگ میں جھونکتا رہتا ہے۔ اور شیطان اسی صورت و شکل کے ذریعہ معاصی و گناہ
 کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ اس کے بعد آگ کے شعلوں میں بڑی طرح گھر جاتا ہے
 اس کی سانس سے بھی آگ کے شعلے اٹھتے ہیں۔ اور انہی شعلوں میں وہ جلتا رہتا ہے
 جھنٹا رہتا ہے۔ کیونکہ قلب ہر جانب سے اس آگ میں گھر جاتا ہے اور
 طرح بکری کو تنور کے اندر جھوننے کے لئے رکھا جاتا ہے اور اس کے جانب آگ

ہوتی ہے۔ اس طرح قلب آگ کے اندر وسط میں پڑا ہوا جلتا رہتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ شہوت پرستوں کے لئے خدائے محرمات کی صورتوں اور شکلوں کے مطابق عقوبت و سزا مقرر کی ہے۔ اور ہمہ رخ میں ان کے لئے آگ کے نور بنا رکھے ہیں۔ اور ان کی رحوں کو قیامت تک کے لئے ان تنوروں میں مقید کر دیا ہے جیسا کہ خدائے اپنے پیغمبر حضرت رسول اللہ صلعم کو اس کی کیفیت سے خواب میں آگاہ باخبر کیا ہے۔ اور یہ خواب کی حدیث بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے۔

نہم۔ یہ کہ غضب بصیر۔ یعنی نگاہ پست کر لینے۔ اور محرمات سے منظر کو بچانے سے قلب کو اس قدر فراغت و اطمینان کا حاصل ہوتا ہے کہ بندہ اپنے مصالح اور مفید امراشغال پر پوری یکجہتی۔ اور کامل یکسوئی کے ساتھ غور کر سکتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ جب نگاہ آزاد و آوارہ رہے۔ اور منظر محرمات پر دوڑتی رہے تو انسان کا دل تشقت و انتشار و اضطراب سے بھری کا چشمہ بن جاتا ہے اور پھر چیز مفید امور اور مصالح پر غور و فکر کرنے سے روکتی ہے۔ اور اس لئے اس کے جس قدر بھی کام ہوتے ہیں۔ پر آگدہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہ صرف خواہشات نفس ہی کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ اور رب العالمین کے ذکر سے بالکل غافل اور بے خبر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولا تمنع من اعقلنا قلبہ
عن ذکرنا واتبع ہواہ
وکان امرہ فرطاً
اور اس شخص کا کہانت مانو جس نے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگا ہوا ہے اور اس کا کام حد سے گزرا ہوا ہے۔

آزاد نگاہی سے یہ تینوں باتیں جو آیت کے اندر مذکور ہیں۔ بقدر آزادی لازم و ضروری ہو جاتی ہے۔

دھم۔ یہ کہ آنکھ اور قلب کے درمیان ایک ایسا سوراخ اور راستہ ہے۔ جس کی وجہ سے نگاہ اور قلب میں اس قدر اتحاد و یکجہتی رہتی ہے کہ جس کام میں آنکھ مشغول ہو جاتی ہے قلب بھی مشغول ہو جاتا ہے اور قلب مشغول ہو جاتا ہے تو آنکھ بھی مشغول ہو جاتی ہے۔ ایک کی اصلاح سے دوسرے کی اصلاح۔ ایک کے فساد سے دوسرے کا فساد لازم و مظلوم ہیں۔ جب انسان کا قلب فاسد ہو جاتا ہے۔ تو اس کی قوت فکریہ

فاسد ہو جاتی ہے۔ اور جب اس کی نگاہ فاسد ہو جاتی ہے۔ تو قلب فاسد ہو جاتا ہے۔ اور نگاہ اچھی رہتی ہے تو قلب اچھا رہتا ہے۔

جب کسی انسان کی آنکھ۔ نگاہ و منظر فاسد اور خراب ہو جاتی ہے۔ اور نگاہوں کی خرابی کی وجہ قلب فاسد اور خراب ہو جاتا ہے تو اس کا حال مزبلہ کا سا ہو جاتا ہے جہاں بھلائی اور ناپاکیاں اکوڑا اور میل کچیل مھینکا جاتا ہے۔ اور اب وہ اس قابل ہی نہیں رہتا کہ اس کے اندر خدا کی معرفت۔ خدا کی محبت۔ رجعت الی اللہ خدا سے اُنسِ تقرب الہی۔ اور سرور تقرب کو اس سے اندر جگہ مل سکے۔ بلکہ اس کے اندر وہی امور رستے بستے ہیں جو ان مقدس اوصاف کی اضراد ہیں۔

عنصر بصر۔ حفاظت نظر۔ اور لپٹ نگاہی کے فوائد کی طرف یہ ایک مختصر اجمالی اشارہ ہے۔ جس سے تمہیں اسکے حاصل ہونے والے فوائد کی خبر ہو سکے گی۔

فصل

اس مرض کی مدافعت کا دوسرا طریقہ صحیح بصیرت محبوبہ مکروہ کے درجات کا امتیاز اور فی محبوب کے مقابلہ میں اعلیٰ محبوب کی ترجیح ہے۔

مرض عشق کی مدافعت کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قلب کو ایسے امور میں مشغول رکھا جائے جو اس میں مبتلا ہونے سے دل کو روک سکیں۔ اور اس کی شکل یہ ہے، کہ خطرہ خوف اور ڈر اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ یا کوئی ایسی محبت پیش کر دی جائے جو لہ جبراً اپنی طرف کھینچ لے۔ اور دوسری جانب روک دے۔

جب تک قلب میں اس امر کا خوف نہ ہو کہ فلاں چیز کا فوت ہونا۔ اس محبوب و مطلوب کے حصول سے زیادہ مفرت رساں ہے۔ یا فلاں چیز کا حاصل کرنا محبوب و مطلوب کے فوت سے زیادہ مفرت ہے۔ یا فلاں چیز کی محبت اس کیلئے اس محبوب و مطلوب سے زیادہ نافع اور موجب خیر ہے۔ یا فلاں چیز کا فوت ہونا اس محبوب و مطلوب کے فوت سے زیادہ مفید ہے۔ جب تک یہ حقیقت اس کے سامنے نہیں آتی۔ لازمی طور پر وہ صورتوں اور اشکوں کے عشق میں گرفتار رہے گا۔

اس کی شرح و توضیح اس طرح ہے کہ نفس کسی محبوب و مطلوب کو اس وقت تک کہ نہیں کرتا جب تک کہ اس کے سامنے کوئی اس سے اعلیٰ و برتر محبوب و مطلوب نہ آئے۔ یا اسے اس امر کا خطرہ اور خوف نہ ہو کہ فلاں ناگوار چیز یا فلاں مصیبت و مشکل جو میرے سامنے آئے گی اس کی مدافعت اس محبوب کے قوت ہونے سے میرے لئے زیادہ مہتر ہوگی یا ایسا شخص دو باتوں کا محتاج ہے۔ اگر وہ ان دو باتوں کو یاد میں سے کسی ایک کو ضائع کر دیتا ہے۔ تو وہ اپنی جان کو قطعاً کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔

اول۔ یہ کہ اس کے اندر صحیح بصیرت موجود ہو جس کے فدیہ وہ مجبوراً اور اس کے درجات کو سمجھ سکے اور ان میں فرق و امتیاز کر سکے۔ اور اعلیٰ محبوب کو ادنیٰ محبوب کے مقابلے میں ترجیح دے سکے اور برے مکر وہ کے مقابلے میں ادنیٰ مکر وہ بڑی مصیبت کے مقابلے میں ادنیٰ مصیبت کو برداشت کر لے اور عقل و دانشمندی کا یہی خاصہ اور خصوصیت ہے جو اس طریقہ کے خلاف ہے۔ وہ عقلمند اور سمجھدار نہیں ہے۔ بلکہ بعض اوقات چھپائے اور جانور اس سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

دوم۔ یہ کہ اس کے اندر عزم و ہمت۔ صبر و استقامت کی پوری پوری قوت ہو۔ تاکہ پوری ہمت سے وہ کام کو گزرے۔ اور جو کام چھوڑنے کے قابل ہو اسے چھوڑ سکے بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ آدمی ان امور کو۔ اور ان قدروں کو۔ اور قدرتی تفاوتوں کو اچھی طرح سمجھتا ہے لیکن اس کے اندر عزم و ہمت کی کمی ہوتی ہے۔ اور جس نفس عزم و ہمت کی کمی اور خستگی و جہ سے نافع ترین چیز کو خبیث ترین چیز کے مقابلے میں ترجیح دینے سے قاصر ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص نہ خود اپنی جان کو نفع پہنچا سکتا ہے۔ نہ کسی دوسرے کو۔ خدا اکامرت فی الدین کا درجہ صرف اسی کو عطا کرتا فرماتا ہے جو عزم و ہمت کا حامل ہو۔ فرماتا ہے۔

وجعلنا منہم ائمة یہدون
بارئنا لہما صبر وادکانو بایاتنا
لو قنون :
اور انہی میں سے ہم نے کچھ پیشوا بنا لئے تھے
جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔ جبکہ
انہوں نے صبر کیا۔ اور ہماری آیتوں پر
یقین رکھتے تھے۔ (سیدہ)

اس قسم کے آدمی اپنے علم سے خود بھی نفع حاصل کر سکتے ہیں اور دوسرے کو بھی لائے

نفع پہنچتا ہے۔

بعض لوگ بالکل اس کے برعکس ہوا کرتے ہیں۔ نہ وہ خود نفع اٹھا سکتے ہیں۔ اور دوسروں کو اس سے نفع پہنچتا ہے۔

بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے علم سے خود نفع اٹھاتے ہیں۔ لیکن دوسروں کو نفع نہیں پہنچا سکتے۔

پہلی قسم کے لوگ اپنے نور کی روشنی میں چلتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی اس نور سے فائدہ پہنچاتے ہیں۔ دوسری قسم کے لوگوں میں نور کی قدر بلکہ بالکل بھی ہوئی ہوتی ہے وہ خود بھی تاریکیوں میں ٹانکے ٹوٹیاں مارتے پھرتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی تاریکیوں میں بھٹکاتے پھرتے ہیں۔ اور تیسری قسم کے لوگ اپنے نور کی روشنی میں خود ہی چلتے ہیں۔ اور خود ہی اس فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دوسرے اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

فصل

(محبور سے سچی محبت ہو تو اس میں غیر کی شرکت ممکن نہیں)

جب تم یہ مقدمہ اور تمہید سمجھ چکے تو اب کچھ لو کہ قلب کے اندر محبوب اعلیٰ کی محبت اور اس کا عشق اور محسوس صورتوں کا عشق ایک جمع نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور ضد کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہوا کرتی ہیں۔ بلکہ یہ لازم و ضروری ہے کہ ایک کی محبت دوسرے کی محبت کو قلب سے نکال باہر کرے۔

پس جس کی محبت قوی تر ہے۔ اور اس کی ساری محبتیں اس محبوب اعلیٰ سے وابستہ ہیں جس کی محبت کے سوا تمام محبتیں باطل اور موجب عذاب ہیں۔ ایسا شخص دنیا کی ساری محبتوں سے منہ موڑ لیتا ہے۔ اسکے سوا۔ تمام سے اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے۔ وہ اگر خدا کے سوا کسی اور سے محبت بھی کرتا ہے تو صرف محبوب اعلیٰ کی خاطر۔ یا اس لئے کہ یہ محبت محبوب اعلیٰ کی محبت کا ایک ذریعہ ہے۔

یہ شخص محبوب اعلیٰ کے سوا تمام سے اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے۔ یا پھر وہ اس چیز کو توڑ دیتا ہے جو اس محبوب اعلیٰ کی محبت کے مخالف ہو یا محبوب اعلیٰ کی محبت میں کہیں کچھ رخنہ انداز ہوتی ہے۔ محبت صداقہ کا اقتضار تو یہ ہے کہ محبوب صرف ایک ہو۔ اور کسی کو اس کا

محبت میں شریک نہ کیا جائے۔

انسان جب کبھی اپنے جیسے انسان ہی سے محبت کرتا ہے۔ تو محبوب کبھی گوارا نہیں کرتا کہ محبت کرنے والا کسی دوسرے کو اس کا شریک کر لیوے۔ بلکہ اگر وہ ایسا محسوس کرے تو اس پر بگڑتا ہے۔ اس پر بدہم ہوتا ہے۔ محبت کرنے والے کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا۔ اسے دھتکار دیتا ہے۔ اور کہہ دیتا ہے۔ تیرا دعوا اے محبت جھوٹا ہے۔ حالانکہ یہ محبوب اس امر کا اہل بھی نہیں ہے۔ کہ محبت کی تمام ترقوتیں اس کے قدروں پر سرنگوں ہو جائیں۔ تو پھر وہ حبیبِ اعلیٰ۔ محبوبِ برتر و بالاکہ تمام ترقوتوں کا مقدار صرف وہی ہے۔ کیونکہ گوارا کر لیکر اس کی محبت میں کسی اور کو شریک کیا جائے گا؟ اور حال یہ ہے کہ اس کی محبت کے سوا تمام محبتیں موجب عذاب۔ اور باعث وبال ہیں۔ اور یہی وجہ ہے جو اللہ تعالیٰ اس آدمی کو کبھی نہیں بچتے گا جو اس کی محبت میں کسی دوسرے کو شریک کرے گا۔ اس کے سوا دوسروں کو جسے چاہے گا بخش دے گا۔

پس وہ شخص جو صورتوں سے محبت کرتا ہے۔ وہ اپنے لئے نافع ترین محبت کو فوت کر دیتا ہے۔ اب بندہ ان دو محبتوں میں سے جسے چاہے اختیار کر لے۔ یہ دو محبتیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ نہ دونوں کی دونوں مسرتفع ہو سکتی ہیں جو شخص محبتِ الہی۔ ذکرِ خداوندی۔ اور شوقِ تقا و رب سے لطفی کرتا ہے۔ خدا سے دنیا میں بھی غیروں کی محبت میں گرفتار کر دیتا ہے۔ اور عالمِ برزخ۔ اور عالمِ آخرت میں بھی اسے عذاب دیتا ہے۔ بتوں کی محبت کے ذریعہ عذاب دیتا ہے۔ حبیب کی محبت کے ذریعہ۔ آگ کی محبت کے ذریعہ۔ سردوں اور لوٹوں کی محبت کے ذریعہ۔ سردیوں کی محبت کے ذریعہ۔ کاروبار۔ خاندان۔ قبیلہ اور دوست و احباب کی محبت کے ذریعہ۔ یا اس سے بھی کم تر ورجہ کی حقیر بے وقعت بے قدر۔ اور ادنیٰ چیزوں کی محبت کے ذریعہ اسے عذاب میں مبتلا کرتا ہے اور اسے تلہر حال میں اپنے محبوب ہی کا بندہ ہوتا ہے۔ وہ محبوب خواہ کوئی ہو۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

فاخر لنفسك في الهوى من تصطفى

انت القليل لكل من احبته

جس سے تو محبت کرتا ہے تو اس کا کشتہ پس تو اسے اپنے لئے منتخب کر جسے تو اپنے لئے مخصوص کیا کرتا ہے۔

پس جس کا معبود۔ مالک۔ مولا خدا نہیں۔ اس کا معبود مالک اور مولا اس کی خواہشات ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ان رأیت من اتخذ الہدہ ہواہ
واضلہ اللہ علی علم۔ وحقم
علی سمعہ وقلبہ وجعل علی
بصرہ غشاوۃ۔ فمن یہدیہ
من بعد اللہ۔ افلاتذکرون
(سورۃ الجاثیہ)

بھلا اس شخص کو دیکھو جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا ہے اور باوجود اس کے ذی علم ہونے کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے۔ اور اس کے گوش و ہوش اور قلب پر مہر لگا دی ہے۔ اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اب اللہ کے سوا اس کو کون راہ پر لاسکتا ہے؟ کیا تم سوچتے نہیں؟

فصل

محبت کے درجات و مراتب درجات کے نام

اور ان کی خصوصیات اور محبت کے اسباب

تعبیر کی یہ خاصیت ہے کہ خضوع و انکساری کے ساتھ محبوب سے محبت کی جائے۔ اور محبوب کے سامنے اپنے کو ذلیل و حقیر اور بے قدر و بے توقیر کر دیا جائے۔

جب آدمی کسی سے محبت کرتا ہے۔ اور محبوب کے سامنے خضوع و انکساری ظاہر کرتا ہے تو اس کا قلب اس کی عبادت کرتا ہے۔ بلکہ محبت کے آخری درجہ کا نام ہی تعبیر ہے۔ اور محبت کے اس درجہ کا نام عربی میں التتبع ہے۔

محبت کے ابتدائی درجہ کو "علاقہ" کہتے ہیں۔ اور اسے علاقہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں قلب کا محبوب سے تعلق قائم ہوتا ہے۔

شاعر کہتا ہے۔

تعلق لیلیٰ وہی ذات تماہم
ولہرید اللاتراب من تدنیہا فہم
لیلیٰ سے میری ابتدائی محبت اس وقت ہوتی جب کہ وہ ابھی تعویذوں والی تھی اور کھیلنے

کے لئے اس کی چھایتوں پر کوئی ابھار شروع نہیں ہوا تھا۔
ایک دوسرا شاعر کہتا ہے۔

اعلاقتا ما الوليد بعد ما
اب تمام الوليد سے عشق کرنے چلے ہو۔
افنان راسك كاللثام الابيض
جب کہ تمہارے سر کی زلفیں سفید ثغام کی
طرح کے ہو چکے۔

علاقہ کے بعد العبابہ کا درجہ ہے۔ اسے العبابہ اس لئے کہتے ہیں۔ کہ اس
میں قلب پوری گرویدگی کے ساتھ محبوب کی طرف جھک پڑتا ہے۔

يشكى المحبون الصباية ليتتى
مجت کر نیوالے صباہ کی شکایت کرتے ہیں
تحملت ما يلقون من بيتهم وحدي
کاش کہ تمام محبت کر نیوالوں کا سارا بوجھ
میں اکیلا ہی اٹھا لیتا۔

نکانت لقلبي لذة المحب كلها
تو محبت کی ساری لذت میرے ہی دل کے
فلم يلقها قلبي لمحبا ولا بعدى
کوئی محبت کرنے والا اس لذت کو نہ مجھ
سے پہلے پاتا اور نہ میرے بعد۔

اس کے بعد الغرام کا درجہ ہے۔ الغرام نام ہے قلب کی اس محبت کا جو قلب
کے اندر ہمیشہ کے لئے لازمی طور پر جاگزیں ہو جاتی ہے۔ اور جو کسی وقت بھی قلب
سے الگ نہیں ہوتی۔ قرضدار کو غریم اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ جب تک وہ قرض ادا
نہیں کر لیتا وہ قرض میں پھنسا رہتا ہے۔ اور اسی معنی میں خدا کا یہ ارشاد ہے۔

ان عذابا كان عذابا: (سورة الفرقان) بلاشبہ اس کا عذاب لازم ہونے والا ہے۔
علماء متأخرین نے عموماً الغريم۔ الغرام کا لفظ محبت کے معنی میں زیادہ استعمال
کیا ہے شعر ارفرب نے اس لفظ کو عموماً محبت ہی کے معنی میں زیادہ استعمال کیا ہے۔ دوسرے
معنی میں بہت کم استعمال کیا ہے۔

اس کے بعد درجہ ہے عشق کا۔ یہ افراط محبت کا درجہ ہے۔ پروردگار عالم کی محبت میں
عشق کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ نہ اس کے حق میں اس لفظ کا اطلاق صحیح ہے۔

۱۔ ثغام ایک پودا ہے جس میں سفید پھول اور سفید ہی پھل آتے ہیں۔

اس کے بعد درجہ ہے شوق کا۔ اور شوق نام ہے قلب کے اس سفر کا جو پوری تیزی سے محبوب کی طرف شروع کیا جائے۔ شوق کا اطلاق پروردگار عالم کے متعلق ہوتا ہے۔ جیسا کہ سند امام احمد میں حضرت عسار بن یاسر کی حدیث میں مروی ہے۔ حضرت عمار نے ایک مرتبہ کامل اطمینان۔ اور پورے خضوع و خشوع کے ساتھ نماز گزارا۔ ختم نماز کے بعد لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اس قدر اطمینان کے ساتھ نماز کیوں اس قدر لمبی کی؟ انہوں نے جواب دیا۔ میں نے نماز میں وہ دعائیں پڑھیں جو آنحضرتؐ پڑھا کرتے تھے۔

اے اللہ! میں تجھ سے علم غیب کی برکت سے اور مخلوق پر جو تیری قدرت ہے سوال کرتا ہوں۔ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہے۔ مجھے زندہ رکھ۔ اور جب تو جالے کہ میرے لئے موت بہتر ہے۔ تو مجھے موت دے۔

اے اللہ! میں چھپے اور ظاہر تجھ سے تیسرا خوف مانگتا ہوں۔ اور خوشی اور غم سے کلمہ حق کہنے کی تجھ سے توفیق مانگتا ہوں۔ اور محتاجی و آسودگی میں تجھ سے درمیانی رفتار مانگتا ہوں۔ اور تجھ سے نہ ختم ہونے والی نعمت مانگتا ہوں۔ منقطع نہ ہونے والی اور تجھ سے آنکھوں کی ٹھنڈک مانگتا ہوں۔ اور تجھ سے تیرے غمیلے کے بعد راضی ہونا مانگتا ہوں اور تجھ سے مرے کے بعد عیش کی ٹھنڈک مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے رخ کی طرف دیکھنے کی لذت مانگتا ہوں اور تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں وہ جو تکلیف دہ ایذا رسانی اور گمراہ کرنے والے فتنے سے پاک ہے اے اللہ! تو ہمیں ایمان کی زینت آراستہ

اللّٰهُمَّ! انى اسئلك بعلمك الغيب. وقد رتك على الخلق. احيى اذ اكانت احيات خيولى وتوفى اذ اكانت اوفات خيولى اللّٰهُمَّ! انى اسئلك خشيتك فى الغيب والشهادة. واسئلك كلمه الحق فى الرضاء والغضب. واسئلك القصد فى الفقر والغنى. واسئلك ليدمالا ينفذ. واسئلك قرة عين لا تنقطع واسئلك الرضاء بعد الموت. واسئلك لذة النظر الى وجهك الكريم. واسئلك الشوق الى لقائك. فى غير ضراء مضرة ولا فتنة. اللّٰهُمَّ! انى اسئلك بزينة الايمان واجعلنا هداة مهتدين :

کر۔ اور ہم کو ہدایت کرنے والے اور ہدایت
پائے ہوئے بنا دے۔

ایک دوسرے اثر میں یہ الفاظ ہیں۔

تیری ذات کے لئے ابرار کا شوق بہت طویل
ہے۔ اور میں تیری ملاقات کا بہت شائق
ہوں۔

طال شوق الابرار الی وجھک
وانا الی لقاؤک اشد شوقاً

اور یہاں شوق کا لفظ اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے جس کی تعبیر اس حدیث میں ہوئی
ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

جو آدمی خدا کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔
خدا اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔

من احب لقاء اللہ . احب اللہ
لقائہ

بعض اہل بصیرت آیت

جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو
اللہ کا وعدہ ضرور آنے والا ہے۔

من کان یرجو لقاء اللہ فان
اجل اللہ لآت

کے بارے میں کہا ہے۔ چونکہ خدا کو اس امر کا علم ہے کہ اس کے دوست اس کی ملاقات
کے شائق اور متہنی ہیں۔ اور ان کے قلوب کے جذبات محبت اس وقت تک ٹھنڈے نہیں
ہوں گے جب تک کہ وہ اس سے ملاقات نہیں کر لیں گے لہذا اس نے ان کے لئے ایک
اجل و میعاد متعین کر دی۔ اور اس اجل و میعاد پر ان سے ملاقات کا وعدہ کر لیا۔ تاکہ
انہیں کچھ تسلی و تسکین ہو جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ طیب اور پاکیزہ۔ اور خوشگوار زندگی ان ہی لوگوں کی زندگی کا نام
ہے۔ اس سے بہتر خوشگوار اور پر نعمت زندگی کسی کی ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اسی حیات
طیبہ۔ اور نفیس ترین زندگی کا تذکرہ اس آیت کے اندر کیا گیا ہے۔

جس نے سچا ایمان نیک کام کیا خواہ
وہ مرد ہو یا عورت ہم اس کو پاکیزہ
زندگی عطا کریں گے۔

من عمل صالحاً من ذکر و
التق و هو مو من ملئینہ
حیا طابیة . (سورۃ النحل)

اس حیات و زندگی سے وہ حیات و زندگی مراد نہیں ہے جو اہل ایمان۔ اور اہل کفر میں

اور ابرار و فجار میں مشترک ہے۔ مثلاً اچھا کھانا ملے۔ اچھا لباس اور کپڑا ملے۔ اچھی عورتوں سے۔ یہ چیزیں تو خدا کے دشمنوں کو بھی حاصل ہیں۔ بلکہ بمقابلہ خدا کے دوستوں کے خدا کے دشمنوں کو زیادہ حاصل ہیں۔

اسی آیت میں خدا نے اس امر کی ضمانت دی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ وہ عمل صالح کرنے والوں کو حیات طیبہ خوشگوار زندگی سے نوازے گا۔ یقیناً خدا اپنے وعدے کا سچا ہے وہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا۔ اور انسان کو اس سے بڑھ کر کون سے زندگی چاہیے کہ اس کی ساری توجہات خدا ہی کی طرف ہو جائیں۔ اور صرف اسی کی رضا و رضا جوئی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اس کے قلب میں کسی قسم کا تشنگی و اضطراب نہ رہے۔ قلب کی تمام تر توجہ خدا ہی کی طرف رہے۔ اس کے تمام افکار جو منقسم و منتشر ہوتے ہیں اور ہر وادی میں پراگندہ صورت میں گھومتے پھرتے ہیں وہ صرف خدا کے واحد پر۔ اس رضامندی و رضا جوئی پر مجتمع ہو جائیں۔ اور وہ صرف اپنے محبوب اعلیٰ ہی کا ذکر کرتے اور اس پر محبت خداوندی۔ شوق لقاء محبوب اعلیٰ۔ اور محبوب اعلیٰ سے انس اور تقرب اس پر غالب آجائے۔ اور اس کے سائے ہموں و غموں۔ فرحتیں اور مسرتیں اور تصورات اسی محبوب اعلیٰ کے گرد و طواف کرتے رہیں۔ بلکہ اسکے خطرات قلب بھی اس محبوب اعلیٰ کے گرد و طواف کرتے رہیں۔ ایسا آدمی خاموش بھی رہتا ہے۔ تو صرف خدا کے لئے۔ خدا کی رضا جوئی کے لئے۔ وہ بولتا بھی ہے تو صرف خدا کے لئے سنتا بھی ہے تو خدا کے لئے۔ دیکھتا بھی ہے تو خدا کے لئے، اور خدا کے ساتھ۔ خدا کی رضامندی کے لئے۔ اور اس کی تمام تر حرکات و سکنات صرف اسی کی مرضی۔ اسی کی رضامندی و رضا جوئی کے لئے ہوتی ہیں۔ اسی • • • • • خود اپنی زندگی گزارتا ہے۔ اور اسی پر وہ مرے۔ اور اسی پر آخرت میں اٹھایا جائے گا۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ حدیث قدسی میں خدا فرماتا ہے۔

ما تقرب الی عبدی بہ
بمثل اذاء ما افرضت علیہ
ولا یزال عبدی یتقرب الی
بالنوافل حتی احبہ۔ فاذا
احببتہ کنت سمعہ الذی لیس معہ
میرا بندہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے
اس کے پاس ہوتا ہے جو اس پر میں
مرضی کیا تھا۔ اور یہ میرا بندہ تو امن کے ذریعہ
مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے تا آنکہ میں اس سے
کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اسے اپنا دوست بنا

وینة التي يبغش بها - ورجلس
 التي ميمشي بها - مني ليمع - وبي
 يبصر - وبي يبغش - وبي يميشي
 ولئن سئلني لا عطيتنه - ولئن
 استعاذني لا عيذنه - وما
 ترددت في شيء انا فاعله
 ترددي عن قبض روح عبدي
 المومن - بكرة الموت والكرة
 مسائته ولا يد له منه -

ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے
 وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس
 سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ بن جاتا
 ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کا پاؤں
 بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے پس وہ میری ہی
 مدد سے سنتا ہے۔ میری ہی مدد سے دیکھتا ہے۔
 میری ہی مدد سے پکڑتا ہے۔ اور میری ہی مدد
 سے چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے۔ تو
 میں اسے دیتا ہوں۔ اور اگر وہ میری پناہ مانگتا
 ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔ میں جو کچھ کرنا چاہتا
 ہوں اس میں مجھے کبھی تردد نہیں ہوتا جیسا
 تردد مجھے میرے مومن بندے کی روح قبض
 کرنے میں ہوتا ہے وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں
 ایسی کوئی بات پسند نہیں کرتا۔ جو اسے بُری لگے
 لیکن موت سے اس کو چارہ نہیں ہے۔

اس حدیث قدسی کے معنی اور اسرار غلیظ الطبع کثیف القلب انسان ہرگز نہیں سمجھ
 سکتا۔ حدیث کی مراد یہ ہے کہ خدا کی محبت سے اسباب دو قسم کے ہیں۔ قرآن فیض کا ادا کرنا
 اور نوافل کے ذریعہ تقرب خداوندی حاصل کرنی۔ خدا نے حدیث میں یہ خبر دے دی
 کہ جو لوگ مجھ سے تقرب اور نزویٰ حاصل کرنا چاہیں۔ وہ پہلے قرآن فیض ادا کریں اس کے
 بعد نوافل کی کوشش کریں۔ نوافل کا اور جہ قرآن ادا کرنے کے بعد ہے خدا سے محبت کرنے
 والا جب نوافل کی کثرت کرتا ہے۔ تو وہ خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ تو یہ محبت ایک
 اور محبت کی موجب بن جاتی ہے۔ جو پہلی محبت سے ما فوق اور قوی تر
 ہوتی ہے۔ یہ محبت اس کے قاسب کو غیر محبوب کی فکر و اہتمام سے
 مستغنی کر دیتی ہے اسکی روح فکر انبیاء سے متفاصلہ میں غالب جاتی ہے اور اس میں کسی غیر کی گنجائش نہیں
 چھوٹی اسکے سامنے صرف اسی محبوب کی محبت اور اسی محبوب ذکر ہوتا ہے۔ اور میں یہ اور یہی محبت اسکے

قلب کے زمام کی مالک ہو جاتی ہے۔ اور اس پر اسی طرح مستولی اور غالب ہو جاتی ہے
 طرح ایک محبوب پر کسی محب صادق کی محبت مستولی اور غالب آجاتی ہے۔ کہ اس کی محبت
 تمام تر قوتیں اور کوششیں صرف اسی محبوب کے لئے وقف ہو جاتی ہیں۔ اور بلا ریب یہ
 ایسا محب اور دوست ہوتا ہے کہ محبوب ہی کے لئے سنتا ہے۔ اور دیکھتا ہے اور محبوب ہی
 پکڑتا اور چلتا ہے۔ محبوب ہی اس کے قلب میں بسا ہوا ہوتا ہے اور ہر وقت اس کے
 ہوتا ہے۔ اور ہمہ وقت اس کا مولن اور ساتھی اور رفیق ہوتا ہے۔

حدیث میں جہاں حرف یا آیا ہے۔ مصاحبت اور معیت کے لئے ہے۔ اور وہ
 ومعیت ہے۔ جس کی نظیر و مثال نہیں مل سکتی۔ اس مصاحبت ومعیت کا
 اخبار و احوال و بیٹ کے الفاظ اور احاد و بیٹ کے ظاہر معنی سے ممکن نہیں۔ یہ مسئلہ محض
 نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے ہی شعبہ کا مسئلہ ہے۔ اور یہ کیفیت تو ایک ایسی کیفیت ہے
 ایک انسان دوسرے انسان سے محبت کرنے لگتا ہے تو پیدا ہو جاتی ہے۔ حالانکہ
 انسان کی محبت کے لئے پیدا نہیں کیا گیا اور جو اس کی غطرت سے خارج ہے۔ جیسے
 بعض محبت کے مارے نے کہا ہے۔

و مثالی فی قلبی فاین تغیر
 حیا لک فی عینی و ذکرک فی فہمی
 میری آنکھ میں تیرا خیال ہے اور زبان پر تیرا ذکر
 ایک اور شاعر کہتا ہے۔

و تطلبہم عینی و ہم فی سر اس ہا
 و لیشتا قہم قلبی و ہم بین اضلال
 میری آنکھیں ان کو ڈھونڈتی ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ ان کے دل میں ہیں۔ اور میرا قلب ان کا
 مشتاق ہے حالانکہ وہ میری بغل میں ہیں۔

و مت عجب انی احن الیہم
 فاسئل عنہم من لقیہ و ہوا فی
 عجیب بات ہے کہ میں محبت سے ان کی طرف کھینچتا ہوں اور جو مجھ سے ملتا ہے اس سے انکا حال پتا
 ہوں اور حال یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ ہی ہے۔
 کسی اور شاعر نے کہا ہے۔

ان قلت غبت فقلبی لا لصد قنی
 اذانت فیہ مکان السر لہم لخص
 اگر میں کہوں کہ تو مجھ سے غائب ہے تو میرا
 کیونکہ تو میرے قلب میں ایسی جگہ چھپا ہوا ہے

قلب میری تصدیق نہیں کرتا۔ کہ تو غائب ہو ہی نہیں سکتا۔
 اذ قلت ما غبت قال لطف ذاکذب فقد تخیرن بین الصدق والکذب
 اگر میں یہ کہوں کہ تو غائب نہیں ہو سکتا تو آنکھیں جھٹلاتی ہیں تو اب میں اس صدق و کذب میں حیران ہوں۔
 محبوب سے محب جس قدر قریب ہوتا ہے دوسرا کوئی اس قدر نہیں ہوتا۔ اور بسا اوقات
 یہ محبت اس قدر راسخ اور جاگزیں ہو جاتی ہے کہ محبت کرنے والا اپنی جان تک کو فراموش
 کر جاتا ہے۔ لیکن محبوب کو کسی حال میں فراموش نہیں کرتا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔
 ارید لالسی ذکرہ فکانما تمثل لی لیلی بكل سبیل
 اس کے ذکر کو بھی بھلا دینا چاہتا ہوں۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ لیلیٰ ہر راستہ پر میرے سامنے ہوتی ہے
 کسی اور شاعر نے کہا ہے۔ اور طبیعت الگ کرنے سے انکار کرتی ہے۔
 حدیث مذکور میں خدانے کان۔ آنکھ۔ ہاتھ اور پاؤں کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے اس
 کی وجہ یہ ہے کہ یہ تعقل و ادراک کے آلات اور عمل کے ذرائع ہیں۔ کان۔ آنکھ۔ قلب کے سامنے
 فسد و ارادہ۔ کراہت و نفرت کو لاتے ہیں۔ اور یہی قلب کے سامنے
 محبت و عداوت بھی پیش کرتے ہیں۔ اور پھر ہاتھ اور پاؤں کو قلب ان چیزوں میں استعمال
 کرتا ہے۔ جب بندے کے کان اور آنکھ خدا کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ تو قلب اپنے آلات
 ادراک کی طرف سے بالکل محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ اس کے اندر محفوظ ہو گیا۔ تو پھر
 محبت و عداوت میں بھی وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ اس بارے میں محفوظ ہو گیا۔
 تو سمجھ لو ہاتھ اپنی گرفت۔ اور پاؤں چلنے میں محفوظ ہو جاتے ہیں۔
 غور کرو! یہاں خدانے صرف کان۔ اور آنکھ۔ ہاتھ اور پاؤں کے ذکر پر اکتفا کر لی۔
 زبان کا ذکر نہیں کیا۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ کان سے سنا اور اس کا ادراک کبھی
 اختیاری ہوتا ہے۔ اور کبھی غیر اختیاری۔ آنکھ سے دیکھنے کا بھی یہی حال ہے کبھی اختیاری
 ہوتا ہے۔ کبھی غیر اختیاری۔ ہاتھ اور پاؤں کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن زبان کا
 حال دوسرا ہے۔ یہ بغیر مقصد و ارادہ کے حرکت ہی نہیں کرتی۔ نیز بمقابلہ دیگر جوارح اور
 اعضاء کے قلب سے تعلق اور اشتغال۔ زبان ہی کو ہوتا ہے۔ اور قلب کے تاثرات

سے سب سے زیادہ زبان ہی متاثر ہوتی ہے کیونکہ زبان قلب کی ترجمان ہے اور پیغامبر ہے۔

غور کرو! جب بندہ خدا سے محبت کرنے لگتا ہے اور فرائض و نوافل کے ذریعہ اس کا

مقرب بندہ ہو جاتا ہے۔ تو اس کا کیا حال ہوتا ہے؟ اس کے سننے دیکھنے، چلنے پھرنے اور

پکڑنے کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ خدا فرماتا ہے۔

كنت سمعه الذی یسمع بہ۔

میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا

ہے۔ میں اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے

ولبصرہ الذی یتصر بہ۔ ولیہ

وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کا ہاتھ ہوتا ہوں

التی یتطش بہا ورجلہ التي

جس سے وہ پکڑتا ہے۔ میں اس کا پاؤں

یہمشی بہا۔

ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

اس سے اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرتا ہے کہ کان اور آنکھ کے ادراکات اور ہاتھ پاؤں

کی حرکات میں خدا تبارک کے ساتھ ہوتا ہے۔

غور کرو! اس کیفیت کا اظہار وہ اس طرح کرتا ہے۔

میرے ساتھ سنتا ہے میرے ساتھ دیکھتا

بی یسمع۔ ولی یتصر ولی یتطش

ہے۔ میرے ساتھ پکڑتا ہے میرے ساتھ

ولی یہمشی

چلتا ہے۔

یہ نہیں فرمایا۔

میرے لئے سنتا ہے۔ میرے لئے دیکھتا ہے۔

بی یسمع۔ ولی یتصر۔ ولی یتطش

میرے لئے پکڑتا ہے۔ اور میرے لئے چلتا ہے۔

ولی یہمشی۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں بی کی جگہ لی ہونا چاہیے۔ لی اظہار غایت

اور خصوصیت پر زیادہ دلالت کرتا ہے۔ کہ یہ کام خدا کے لئے کئے گئے ہیں۔

اور یہ معنی و نوع عمل میں خدا کی محبت پر زیادہ دلالت کرتے ہیں۔ لیکن یہ

ایک اہم اور سخت ترین غلطی ہے۔ کیونکہ یہاں لفظ با محض استعانت کے لئے

نہیں ہے۔ کیونکہ ادراکات خواہ وہ ایرار کے ہوں۔ خواہ فجار و فساق کے محض خدا

کی معونت ہی سے وقوع میں آتے ہیں۔ یہاں با مصاحبت و محبت کے لئے

ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ بندہ اس حال میں سنتا۔ دیکھتا۔ پکڑتا اور چلتا

ہے کہ خدا اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور یہ معنی ایک دوسری حدیث سے بھی واضح ہوتے ہیں۔
انہ مع عبدی ما ذکونی و تحریکت
بی شفتاہ۔
وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ اور میرے لئے اس کے
ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔

اور یہ وہی خاص قسم کی مصاحبت و معیت ہے جو اس آیت کے اندر ہے۔
ان اللہ معاً (سورۃ التوبہ)
اللہ ہمارے ساتھ ہے۔
اور جو اس حدیث کے اندر مذکور ہے۔

ما ظنک باثنين اللہ ثالثہما
ان دو کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن
میں تیسرا خدا ہے۔
اور وہ مصاحبت و معیت ہے جو اس آیت کے اندر ہے۔

وان اللہ مع المحسنین۔
اور جو اس آیت میں ہے۔
اور اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین
ہم محسنون۔
اور جو اس آیت میں ہے۔
بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے
پرہیزگاری کی اور وہ نیکیاں کرنے والے ہیں۔

واصبروا ان اللہ مع الصابرين۔
(سورۃ الانفال)
اور اس آیت میں ہے۔
اور صبر کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں
کے ساتھ ہے۔

کلا ان معی ربی سبیہدین۔
(سورۃ الشعراء)
میرا رب ہے۔
موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں۔ میرے ساتھ

انہی معکما اسمع واری۔
(سورۃ طہ)
اور اس آیت میں ہے کہ اندر خدا نے حضرت موسیٰ۔ اور حضرت ہارون کو خطاب کرتے ہوئے کہا ہے۔
میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سنتا ہوں۔
اور دیکھتا ہوں۔

مصاحبت و معیت کے اس معنی پر صرف حرف باہی دلالت کرتا ہے۔ حرف لام
دلالت نہیں کرتا۔ بس کے اخلاص۔ اور اس کے صبر و توکل۔ اور مقامات عبودیت

کے نزوال . اور مصاحبت و معیت کا اظہار و بیان صرف حرف باہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے نہ کہ لامر کے ذریعہ .

خدا کی یہ مصاحبت و معیت جب بندے کے ساتھ ہوتی ہے تو بندے کی ساری مشقتیں اور سارے مصائب و آلام آسان ہو جاتے ہیں . اور ہمہ قسم کا خوف و ہراس اس کے حق میں امن و اطمینان کا باعث بن جاتا ہے . خدائی مصاحبت و معیت ہمہ قسم کی صعوبات و مشکلات کو آسان کر دیتی ہے . اور ہر بعید چیز قریب ہو جاتی ہے . احزان ہجوم و غم اس پر اللہ تعالیٰ کی معیت ہی میں نہیں ہوتے . اللہ تعالیٰ ہر حال میں اس کے ساتھ ہوتا ہے . اسلئے نہ اسے ہم ہوتا ہے نہ غم . نہ حزن ہوتا ہے . نہ ملال . اور یہ معنی حرف باہی کے ذریعہ واضح ہوتے ہیں . اگر یہ معنی فوت ہو جائیں . تو سمجھ لو . بندہ کا قلب باہی بے آب کی طرح تڑپتا ہے .

جب کسی بندے کو پروردگار عالم سے مصائب و مشکلات میں یہ مصاحبت و معیت حاصل ہو جاتی ہے . تو پھر اس کی تمام تر حوائج و ضروریات میں بھی اس کی مصاحبت و معیت ہوتی ہے . اور خدا اس کی تمام تر حوائج و ضروریات . اور سوالات کو پورا کرتا رہتا ہے جیسا کہ خود خدائے فرمایا ہے .

ولئن سئلنی لاعطینہ . ولئن استعاذنی لاعینہ .
اور اگر میرا بندہ مجھ سے مانگتا ہے . تو میں اسے دیتا ہوں . اور مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں .

یعنی بندہ جب میرے ارادہ کی موافقت کرتا ہے . میرے احکام کی تعمیل کرتا ہے مشکلات و مصائب میں میرے پاس آتا ہے . اور اپنی احتیاجات کو وہ میرے آگے نہایت بیم ورجاء کے ساتھ پیش کرتا ہے . تو میں ضرور اس کا ساتھ دیتا ہوں . اور کمزوریات و مشکلات میں مجھ سے پناہ چاہتا ہے . تو میں اسے پناہ دیتا ہوں .

یہ مصاحبت اور اس قسم کی معیت خدائے جانبین سے ثابت کی ہے . اور یہ مصاحبت و معیت وہ رشتہ ہے کہ خدائے اپنے ایسے بندے کی موت میں بھی تردد کرنے لگتا ہے . کیونکہ اس بندے کو موت پسند نہیں . اور جو چیز اس بندے کو پسند نہیں اسے پروردگار عالم بھی پسند نہیں کرتا . جب اس بندے کی کسی قسم کی برائی . اور رنج اسے پسند نہیں تو اس کا مقتضی

یہ ہے کہ خدا سے موت بھی نہ دے۔ لیکن بندے کی مصلحت اسی میں ہے کہ وہ اسے موت سے ہم آغوش کر دے۔ کیونکہ خدا موت اسی لئے بھیجتا ہے۔ کہ وہ اسے دوبارہ زندہ کرے گا۔ مرض و بیماری میں اس لئے مبتلا کرتا ہے کہ اسے صحت و صلاحیت سے نوازے گا۔ اسے فقیر و مسکین اس لئے بناتا ہے کہ اسے غنی اور بامراد بنائے گا۔ جب اس کے کچھ روکتا ہے۔ تو کچھ عطا کرنے کے لئے ہی روکتا ہے۔ اسے اپنے باپ آدمؑ کی صلب میں رکھ کر اس لئے جنت سے نکالا ہے کہ وہ اسے پھر جنت میں داخل کرے۔ اس سے باپ کو خدا خارج مٹھا (جنت سے نکل جا) کہہ کر جنت سے نکال دیا ہے۔ اور اس لئے نکال دیا ہے ہے۔ کہ دوبارہ پھر اسے جنت میں داخل کرے۔

در حقیقت یہی ذات۔ اور یہی خدا حقیقی محبت سے لائق ہے۔ اور یہی حقیقی محبوب ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی حبیب ہو سکتا ہے نہ محبوب۔ اگر بندے کا ہر ہر بال۔ خدا کی محبت سے مست و سرشار ہو جائے تب بھی بندے پر جو خدا کا حق ہے ادا نہیں ہو سکتا کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

تقل تو ادك حيت شئت من السهوى
اپنے دل کو خواہشات میں جہاں چاہو بھٹکاؤ
ما الحب الا للحبیب الاول
وحنینہ ابد الاول منزل
لیکن اس کے دل کی بے قراری تو ہمیشہ پہلی
یہی منزل سے لئے ہے۔

فصل

تعبیر کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب کے سامنے
اپنے کو انتہا درجہ ذلیل و خاکسار کر دیا جائے
اس کے بعد محبت کا وہ درجہ ہے جسے التتبیہ کہتے ہیں۔ یہ محبت کا آخری درجہ
ہے۔ التتبیہ کے یہ معنی ہیں کہ محبوب اپنے محبوب کی عبادت و پرستش کرنے لگ جائے
چنانچہ عرب کا محاورہ ہے۔ حیب انسان کسی عبادت کرنے لگتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ تتبیہ
الحبیب (محبت نے اس کو بندہ بنا لیا ہے)

اور یہ جملہ بھی اس معنی میں ہے **يَتِمُّ الشَّرَّ** یعنی عبداللہ۔

اور تعبد و عبادت کی یہ حقیقت ہے کہ محب اپنے محبوب کے سامنے انتہا درجہ کا خضوع و خاکساری ظاہر کرے۔ اور اس کے سامنے اپنے کو انتہا درجہ ذلیل و بے توقیر بنا لیتا ہے۔ اور اسی محاورہ میں عرب کا یہ قول ہے **طَرِيقُ مَعْبُدٍ (ذَلِيلٌ مُسْتَرِدٌّ)** یعنی وہ راستہ جسے مدتوں تک روند کر ذلیل و پامال کیا گیا ہو۔ پس عبد و بندہ وہ ہے جسے محبت نے محبوب کے سامنے خاضع اور ہنرنگوں کر دیا ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ بندے کے تمام مقامات و حالات میں عبودیت سب سے زیادہ اشرف و اعلیٰ مقام ہے۔ اور اسی لئے سلوک کی راہ میں تعبد سے بڑھ کر کوئی شریف ترین منزل نہیں اور یہی وجہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اکرم المخلوق محبوب ترین بندے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہم سے اہم مقام میں بھی وصف تعبد کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔ مقام دعوت۔ مقام نوحی بالنبوة۔ مقام معراج میں بھی وصف عبودیت سے یاد فرمایا ہے۔ فرماتا ہے۔

وانه لما قام عبد اللہ يدعو۔ **كادوا** اور ہوا یہ کہ جب اللہ کا بندہ اللہ کی عبادت کرنے لگا اور اللہ نے اس پر غول سے غول جھلکے پڑتے تھے۔
(سورۃ الجن)

یہ مقام دعوت میں فرمایا۔ مقام نوحی نبوت کے مقام میں فرماتا ہے۔

وان كنتم فی ريب مما نزلنا علی عبدنا **اگر تمہیں میں کلام کی صداقت میں کوئی شبہ**
فاقوال بسورة من مثلن : **ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے**
(سورۃ البقرہ) **تو ایسی ایک سورت ہی بتا لاؤ۔**

مقام اسراء و معراج کے موقع میں فرماتا ہے۔

سپان الذی اسرى لبعده لیلان المسجد **پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو رات میں**
الحولالی المسجد الاقصی (سورۃ الاسراء) **مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کو لے گیا۔**
اور شفاعتہ کی ایک حدیث داروستہ۔

اذہبوا الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبد **تم لاگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ وہ**
غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ وما **ایسا عبد (بندہ) ہے جس کے تمام گناہ کھلے گناہ**

تاخر : خدا نے معاف کر دیئے ہیں
آنحضرتؐ کو یہ مقام شفاعت کمال عبودیت و کمال مغفرت کے ذریعہ
سے حاصل ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور خدا
لا کوئی بھی شریک نہیں اور کھبت کی تمام انواع و اقسام میں عبادت
ایک کامل ترین نوع اور اکمل ترین قسم ہے۔ عبادت میں انتہائی خضوع و خشوع
اور انتہائی عجلت و خاکساری ہوا کرتی ہے اور اسلام کی اصل حقیقت بھی یہی ہے
حقیقۃً ملت ابراہیمی بھی یہی ہے جس سے بجز سفیدہ النفس اور احق کے کوئی روگردانی
ہی نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ خود خدا فرماتا ہے۔

ومن یرغب عن ملتہ ابراہیمہ الا
من سفہ نفسہ۔ (الایۃ سیرۃ البقرہ)
اور ابراہیم کے طریقہ سے وہی منہ پھیر
سکتا ہے جس کی خود عقل مادی کو پہچان
اور یہی وجہ ہے جو خدا کے نزدیک شرک سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ شرک کے سوا
وہ دوسرے گناہ معاف کرے گا۔ لیکن شرک کبھی معاف نہیں کرے گا۔
اور خدا کے ساتھ اصل شرک یہی ہے کہ خدا کی محبت میں کسی اور کو شریک کیا جائے
جیسا کہ خدا فرماتا ہے

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ
انداداً یحبونہم کحب اللہ والذین
آمنوا اشد حباً للہ۔ (بقرہ)
اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کے علاوہ
اور کو شریک بناتے ہیں جن سے ایسی ہی محبت
کرتے ہیں جیسی خدا سے کرتی جا ہے۔ البتہ جو لوگ
ایمان دار ہیں، ان کو اللہ کی محبت سے زیادہ ہوتی

خدا اس آیت میں یہ خبر دیتا ہے کہ بعض لوگ خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک بنا
لیتے ہیں اور اس سے ویسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی وہ خدا کی عزت سے کرتے ہیں
اور خدا اس آیت میں یہ بھی خبر دیتا ہے کہ ایمان والے خدا کی عزت سے انتہا
درجہ کی محبت رکھتے ہیں اور ایسی کہ یہ مانند و مشیل بنانے والے اپنے مانند و مشیل سے
رکھتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ بلکہ آیت کے یہ معنی ہیں کہ یہ مانند و مشیل گردنوں
والے ہیں قدر خدا سے محبت رکھتے ہیں اس سے زیادہ خدا پر ایمان لانے والے خدا سے

محبت رکھتے ہیں۔ یہ مانند و تشبیل گردانے والے خدا سے محبت رکھتے ہیں۔ لیکن جب وہ خدا کے ساتھ اپنے مانند و تشبیون کو اس محبت میں شریک کر لیتے ہیں تو خدا سے جو انہیں محبت ہے وہ کمزور ہو جاتی ہے اور موحدین خدا کی محبت میں مخلص ہوتے ہیں اس لئے ان کی محبت خدا سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔

اور مشرک لوگ اپنی محبت میں رب العالمین کے ساتھ دوسروں کو شریک گردانتے ہیں اور ان کو خدا کا ہمسر مانند و تشبیل بنا لیتے ہیں۔

خدا نے مخلوق کو پیدا کیا ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ مخلوق خالص خدا سے محبت کرے۔ کسی دوسرے سے محبت نہ کرے اور اسی لئے خدا ان لوگوں سے سخت ناراض ہوتا ہے جو کسی اور کو اپنا ولی۔ مددگار۔ شفیع و سفارشی بناتے ہیں چنانچہ خدا کبھی ان ہر دو چیزوں کو ساتھ ہی ساتھ بیان کرتا ہے اور کبھی علیحدہ علیحدہ بیان کر کے اپنی ناراضگی و خفگی کا اظہار کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

ان یرکبم اللہ الذی خلق السموات والارض
فی ستة ايام ثم استوی علی العرش
یدیر الامر ما من شفیع الا من
بعداذنه (سورة یونس)

اور فرماتا ہے۔

اللہ الذی خلق السموات والارض و
ما بینہما فی ستة ايام ثم استوی
علی العرش ما لکم من دونہ من
ولی ولا شفیع افلا تذکرون
(سورة آل عمران)

اور فرماتا ہے۔

وانذربہ الذین یخافون ان یحشوا
الی ربہم لیس لہم من دونہ ولی
ولا شفیع لعلہم یتقون

اور اس قرآن کے ذریعہ ان لوگوں کو ڈراؤ جو
اپنے پروردگار سے خائف ہیں چنانچہ خوف ہے نہ خدا کے
سوا ان کا کوئی حمایتی ہے نہ سفارشی کیا جیب ہے وہ

(سورة الانعام) پر سبز نگار بن جائیں۔

اور فرماتا ہے۔

اما اتخذوا من دون الله شققا وعقل
لو كانوا لا يسلكون شيئا ولا يعقلون
قل الله الشفاعة جميعا
(سورة الزمر)

کیا ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو
سفارشی بنا رکھا ہے۔ کہہ دو۔ اگرچہ وہ کسی
چیز کا اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ سمجھتے
ہوں۔ کہہ دو ساری سفارشیں اللہ ہی کیلئے ہیں

اور فرماتا ہے

من وراءهم جهنم ولا يغني عنهم
ما كسبوا شيئا ولا ما اتخذوا من
دون الله اولياء ولهم عذاب
عظيم
(سورة الحجاشہ)

ان کے پیچھے جہنم۔ نہ ان کی کمائی اس سے
انہیں بچا سکے گی اور نہ وہ معبود جن کو اللہ
کے سوا انہوں نے حمایتی بنا رکھا ہے اور
ان کے لئے بڑا عذاب ہوگا

جو بندہ صرف اپنے رب کو اپنا ولی اور دوست بناتا ہے تو اگر وہ کسی اور کو
اپنا ولی، مددگار، دوست اور شفا بختی سفارشی بناتا ہے تو صرف خدا کے لئے بناتا
ہے۔ اور مومنین، صالحین کے ساتھ اپنا رشتہ، موالاة و محبت جوڑتا اور استوار کرتا
ہے۔ اور یہ مومنین اللہ کی راہ میں اس کے ولی و مددگار ہوتے ہیں۔ یہ موالاة و محبت
اور چیز ہے۔ بخلاف اس صورت کے کہ بندہ خدا کے علاوہ دوسروں کو اپنا ولی اور
دوست بنائے۔ یہ دوسری چیز ہے۔ یہ اور رنگ ہے اور وہ دوسرا رنگ شفا
شکر کیہ کا اور رنگ ہے۔ اور شفاعت حقہ کا جس سے توحید و البتہ ہوتی ہے دوسرا
رنگ ہے۔ اور اہل شرک اور اہل توحید کی تفریق کا یہی مقام ہے۔ واللہ اعلم
من يشاء الی صراط مستقیم

مقصود یہ ہے کہ حقیقت عبودیت اور عبودیت کے موجدات محبت اور لوازمات
محبت میں کسی کو شریک بنا لینے کے بعد خالص نہیں رہ سکتی ہیں بخلاف اس کے کہ اگر
خدا کے لئے کسی سے محبت کی جائے تو یہ محبت لوازمات عبودیت اور موجدات عبودیت
میں سے ہے۔ جیسا کہ آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا۔ بلکہ آپ
سے محبت کرنا۔ اور ایسی محبت کرنا کہ اپنی جان و مال آباد و آباد اور اولاد سے بھی

زیادہ ہو۔ اور ان تمام کی محبت سے آپ کی محبت کو مقدم سمجھنا۔ عین تکمیل ایمان ہے۔ آپ سے اس قسم کی محبت کے بغیر ایمان مکمل ہی نہیں ہو سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ سے محبت کرنا خدا سے محبت کرنے کے معنی میں ہے۔ اور یہی حکم ہے ہر اس محبت کا جو اللہ فی اللہ ہو۔ جیسا کہ صحیحین کے اندر ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا :-

ثلاث من کن فیہ وجد بہن حلاوتہ
 الایمان
 تین چیزیں جس کے اندر ہوں گی۔ وہ
 ایمان کی حلاوت پائے گا۔

صحیحین کے اندر دوسرے الفاظ یہ ہیں۔

لا یجد عبد طعم الایمان الا من کانت
 فی قلبہ ثلاث بحصال۔ ان یرکون
 اللہ ورسولہ احب الیہ مما سوا
 ہما وان یحب المرء لا یحبہ الا
 اللہ۔ وان تکرہ ان یرجع الی
 الکفر بعد ان القذہ
 اللہ منہ کما یکرہ
 ان یقذف فی النار۔

بندہ ایمان کا مزہ نہیں پاتا جب تک
 کہ اس کے قلب میں تین خصلتیں موجود
 نہ ہوں۔ اللہ اور اللہ کا رسول اسے
 تمام سے زیادہ محبوب ہو۔ اور یہ کہ کسی
 سے محبت رکھے تو صرف خدا کے لئے رکھے
 اور یہ کہ جس کفر سے خدائے اسے نکالا ہے
 اس کی طرف پھر لوٹنے کو وہ ایسا برا سمجھے
 جس طرح کہ وہ آگ میں ڈال دینے جانے
 کو برا سمجھتا ہے۔

اور سنن کے اندر ایک حدیث ہے۔

من احب اللہ۔ والبغض للہ
 واعطى اللہ ومنع اللہ۔ فقد
 استكمل الایمان

جس نے اللہ کے لئے محبت کی۔ اور اللہ کے لئے دشمنی
 کی۔ اور اللہ کیلئے دیا اور اللہ کیلئے روک دیا تو اس
 نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے۔

ما تحاب رجلان فی اللہ الا کان
 افضسہما اشد ہما
 حبالہما حیدہ

جو دو آدمی خدا کے لئے آپس میں محبت
 رکھتے ہیں ان میں افضل آدمی وہ ہے جو
 اپنے ساتھی سے بہت زیادہ محبت رکھتا ہے

یہ محبت تو محبت الہی کے لوازمات و موجبات میں سے ہے اور جس قدر بجا یہ

محبت قوی اور زیادہ ہوگی۔ محبت الہی کی جڑیں قوی اور مضبوط ہونگی۔

فصل

(محبت کے اقسام)

محبت کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔ جن کے مابین فرق و امتیاز واجب اور ضروری ہے اور جو لوگ اس راہ میں بھٹک جاتے ہیں وہ ان اقسام محبت کے مابین تمیز و تفریق نہ کرنے کے سبب ہی سے گمراہ ہوئے ہیں۔

اول۔ اللہ سے محبت کرنا۔ صرف اتنی محبت عذاب الہی سے نجات پانے۔ اور ثواب آخرت سے فائز المرام ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔ کیونکہ خدا سے محبت تو مشرک۔ کافر صلیب پرست اور یہودی بھی رکھتے ہیں۔

دوم۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اس سے محبت کرنا اور یہی محبت انسان کو اسلام میں داخل کرتی ہے اور کفر سے نجات دیتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا سرب سے بڑا دوست وہی ہے جس کے اندر یہ محبت زیادہ پائیدار اور زیادہ شدید ہو۔ سوم۔ الحب لله والحب فی الله یعنی جو محبت صرف اللہ کے لئے ہو اور اللہ ہی کی راہ میں ہو۔ یہ محبت اس امر کو لازم اور واجب کر دیتی ہے کہ بندہ ہر اس شے سے محبت کرے جس سے خدا محبت کرتا ہے اور یہ محبت بھی اس وقت صحیح ہے جبکہ بندہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے محبت کرے اور اللہ کی راہ میں محبت کرے۔

چہارم۔ وہ محبت جو خدا کی محبت کے ساتھ کسی دوسرے سے بھی محبت کی جائے۔ یہ مشرکاتہ اور شرکیہ محبت ہے۔ جو آدمی اللہ کے ساتھ کسی اور سے بھی محبت کرتا ہے۔ اور وہ محبت اللہ کے لئے۔ اللہ کا مرضی کے مطابق نہیں ہے۔ اللہ کے دین کے لئے نہیں ہے۔ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ خدا کے ساتھ دوسروں کو خدا کا شریک و سہیم بنا رہا ہے اور مشرک خدا سے اسی قسم کی محبت کیا کرتے ہیں۔

محبت کی ایک پانچویں قسم بھی ہے جس سے ہمیں بخت نہیں۔ اور وہ طبعی محبت ہے اس محبت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان ان چیزوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی طبعی

مقتضیات سے ہیں۔ مثلاً پیاسا آدمی پانی سے محبت کرتا ہے۔ بھوکا روٹی سے محبت کرتا ہے۔ ایک شخص نیند سے اور اپنی بی بی بچوں سے محبت کرتا ہے۔ یہ محبت مذموم نہیں ہے۔ یہ محبت اسے ذکر خداوندی سے غافل نہ کر دے۔ اور خدا کی محبت سے بھٹکا کر اپنے اندر الجھانے دے۔ جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔

یا ایہا الذین امنوا لاتلہکم اموالکم
ولا اولادکم عن ذکر اللہ (سورۃ المائدہ)
اور ارشاد فرماتا ہے۔

رجال لاتلہیہم تجارۃ ولا بیع
عن ذکر اللہ (سورۃ التوبہ)
وہ لوگ جن کو اللہ کی یاد سے نہ تجارت روکے
ہے اور نہ خرید و فروخت۔

فصل

(محبت کا بلند ترین مقام یعنی مقام غلت)

اس کے بعد غلۃ کا درجہ ہے۔ غلت کمال محبت کا نام ہے۔ غلت میں قلب کے اندر محبوب کی محبت کے سوا کسی کی بھی محبت نہیں ہوا کرتی۔ محبوب کی محبت کے سوا قلب میں کسی کی محبت کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ غلت ایک ایسا منصب ہے جو کسی قسم کی شرکت کو برداشت نہیں کرتا اور یہ منصب صرف خدا کے دو خلیوں ہی کے لئے مخصوص تھا۔ حضرت ابراہیم اور حضرت محمد رسول اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام کیلئے جیسا کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے۔

ان اللہ اتخذنی خلیلاً كما اتخذ
ابراہیم خلیلاً
خدا نے مجھ اپنا خلیل بنا لیا ہے جس طرح
ابراہیم کو اس نے اپنا خلیل بنایا ہے۔

لو کنت متخذاً من اهل الارض خلیلاً
لا اتخذت ابا بکر خلیلاً؛ ولکن
صاحبکم خلیلاً اللہ
اگر زمین والوں میں سے کسی کو میں اپنا
خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا لیکن
تمہارا یہ دوست تو اللہ کا خلیل ہے۔

ایک اور حدیث کے اندر ہے -
 انی ابراء الی کل خلیل
 من خلتہ :
 میں خدا کی خلعت کی وجہ سے ہر دوسرے خلیل کی
 خلعت سے پاک ہوں -

حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہِ خداوندی میں لڑکے کی التجا کی کہ اے خدا تو مجھے لڑکے کے
 خدانے ان کو لڑکا دیا اس لڑکے سے ان کو قلبی محبت ہوگئی۔ اور قلب کا ایک گوشہ لڑکے کی
 محبت سے پر ہو گیا۔ خدا کو اپنے خلیل کی یہ بات پسند نہ آئی۔ یہ اُسے گوارا نہ ہوا کہ میرے
 خلیل کے قلب میں میرے سوا کسی اور کو جگہ دیجائے۔ خدا نے حکم دیا کہ اس لڑکے کو
 میرے لئے ذبح کر دو۔ یہ حکم حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں دیا گیا۔ تاکہ آپ کا پورا پورا
 امتحان کیا جاسکا۔ خدا کا یہ مقصد نہ تھا کہ حضرت ابراہیمؑ اپنے بچہ کو ذبح کریں۔ بلکہ مقصد
 یہ تھا حضرت ابراہیمؑ کے قلب سے بچہ کا تعلق منقطع کر دیا جائے اور آپ کا قلب صرف اللہ
 تعالیٰ کے لئے مخصوص ہو جائے۔ جب حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انشراح
 صدقہ کے ساتھ حکم الہی کی تعمیل کی اور بچہ کی محبت کے مقابلہ میں خدا کی محبت کو مقدم رکھا تو
 خدا کا جو مقصد تھا پورا ہو گیا اور بچہ کو ذبح کر نیکا حکم دیا تھا اٹھا دیا گیا اور اس عظیم الشان ذبح
 کے بدلہ میں فدیہ مقرر کر دیا۔ کیونکہ پروردگار عالم جب کبھی کسی چیز کا حکم دیتا ہے تو اسے سر سے
 بالکل ختم نہیں کرتا بلکہ یا تو اس کے کچھ حصہ کو اٹھا دیتا ہے اور کچھ کو باقی رکھا جاتا ہے یا اس کے بدلہ میں
 کوئی اور چیز مقرر کر دی جاتی ہے جیسا کہ اس عظیم الشان ذبح کے بدلہ میں فدیہ مقرر کر دیا جیسا کہ آنحضرت
 کے حضور میں۔ حاضری کے وقت صدقہ دینا قرعہ کیا گیا تھا پھر اس کی فرضیت کو اٹھا کر اسے مستحب کر دیا
 گیا اور جیسا کہ سچائش وقت کی نمازوں کے بدلہ میں پانچ وقت کی نمازیں باقی رکھی گئیں اور نمازوں کا ثواب
 سچائش نمازوں کا ہی باقی رکھا گیا اور ایسا وہ اس لئے کرتا ہے اس نے خود فرمایا۔

ما یبدل القول لہ عا۔ میرے پاس بات بدلی نہیں جاتی۔

ترہ نمازیں فعل عمل کے لحاظ سے پانچ ہیں۔ لیکن اجرو ثواب کے لحاظ سے سچائش ہی ہیں۔

فصل

۱۱) جیسا کہ سورہ بقرہ کے اندر ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اذا نجاہتم الرسول فقد مواہبت
 یدہم بخیرکم صدقہ: (مسلمانو! جب تم رسول سے کوئی سازگور لو تو رازگور نہ بنو سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو)

(محبت عام ہے اور خلتہ محبت کے ایک خاص درجہ کا نام ہے)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ محبت کا درجہ غلتہ کے درجہ سے بلند اور کامل ترین ہے۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام خلیل اللہ (اللہ کے خلیل تھے) اور آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اللہ کے حبیب) ہیں۔ ان لوگوں کا یہ کہنا جہالت پر مبنی ہے۔ کیونکہ محبت عام ہے اور خلتہ خاصہ غلتہ محبت کے آخری اور انتہائی درجہ کا نام ہے جیسا کہ خود آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ عقل و دانشی کا تقاضا ہے کہ اعلیٰ۔ برتر محبوب کو ادنیٰ محبوب کے مقابلہ میں ترجیح دی جائے۔

ان اللہ اتخذنا خلیلاً کا اتخذ
ابراہیم خلیلاً
اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل بنایا ہے۔
جس طرح ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا تھا۔

نیز تم پہلے پڑھ چکے کہ آنحضرت نے صاف صاف فرمادیا کہ پروردگار کا عالم کے سوا میں کسی کو اپنا خلیل نہیں بنا سکتا۔ حالانکہ آپ کو حضرت عائشہ صدیقہ کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما اور حضرت عمر بن الخطابؓ سے بھی محبت تھی۔ اور خود آپ نے اس کی خبر دی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمایا ہے کہ اللہ محیب التواہین (تو بہ کرنے والوں کو خدا محبوب رکھتا ہے) محیب العاصبرین (صبر کرنے والوں کو خدا محبوب رکھتا ہے) محیب المتقین (پہنیزگاروں کو خدا محبوب رکھتا ہے)۔ محیب المقسطین (انصاف کرنے والوں کو خدا محبوب رکھتا ہے)

لیکن خدا کی خلت تو صرف حضرت ابراہیم اور حضرت محمد رسول اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام ہی کے لئے مخصوص ہے حدیث میں وارد ہے۔

الشاب التائب حبیب اللہ
نوجوان تو بہ کرنے والا خدا کا حبیب ہے۔

پس ان کا یہ کہنا محض ان کی کم علمی۔ اور کم فہمی کی بنا پر ہے کہ خدا کے رسول کو سمجھ ہی نہیں سکے

فصل

بندہ دو محبوب چیزوں میں سے اعلیٰ محبوب کو اور دو مکروہ چیزوں میں سے آسان مکروہ کو کیوں اختیار کرتا ہے

پہلے تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ بندہ اپنے کسی محبوب۔ اور محبوب چیز اور خواہش کو اس وقت

ترک کرتا ہے جبکہ اس کے سامنے کوئی دوسرا محبوب اور دوسری خواہش دوسری محبوب ترین چیز ہو
محبوب ترین چیز کے مقابلہ میں کمتر محبوب چیز کو ترک کر دیتا ہے جس طرح محبوب ترین چیز کے لئے وہ
مکروہ و تکلیف وہ چیز کو برداشت کر لیتا ہے اور بڑی مصیبت، بڑی تکلیف، بڑے مکروہ سے نجات
حاصل کرنے کے لئے چھوٹی مصیبت اور چھوٹا مکروہ اختیار کر لیتا ہے۔

اور تم پہلے معلوم کر چکے ہو کہ عقل و دانش کی یہ خاصیت، اور تقاضا ہے کہ اعلیٰ و برتر محبوب
کے مقابلہ میں۔ ادنیٰ محبوب کو ترک کر دیا جائے اور بڑے مکروہ بڑی تکلیف و بڑی مصیبت کے مقابلہ میں چھوٹے
مکروہ چھوٹی تکلیف اور چھوٹی مصیبت کو اختیار کیا جائے۔

اور یہ بھی پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ بات محبت و عداوت کی قوت و ضعف پر مبنی ہے۔ اور
درہ بلوں کے بغیر یہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ ایک قوت اور اک دوسری شجاعت قلبی۔

جب انسان کے اندر قوت اور اک کم ہو اور محبوب و مکروہ کے درجات و مراتب کو سمجھ نہ سکتا ہو
یا پھر اس کا نفس و قلب کمزور ہو تو اس فعل و عمل سے وہ قاصر رہتا ہے ہاں جو دیکھ وہ جانتا ہے کہ اس کے حق
میں اصل چیز کونسی ہے؟ اصل چیز اختیار کرنے سے اس کا نفس اور قلب اس کی مطاوعت نہیں کرتا۔
الہیہ کسی انسان کی قوت اور اک صحیح ہوتی ہے اس کا نفس قوی اور مضبوط ہوتا ہے اور اس کے اندر
شجاعت و دلیری موجود ہوتی ہے تو وہ اعلیٰ محبوب کو ادنیٰ محبوب کے مقابلہ میں۔ اور بڑے مکروہ اور بڑی
مصیبت کے مقابلہ میں۔ ادنیٰ اور چھوٹے مکروہ اور چھوٹی مصیبت کو ترجیح دیتا ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے
سے سعادت کے سارے اسباب مہیا کر لیتا ہے۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی شہوانی طاقت۔ عقل و ایمان کی طاقت کے مقابلہ میں قوی ہوتی ہے اور
اس صورت میں غالب قوت کمزور قوت کو مغلوب کر لیتی ہے۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی قوت ایمانی۔ قوت عقل۔ قوت شہوات کے مقابلہ میں قوی اور
طاقتور ہوتی ہے تو قوت و ایمانی عقل قوت شہوانی کو مغلوب کر لیتی ہے۔

جب کسی طبیب کے پاس کوئی مریض آتا ہے اور طبیب تشخص میں مرض کے بعد مفر اشیاء سے اسے
پہنیز کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ لیکن مریض کا نفس، اور اس کی خواہشات عقل پر غالب آجاتی ہیں اور وہ مفر
اشیاء استعمال کر لیتا ہے۔ تو طبیب اس کے متعلق یہ رائے قائم کر لیتا ہے کہ اس کی قوت اولوی کمزور
ہے اور دوا اسے سود مند نہیں ہو سکتی۔ یہی حال قلب کے مریضوں کا ہے جس کی قوت شہوانی قوی ہوتی
ہے تو اس کا قلب اس چیز کو ترجیح دیتا ہے جو اس کے مرض کو اور زیادہ کر دیتی ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ ہمہ قسم کے شر۔ اور خرابی کی اصل جڑ صنّعت اور ایک۔ صنّعت نفس۔ اور نفس کی دفاست و ردالت ہے۔ اور خیر و فلاح کی اصل جڑ کمال اور اک۔ کمال قوت نفس۔ اور نفس کی شرافت و شجاعت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہر چیز ہر کام۔ ہر عمل و کردار کا مبداء و منبع محبت و ایثار ہے اور ہر چیز کے ترک کا مبداء و منبع مایوس کی کراہت و عدوت اور نفرت ہے۔ قلب کی یہی دو قوتیں سعادت و شقاوت کی اہل اور بنیادیں ہیں۔ اور عقل اختیاری اسی وقت ہوتی ہے جبکہ محبت اور ارادہ کا سبب پایا جاتا ہے۔ اور اس لئے کسی کام کا ترک کرنا۔ اس لئے ہوتا ہے کہ اس کا مقتنا اور سبب مفقود ہوتا ہے۔ اور کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ اس کے اندر بغض و کراہت موجود ہوتی ہے جو اسے اس کام سے روک لیتی ہے اور لہر و نہی کا تعلق اسی بغض و کراہت اور نفرت سے ہوتا ہے اور اسی کو اصطلاح میں کیف کہتے ہیں۔ اور ثواب و عقاب کا تعلق اسی سے ہے۔

پھر سے اس بیان سے وہ انتہا جو مسئلہ ترک کے متعلق کیا جاتا ہے کہ ترک امر و جودی ہے یا عودی؟ رفع ہو جاتا ہے۔

اور مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ ترک کی دو قسمیں ہیں۔ وہ ترک جس کی اضاقت سبب مقتضی کی طرف ہو یہ عودی ہے اور وہ ترک جس کی اضاقت سبب الخ من الفعل کی طرف ہو یہ جودی ہے۔

فصل

(آدمی کے لئے انبیاء و مرسلین کا طریقہ)

(زیادہ مفید اور زیادہ آسان ہے)

فعلی ہو یا ترک فعل، دونوں امر اختیاری ہیں، ایک جائز و حیب دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرتا ہے اور یہ سمجھ کر اختیار کرتا ہے کہ اس سے کوئی فائدہ اسے حاصل ہوگا چاہے وہ حصول لذت کا فائدہ ہو یا ازالہ تکلیف کا فائدہ، اسی لئے محاورہ ہے کہ اس کا کلیمہ ٹھنڈا ہوا، اس کا دل ٹھنڈا ہوا۔

ھی الشفاء لداء لوظ فست بها و لیس منها شفاء الداء مبدول

تراسے پا جائے یہ وہ مقصود ہے کہ ہر ذی عقل اس کو ترجیح دیتا ہے، حتیٰ کہ بے عقل جانور بھی نفع اور استفادہ کو ترجیح دیتی ہے۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ بہت سے آدمی اس معاملہ میں غلطی کر جاتے ہیں اور بدترین قسم کی غلطی کر جاتے

یہ وہ ایسی لذت حاصل کرنی کی کوشش کرتے ہیں جس کا نتیجہ سخت رنج و الم ہوتا ہے۔ انسان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ لذت
 لغزینہ حاصل کرے اور دل کی تشنگی اس کو حاصل ہو رہی ہے مگر بعد میں جا کر وہ اسکی وجہ سے انتہائی رنج و الم محسوس کرتا ہے اور
 ہر اس آدمی کی یہی شان ہوا کرتی ہے جو عواقب اور انجام پر نظر نہ رکھتے ہوئے فی فی نعمت پر نظر کرتا ہے اور عقل کا خاصہ تو یہ ہے کہ
 وقت بیکار بن جائے اور لذت و شہادت آدمی وہ ہے جو جلد ختم ہونے والی لذت کے مقابلہ میں دائمی لذت کو ترجیح دے اور
 اسی لذت کو لذت دہ ہے جو اپنی ابدی اور ہمیشہ بہنے والی لذت و راحت اور خوشگوار پیش کو جلد سے جلد ختم ہونے والی لذت و راحت
 کے مقابلہ میں فروخت کر دے۔ یہ جلد ختم ہونے والی لذت و راحت طرح طرح کے کام و خطرات سے بھری ہوئی ہوتی ہے اور اس
 قدر جلد ختم ہوتی ہے کہ ادھر لذت و راحت میرا آئی اور ادھر کام و خطرات اور رنج و سخن کا سلسلہ شروع ہو گیا۔
 بعض علماء نے کہا ہے کہ میں نے عقلا رکی کوششوں پر غور کیا تو یہ معلوم ہوا کہ سب ہی مطلوب
 واحد ہی کی طلب میں کوشاں ہیں گوانکی راہیں مختلف ہیں۔ سب کے سب یہی کوشش کرتے
 ہیں کہ رنج و غم سالم و مصیبت سے اپنے آپ کو بچائیں اور اسی کے لئے کوئی کھانے پینے کی کوشش
 کرتا ہے کوئی تجارت کے لئے دوڑا دوڑی کرتا ہے کوئی شادی و نکاح کی تجلجلیں جھاتا ہے۔ کوئی
 کھاتا ہے۔ کوئی بجاتا ہے۔ کوئی رقص و سرود سے دل بہلاتا ہے کوئی لہو و لعب میں وقت گزارتا ہے
 مقصد اور مطلوب سب کا ایک ہی ہے کہ رنج و الم ہم و غم سے اپنے کو محفوظ رکھے۔

میں کہتا ہوں۔ بے شک عقلا رکا۔ ہی مطلوب اور ہی مقصد ہے اور ہر ایک اسی کے لئے
 کوشاں ہے۔ لیکن اکثر و بیشتر طریقے اس مطلوب و مقصد کے خلاف ہی جاتا رہتے ہیں۔ یہ سب سب
 ہوں کہ سب کا مقصد یہی ہے کہ خدا کی طرف اپنے آپ کو موڑیں۔ اور صرف اسی کی ذات سے ان
 کا معاملہ ہو۔ اور ہر شے کے مقابلہ میں صرف اسی کی رضامندی حاصل کی جائے۔ لیکن ان تمام باتوں
 میں سے ایک راستہ ہی کچھ ایسا نظر نہیں آتا جو خدا تک پہنچتا ہو۔ خدا تک پہنچنے کا راستہ صرف ایک ہی
 ہے اور وہ صرف انبیاء و مرسلین کا راستہ ہے جنہیں خدا نے بھیجا ہی اس لئے ہے کہ وہ لوگوں کو ہدایت
 کریں اور لوگوں کو مراد و مستقیم کی طرف دعوت دیں۔ اس راہ پر چلنے والے اگر اپنا دنیوی حصہ فروخت ہی کریں
 تو وہ اس اعلیٰ اور بہتر حصہ سے تو ضرور کامیاب ہو جاتا ہے جس کے حاصل ہونے کے بعد کچھ اور اسرار کا
 کوئی حصہ فروخت ہی نہیں پورا اور جس کو یہ حصہ مل گیا کچھ اور اسے ہر چیز مل گئی۔ اور اگر وہ اس حصے سے
 ساتھ دنیا کے حصہ سے بھی کامیاب ہو جائے۔ تو کچھ اور اسے ہر چیز مل گئی۔ اور اگر وہ اس حصے سے
 لئے اس راہ۔ اور اس طریقہ سے بہتر اور سود مند کوئی راہ اور کوئی طریقہ نہیں۔ اور یہ حصہ کو جو حاصل
 الیٰ مطلوب ہے۔ موجب فرحت و سعادت ہے اور باعزت سرور و سعادت ہے کوئی راہ ہے جو نہیں و بالآذ التواضع۔

فصل

(محبوب کی دو قسمیں ہیں محبوب لذاتہ محبوب لغیرہ)

محبوب دو قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ محبوب لذاتہ۔ اور محبوب لغیرہ۔ اور محبوب لغیرہ کے لئے یہ لازمی ہے کہ اس کی انتہا محبوب لذاتہ پر ہو۔ کیونکہ اگر محبوب لذاتہ پر انتہا تسلسل پیدا ہو جائے گا جو محال ہے ہر وہ محبوب جو ذات الہی کے سوا ہے وہ محبوب لغیرہ ہے اور سوائے ذات خدائے واحد کے کوئی ایسا نہیں جسے محبوب بقصد۔ اور محبوب لذاتہ بنایا جائے۔ خدا کی ذات کے سوا جس سے بھی محبت ہوگی۔ وہ ذات رب العالمین کی محبت کے ماتحت ہوگی۔ مثلاً فرشتوں سے اور انبیاء کرام۔ اور اولیاء اللہ سے محبت کرنا۔ ان سے محبت کرنا خدا کی محبت کے تابع ہے اور بالذات اور بظہر نہیں ہے اسے محبت کرنا خدا کی محبت کے لوازمات میں ہے کیونکہ محبوب کی محبت کے لئے یہ لازمی امر ہے کہ محبوب جس سے محبت کرے اس سے بھی محبت کی جائے۔

یہ مقام ایک نہایت ہی غیر طلب اور قابل اعتبار مقام ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس سے محبت نافعہ اور محبت غیر نافعہ کا فرق و امتیاز معلوم ہوتا ہے۔

اچھی طرح سمجھ لو کہ محبت لذاتہ۔ محبت بظہر اسی ذات سے ہو سکتی ہے جس کا کمال اس کے لوازمات ذات سے ہو۔ اس کی رطوبت۔ ربوبیت وغنا اس کی ذات کے لوازم سے ہو اور لسان اس ذات کے سوا کسی سے بغض و عداوت۔ کراہت و نفرت کرتا ہے تو وہ صرف اس لئے کرتا ہے کہ وہ اس محبوب لذاتہ کی محبت کے خلاف متضاد و منافی ہے۔

اور محبوب لذاتہ کے سوا جس چیز سے بھی اس کو بغض کراہت۔ نفرت ہوگی۔ وہ اسی قدر ہوگی۔ جس قدر یہ چیز ہی محبوب لذاتہ سے زیادہ منافی اور متضاد ہوگی۔ اسی قدر اس سے کراہت۔ نفرت بغض و بعد زیادہ ہوگا۔ جو اعیان اوصاف۔ افعال و ارادات اس محبوب لذاتہ کے منافی ہونگے۔ وہ بقدر اپنی منافات اللہ کے بعد سرے سے بعید ہوں گے اور اسی منافات کے بقدر باہم کراہت و عداوت ہوگی۔ اور اسی منافات و تضاد کے مطابق اس سے بغض و بے لوت ہوگی۔

محبت اور محبوب کے تعلق کی جانچ کے لئے جو میزان ہم نے پیش کی۔ وہ ایک بہترین میزان ہے۔ یہ ایک ایسی عادل میزان ہے کہ جس سے ہر دو نگار کی موافقت و مخالفت۔ موالات و

عداوت۔ دوستی و دشمنی پورے پورے عدل و انصاف کے ساتھ ہوتی اور جانچی جاسکتی ہے۔
 اگر ہم دیکھیں کہ ایک شخص کسی ایسی چیز۔ یا ایسے امر۔ یا ایسے آدمی سے محبت کرتا ہے جس
 سے پروردگار عالم سخت نفرت کرتا ہے۔ یا وہ اس چیز سے نفرت کرتا ہے جس سے پروردگار عالم کو
 محبت ہے تو ہم کو اسکی محبت و نفرت کا اندازہ اس پیمانے کے ذریعہ پوری طرح ہو سکتا ہے۔
 اور جب ہم دیکھیں کہ وہ اس چیز سے محبت کرتا ہے جس سے پروردگار عالم محبت کرتا ہے
 اور اس سے کراہت کرتا ہے جس سے پروردگار عالم کراہت کرتا ہے۔ اور پھر وہ چیز پروردگار عالم کو
 زیادہ محبوب ہے اس سے وہ زیادہ محبت کرتا ہے۔ اور دوسرے کے مقابلہ میں اسے ترجیح دیتا
 ہے۔ اور جس چیز سے پروردگار عالم نفرت اور عداوت رکھتا ہے اس سے یہ بھی نفرت و عداوت
 رکھتا ہے۔ اور جس قدر خدا کو اس چیز سے نفرت و کراہت ہے اس قدر اس کو بھی نفرت و کراہت
 ہے۔ تو اس سے ہم سمجھ لیں گے کہ اس کے اندر خدا کی موالات و محبت یا کراہت و نفرت اسی محبت و
 کراہت۔ الفت و نفرت کے مطابق ہے۔

اس اصول و کلیہ کو اپنے ذہن کے اندر رکھ کر اپنے اندر اور غیر کے اندر ولی و عہدہ خدائے
 وحدہ لا شریک کی محبت و کراہت کا اندازہ لگاؤ۔ خدائے قیوم کی محبت کا معیار اس کی محبت و
 خشکی کی بے وقت و متابعت ہے۔ اس کی موالات کچھ نماز و روزے کی کثرت اور مختلف اقسام کی
 ریاضتوں کی کثرت پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ اس کی محبت و خشکی کے ساتھ موافقت پر موقوف ہے
 جسے خدا شوب رکھتا ہے اسے محبوب رکھے اور جس سے وہ نفرت کرتا ہے نفرت کرے۔ اسی کا نام
 ولایت ہے۔

محبوب الغیبرہ۔ یا محبت الغیبرہ کی دو قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ محبت کرنے والے کو اپنے محبوب
 کا ہونے سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ اس محبت سے محبت کرنے والے کو رنج و الم اور
 تکلیف ہی پہنچتی ہو۔ لیکن اس محبت کو وہ صرف اس لئے برواشت کرتا ہے کہ یہ محبت اسے محبوب
 تک پہنچتی رہتی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ دو امر ہیں کہ سخت مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ اور وہاں پتلا
 ہے تو نہایت کبیدہ خاطر ہو کر پتلا ہے۔ لیکن اس لئے پتلا ہے کہ اس سے صحت حاصل ہو جائے
 جو ایک محبوب ترین چیز ہے۔ دیکھو قرآن حکیم کے اندر ہے۔

کتب علیکم القتال وکرة لکم و عسی
 ان تکرهوا شیئا و هو خیر لکم
 تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اگر چہ وہ تم پر شاق ہے لیکن
 ممکن ہے ایک چیز تم پر شاق ہو لادہ تمہارے حق میں بہتر

وعسی ان تحبوا اشياء وهو شر لکم
والله یعلم وانتم لا تعلمون (سورة البقرہ)

ہو اور ایک چیز تکو محبوب و پسندیدہ ہو اور وہ تمہارا
حق میں بری ہو اور یہ اللہ جانتا ہے اور تم ناواقف ہو۔

اس آیت میں خدا نے یہ خبر دی کہ قتال و جہاد سے لوگوں کو نفرت لانا کلمہ استہ ہے۔ لیکن پھر
بھی انکے حق میں یہی مبشر۔ اور موجب خیر و برکت ہے کہ اس کے ذریعہ وہ اپنے اس محبوب تک
پہنچ سکتے ہیں جو سب سے بڑا۔ سب سے زیادہ اس کے حق میں نافع محبوب ہے۔

انسان عموماً راحت۔ فریغ اور رفاہیت کو محبوب رکھتا ہے لیکن انسانوں کے حق میں یہ
باتیں اور یہ چیزیں موجب شر۔ اور باعث تباہی ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ اس سے انسان اس محبوب
حقیقی کو بھول جاتا ہے اور چھوڑ بیٹھتا ہے۔

عقلمند انسان اس محبوب کی لذت کی طرف نہیں دیکھتا جو اسے فوری طور پر حاصل ہوتی ہے۔
اور جلد ختم ہو جاتی ہے۔ فوری لذت کو وہ دائمی نفع پر ترجیح نہیں دیتا۔ اور نہ وہ فوری الم و راحت
کو دیکھتا ہے کیونکہ یہی چیز بعض اوقات اس کے حق میں موجب شر بن جاتی ہے بلکہ کبھی یہی بات اسے
انتہائی رنج و الم کی طرف کھینچ لے جاتی ہے اور بڑی سے بڑی لذت اس سے فوت ہو جاتی ہے۔
بلکہ خاص الخاص بات تو یہ ہے کہ عقلاء زمانہ کا۔ اور دانشمندان زمانہ کا یہ اصول رہا ہے۔
کہ بڑی سی بڑی مشقتیں صرف اس لئے برداشت کرتے ہیں کہ بعد میں جا کر انہیں۔ لذت و
سرو حاصل ہو۔ اور یہ لذت و سرور بھی جو جلد منقطع ہو جاتا ہے۔ لیکن انسان پائیدار لذت و سرور
اس کے لئے مشقت برداشت کرتا ہے۔

مذکورہ بالا بیان سے یہاں چار باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اول۔ یہ کہ ایک مکروہ سے دوسرا
مکروہ پیدا ہوتا ہے۔ ایک مکروہ دوسرے مکروہ تک پہنچاتا ہے۔ دوم۔ یہ کہ ایک مکروہ
جو اپنے محبوب تک پہنچا دے۔ سوم۔ محبوب جو محبوب تک پہنچائے۔ چہاں۔ جو محبوب مکروہ تک پہنچائے۔

وہ محبوب جو محبوب تک پہنچاتا ہے اس کے فعل و عمل کے دو اعمیٰ و قدحیٰ ہیں۔ اول۔ وہ ہے جس
اور مکروہ سے مکروہ تک پہنچاتا ہے۔ اس کے اثر ترک فعل کے دو اعمیٰ و قدحیٰ
کے ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری دو قسمیں جو باقی ہیں۔ ان کا یہ حال ہے کہ یہاں دو مختلف
دواعیٰ ہوا کرتے ہیں۔ دواعیٰ فعل اور دواعیٰ ترک۔ اور ہر دواعیہ انسان کو اپنی اپنی جانب
کھینچتا ہے اور غمزدگی جاسے تو یہی دو قسمیں حقیقتاً ابتلاء و امتحان کے مواقع ہیں۔ چنانچہ
نفس انسانی ہر اس چیز کو جاس کے سامنے اور اس کے قریب اور نزدیک ہوتی ہے اپنی جانب

گھنپتا ہے اور یہ وہی چیز ہے جو اسے دنیا میں فدی طور پر حاصل ہوتی ہے۔ لیکن عقل و ایمان کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ انسان وہ چیز حاصل کرے۔ جو اس کے لئے زیادہ سے زیادہ دیر پا۔ اور زیادہ سے زیادہ نافع ہو۔ اور یہ نفع بھی دائمی ہو۔

انسان کا قلب ان ہر دو مختلف جذبات کے درمیان دوڑتا پھرتا ہے۔ کبھی ایک کی طرف دوڑتا ہے۔ کبھی دوسرے کی طرف لپکتا ہے اور شرعاً۔ قدراً۔ ابتلا و امتحان۔ اور تکلیف کا اہل مقام بھی یہی ہے

عقل و ایمان کا داعی ہر وقت یہ ندا دیتا ہے۔

حی علی الفلاح فلاح و خیر کی طرف آؤ !

فجر و صبح کے وقت وہ لوگ قابل تعریف ہیں جو شر و فساد۔ فتنہ و فتور سے گریز کرتے ہیں۔ اور فلاح و صلاح کے راستے پر چل رہے ہیں۔ اور شام کے وقت وہ لوگ قابل تعریف اور موجب ستائش ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہیں۔ اگر اس پر کسی کی محبت کی تاریکیاں غالب آجاتی ہیں اور چھا جاتی ہیں اور شہوت و ہوس اس پر حکومت کرنے لگ جاتی ہے تو یہی منادی ندا دیتا اور بگاڑتا ہے۔ اے نفس! خدا صبر کر جا۔ یہ لذت تو گھڑی بھر کی ہے۔ گناہ باقی رہ جائے گا ہر چیز اور ہر لذت آتی جاتی ہے اور زائل ہو کر ہی رہے گی۔

فصل

(اعمال و دینیہ کی اصل اللہ۔ اور اللہ کے رسول کی محبت ہے)

(طہ کے باپ حضرت ابراہیم کے بعد جو کلمہ ہمیشہ کے لئے باقی)

(رہا وہ "لا الہ الا اللہ" ہے مومن باخلاص کی عیسی)

(و زندگی سب سے بہتر اور خوشگوار ہوتی ہے)

ہر عمل خیر و شر۔ نعل حق کی باطل کی اصل محبت ہے۔ اب سمجھ لو کہ اعمال و دینیہ کی اصل اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے۔

اقوال دینیہ کی اصل اللہ۔ اور اللہ کے رسول کی تصدیق ہے جو ارادہ ہی اللہ۔ اور اللہ کے رسول کی محبت کی تکمیل میں رکاوٹ پیدا کرے اور محبت میں مزاحمت کرے۔ سمجھو تو تکمیل تصدیق

میں وہ رکاوٹ پیدا کر رہا ہے۔ اور اصل ایمان کے خلاف ہے۔ اور اس سے ایمان کی جڑیں بہت ہی کمزور ہو جاتی ہے۔

اگر یہ ارادہ وہ جو اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ زیادہ قوی زیادہ تیز زیادہ مضبوط ہے تو وہ اصل محبت و تصدیق کے بالکل مخالف اور مقارض ہو جاتا ہے۔ اور نوبت کفر و شرک بلکہ شرک اکبر تک پہنچ جاتی ہے۔ اور اگر اصل محبت و تصدیق کے معارض و مخالف نہیں ہے تو یہ تو لادبی ہے کہ یہ ارادہ محبت و تصدیق کی تکمیل میں قباحت اور رخصے ضرور ڈالتا ہے۔ اور اسے کمزور کر دیتا ہے اور بندے کی عزیمت و ہمت۔ قوت پر واز قوت طلب میں فتور اور نقص پیدا کر دیتا ہے اور پھر وصل و وصل۔ واصل و حصول۔ حصول مطلوب کی راہ میں یہ چیز ایک زبردست جاب پٹی جاتی ہے۔ اور طالب کی راہ کاٹ دیتی ہے۔ راغب کی رغبت کو تلخ اور کڑوی کر دیتی ہے۔

دنیا میں کوئی موالات۔ کوئی محبت کامل اصلاح۔ موجب خیر و فلاح نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس محبت و موالات کے لئے دشمنیاں بھی مول نہ لے لی جائیں۔ جیسا کہ خدا کے قدوس قرآن حکیم کے اندر امام الخنقار و امام الجبین حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول نقل فرماتا ہے جو انہوں نے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا تھا۔

انذرتکم ما کنتم تعبدون۔ انتم و اولادکم و اولادکم
فانہم عدو لى اللہ لعالمین (سورۃ الشعراء)

حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و موالات اور غلتہ۔ اسی وقت صحیح ہو سکتی تھی جبکہ آپ کی دشمنی غیر اللہ کے مقابلہ میں پوری طرح ابھر آتی۔ اللہ تعالیٰ سے دوستی۔ ولایت۔ موالات۔ مودت اسی وقت صحیح ہو سکتی تھی۔ جبکہ وہ خدا کے سوا ہر معبود سے اپنے کو بری کر لیتے۔ اور تمام معبودان باطل سے پوری قوت سے اپنے کو بری۔ اور پاکیزہ بنا لیتے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق خدا کا اشارہ ہے۔

قد کانت لکم اسوة حسنة فی ابراہیم والذین معہ
اذ قالوا القومہم انا براء منکم و ما تعبدون
من دون اللہ کفرنا بکم و بآبائنا و بینکم
العداوة و البغضاء ابدحتی تو منوا باللہ

وحدانہ : (سورة الممتحنة)

اور فرماتا ہے -

واذ قال ابراهيم لابيہ وقومہ انی براء
ما تعبدون الا الذی فطرني فاعبدون
رجعلنا کلمتہ باقتیاضی عقیدہ لعلہم
یرجعون :

(سورة الزخرف)

اور فرماتا ہے : (سورة الممتحنة)

اور ایک صفت لہذا ہم نے اپنے باپوں کو تم سے کہا کہ تم
تم پرستش کر گئے ہو بھوکو تو ان کے سرکار میں مگر ان کے
اس خدائے سرور کا ہے جس نے مجھے پیدا کیا سو وہی راہ راست
میں دکھائی گئی انہوں نے اور عقیدہ توحید کو اپنا کر لیا کہ وہ باپا ہی
نسل میں باقی رہی آئی انکی عرض یہ تھی کہ وہ کلمہ لکھیں جو میری

یعنی ممالک و مودت - اور محبت کو صرف خدا کے ساتھ مخصوص کر دینا اور خدائے
معبود حقیقی کے سوا تمام معبودان باطل سے منہ موڑ لینا ایک ہمیشہ باقی رہنے والا کلمہ ہے جو
لہذا کرام اور سیردان انبیاء کرام سے بطریق قاطع چلا آ رہا ہے اور وہ یہی کلمہ "لا الہ الا اللہ" ہے -
اور یہی وہ کلمہ ہے جو امام الخنقاہ حضرت ابراہیمؑ اپنے متقین اور پیروکاروں کو
قیامت تک کے لئے ورثہ اور ترکہ میں دیا ہے -

اور یہی وہ کلمہ ہے جس سے زمین و آسمان قائم ہیں - اور جس پر خدا نے اپنی ساری
مخلوق کی فطرت کو قائم کیا ہے - اس کلمہ پر ملت کی تاسیس ہوتی ہے - اور اسی پر قبیلہ کی بنیادیں
قائم ہوتی ہیں - اور اسی کلمہ کے لئے جہاد کی تلواریں ہمیشہ بنیام ہوتی چلی آئیں - اور یہ کلمہ تمام بندوں
کے لئے بخش اللہ کا حق ہے - اسی کلمہ سے خون - مال - اولاد اور ذریعہ کا تحفظ ہوتا ہے اس
سے اس دنیا میں بھی تحفظ ہوتا ہے - اور اسی سے عذاب قبر - عذاب جہنم سے بھی نجات
ملے گی - یہ کلمہ ایک زبردست خدائی منشور ہے - اس کلمہ کے بغیر کوئی شخص جنت میں نہیں
جاسکے گا - یہ کلمہ خدا کی مغبوطی ہے - انسان اس وقت تک خدا تک نہیں پہنچ سکتا جب تک
تک کہ اس مغبوطی کو تمام کما گئے نہ بڑھے - یہ اسظام کا مقدس و پاکیزہ کلمہ ہے - اسی کلمہ
سے شفیق و سعید - مقبول و مردود کا فرق ظاہر ہوتا ہے - اور اسی کلمہ سے دار الکفر و دار الاسلام
کے رالئے الگ ہو جاتے ہیں - اسی کلمہ سے دار النعم اور الشفاء کے درمیان امتیاز ہوتا ہے اور
یہی کلمہ وہ عمود و ستون ہے جو فریق و سنن کا بار اٹھائے ہوئے ہے اور یہی وہ مقدس
کلمہ ہے جس کے متعلق آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے -

ومن کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنة : جسا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا

اس مقدس کلمہ کی حقیقی روح اور راز یہ ہے کہ رب العالمین جل شانہ وقت قدرت
 اسمائے مبارک اسمہ۔ و تعالیٰ عبدہ و لا الہ غیرہ کی ذات کو محبت و اجلال و عظمت و جلالت
 خوف و رجائے منفر و مانا جائے۔ اور اس کے توہمات میں مثلاً توکل۔ انابت۔ رغبت و ہمت
 وغیرہ میں منفر و یکتا مانا جائے۔ اسکی ذات کے سوا بندہ کسی سے محبت نہ رکھے اور اگر کسی سے
 محبت کرے تو صرف اس لئے کہ اس سے محبت کرنا محبوب اعلیٰ کی محبت کے تابع ہے اور
 محبوب حقیقی و اصلی کی محبت کا ذریعہ۔ یا اضافہ محبت کا وسیلہ ہے ایسا بندہ خدا کی ذات
 کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور خدا کی ذات کے سوا کسی سے امید و التماس نہیں رکھتا۔ کسی پر
 توکل و اعتماد نہیں کرتا۔ رغبت و ہمت ایسے وہم صرف ذات الہی سے رکھتا ہے اور بس۔
 وہ قسم کھاتا ہے تو صرف خدا کی۔ نذر مانتا ہے تو صرف خدا کی۔ توبہ و انابت کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے
 تو صرف اسی کے سامنے۔ اطاعت و پیروی کرتا ہے تو صرف خدا کی۔ طلب خیر و فلاح کی آواز رکھتا
 ہے تو صرف بارگاہ خداوندی سے۔ ہمہ قسم کے شرائد و تکالیف میں ابرار و استقامت کا ہاتھ
 پھیلاتا ہے تو صرف اس کے سامنے۔ التجا کرتا ہے تو اسی کی بارگاہ میں سجدہ کرتا ہے تو اسی کی
 جناب میں سوچ کر تباہی تو اسی کے لئے۔ اور اسی کے نام پر اور اسی کے نام سے۔

تمام امور اگر ایک جملہ میں جمع کر دئے جائیں تو یوں کہتے کہ ہمہ قسم کی عبادتیں صرف اللہ ہی کیلئے ہیں وہ تمام عبادتوں
 کا حقدار ہے اور کلمہ لا الہ الا اللہ کی حقیقت بھی یہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کلمہ کی حقیقی معنی میں شہادت دینے
 والے پر خدا نے جہنم حرام کر دی ہے اور فرمایا ہے۔ جو شخص بھی اس حقیقت کے ساتھ کلمہ شہادت کی تصدیق کرے گا
 اور اس پر قائم رہے گا اس کا جہنم میں جانا محال اور ناممکن ہے پناہ نچہ ارشاد خداوندی ہے۔

والذین ہم بشہادۃ التھم قائمون (سورۃ الملعون) اور وہ جو اپنی گواہی پر شہادت قائم رہے۔

یعنی بندے کے ظاہر و باطن۔ قلب و قالب میں یہ شہادت قائم و راست ہو چکی ہو۔
 تصدیق شہادت کی صورتیں مختلف ہیں۔ بعض کی شہادت مرہ ہوتی ہے بعض کی
 شہادت خفتہ ہوتی ہے اگر اسے جگایا جائے تو جلد جاگ اٹھتی ہے۔ بعض کی شہادت بیٹھی ہوئی
 ہوتی ہے اور بعض کی کھڑی ہوئی۔

اور یہ شہادت قلب کے اندر اسی طرح ہوتی ہے۔ جس طرح جسم کے اندر روح ہوا کرتی
 ہے۔ اور روح کے حالات بھی مختلف ہوتے ہیں۔ بعض موت کے قریب ہوا کرتی ہیں۔ بعض ریح
 ایسی ہوتی ہیں جنہیں صرف زندہ کیا جاسکتا ہے۔ بعض روحیں ایسی ہوتی ہیں۔ جو ہر طرح صحیح و

سالم ہوا کرتی ہیں اور جسم کے تمام معاصر کو صحیح حوالہ پر قائم رکھے ہوئے ہیں چنانچہ حدیث صحیح کے اندر آنحضرت سے مروی ہے۔

اف لا علم کلمتہ لا یقولہا عید عند الموت . الا وحدتہ و وحدہا و وحہا ؛
 اسی روح اس کلمہ سے دوسری روح حاصل کر لے گی
 اس روح کی حیات و زندگی اس کلمہ سے وابستہ ہے . جس طرح کہ جسم کی حیات و زندگی اس روح سے وابستہ ہے۔

وہ آدمی جو موت کے وقت اس کلمہ کو ادا کرتا ہے اور اس پر مرتا ہے تو اسے جنت حاصل ہوتی ہے اور جنت میں پوری آزادی و عشرت سے ساتھ رہنے کا حقدار بن جاتا ہے۔ تمہارے شخص جس کی ساری زندگی اس کلمہ پر گزری . اور زندگی بھر اس نے کلمہ کو اپنائے رکھا تو اسکی کیا شان ہونی چاہیے ؟ یقیناً اس کی روح جنت الملوئی کے اندر سیر کرتی ہے گی اور پوری عیش و عشرت سے سیر کرے گی جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔

واما من خان مقام رید و نہق النفس
 اور جو اپنے پیروں کا رے حضور گھر سے ہونے سے
 عن العوی . فان الجنة ہی الملوئی (سورۃ النازعات)
 ڈرنا اور نفس کو خواہشات سے بچا اسکا ٹھکانا بھی بہت ہے
 بندے خدا کے حضور میں جب قیامت کے دن حاضر ہونگے اس دن ایسے ہی

آدمیوں کے لئے جنت ہے۔ جنت ایسے ہی آدمیوں کا مقام اور مادی و بلجا ہے۔
 اور جبکہ معرفت الہی محبت خداوندی۔ انس بالشد۔ شوق بقا رب العالمین
 اور مقابہ رب العالمین سے فرح و مسرت۔ رضایا الہی دنیا میں۔ انسان کی روح کا مادہ
 اور بلجا ہے۔ جب دنیا میں ایسے آدمی کا مادی و بلجا ہے جنت اور ایسی جنت
 ہے تو پھر معاد و آخرت کا کیا کہنا؟ یقیناً جنت الخلد اسکا مادی بلجا اور ٹھکانا ہوگی۔

پس جو آدمی دنیا کی اس جنت سے محروم رہا وہ جنت الخلد سے یقیناً محروم
 رہے گا یعنی ابرار۔ خدا کے نیک بندے اگرچہ دنیا پر تنگ عیش نظر آئیں۔ لیکن وہ
 نعمت و راحت ہی میں ہونگے اور فساق و فجار لوگ یہاں رہاں ہر وہ جگہ جہنم میں
 ہونگے۔ اگرچہ دنیا کی ساری وسعتیں انکے لئے موجود ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

من عمل صالحا من ذکر و انشی و ہد صومنا
 جو شخص نیک عمل کرے یا دعا پڑھے یا روزہ رکھے اور دہ ایمان
 فانہ ینیبہا یا طبیبہ (سورۃ النحل)
 بھی رکھتا ہو تو ہم اسکی زندگی اچھی طرح بسر کریں گے

طبیب الحیات اور بہترین زندگی جس کا اس آیت میں ذکر ہوا ہے وہ اسی دنیا کی زندگی ہے اور اسی بہترین زندگی کا نام دنیا کی جنت ہے جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔

نمن یرد اللہ ان ینہد یر بشرح
صدرہ للاسلام۔ ومن یرد ان یفلح
یعلم صدرہ فیتقا حوجبا (سورۃ الانعام)

اب تم ہی بتلاؤ کہ شرح صدر سے زیادہ اور بڑی نعمت کیا ہو سکتی ہے؟ اور ضیق صدر تنگی قلب سے زیادہ کونسا بڑا اور سخت عذاب ہو سکتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا
ہم یجزون، الذین آمنوا وکانوا یوقنون؛
اہم البشری فی الحیۃ الدنیاء و فی الآخرة
لا تبدل کلمات اللہ ذالک
قوز العظیم (سورۃ یونس)

آگاہ رہو خاصان خدا ایسے امن میں ہونگے کہ قیامت

کے دن نہ ان پر خوف طاری ہوگا اور نہ وہ آزرہ

خاطر ہونگے یہ وہ لوگ ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں انکے

لئے دنیا کی زندگی میں ہی خوشخبری ہے اور آخرت

میں بھی خدا کی باتوں میں فرق نہیں آتا یہی بڑی کیا جاتی ہے

پس وہ مومن مخلص بندہ جسے خدا نے قدوس سے کامل ترین خلوص ہے اس کی زندگیوں

کا عیش۔ بہترین زندگی اور بہترین عیش ہے۔ اور ایسا آدمی سب سے زیادہ خوشحال۔ مسرت

الحلال اور مال مال ہے ایسے آدمی کو سب سے زیادہ ان شراح صدر اور سرور قلب حاصل ہوتا

ہے اور یہ وہ جنت ہے جو اسے دنیا میں وعدے کی جنت سے قبل ہی حاصل ہوگی چنانچہ

تذکرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے۔

اذا امرتکم بریاض الجنۃ فارتعوا؛

جب تم جنّت کی کھاریوں سے گزرتو تم میں چلنا کہو

یہ سن کر صحابہ عرض کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ۔ جنّت کی کھاریاں کہاں۔ اور کیا ہیں آپ نے

فرمایا۔

خلق الذکر

ذکر خداوندی کے خلق

اور اسی قسم کی جنّت کے متعلق آنحضرت کا یہ ارشاد بھی ہے۔

ما بین بنیۃ و منبری روضۃ من

میرے گہر اور میرے منبر کے درمیان جنّت

ریاض الجنۃ

کی کھاریاں ہیں۔

اور آپ کا یہ ارشاد بھی اسی قسم کی جنت کے متعلق ہے۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ
 اجمعین نے آپ سے صوم وصال کے متعلق دریافت کیا (۱) تو آپ نے لوگوں کو منع کر دیا۔ صحابہ
 نے عرض کیا۔

انک تو اصل
 آپ تو اس طرح روزے رکھتے ہیں۔
 آپ نے اس کا جواب دیا۔

ان لست کہیتکم انی اطل
 عند ربی بطعمنی و لیستقیننی :
 میں تمہاری طرح نہیں ہوں میرا حال یہ ہے کہ
 میرا رب مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔
 اس حدیث میں آپ یہ خبر دیتے ہیں کہ جو غذا اور جو خدک آپ کو مل رہی ہے وہ پروڈاک
 کی جانب سے مل رہی ہے اور وہ اس محسوس اور ظاہر کھانے پینے کے قائم مقام ہوتی ہے اور غذا اور
 خدک آپ کو مل رہی ہے وہ صرف آپ ہی کے لئے مخصوص ہے دوسرے کسی کو حاصل
 نہیں ہے۔

جب خدا کا ایک بندہ کھانے پینے سے صرف بخوبی اعلیٰ کی رضامندی و رضا جوئی کے
 سے احتراز کرتا ہے۔ تو اسے اسکے عوض ایسی چیز دیا جاتی ہے۔ جو پوری طرح اسکی قائم مقام
 کرتی ہے۔ اس ظاہر خدک و غذا سے اسے مستغنی کر دیتی ہے۔ جیسا کسی شاعر نے کہا ہے۔
 لہما امدایت من ذکر ال تشغلا
 عن الشراب و تلہیہا من الزاد
 اسکے پاس تجھے یاد کرینی کی ایسی باتیں ہیں جو اسے بھانپنے سے بھی غافل اور خورد فراموش بنا دیتی ہیں۔

لہما بوجہک نور تسیفی بے
 من حدیثک فی اعتقادہما ملوی
 تیرے چہرے کے نور سے وہ روشنی حاصل کرتی ہے اور تیری گفتگو اس بچے حری خوانی کرتی ہے۔
 اذا ائتتکت من کلال السیر اعدھا
 روح اللقاء، فتیمی عند میعاد
 جب سفر کے تکان کی اسے شکایت پیدا ہوتی ہے تو ملاقات کی روح اسے دیکر ایسا لگتی ہے جیسے پھر زندہ کر دیتی ہے
 ہر وہ چیز جس کا وجود بندے کے لئے مفید ہے اور بندہ اس کا محتاج ہے اس کا فقدان بندے
 کے لئے سخت موجب تکلیف ہوگا۔ جس طرح کہ کسی چیز کا عام بندے کے لئے نافع ہے تو اس کا

(۱) صوم وصال اس روزے کا نام ہے کہ کسی کئی دن تک درمیان میں بلا فطر اور بلا سحری۔ بلا کچھ کھائے
 پئے کئی کئی دن تک مسلسل متواتر۔ متصل روزے رکھے جائیں۔ اس طرح روزہ رکھنا شرعاً ممنوع
 اور حرام ہے۔ ۱۲۰ ہند۔

وجود اس کے حق میں سخت تکلیف وہ ہوگا۔

کوئی ایسی چیز جو علی الاطلاق بندے کے حق میں نافع اور مفید ہے وہ ہے اقبال اللہ اور اشتغال بذكر اللہ۔ خدا سے محبت۔ اور اس محبت سے لذت اندوز ہونا۔ اور خدا کی مرضی و رضا مندی کو ہر چیز پر ترجیح دینا۔ بلکہ اپنی حیات و زندگی اور دنیا کی ہر نعمت سرور و مسرت۔ فرحت و مہجت اور اپنی زندگی کی ہر چیز کو اسی خدا سے وابستہ کر دینا۔ ایسے امر کا بندہ کے لئے معدوم و مفقود ہو جانا اس کے لئے تمام تکالیف سے زیادہ تکلیف وہ خدا ہے۔ مگر چونکہ اس کی روح دوسرے ظاہری امور و مشاغل میں خود متغرق رہتی ہے اس لئے آلام و مصائب۔ اور تکلیف و عذاب اس کی آنکھوں سے اوجھل رہتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جس کی جدائی اور فراق اس کے سب سے زیادہ موجب رنج و الم ہے اور سختی سے سختی موجب تکلیف ہے وہ بھی اس سے فائدہ پہنچاتی ہے اور غائب رہتی ہے اور اسکی حالت بعینہ اس نشہ باز بد مست کی سی ہو جاتی ہے جو نشہ شراب میں چور ہے۔ اس کا گھر جل رہا ہے۔ مال و اولاد تباہ ہو رہی ہے۔ لیکن وہ فخر میں اس قدر مدہوش و بے خبر ہے کہ اسے کسی چیز کی ہی نہیں ہے۔ اس وقت ان اشیاء کا جلنا۔ تباہ و برباد ہونا اور اس تباہی و بربادی کی کچھ اس کی قوت شعور سے باہر ہے کیونکہ شراب کے نشہ نے اسکی قوت شعور کو بیکار کر دیا ہے۔ لیکن جب یہ صحیح و تندست ہو جاتا ہے۔ نقشہ آور ہو جاتا ہے اور شراب کی بے ہوشی مدہوشی سے اسے افادہ ملتا ہے اور ہوش سنبھالتا ہے تو اس وقت اسے اپنے حالات پتہ لگتا ہے۔ بالکل ٹھیک ٹھیک دنیا اور آخرت کی زندگی کا یہی حال ہے۔ جب دنیا سے کوچ ہوگا۔ جو امور پردہ غیب میں ہیں۔ شہود میں آئینگے اور آخرت کی چیزیں یکے بعد دیگرے سامنے آئیں گی۔ اب وہ دنیا سے جانے کی تیاری کر رہا ہے۔ دنیا سے منتقل ہو کر بارگاہِ الہی میں پہنچ رہا ہے اور اب وہ اپنے سامنے آلام و حسرتوں کا ایسا پاتا ہے۔ ”مصائب و عذاب دیکھتا ہے اور اس وقت جو آلام و حسرتیں مصائب و عذاب اسکے سامنے ہیں وہ اس قدر خطرناک ہیں کہ ذیوی آلام و تکالیف سے کسی ہزار گنا اور پھر یہ کہ دنیا میں انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اسکی تلافی کی امید رکھتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ دنیا میں جو چیز بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے وہ تھی ہی اس لئے کسی نہ کسی دن ختم ہوگی فنا ہوئی ہی تھی باقی رہنے والی نہیں تھی۔

تاؤ اس شخص کا کیا حال ہوگا؟ جسکی ایسی چیز ضائع ہو رہی ہے جس کا عوض و بدلہ ہی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ایسی چیز ہے کہ اگر ساری دنیا اور دنیا میں کچھ ہے سب کا سب ہی اسکے عوض دے دیا جائے۔ یہ سب محض بے حیثیت ہونگی۔ اگر حق سبحانہ و تعالیٰ اس فوت شدہ چیز اور اسکی حسرت و الم کے عوض اسے موت دیدے تو بندہ اس کا حقدار بھی ہے اور موت ہی اس کے لئے ایک بہترین تمنا۔ اور خوش آئندہ آندو اور بڑی سے بڑی حسرت ہو سکتی ہے۔

اور پھر یہ تمام باتیں بھی اسوقت ہیں جبکہ رنج و الم محض فوت شدہ اشیاء کے متعلق ہو پھر اس شخص کا کیا حال ہے؟ جس کی روح اور جسم پر دوسرے بہت سے امور کا بار بھی ہو جسکے اٹھانے کی اس کے اندر طاقت و قدرت بھی نہ ہو۔

بارک ہے وہ ذات جس نے اس ضعیف و کمزور مخلوق کو اسی قسم کے آلام و مصائب کا عمل بنایا اور اس کے کندھے اس قابل بنا دیئے کہ ایسے عظیم الشان بوجھ کو اٹھا سکیں۔ جسے بڑے بڑے پہاڑ بھی نہیں اٹھا سکے۔

اسوقت تم اپنے سامنے اپنے محبوب کو لے آؤ جو دنیا میں سب سے زیادہ تمہیں محبوب ہے جس کی جدائی تمہیں قطعاً گوارا نہیں ہے۔ یہ محبوب یکایک تم سے چھن گیا اور تم سے الگ کر لیا گیا تاؤ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟ حالانکہ یہ ایسا محبوب ہے کہ اس کا عوض اور بدل ممکن ہے جس محبوب کا بدل اور عوض ہی نہیں اور وہ فوت ہو گیا تو تمہارا کیا حشر ہوگا؟ کیا اچھا کسی شاعر نے کہا ہے۔

من کل شیء اذا ضیعت عوضه
وما من الذران ضیعت عوضه

مکو ہر چیز کا جو تم ضائع کر دو عوض مل سکتا ہے لیکن اگر تو نے خدا کو کھو دیا تو اسکا کوئی عوض و بدل نہیں اور ایک حدیث قدسی کے اندر ہے۔

ابن آدم خلقک لعبادتی فلا
تلعب و تکفلت برزقک فلا
تتعب۔ ابن آدم اطلبنی بتجدتی
فان وجدتی وجدت کل شیء
وان فتنک فانک کل شیء فاننا
لے آدم کے بیٹے میں نے تجھے اپنی عبادت کے لئے
پیدا کیا ہے تو اپرو لے بی میں تہ پڑ جا میں نے تیرے
رزق کی کفالت کی ہے خواجواہ تعجب و مشقت میں
پڑا آدم کے بیٹے مجھے طلب کر تو مجھے پائیگا اگر تو نے
مجھے پایا تو ہر چیز پالی اور تو نے مجھے کھو دیا تو ہر چیز کھو دی

احب الیک من کل شیء : اور حال یہ ہے کہ میں تجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں

فصل

(جو شخص خدا کی محبت کو فوت کر دیتا ہے اس سے ہر چیز فوت ہو جاتی ہے)

محبت ایک جنس ہے جس کے ماتحت بہت سی نوعیں ہیں جو اپنی اپنی قدر و صف کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف اور متفاوت ہیں اور اس لئے اغلب یہ ہے کہ خدا پر جس نوع کا اطلاق ہوتا ہے وہ وہی ہوتی ہے جو ذات الہی کے ساتھ محقق اور مخصوص ہوتی ہے اور وہی اس کا شر اور ہوتا ہے۔

کسی دوسرے کے لئے اس کا اطلاق صحیح نہیں ہوتا نہ کسی دوسرے کے اندر اس کی صلاحیت ہوتی ہے۔ سوائے ذات خداوندی کے کوئی بھی اسکی اہلیت و صلاحیت نہیں رکھتا مثلاً عبادت۔ انابت وغیرہ۔

کبھی محبت کا ذکر اس کے اسم مطلق کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔
 فسوف یأتی اللہ بقرم یحبہم و یحبونہم (سورۃ المائدہ)
 وہ ایسے لوگ موجود کریگا جن کو وہ دوست رکھتا ہوگا اور وہ اسکو دوست رکھتے ہونگے۔
 اور ارشاد ہے۔

اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو بھی شریک کر لیتے ہیں اور جیسی محبت خدا سے کرنی چاہیے ویسی محبت وہ ان سے رکھتے ہیں۔ اور جو ایمان والے ہیں انکو سب سے بڑھ کر خدا کی محبت ہے۔
 ومن الناس من یخذلون اللہ انداد یحبونہم کحب اللہ والذین آمنوا شد حباً للہ (سورۃ البقرہ)

محبت کی مذموم ترین نوع وہ محبت ہے جس کے اندر اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو اس کا شریک و سا جھی بنا لیا جائے۔ بندہ کسی کو خدا کے برابر اور اس کا مثیل بنا کر اس سے محبت کرنے لگے محمود ترین۔ اعلیٰ ترین عظیم ترین محبت کی نوع وہ ہے کہ اگر اللہ و عدہ لا شریک کی ذات سے محبت کی جائے اور کسی کو اس میں اس کا شریک و سا جھی نہ بنایا جائے۔ اور سعادت کی اصل اور سرچشمہ ہی محبت ہے اس محبت کے بغیر کوئی انسان نجات نہیں پاسکتا۔

اور شقاوت و بدبختی۔ محرومی و بد نصیبی کی اصل اور بڑی محبت مذمومہ شرکیہ ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے جہنم میں وہی شخص رہے گا۔ جس کے اندر یہ مذموم محبت شرکیہ موجود ہوگی۔ وہ لوگ جہنم میں نہیں جائیں گے جو صرف خدا سے محبت کرتے ہیں اور صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اس محبت و عبادت میں کسی کو خدا کا شریک نہیں بناتے ایسے لوگ اگر اپنے دوسرے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں بھی داخل ہونگے تو یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں رہیں گے قرآن حکیم نے جس محبت کا امر و حکم دیا ہے اس کا مدار یہی محبت اور اس کے لوازم ہیں اور جس محبت سے وہ روکتا اور منع کرتا ہے وہ دوسری قسم کی محبت اور اس کے لوازم ہیں اور خدا نے ان ہر دو قسم کی محبت کی مثالیں دی ہیں پیمانے بتاتے ہیں قصص و حکایات، دونوں قسموں کے لوگوں کے اعمال کردار اور ہر دو قسموں کے اولیاء و معبودوں کی تفصیل۔ افعال اور معاملات کی خبریں اور واقعات پیش کیے ہیں ان ہر دو قسم کے لوگوں کا حال ہر سہ عالم یعنی عالم دنیا، عالم برزخ، عالم آخرت میں کیا ہوگا؟ اولیاء کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائیگا۔ اس کا ذکر بھی تفصیل سے کر دیا ہے اور غور کیا جائے تو سارا قرآن انہی دو قسم کے لوگوں کی شان میں، وارد ہوا ہے اور تمام انبیاء و مرسلین کی دعوت کی اصل یہی ہے کہ اللہ لا شریک کی عبادت ہے جو کمال محبت، کمال حضور و خشوع اور بارگاہِ خداوندی میں انتہائی تذلل بجا کھڑی اور خدا کی عظمت و جلالت اور اس کے لوازم اور اس کے مناسب اور لازمی طاعات و تقویٰ پر مشتمل اور متضمن ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

والذی نفسی پیدا لایومن
احدکم حتی اکون احب الیہ
من ولدا۔ ووالد۔ والناس
اجمعین؛

قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے
اس وقت تک تم میں سے کوئی آدمی مومن نہیں ہو
ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی اولاد اور اس کے
والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔
آنحضرتؐ سے میں نے عرض کیا۔

واللہ لانت احب الی من کل
شیء الا لفسجی۔

قسم خدا کی آپ ہر چیز سے زیادہ مجھے
محبوب ہیں سوائے میری جان کے۔

یہ سن کر آنحضرتؐ صلعم نے ارشاد فرمایا

لا یاعمر! حتی اکون احب الیک
ایسے عمر! میرے گناہ نہیں جیتے کہ میں تم کو

من نفسك:

قہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوں۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا۔

والذی بعثک بالحق لانت احب

قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق لے کر

الی من نفسی :

بھیجا ہے۔ آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب

آنحضرتؐ نے فرمایا۔

اے عمر اب (بات بنی)

الآن یا عمر!

جبکہ خدا کے خاص بندے اور اس کے رسول کی محبت کے بارے میں یہ وارد ہے۔

جب تک ان سے اپنے ماں باپ اولاد حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت نہیں ہوگی کوئی شیخ

مومن نہیں ہو سکتا۔ تو لب بتلاؤ جس ذات نے اپنے اس بندے کو اپنا رسول و پیغمبر بنا کر بھیجا

اس کی محبت کس قدر مقدم ہوگی۔ پروردگار عالم کی محبت کسی اور کی محبت کے مقابلہ میں اپنی قدر

وصف۔ اور تقریر و تخصیص کے لحاظ سے بالکل مخصوص اور مختص ہے اور خدا کی محبت تو اس طرح

اور لازم ہے کہ بندے کو خدا اپنی، اولاد، اپنے ماں باپ بلکہ اپنی آنکھ اور جان سے بھی زیادہ

محبوب ہو اور اس معبود و حق کی محبت کے مقابلہ میں ہر چیز کی محبت بیچ نظر آئے۔

محبت کا عام قاعدہ یہ ہے کہ ہر چیز میں وجہ محبوب ہو کرتی ہے۔ اور من وجہ غیر محبوب

نیز یہ بھی قاعدہ ہے کہ چیز کی محبت کبھی لذاتہ ہو کرتی ہے اور کبھی بغیرہ۔ لیکن وہ ذات جو لہذا

محبوب ہے اور لذاتہ محبوب ہے وہ صرف خدا ہے و وحدہ لا شریک کی ذات ہے۔

وكان فيهما آية الا الله لفسلتا

اگر آسمان وزمین بھی اللہ کے سوا اور بھی اللہ کے

(سورة المشايخ)

تو یہ آسمان وزمین دونوں ہی تباہ ہو جاتے۔

خدا پرستی اور عبودیت نام ہی ہے اللہ سے محبت، اس کی اطاعت اور اس کے حضور عاجز

کے اظہار کا۔

فصل

(عالم علوی۔ اور عالم سفلی کی تمام تر حرکتوں کا اصل موجب)

(محبت ہے۔ یہی علت فاعلی ہے اور یہی علت غائی)

عالم علوی۔ اور عالم سفلی میں جس قدر بھی حرکات صادر ہوتی ہیں۔ انکی اصل و منبع محبت ہے۔ محبت ہی ان حرکات کی علت فاعلی ہے اور محبت ہی علت غائی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حرکتیں تین قسم کی ہیں۔ حرکت اختیاری (ارادی) حرکت طبعی اور حرکت قسری۔ حرکت طبعی کی اصل سکون ہے۔ کیونکہ جسم اسی وقت حرکت کرتا ہے جبکہ وہ اپنے مستقر اور مرکز طبعی سے علیحدہ ہو جاتا ہے اس وقت جسم صرف اس لئے حرکت کرتا ہے کہ وہ اپنے مرکز طبعی۔ اور اصل مستقر پر جلد سے جلد پہنچ جائے اور یہ جسم صرف اس لئے حرکت کرتا ہے کہ ایک قاسر حرکت دینے والا اسے حرکت دے رہا ہے۔ بنا بریں جسم کی یہ حرکت قسری اور جبری ہے۔ اور جس چیز کی بھی حرکت طبعی بذاتہ ہوا کرتی ہے اس کا مطالبہ اور مقتضی یہی ہوا کرتا ہے کہ وہ اپنے اصل مرکز کی طرف جلد سے جلد عود کر آئے۔

غرض اجسام کی حرکت خواہ قسری ہو خواہ طبعی دونوں کسی محرک قاسر کے تابع ہوتی ہے اور یہ محرک قاسری ان دونوں حرکتوں کا موجب ہوتا ہے۔ اور حرکت اختیاری و ارادی جو دوسری دو حرکتوں کی اصل خود ارادہ اور محبت کی تابع ہوتی ہے، اس طرح ہر قسم کی حرکتیں محبت اور ارادے کے تابع ہیں۔

حرکتیں صرف تین ہی قسم کی ہو سکتی ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ متحرک اگر ایسا ہے کہ اسے حرکت کا شعور ہے تو اس حرکت کو حرکت ارادی کہیں گے۔ اور اگر اسے حرکت کا شعور نہیں ہے تو پھر یہ دیکھیں گے کہ آیا وہ اپنی طبیعت کے مطابق حرکت کر رہا ہے؟ یا اس کے خلاف؟ اگر طبیعت کے مطابق حرکت کر رہا ہے تو اسے حرکت طبعی کہیں گے اور اگر اس کے خلاف حرکت کر رہا ہے تو اسے حرکت قسری کہا جائے گا۔

جب تمہیں حرکت کی قسمیں معلوم ہو گئیں تو یہ سمجھ لو کہ آسمان۔ زمین اور آسمان و زمین کے اندر کی اشیاء میں جو بھی حرکت ہوگی خواہ وہ افلاک و سماوات کی حرکت ہو۔ یا سورج۔ چاند۔ نجوم و ستاروں کی۔ ہوا۔ بادل۔ باران۔ نباتات۔ درخت کی حرکت ہو۔ خواہ کسی مادہ کے عمل میں بچہ کی حرکت ہو۔ تمام حرکتیں مدبرات امر۔ مقسمات امر۔ ملائکہ۔ اور فرشتوں کے واسطے اور ذریعہ سے ہی سرزد ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن و سنت کی لغوص سے اس کا ثبوت ملتا ہے اور اس پر ایمان لانے ہی سے فرشتوں پر پورا پورا ایمان ہو سکتا ہے۔ خدائے قدوس نے ہم پر بارش

و بادلوں پر۔ نباتات پر۔ ہواؤں پر۔ آسمان و زمین پر۔ سورج چاند نجوم و ستاروں پر فرشتے مقرر کر رکھے ہیں اور پھر ہر انسان کے لئے خدا نے چار چار فرشتے مقرر کر دیئے ہیں۔ وائیں بائیں کراٹا کاتبین مقرر کر دیئے ہیں۔ اور آگے پیچھے محافظ فرشتے مقرر کر دیئے ہیں۔ نیز ہر انسان کی روح قبض کرنے پر۔ اور روح کو اپنے اصل مستقر یعنی جنت یا دوزخ تک پہنچانے پر فرشتے مقرر کر دیئے ہیں۔ قبر سے امتحان۔ سوال و جواب۔ قبر کے عذاب اور قبر کی نعمتوں اور راحتوں کیلئے فرشتے مامور ہیں۔ اور پھر ایسے فرشتے بھی مقرر کر دیئے ہیں کہ حشر کے دن جب بنی آدم اپنی قبروں سے اٹھیں تو انہیں ہنکا کر میدان حشر میں لیجائیں اور حساب و کتاب کے بعد جہنم کے حقداروں کو جہنم میں لیجائیں۔ اور عذاب کے شکنجوں میں کسیں۔ اور جنت کے حقداروں کو جنت میں لے جا کر داخل کریں۔ اور خدا کے عطیات و انعامات ان تک پہنچادیں۔ پہاڑوں پر فرشتے مامور کر دیئے گئے ہیں کہ انکو مضبوط تھامے رہیں۔ بادلوں پر فرشتے مامور فرمائے کہ وہ بادلوں کو حکم الہی کے مطابق چلا تے رہیں۔ برسات پر فرشتے مامور فرما دیئے کہ امر الہی کے مطابق۔ قدر معلوم سے موافق خدا کی مشیت کے ماتحت پانی برسائیں۔ جنت اور جنت کے باغوں پر فرشتے مامور کر دیئے کہ وہ جنت میں عمدہ۔ اور خوبصورت درخت لگائیں۔ فرش و فرش۔ لباس اور کپڑے تیار کریں اور جنت کو آراستہ کرتے رہیں۔ اور جنت میں ہمہ قسم کی آسائشوں کا انتظام کرتے رہیں اور اسی طرح جہنم پر بھی خدا نے فرشتے مامور کر دیئے ہیں۔

غرض! فرشتے خدائے قدوس کا لشکر۔ اور اس کے نظام کو چلانے والے کارکن ہیں۔ اور لفظ "ملک" اسی امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ یہ ملائکہ اور فرشتے خدا کے حکم کو نافذ اور جاری کرتے ہیں۔ انہیں خود کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ بلکہ ہمہ قسم کا اختیار صرف خدائے قدوس ہی کو حاصل ہے۔ فرشتوں کا کام صرف اس قدر ہے کہ خدا کی مخلوق کی تدبیر اور تنظیم کرتے رہیں۔ اور خدا کے عطیات خدا کی مخلوق پر خدا کے امر و حکم کے مطابق تقسیم کرتے رہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم کے اندر فرشتوں کے مشفق و اوردہیے خدا کے فرشتوں کا بیان ہے۔

وما ننزل الا بالامر ربك له
ما بین ایدینا وما خلفنا
وما بین ذلک وما کان ربنا
نسیا۔

اور ہم تمہارے پروردگار عالم کے بدون دنیا میں
آپہیں سکتے اور جو کچھ تمہارے آگے ہونے والا ہے۔
اور جو کچھ ہم سے پہلے ہو چکا ہے اور جو کچھ ان دونوں وقتوں
کے درمیان ہے سب اس کے حکم سے ہے اور تمہارا پروردگار عالم

(سورۃ مریم) بھول جانے والا نہیں ہے۔

اور خدا فرماتا ہے۔

اور کتنے ہی فرشتے آسمانوں میں ہیں کلاہکی سفارش کچھ بھی کام نہیں آتی مگر جب خدا اجازت عطا فرمادے اس کے بعد ان لوگوں کے لئے جن کیلئے خدا چاہے اور راضی بھی ہو۔

وَمَنْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي عَنْهُمْ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يُؤْتِيَ الْأَمْرَ (سورۃ النجم)

خدا نے کچھ ایسے فرشتوں کی قسم بھی کھائی ہے جو مخلوق میں امر الہی اور نظام خداوندی کو جاری اور نافذ کیا کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَالصَّافَاتُ صَفًّا فَالْوَاخِبَاتُ زُجْرًا فَالتَّالِيَاتُ ذُكْرًا۔

قسم ہے ان جماعتوں کی جو صاف ستھرتی ہیں پھر قسم ہے ان جماعتوں کی جو ڈانٹتی ہیں پھر قسم ہے ان جماعتوں کی جو تلاوت قرآن کرتی ہیں تاکہ محبت پوری ہو اور ڈرایا جائے۔

(سورۃ الصافات)

اور ارشاد ہے۔

ان ہواؤں کی قسم جو معمولی رفتار سے چلائی جاتی ہیں پھر نعرہ بکھرتی ہو جاتی ہیں اور بادلوں کو ابھار کر چاروں طرف پھیلا دیتی ہیں پھر جدا کر دیتی ہیں اور پھر دلوں میں خدا کا خیال ڈال دیتی ہیں۔

والمُرْسَلَاتُ عِزًّا فَالْعَاصِفَاتُ عَصْفًا وَالنَّاشِرَاتُ نَشْرًا فَالْمُعَارِقَاتُ فِرْقًا فَالْمُلْقِيَاتُ ذِكْرًا عَذْرًا أَوْ ذُرًّا۔

(سورۃ المرسلات)

اور ارشاد ہے۔

اور ان فرشتوں کی قسم جو گھس کر جان نکالتے ہیں اور ان فرشتوں کی قسم جو ایمان والوں کی جان ایسی آسانی سے نکالتے ہیں جیسے بند کھول دیتے ہیں اور فرشتوں کی قسم جو تیرے پھرتے ہیں پھر لپکتے ہیں پھر جیسا حکم ہو اسکے مطابق انتظام کرتے ہیں۔

وَالنَّازِعَاتُ غُرْقًا وَالتَّالِيَاتُ نَشْرًا۔ وَالسَّابِقَاتُ سَبْقًا فَالْمُؤْتَقَاتُ سَبْقًا قَالِدًا بِرَاتٍ آمْرًا۔

(سورۃ النازعات)

ان قسموں کی حقیقت معنی اسرار اور راز ہم نے اپنی کتاب "اقسام القرآن" کے اندر پوری تفصیل وضاحت سے بیان کر دیئے ہیں۔

اس حقیقت کے ذہن نشین ہونے کے بعد یہ بات تم باسانی سمجھ لو گے کہ یہ تمام تر محبتیں۔ حرکتیں اور اعمال و اعمال۔ رب الارضی و رب السماوات کی عبادتیں ہی ہیں۔ اور طبعی اور قسری حرکتیں۔ اس

محبت کے تابع ہیں۔ اگر محبت نہ ہو تو افلاک، سماوات کا دور کسی طرح نہیں چل سکتا۔ نہ محبت کے بغیر ستارے۔ سیارے حرکت کر سکتے ہیں۔ نہ حرکت دینے والی ہوائیں حرکت کر سکتی ہیں۔ نہ یہ باران جنت کے اٹھانے والے بادل حرکت کر سکتے ہیں۔ نہ شکم مادر کے اندر بچے حرکت کر سکتے ہیں نہ دانے زمین کو پھاڑ کر آگ کر سکتے ہیں۔ نہ دریاؤں اور سمندروں میں جہازوں کو چلانے والی موجیں اٹھ سکتی ہیں۔ نہ عطیات خداوندی کے تقسیم کرنے والے فرشتے۔ اور دنیا کی تدبیر و تنظیم پر مامور شدہ فرشتے اس کے بغیر حرکت کر سکتے ہیں۔ اور نہ یہ آسمان و زمین اور آسمان و زمین کی مخلوق حرکت کر سکتی ہے۔ نہ وہ اپنے خالق و فاعل کی تسبیح و تہلیل کر سکتے ہیں۔ پاک و مقدس ہے وہ ذات جس کی زمین و آسمان تسبیح پڑھا کرتے ہیں۔ اور زمین و آسمان کی ہر چیز اس کی تسبیح پڑھا کرتی ہے۔۔۔

وان من شیء الا یسبح بحمدہ
ولکن لا تفقہون تسبیحہم
انہ کان حلیمًا غفوراً۔
(سورۃ الامراء)

اور جتنی چیزیں ہیں سب اسکی حمد و ثنا کے ساتھ اسکی تسبیح و تقدیس کر رہی ہیں مگر تم انکی تسبیح و تقدیس نہیں سمجھ سکتے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ پورا تحمل اور بڑا ہی گذر کرنے والا ہے۔

فصل

(موجودگی صلاح و فلاح اسی میں ہے کہ اس کی تمام تر حرکات۔ اور تمام تر محبتیں صرف خالق حقیقی کیلئے ہوں۔ توحید اسی کا نام ہے کہ ہر طرف بڑا ہی کو مانا جائے) مذکورہ بالا حقیقت سمجھ لینے کے بعد یہ سمجھ لو کہ ہر جاندار کے اندر ارادہ۔ محبت اور عمل و فعل موجود ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے اسکی اصلاح و درستگی ہوا کرتی ہے۔ اور ہر متحرک کی حرکت کی اصل محبت الادہ ہے۔

مخلوقات و موجودات کی صلاح و فلاح اسی میں ہے کہ اس کی تمام تر حرکات۔ اور محبتیں صرف اپنے خالق۔ خالق۔ باری۔ وحدہ لا شریک کے لئے ہوں۔ جس طرح مخلوقات و موجودات کا وجود صرف خدائے وحدہ لا شریک کی تخلیق و تدلیح کی وجہ سے ہے۔ اسکی تمام تر حرکات اور محبتیں بھی صرف خدائے وحدہ لا شریک ہی کے لئے ہونی چاہئیں۔ اور اسی حقیقت کی بنا پر خدائے فرطالیہ ہے۔

لو كان بينهما الهة الا اللذان قد اتا
 نسجان الشرب العرش عما
 يصفون -

اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور بھی اللہ ہوتے
 تو یہ زمین و آسمان دونوں ہی برباد ہو گئے ہوتے تو جیسی
 جیسی باتیں یہ لوگ کرتے ہیں اللہ جو عرش کا مالک ہے۔
 ان باتوں سے پاک ہے۔

(سورة الانبياء)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اندر لفسد اتا۔ (زمین و آسمان برباد ہو جاتے) فرمایا ہے اور
 لما وجدنا (زمین و آسمان موجود نہ ہوتے) نہیں فرمایا۔ نیز لکانا معنی میں زمین و آسمان معدوم
 ہوتے) یا۔ لعدمتا (زمین و آسمان معدوم ہو جاتے) نہیں فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس امر پر
 قادر ہے کہ زمین و آسمان کو فساد و خرابی کی شکل میں بھی باقی رکھے۔ لیکن علی وجہ الکمال علی وجہ الاصلاح
 بصورت استقامت۔ زمین و آسمان کا باقی رہنا اسی وقت ممکن ہے جبکہ خدا صرف ایک وحدہ
 لا شریک ہو۔ کیونکہ زمین و آسمان اور زمین و آسمان کی ہر چیز۔ اور زمین و آسمان کے تمام رہنے
 پہنے والوں کا معبود صرف خدا ہے۔ اگر اس عالم کے دو معبود ہوتے تو نظام
 عالم کلیتہً درہم برہم ہو جاتا کیونکہ تقدیر و قدر خدا ہونے کے دونوں ایک دوسرے پر غالب اور بالاتر رہتے
 اور اپنی الہیت و اگوہیت میں متفرد۔ اور تنہا رہنے کا خواہشمند ہو گا۔ کیونکہ کمال الہیہ و اگوہیہ میں کسی
 کا شریک ہونا۔ اسکی الہیت و اگوہیت کے اندر نقص ظاہر کر رہا ہے۔ اس لئے کہ جو ذات الہیہ اور معبود ہو
 وہ کبھی گوارا نہیں کرتی کہ یہ ناقص اور کمزور اللہ و معبود بنا رہے۔ اور پھر اگر ان دونوں خداؤں
 اور دونوں معبودوں میں سے کوئی ایک اللہ اور ایک معبود دوسرے کو مغلوب کر لیتا ہے تو وہ جو غالب اور
 قہر مان ہو گا۔ وہ اللہ اور معبود ہو گا۔ اور جو مغلوب و مقہور ہو گا وہ اللہ اور معبود نہیں ہو سکتا اور اگر
 یہ حالت ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کو مغلوب و مقہور نہیں کر سکتا۔ اور ایک دوسرے
 پر غالب نہیں آسکتا تو دونوں کا کمزور ہونا لازم آتا ہے۔ دونوں کی اگوہیت ناقص و ناتمام ہے لہذا
 اس صورت میں یہ لازم ہے کہ ان دونوں پر کوئی تیسرا اللہ اور معبود ہو۔ جو ان ہر دو پر غالب ہو۔

اور ان ہر دو پر حکومت و فرمانروائی کرے اور اگر کوئی تیسرا ان دونوں پر حاکم نہیں ہے
 تو پھر یہ ہو گا کہ یہ دونوں اپنی اپنی مخلوق کو لے کر ایک دوسرے پر حملہ کرنے۔ ایک دوسرے پر غالب
 پانے۔ اور ایک دوسرے کو مغلوب کر نیکی کو شمش کر نیکی اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں زمین و
 آسمان اور جو کچھ زمین و آسمان ہے۔ فاسد اور تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا۔ یہ بالکل واضح بات ہے
 کہ اگر دو بادشاہ ایک ملک میں ہوں تو ملک تباہ ہو جائے گا۔ اور ایک عورت کے دو شوہر ہوں گے

تو عورت تباہ ہو جائے گی۔ ایک مادہ دونوں سے حاملہ ہو تو مادہ تباہ ہو جائے گی۔ دنیا کی بربادی اور فساد بادشاہوں اور خلیفوں کے باہمی اختلاف ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ دشمنان اسلام نے جب کبھی کسی اسلامی ملک پر حملہ کیا ہو گا۔ یا طمع و لالچ کی نظر سے اسلامی ملک کی طرف بڑھائی ہونگی۔ اسی وقت اٹھائی اور بڑھائی ہونگی! جبکہ مسلمان باہمی اختلاف و فساد کے اندر مبتلا ہونگے اور ایک دوسرے کے خلاف اپنی اپنی بالادستی کے لئے کوشاں ہوں گے۔

غرض! آسمانوں کی اور زمینوں کی صلاح و استقامت اور مخلوقات کا بہترین اور کامل ترین نظام۔ اس امر کی زبردست دلیل ہے کہ اس نظام کو چلانے والی وہ ذات ہے جس کی شان میں یہ کہا گیا ہے۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک
لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی
ویمیت وہو علی کل شیء قدیر

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے لسا کوئی شریک نہیں۔ لک اسی کلمہ اور ساری تفسیریں اسی کیلئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے مادہ ہر چیز پر بڑا قدرت والا ہے۔

عرش اعلیٰ سے لے کر تحت الشرائک خدا کی ذات کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک ہی ذات معبود ہے۔ اور بس۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ما اتخذ اللہ من ولد و مکان
معہ الہ الا الذہب کل الہ
بما خلق ولعلی بعضهم
علی بعض سبحان اللہ عما یصنون
عالم الغیب والشہادۃ فتعالی عما
یشکون : (سورۃ المؤمنون)

نہ تو اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا۔ اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے۔ خدا نہ ہر ایک خدا اپنی مخلوقات کو الگ سے پھرتا اور آپس میں لڑتے اور ایک دوسرے پر غالب آجاتا۔ جیسی جیسی باتیں یہ لوگ اللہ کی نسبت بیان کرتے ہیں اللہ ان سے پاک ہے وہ غائب و حاضر سب جانتا ہے اور وہ لوگوں کے شرک سے بالاتر ہے۔

اور ارشاد ہے۔

کیا ان لوگوں نے ایسے معبود بنا رکھے ہیں جن کو یہ لوگ خود زمین سے بنا کھڑے کرتے ہیں۔ اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان دونوں کبھی برباد ہو گئے ہوتے تو جیسی جیسی باتیں یہ لوگ بتاتے ہیں اللہ جو عرش کا مالک ہے وہ ان باتوں سے پاک ہے

اما اتخذوا الہة من الارض
ہم ینشرون : لو کان فیہما الہة
الا اللہ لعدنا۔ سبحان اللہ رب
العرش عما یصنون۔ لا یسئل عما
یفعل وہم لیسئلون۔

(سورۃ الانبیاء)
جو کچھ کہتا ہے اسکی باز پرسی اس سے نہیں کی جاسکتی۔

اور ارشاد ہوتا ہے۔

قل لو کان معہ الہة کما یقولون
اذا لا یتغوا الی ذی العرش
سبیلا
(سورہ بنی اسرائیل)

اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو اگر خدا کے ساتھ جیسا یہ لوگ
کہتے ہیں اور معبود بھی ہوتے تو اس صورت میں ان معبودوں
نے خدا تک پہنچنے کا راستہ کبھی کا ڈھونڈ نکالا ہوتا۔
یعنی یہ لوگ ایک دوسرے پر غلبہ پانے کے لئے ایک دوسرے پر حیر اور زبردستی کر کے راستے
تلاش کر لیتے جس طرح سلاطین اور بادشاہ ایک دوسرے پر غلبہ پانے کے لئے کیا کرتے ہیں اور
زبردستی کرنے کے راستے تلاش کرتے رہتے ہیں۔

اور آیت کے جو یہ معنی ہم نے بیان کئے ہیں اس پر ایک دوسری آیت دلالت کرتی ہے
خدا فرماتا ہے۔

ولعلی بعضہم علی بعض
اور بعض بعض پر غالب آجاتے۔

ہماری شیخ حضرت نعیمیہؒ اس آیت کے معنی اور کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں آیت کے صحیح معنی
یہ ہیں کہ یہ لوگ تقرب و طاعت کے ذریعے خدا تک پہنچنے کی راہ تلاش کر لیتے اب بتاؤ تم خدا
کو چھوڑ کر ان کی عبادت کس طرح کرتے ہو؟

اگر وہ لوگ کہ جن کے ذریعے تم تقرب حاصل کرتے ہو معبود ہوتے جیسا کہ ان لوگوں کا
خیال ہے تو پھر بھی یہ لوگ خدا کے بندے ہی ہوتے ہیں۔ خدا تو نہیں ہوتے۔ حضرت شیخ
فرماتے ہیں آیت کے اس معنی پر یہ آیت کسی وجہ سے دلالت کرتی ہے۔

اول۔ یہ کہ خدا ارشاد فرماتا ہے۔

اولئک الذین یدعون یتبعون
الہادیحہم الی سبیلہم ایتھم اقربو
یرحبون رحمۃ ربہم فون
عذابہ

(سورۃ الاسراء)

یہ لوگ جن کو مشرکین حاجت روا سمجھ کر پکارتے
ہیں ان میں سے جو دوسروں کی نسبت زیادہ مقرب
ہیں۔ وہ اپنے پیسندگار کی زیادہ قربت حاصل
کرنے کے ذریعے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اور اسکی
رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اسکے عذاب سے ڈرتے ہیں
یعنی تم مجھے چھوڑ کر جن دوسروں کی عبادت کرتے ہو۔ وہ تو میرے ہی بندے ہیں جس طرح
کہ تم میرے بندے ہو۔ اور یہ بھی میری رحمت کے خواہاں ہیں اور میرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

بملا جب حقیقت یہ ہے تو پھر تم خدا کو چھوڑ کر ان کی عبادت و پرستش کیا کرتے ہو؟
دوم۔ یہ کہ حق تعالیٰ نے یہاں یہ نہیں کہا کہ۔

لا تبتغوا علیہ سبیلاً
اس پر غلبہ پانے کا راستہ تلاش کریں گے۔
بلکہ یہ کہتا ہے۔

لا تبتغوا الیہ سبیلاً
اس کی طرف جانے کا راستہ تلاش کریں گے۔

لفظ الیہ اور الیٰ تقریب و نزدیکی کے لئے مستعمل ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
الذین یسئلون اللہ عن شئ من شئ فیسئلہم اللہ عنہم ان یشاء
اللہ سے پوچھنے والے ہیں اور اس تک پہنچنے کے ذریعہ
(سورۃ المائدہ) جس کو کرتے رہو۔

غلبہ اور قہر پانے کے مواقع میں لفظ علیٰ مستعمل ہے مثلاً

فان اطعنکم فلا تبتغوا علیہن سبیلاً
پھر اگر تمہاری باتیں ماننے لگیں تو بھی ان پر ناجو
(سورۃ النصار) کے پہلو نہ ڈھونڈتے پھرو۔

موسم۔ یہ کہ کفار مشرکین یہ قطعاً نہیں کہتے تھے کہ ان کے معبود خدا پر غلبہ کرنا چاہتے ہیں۔ خدا
کے مقابلہ میں علو۔ رفعت و بلندی چاہتے ہیں بلکہ حق سبحانہ و تعالیٰ ان کے بائے میں یہ فرماتا ہے
قل لو کان معہ آلہم کما
یقولون۔
لے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو اگر خدا کے سامنے
جیسا یہ کہتے ہیں اور معبود مورتے ہیں

ان کا کہنا یہی تو تھا کہ ان کے رب اور معبود بھی تو تقرب خداوندی کے خواستگار ہیں
انہیں جو پوجتا ہے ان کو وہ خدا کے قریب کر دیتے ہیں تو اب خدا فرماتا ہے اگر بات یہی ہے جو تم
کہا کرتے ہو تو تمہارے یہ معبود بھی تو خدا کے بندے ہی ہونگے۔ تو اب گویا خدا کے فرمان کے یہ معبود
ہونگے کہ تم لوگ خدا کو چھوڑ کر خدا کے بندوں۔ اور اس کے غلاموں کی عبادت کیوں کیا کرتے
ہو؟ خاص خدا کی عبادت کیوں نہیں کرتے؟

فصل

(عجبت مجھ کو۔ اور عجبت مذمومہ)

(پھر عجبت کے لئے خواہ وہ نافع ہو یا)

(مشرک رساں کچھ وجد فوق حلاوت)

(شوق لازم اور ضروری ہے)

ہر محبت کے کچھ آثار۔ توابع۔ لازم اور احکام ہوتے ہیں۔ محبت خواہ محمودہ ہو یا مذمومہ۔ نفع بخش ہو یا مفرت رساں کیسی ہی محبت ہو اس کے آثار و احکام ضرور نمایاں ہوتے ہیں۔ چنانچہ وجد۔ رزق۔ حلاوت۔ شوق۔ افس۔ وصل و اتصال۔ قرب۔ انفصال و بعد ہجر کے صدقات۔ وصل و قرب کا سرور و فرحت۔ بعد ہجر کا حزن و غم اور رنج و گریہ وغیرہ یہ تمام امور محبت کے آثار۔ احکام اور لازم ہیں۔ لیکن محمود ترین۔ نافع ترین محبت وہ ہے جو محبت کو نبی الہی اور نبی اللہ کی طرف سے ہم آغوش کرنے اور دنیا آخرت کی سعادت اور نفع کی طرف سے کھینچنے والے اس قسم کی محبت سعادت مند ترین کا ہونا ہے۔ اس لیے محبت جو دنیا آخرت کی طرف سے کھینچنے والے شقاوت و بدبختی کا بخوان ہے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ ایک عقلمند۔ دانشمند۔ اس محبت کو اختیار نہیں کر سکتا جو اس کے لیے مفرت رساں ہو۔ اور اسے شقاوت و بدبختی کے غار میں دھکیل دے۔ اور مفرت رساں محبت کا قصد در انسان سے صرف جہالت و عظمت کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان کا نفس اسے مفرت رساں محبت کی طرف لیجاتا ہے۔ نفس کی یہ فاعلیت ہے کہ انسان کو نقصان دہ۔ مفرت رساں چیز ہی کی طرف لیجاتا ہے جہاں اسے کسی قسم کا بھی نفع نہیں ہوتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نفس کی پیروی کرنا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اور یہ اس لیے ہوتا ہے کہ انسان محبوب کی محبت سے پیش آئے ہوئے حالات و حوادث سے بے خبر ہوتا ہے اور بغیر سوچے سمجھے اور اس کے نقصانات سے لاعلم ہو کر اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے اور اس محبوب کے اندر جو مفرتی موجود ہیں۔ یا جو خرابیاں اس کی محبت میں منظر ہیں۔ اس کا شعور و تک۔ اس کو نہیں ہوتا۔ اور یہ حال ان لوگوں کا ہوتا ہے۔ جو بغیر ظلم۔ بلا سوجھ بوجھ کے محض خواہشات۔ شہوات کی اتباع و پیروی کیا کرتے ہیں۔ یا پھر ان لوگوں کا یہ حال ہوتا ہے جو ایسی محبت کی مفرقوں سے تو واقف ہیں۔ اس کی مفرقوں کو جانتے پہچانتے اور سمجھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ اپنی خواہشات کو اپنی معلومات پر ترجیح دیتے ہیں اور اس صورت میں کبھی یہ ہوتا ہے کہ محبت و چیزوں سے مرکب ہو جاتی ہے۔ اعتقاد۔ فاسد اور اتباع خواہشات اور محبت فاسد کی پیداوار محض جہالت و حماقت۔ اور اعتقاد فاسد کی وجہ سے ہوتی ہے اور اکثر محبتیں دنیا میں اسی قسم کی ہوتی ہیں۔ یا پھر یہ کہ جہالت اور اعتقاد فاسد سے محبت کے دوسرے اور اس کے اندر جمع ہو جاتے ہیں۔ جو باہم ایک دوسرے کے معین و مددگار بن کر اس کو شہوات کی

طرف موڑ دیتے ہیں جس کی وجہ سے حق اور باطل اس پر مشتبہ ہو جاتے ہیں اور محبوب کا معاملہ اسکے سامنے بظاہر ایک آراستہ صورت میں پیش ہوتا ہے اور ان شہادت کی تائید و معاونت سے شہادت اسکو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ اور اسے کشتاں کشتاں محبوب تک پہنچ کر لے جاتی ہے اور پھر شہادت و شہادت کے لشکر عقل و ایمان کے لشکروں کے مقابلہ میں پوری قوت سے ٹٹ جاتے ہیں اور پھر جانین میں پوری قوت سے معرکے شروع ہو جاتے ہیں اور بالآخر وہ غالب و ظفر یاب ہوتا ہے جو قوی تر اور مضبوط ہوتا ہے۔

جب یہ حقیقت تمہارے ذہن نشین ہو گئی تو اب تم کو کہ محبت کی ہر نوع اور ہر قسم کے توابع اور لوازم کا حکم وہی ہوتا ہے جو اس کے متبوع کا ہوتا ہے۔ جو محبت کہ محمود و نافع ہے۔ اور اس کے لئے عنوان سعادت ہے جس سے اس کی دنیا و عقبی کی فلاح وابستہ ہے۔ اس محبت کے تمام توابع، لوازم اور آثار اس کے حق میں نافع اور سود مند ہونگے اور ان توابع و لوازم کا وہی حکم ہوگا جو ان کے متبوع کا ہے مگر انسان محبت محمودہ کے لئے رذائے تویرہ و ناس کے حق میں نافع ہے۔ اسے حزن و غم لاحق ہوتا ہے تو اسے نفع بخش ہے۔ فرح و مسرت حاصل ہوتی ہے۔ انشراح و انبساط پیدا ہوتا ہے تو اس کے لئے مفید ہے۔ انقباض پیدا ہوتی ہے جو موجب سعادت ہے غرض! یہ تمام امور اصل متبوع کی طرف سفر محبت کی منزلیں قرار پاتی ہیں۔ از دیار محبت۔ رنج محبت۔ قوت محبت! اصل محبت کے احکام میں شامل ہو جاتے ہیں۔

مفرت رساں محبت اور اس کے تمام توابع و لوازم اور آثار انسان کے لئے مفرت رساں ہیں اور اسے رب العالمین کی بارگاہ سے دور بھینک دیتے ہیں۔ مفرت رساں محبت جہاں کہیں اہم شخص میں بھی اپنے توابع و لوازم۔ اور آثار میں متقلب اور نمایاں ہوگی مفرت رساں ہی ہوگی۔ اور اپنے پروردگار سے بعد معصی ہی پیدا کریگی جس منزل جس مقام میں یہ محبت پہنچے گی خواہ ہوگا اور رب العالمین سے بعد معصی اس کے ساتھ ہی ساتھ ہوگی۔ طاعت و معصیت کے ہر کام کی شان ہی ہے۔ طاعت و اطاعت سے جو چیز بھی پیدا ہوگی وہ طاعت و اطاعت کے لئے زیادتی اور فراوانی تو اب۔ قرب رب العالمین کا موجب ہوگی اور جو چیز معصیت اور نافرمانی سے پیدا ہوگی۔ وہ خسران۔ خذلان۔ بعد عن اللہ کا موجب ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يَهْتُمُّونَ فِى سَمَاءِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا كِىۤفَ رَاٰى رَسُوْلُكَ

اور محنت اور بھوک کی تکلیف پہنچتی ہے تو اور جن مقامات پر کافروں کو انکا چلنا پھرنا ناگوار گذرتا ہے۔ وہاں چلتے ہیں تو اور دشمنوں سے کچھ مل سکتا ہے تو ہر کام کے بدلے انکا ایک کلمہ کہا جاتا ہے یہ کلمہ اللہ اول والہ کے اجر کو ضائع نہیں ہے تو یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کا بہت کچھ راہِ خدا میں صرف خرچ کرتے ہیں اور جو میدان انکو ملے کرنے پڑتے ہیں وہ سب ان کے نام لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ انکو ان کے اعمال کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔

ولا نصب ولا تخمصة في سبيل الله
ولا يطون موطئا يعطي الكفار ولا
ينالون من عدوئنا الا
كتب لهم به عمل صالح ان
الله لا يفسح اجرا للمحسنين: ولا
ينفقون نفقة صغيرة ولا كبيرة ولا
يقطعون واديا. الا كتب لهم اجرهم
الله احسن مما كانوا يعملون۔

(سورہ توبہ)

یہاں پہلی آیت میں فدا یہ خبر دیتا ہے کہ طاعت و عمل اور فعل و کردار سے ان کے حق میں عمل صالح لکھا جاتا ہے دوسری آیت میں یہ خبر دیتا ہے کہ جو اعمال صالحہ ان سے صادر ہوتے ہیں اور یہ ان کے حق میں لکھے جاتے ہیں ان ہر عمل میں تقویٰ ہے کہ پہلا امر حاصل و عمل نہیں ہے۔ بلکہ ہر انسان سے صادر ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کیلئے عمل صالح لکھا جاتا ہے وہ سب ہر عین انسان کا عمل فعل ہے جو ان کے حق میں لکھا جاتا ہے ہر قلیل محبت کو چاہئے کہ اس نفل کا مطالعہ پوری توجہ سے کرے اس سے مطالعہ سے اسے معلوم ہو جائیگا کہ کونسی محبت اسکے لئے مفید اور موجب سعادت ہے اور کونسی موجب نقصان و خسران؟

اصناف و عند الوزن ما كان حصلا
ان نفعه كروى او بعدن کے وقت کونسی چیز اسے حاصل کی

سبعين يوم العوض اى بقاعة
عنقریب پستی کے دن وہ جان لیگا کہ کونسی پونجی

فصل

(وین کے معنی میں خشوع خضوع اور خاکساری داخل ہیں)
(اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم۔ عدل و انصاف اور خلق میں)
(مراٹہ مستقیم پر ہے خدا کے اسماء و صفات میں عدل و حکمت)
(رحمت و احسان فضل و کرم۔ ثواب عقاب کے واقع میں کمال مقدر کے موجب ہیں)
جس طرح محبت اور ارادہ ہر فعل و عمل کی اصل ہے جیسا کہ تم معلوم کر چکے۔ یہ محبت و

ارادہ ہر دین کی بھی اصل ہے۔ خواہ دین حق ہو یا دین باطل۔ کیونکہ ”دین“ اعمال ظاہرہ اور باطنہ کا نام ہے اور ظاہر سے کہ ان تمام اعمال ظاہرہ و باطنہ کی اصل یہی محبت و ارادہ ہے۔ اور دین نام ہے طاعت و عبادت اور خلق معن کا۔ یہ طاعت ایسی ہوتی چاہیے کہ لازمی اور دائمی ہو۔ اس طرح کہ یہ انسان کا خلقی اور عادی و طیف بن جائے۔ اور اس معنی کی رو سے اللہ تعالیٰ نے دین کو خلق سے تعبیر کیا ہے فرماتا ہے

وَالَّذِي لَعَلِّي خَلَقَ عَظِيمًا (سورة القلم)

اے بیشک تمہارے باخلاق البتہ بڑے اعلیٰ درجے کے ہیں

اس آیت کے متعلق حضرت امام احمد بن حنبل۔ حضرت امام ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں لعلی خلق عظیم کے معنی میں لعلی دین عظیم۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت ص کے اخلاق کیا ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔

كان خلقه القرآن؛ آپ کے اخلاق قرآن ہے۔

دین کے معنی میں اذلال اور قہر و غلبہ دونوں داخل ہیں۔ نیز اس کے معنی میں ذلت و خوارگی و خضوع و طاعت بھی داخل ہے اور یہی وجہ ہے۔ دین اعلیٰ سے اسفل کی طرف جھکتا ہے۔ جیسا کہ عرب کا محاورہ ہے۔

ذنتہ فادات میں نے جبراً اُسے جھکایا تو وہ جھک گیا۔

اور یہ بات اول سے اعلیٰ کے سامنے ہو کر کرتی ہے جیسا کہ عرب کا محاورہ ہے۔

ذنت اللہ۔ و ذنت اللہ۔ میں اللہ سے آگے جھکا اور اللہ کے لئے جھکا۔

اور عرب کا محاورہ ہے۔

فلان لا یدیت اللہ دنیا۔ ولا یدین اللہ بدین۔

فلان آدمی خدا کے سامنے نہیں جھکتا اور وہ اللہ کے آگے جیسا جھکتا چاہیے نہیں جھکتا۔

اور عرب کا محاورہ ہے۔

فدان اللہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی

یعنی وہ اسکی اطاعت کرتا ہے اسے محبت کرتا ہے اس سے ڈرتا ہے۔

اور عرب کا محاورہ ہے۔

ودان اللہ وہ خدا کے آگے جھک گیا۔

یعنی خدا کے حضور میں اس نے خضوع و خضوع کا اظہار کیا اور اپنے کو اس نے خدا کے

سامنے عاجز اور سرنگوں کر دیا اور اس کے سامنے اپنے کو جھکا دیا اور ذلیل و خاکسار کر لیا اور خدا کا مطیع و فرمانبردار ہو گیا۔

دین کی دو قسمیں ہیں۔ دین ظاہر اور دین باطن۔ دین باطن کے لئے خضوع اور محبت لازم ہے۔ جیسا کہ عبادت کے اندر ہوا کرتی ہے۔ بخلاف دین ظاہر کے کہ اس میں محبت لازم نہیں ہے۔ اگرچہ اس میں الیقاد۔ اطاعت اور ذلت پائی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کا نام ”یوم الدین“ رکھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دن لوگوں کو نئے اعمال کا بدلہ دینگا۔ اچھے اعمال کا اچھا بدلہ۔ اور برے اعمال کا برا بدلہ دینگا۔ اس معنی سے لحاظ سے لفظ ”دین“ جزا و بدلہ۔ اور حساب کے معنی پر مشتمل ہے۔ اور اس معنی کی رو سے قیامت کے دن کو ”یوم الجزاء“۔ ”یوم الحساب“ کہا گیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فذلک ان کنتم غیر مدینین تو جعونا
ان کنتم صادقین (سورۃ الواقفہ)

یعنی اگر تم خدا کی روبرویت میں نہیں ہو۔ اس کے سامنے مقہور و مغلوب نہیں ہو اور وہ تمہیں بزار اور بدلہ نہیں دینگا تو پھر تم اپنی روح کو واپس کیوں نہیں لوٹا لاتے؟

یہ آیت مزید تشریح کی محتاج ہے۔ یہ آیت ”منکرین بعثنا“ و ”منکرین قیامت“ منکرین حساب کے مقابلہ میں۔ بطور حجت وارد ہوتی ہے اور یہ ضروری ہے کہ حجت ”دلیل“ اپنے ”مدلول“ کو مستلزم ہوتا کہ جب دلیل سامنے آجائے تو مدلول فوراً سامنے آجائے۔ ذہن اسی وقت مدلول کی طرف منتقل ہو جائے۔ کیونکہ دلیل و مدلول میں باہم تلازم ہوا کرتا ہے اور اسی لئے ملزوم اپنے ملزم کے لئے دلیل ہوا کرتا ہے اور اس کے برعکس ہونا ضروری نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ دلیل موجود ہو۔ لیکن مدلول تک نہ پہنچ سکے۔

آیت کے استدلال کی صورت یہ ہے۔ کفار عرب ”یوم البعث“ یعنی قیامت کے دن اور جزا و جزا کا انکار کرتے تھے اس لئے وہ رب العالمین سے کفر و انکار کرتے تھے۔ اسکی قدرت و ربوبیت اور حکمت کا بھی انکار کرتے تھے۔

یہاں دو باتیں لازم اور ضروری تھیں یا تو وہ اس امر کے مقرر اور معترف ہیں کہ انکا کوئی رب الہی ہے جو ظاہر۔ غالب اور زبردست ہے اور ایسا غالب اور زبردست ہے کہ بتوں پر اسکا پورا انصراف اور غلبہ ہے۔

جب چاہتا ہے بندوں کو مارتا۔ اور جلاتا ہے اور انکو جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور جس چیز سے منع کرنا چاہتا ہے منع کر دیتا ہے نیکہ کاریوں کو اجر و ثواب سے نوازتا ہے اور بدکاریوں کو عذاب دیتا ہے۔ اور یہ اس شان اور صفات کے رب سے منکر ہیں۔ اگر وہ اس کا اقرار کرتے ہیں۔ تو یوم بعثت۔ یوم حشر و نشر اور امری جزائی دین کا اقرار کرتے ہیں۔ اور اگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں۔ تو کفر کر رہے ہیں۔ اور خدا کا انکار کر رہے ہیں اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ انکا کوئی "سب" اور پروردگار نہیں ہے۔ نہ وہ کسی کے محکوم ہیں نہ انکا کوئی ایسا سب ہے اور جو ان پر متصرف، اور غالب ہے۔ اس قسم کے لوگوں سے کہا جاتا ہے اگر ایسا ہے تو پھر تم اپنی موت کو کیوں دفع نہیں کرتے؟ جب وہ تمہارے پاس آتی ہے تم اسے کیوں نہیں ہٹا دیتے؟ اور اپنی روح کو جبکہ وہ حلقوم تک پہنچ جاتی ہے اپنی جگہ واپس کیوں نہیں لے آتے؟

آیت کا خطاب ان لوگوں کو ہے جن پر نزع کا وقت طاری ہے اور وہ اپنی موت کو سامنے دیکھ رہے ہیں۔ ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنی روح کو اپنی جگہ واپس کیوں نہیں لے آتے؟ اگر تم اس پر قادر ہو۔ اور تم کسی دوسرے کی ربوبیت میں نہیں ہو۔ اور تم کسی غالب قادر کے سامنے کہ جس کے احکام تم پر جاری ہوں۔ جس کے اوامر و نواہی تم پر نافذ ہوں۔ مغلوب و مقہور نہیں ہو تو پھر تم اپنی روح کو کیوں واپس نہیں لوٹاتے؟

خدا کی وحدانیت و ربوبیت۔ بندوں پر خدا کے تصرف اور نفوذ احکام کے بارے میں یہ آیت، ایک زبردست اور قوی ترین دلیل ہے۔

دین دو قسم کا ہے۔ دین شرعی امری۔ اور دین حسابی جزائی۔ اور یہ ہر دو قسم کے دین صرف اللہ وحدہ لا شریک ہی سے لئے ہیں۔ اور دین کل کا کل یا تو امر ہے۔ یا جزا ہے۔ اور ان ہر دو دینوں کی اصل محبت ہے۔ کیونکہ خدا نے جو کچھ بھی مشروع فرمایا ہے اور جس چیز کا بھی حکم دیا ہے۔ ظاہر ہے وہی چیز ہے جو خدا کو محبوب اور پسندیدہ ہے اور جس سے وہ راضی ہے اور جس چیز سے بھی منع کرتا ہے وہی چیز ہے جسے خدا مکروہ سمجھتا ہے اور جس سے وہ بغض و نفرت کرتا ہے کیونکہ یہ اس چیز کے بالکل منافی ہے جسے وہ محبوب رکھتا ہے اور جس سے وہ راضی ہے۔

دین امری کا مرجع خدا کی محبت و رضامندی ہے اور بندے کا دین اسی وقت مقبول ہے جبکہ اسکی محبت و رضامندی شامل ہو۔ جیسا کہ آنحضرت کا ارشاد ہے۔

ذائقہ طعم الايمان من دعتي بالله
اس نے ایمان کا مزہ چکھا جو اللہ کی بدیعت سے

راضی ہوا اذ اسلام کو اپنا دین بنا کر اور محمد کو رسول مان کر راضی ہوا

غرض ادا دین کی عمارت محبت پر قائم ہے اور محبت ہی کی وجہ سے دین شروع ہوا ہے اور محبت ہی کے لئے شروع ہوا ہے اور دین جزائی کا بھی یہی حال ہے۔ کیونکہ دین جزائی دل باتوں پر مشتمل ہے۔ جس میں نیکو کاروں کو احسان دینا سزا دیا جائے اور مجرم۔ بد عمل۔ بد کرداروں کو ان کے جرم کا بدلہ دیا جائے اور یہ ہر دو باتیں خدا کو محبوب اور پسندیدہ ہیں کیونکہ یہ عین اس کا عدل و فضل ہے۔ اور عدل و فضل خدا کے صفات گالیہ ہیں اور سچا سچا اپنی صفات اور اس کے محبوب رکھتا ہے اور اس کے دشمن سے نفرت رکھتا ہے اور یہ ہر دو قسم کے دین خدا کی صراط مستقیم ہے جس پر خدا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ادا امر اور ای۔ ثواب و عقاب میں اسی صراط مستقیم پر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر پر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول کو نقل فرماتا ہے جو انہوں نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

میں خدا کو گواہ کرتا ہوں۔ تم بھی گواہ رہو کہ خدا کے

سوا تم جو شریک بناتے ہو۔ میں ان سے بالکل بیزار ہوں

تو تم سب کو میرے ساتھ اپنی بری کر چلو اور مجھے مہلت نہ

دو میں تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھتا ہوں کہ وہ میرا وقت پھلا

پور دگا ہے جتنے جائز اور ہیں سب ہی کی تو چوٹی اسکے

ہاتھ میں ہے بے شک میرا رب مستیڈا ہے۔

ان اشھد ان لا اله الا الله واشھد ان

مما تشركون من دونہ فکذوبی

بھیف ان لا یظنون انی توکل علی اللہ ربی

در بکم۔ ما من دایۃ الا هو آخذ بنا میتمنا

ان ربی علی الصراط مستقیم۔

(سورۃ ہود)

خدا کے پیغمبر حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب سمجھ لیا کہ رب العالمین اپنے خلق۔ امر۔ ثواب و

عقاب۔ تقصیر و قدر۔ منع و عطا۔ حاجت و بلا۔ توفیق اور خذلان میں بالکل صراط مستقیم پر ہے

اور ان امور میں وہ اپنے کمال مقدس سے خارج نہیں ہوتا جو اس کے اسماء و صفات کے مقتضیات

سے ہیں۔ اور اس کے اسماء و صفات عدل و حکمت۔ رحمت و احسان۔ فضل و کرم۔ ثواب

کو ثواب کی جگہ اور عقوبت کو عقوبت کے مقام میں صرف کرتے ہیں۔ اور توفیق و خذلان۔ عطا و

منع۔ ہدایت و ضلالت کو ٹھیک ٹھیک اپنے اپنے صحیح مقامات پر رکھتے ہیں۔ اور خدا کے

اسماء و صفات جس کمال مقدس کے مقتضی ہیں۔ اس میں کامل اور کمال ہیں کہ خدا کمال

حدوث کا حقدار ہے تو حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اندر علم و عرفان کی ایسی

لہر دوڑ گئی کہ اپنی قوم کے اجتماع میں ہانوف و خطر کھڑے ہو گئے اور نڈر دل لے کر خدا کے قدوس

کی عظمت و جلالت کو سنا منے نہ کہ کر پکارا

انی اشهد اللہ . و اشهد وانی

میں خدا کو گواہ بنا تا ہوں۔ اور تم بھی گواہ رہو۔ کہ

خدا کے سوا جو تم دوسرے کو شریک بنا تے

بڑی مالتشکون من دونہ۔

ہو میں اس سے بڑی ہوں۔

(سورۃ ہود)

اس کے بعد خدا کا یہ پیغمبر خدا کی قدرت عامہ۔ اس کے تہر و غلبہ کی عمرویت۔ اور خدا

کے سوا تمام پر خدا کے تہر و غلبہ کی۔ اور خدا کی عظمت و جلالت کے سامنے ہر شئی کے بھکنے۔ ذلیل

ہونے اور مغلوب و مقہور ہونے کی خبر دیتا ہے۔

ما من دابة الا هو آخذ بناصيتهها

جتنے جاندار ہیں سب کی چوٹی اس کے ہاتھ میں ہے

پکارا اٹھے کہ جس کی پیشانی اور چوٹی دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ خود دوسرے کے قبضہ

میں ہے۔ دوسرے کے تہر و غلبہ دوسرے کی سلطنت و فرمانروائی میں ہے۔ وہ ایسے لوگوں سے

کیونکر ڈر سکتا ہے۔ ایسے لوگوں سے ڈرنا انتہا درجہ کی ذلالت و ماور قلیح ترین ظلم ہے۔

اس کے بعد خدا کا یہ پیغمبر خبر دیتا ہے۔ خدا مراد مستقیم پر ہے اور ہر وہ چیز جو اس کی

قضاء و قدر فیصلہ کرے۔ مراد مستقیم ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بتدرہ خدا کے ظلم و جور

سے نہیں ڈرتا۔ کیونکہ اس ذات سے ظلم و جور ممکن ہی نہیں ہے اور اس لئے میں خدا کی

ذات سے سوا کسی سے ڈرتا نہیں کیونکہ "میری پیشانی میری چوٹی" میرے اختیارات" اسی کے ہاتھ

میں ہیں۔ اس کے ظلم و جور سے میں قطعاً بے خوف ہوں کیونکہ مراد مستقیم پر ہے ظلم و جور اس کی شان نہیں

حق سبب و تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے کہ بندوں کے حق میں اسی کا حکم

جاری ہوتا ہے اور اس کے فیصلہ میں عدل ہے۔ ملک اسی کا ہے۔ اور وہی حمد و ثنا

کا مستحق ہے۔ بندوں پر اس کا تصرف عدلی و فضل کی حدود سے باہر نہیں ہے۔ اگر وہ

دیتا ہے تو یہ اس کا کرم ہے۔ ہدایت و راہنمائی کرتا ہے۔ خیر و صلاح کی توفیق عطا

فرماتا ہے تو عین اس کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ اگر منع کرتا ہے تو اپنے انعامات سے

کسی کو محروم کر دیتا ہے۔ یا کسی کو ذلیل کرتا ہے۔ یا گمراہ کرتا ہے۔ رسوا کرتا ہے شقی

و بد بخت گردانتا ہے تو یہ اس کا عدل اور اس کی حکمت ہے۔

غرض دینے میں لینے ہیں۔ عطا و بخشش میں۔ اور عطا و بخشش سے

محروم رکھنے میں۔ خدا مراد مستقیم پر ہے۔

پناہ عطا کرنے کے اندر داد ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

جب کسی بندے کو کوئی مصیبت اور رنج
 پہنچے تو وہ یہ پڑھ لے۔ اے اللہ! میں تیرا بندہ
 ہوں۔ تیرے بندے کا بیٹا ہوں تیری بندی
 کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی اور چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے
 مجھ پر تیرا ہی حکم جاری ہوتا ہے میرے حق میں تیرا
 فیصلہ عین عدل ہے۔ اے اللہ! میں تیرے نام
 سے جو تو نے اپنے لئے رکھا ہے یا جو تو نے اپنی
 کتاب میں اتارا ہے۔ یا تو نے اپنی مخلوق میں
 میرے کسی کو سکھایا ہے۔ یا جیسے تو نے اپنے علم
 غیب کے اندر محفوظ رکھا ہے مجھ سے سوال کرتا ہوں
 کہ تو قرآن کو میرے قلب کی شادابی اور میرے
 سینے کا نور۔ اور میرے ہم و غم۔ حزن و ملال
 کے وسیعہ کا موجب بنا دے! اس کے پڑھنے
 سے خدا اس کے ہم و غم کو دور کر دے گا اور اسکی
 جگہ فری اور کسادگی اٹھا فرمائے گا۔

ما اصاب عبد اقط هم
 ولا حوت۔ فقال اللهم! انى
 عبدك وابنت عبدك. وابن امك
 ناصيتي بيدك. ما من في حكمك
 عدل في قضائك. اسئلك اللهم
 بكل اسم هو لك. سميت به
 نفسك او انزلته في كتابك.
 او علمته احد من خلقك او
 استأثرت به في علم الغيب عندك
 ان تجعل القرآن ربيع قلبي و
 نور صدري و جلاء همي و
 حزنى و ذهاب همى رنجى.
 — الا اذهب الله هم
 و غمى. و ابد له فديما
 مكانه۔

حدیث کا یہ حکم رب العالمین کے کوئی اور امری پر مقدم حکم پر ماسوا اور اختیارى اور غیر
 اختیارى نفل پر جو قضاء و قدر ہو اس پر مشتمل ہے۔ یہ ہر دو قسم کے حکم بندوں کے حق میں
 جاری ہیں اور ہر دو قسم کے فیصلے بندوں کے حق میں عدل ہیں۔ پس یہ حدیث مذکورہ بالا آیت
 ہی سے مستفاد اور ماخوذ ہے۔ آیت میں اور حدیث میں انتہائی قریبی نسبت ہے

فصل

(صورتوں سے عشق اور حسن پرستی کے دنیوی۔ اخروی مفاسد)

اب ہم عشق اور حسن پرستی کے دنیوی۔ اخروی مفاسد کو ایک مستقل فصل
 میں پیش کر کے اصل سوال کے جواب کو ختم کر دیتے ہیں اگرچہ اس کے مفاسد اس قدر

ہیں۔ کہ بیان کریمو الا جس قدر بھی بیان کرے کم ہیں۔

عشق و حسن پرستی کا اولین اور بالذات خاصہ یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے قلب کو فاسد اور خراب کر دیتا ہے جب قلب فاسد اور خراب ہو جاتا ہے تو انسان کے تمام ارادے۔ اقوال و افعال خراب ہو جاتے ہیں اور تعبد کے تمام مورچے فاسد اور خراب ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ تو تم پر پورے پڑھ چکے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم کچھ اور آگے بیان کریں گے۔

مرض عشق۔ اور صورت پرستی کے متعلق دو گروہ کی حکایت خدائے قرآن حکیم کے اندر بیان کی ہے۔ لوطیوں کا قصہ اور عورتوں کا قصہ۔ چنانچہ قرآن حکیم کے اندر حضرت یوسفؑ اور عزیزؑ کی بی بی کے عشق و محبت اور اس کی عیاری۔ مسکاری کا قصہ بیان فرمایا ہے۔ اوندہ ہر حالت بیان کی ہے جو اس باسے میں حضرت یوسفؑ پر گزری۔ اور ان کے صبر و ثبات۔ عفت پاکر امنی تقویٰ و پرہیزگاری نے انکو جس مقام پر پہنچایا اس کی سرگذشت بیان کی۔ نیز وہ مصیبت بیان کی جن سے حضرت یوسفؑ کو دو چار ہونا پڑا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس بارے میں حضرت یوسفؑ نے جن صبر و ثبات اور تقویٰ و پرہیزگاری کا ثبوت دیا اور سر اٹھائی نہیں دے سکتا۔ سوائے اس شخص کے جس پر دو کار عالم صبر و ثبات کے نوازے۔ کیونکہ ہر کام اپنے دعویٰ و اسباب کی توت اور بلا رکھنے والے اسباب کے زوال حسب حال ہوا کرتا ہے۔ یہاں دعویٰ جرم اور ارتکاب جرم کے اسباب کا مل طور پر موجود تھے۔ اور موجود ہونے کی چند وجوہ ہیں۔

۱۔ یہ کہ مرد کی طبیعت خدائے کچھ ایسی بنائی ہے کہ وہ عورت کی طرف مائل ہوتا ہی ہے جس طرح پیاسا آدمی پانی کی طرف۔ یا بھوکا آدمی کھانسی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ بلکہ بہت سے لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں کہ کھانے پینے میں صبر کر جاتے ہیں۔ مگر عورت کے متعلق صبر نہیں کر سکتے۔ اور یہ بات بھی اگر حلال و جائز شکل میں ہو تو کچھ مذہبوم نہیں ہے۔ بلکہ قابل تعریف ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبلؑ کی کتاب الزہد کے اندر حضرت انسؓ سے ایک حدیث مروی ہے۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

حب الی من دنیا کم الطیب والنساء
اصبر علی الطعام۔ والشراب۔ ولا
اصبر عنہن۔

تمہاری دنیا میں سے دو چیزیں مجھے محبوب ہیں
خوشبودار عورتیں۔ میں کھانے پینے سے صبر کر
سکتا ہوں۔ لیکن عورتوں سے صبر نہیں کر سکتا۔

۲۔ حضرت یوسفؑ کو جوان آدمی تھے۔ اور ظاہر ہے کہ نوجوان کی شہوت کی حدت اور
مگر می بہت زیادہ اور تیز تر ہوا کرتی ہے۔

۳۔ حضرت یوسفؑ مجروح تھے نہ کوئی بی بی تھی۔ نہ کوئی باندی جس سے اپنی شہوت پوری کر سکتے اور خواہش و شہوت کی آگ بجھا سکتے۔

۴۔ آپ غریب الوطن اور مسافر تھے اور ظاہر ہے۔ غربت و مسافرت میں اس قسم کا کام کرنے میں وہ وقتیں پیش نہیں آتیں جو وطن میں پیش آتی ہیں۔ جو وقتیں اہل و عیال۔ جانتے پہچانتے والوں میں پیش آتی ہیں۔ وہ اجنبیوں میں پیش نہیں آتیں۔

۵۔ یہ عورت صاحب منصب و جمال تھی۔ منصب و جمال کے ساتھ ہی ساتھ اس کا شوہر اس کا مطیع و فرمانبردار تھا۔ اور ہر وقت اسکی رضا جوئی میں رہتا تھا۔

۶۔ یہ کہ عورت اس فعل سے انکار نہیں کر رہی تھی۔ بلکہ وہ خود حضرت یوسفؑ کو اس کام کے لئے مجبور کر رہی تھی۔ بعض آدمیوں کی طبیعت ہو ا کرتی ہے کہ جب عورت انکار کرتی ہے تو انکی رغبت اس سے کم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں وہ اپنی ذلت اور توہین سمجھتے ہیں۔ اور اس کے آگے جھکنے میں اپنی بے عزتی اور بے توقیری خیال کرتے ہیں اور بہت سے آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ انکار سے انکی آتش محبت اور تیز ہو جاتی ہے۔ بیسنا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

وذا دنی کل قافی الحب اذ منعت
 اب شیخ الی الانسان ما منعا
 اگر وہ منع کرتی ہے تو محبت کی تکلیف اور بڑھ جاتی ہے۔
 کیونکہ جس چیز سے انسان کو منع کیا جاتا ہے وہ زیادہ بڑھ جاتی ہے۔
 غرض لوگوں کی طبیعتیں اس بارے میں مختلف ہیں۔ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ عورت اپنی رغبت و محبت ظاہر کرتی ہے تو انکی محبت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اور انکار کرتی ہے تو محبت مضمحل ہو جاتی ہے۔

ایک قاضی کا قصہ مجھے معلوم ہے اس کی بی بی یا باندی جب کبھی اس سے انکار یا بے توقیری ہوتی تو انکی محبت و خواہش مضمحل ہو جاتی۔ اور ایسی مضمحل ہو جاتی کہ وہ پھر کبھی اس کے پاس نہیں جاتے تھے۔

بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ منع و انکار سے انکی آتش محبت اور تیز ہو جاتی ہے اور جس قدر منع و انکار زیادہ ہوتا ہے آتش محبت اور تیز تر ہو جاتی ہے۔ اور اسے اپنی کامیابی و ظفر مندی کی کوششوں میں اور زیادہ لذت آتی ہے۔ جیسا کہ کسی چیز کو محنت و مشقت اور مشکلات کے بعد حاصل کر نیکیے بعد اس میں لذت آتی ہے یا کوئی چیز بڑی منت سماجت۔ خوشامد و لجاجت سے حاصل ہوتی ہے اس میں لذت آتی ہے۔

۶۔ یہ کہ حضرت یوسفؑ کو خود اس عورت نے مجبور کر نیکی کو پیش کی تھی۔ خود اسی نے اس کا کئے لئے آپ کو مجبور کرنا چاہا تھا۔ اس لئے بیان طلب و سوال، منت و سماجت، خوشامد و لجاجت کو فریبت ہی نہ تھی۔ رغبت و طلب کی ذلت اسی کے سر تھی۔ آپ کے سر نہ تھی۔ وہی عاجز و ذلیل تھی اور آپ ایک مطلوب محبوب۔ اور عزیز مرغوب تھے۔

۷۔ یہ کہ حضرت یوسفؑ اس عورت کے گھر میں رہتے سہتے تھے۔ اس کے حکم تھے اسکے قمار میں تھے اور اس طرح کہ اس کی اطاعت سے روگردانی کجائے تو وہ آپ کو ہر طرح کی تکلیف پہنچا سکتی تھی اور اس لحاظ سے یہاں رغبت کا داعیہ بھی موجود ہے۔ اور خوف ہر اس کا بھی۔

۸۔ یہ کہ یہاں اس بات کا بھی کوئی خوف اور ڈر نہ تھا کہ خود یہ عورت۔ یا دوسرا کوئی آدمی اس راز کو افشا کر دے گا۔ کیونکہ وہ خود ہی اس کام کو چاہتی تھی۔ اور اس کی خواہش میں تھی اور اس کام کے ارادہ سے اس نے اپنے دواڑے بند کر دیئے تھے اور تمام قصبوں اور قبیلوں کو وہاں سے الگ کر دیا تھا۔

۹۔ یہ کہ حضرت یوسفؑ اس عورت کے غلام اور مملوک تھے۔ ہمہ وقت گھر میں رہتے۔ ہر وقت اندھا جانے آتے تھے۔ ہر وقت اس کے حضور میں رہا کرتے تھے۔ ان پر اس قسم کا شبہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اور عورت کی جانب سے اس خواہش کے اظہار سے پہلے ہی آتے جاتے تھے اور ہر طرح امین سمجھے جاتے تھے۔ اور ظاہر ہے یہ بات اس کام کے لئے ایک قوی ترین داعیہ ہے، جیسا کہ شہزادہ عرب کی ایک شریف خاتون نے کہا ہے۔ کسی نے اس سے پوچھا۔ کس بنا پر تو نے زنا کار تکا۔ کیا؟ اس نے جواب دیا۔ خدا و خرابی قریب تھی۔ اور کالی رایتیں تھیں۔ یعنی یہ آدمی میرے قریب ہی سویا کرتا تھا اور اندھیری رایتیں ہماری پردہ پوشی کرتی تھیں۔

۱۰۔ یہ کہ عزیز مصر کی بی بی نے حضرت یوسفؑ علیہ السلام کو اس کام پر مجبور کرنے کے لئے عیار۔ جیلہ جو۔ اور عیاری۔ بکاری۔ بکادی کی فنکار عورتوں کو اس کام میں مدد دینے کے لئے جمع کیا تھا۔ کہ وہ اس کام میں۔ اس کی اسد لو کریں۔ اور اپنے اپنے چہر تروں کو بروئے کار لائیں اس نے حضرت یوسفؑ کو ان سے سامنے پیش کیا۔ اور اپنی ناکامی اور نامسرا دی ان کے سامنے شکایت کی۔ اور ان سے اسد کی خواہاں ہوئی۔ اور حضرت یوسفؑ نے نام وقت ان کے مقابلہ میں کامیابی کے لئے خدا کی بارگاہ سے اسد چاہی۔ اور عرض گزار ہوئے۔

والا تصرف عنی کیدھت اقصیٰ الیقین
 واکن من الجاہلین۔
 اور اگر ان کے پھندوں کو توڑنے مجھ سے دفع
 نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا
 (سورۃ یوسف)

۱۲۔ یہ کہ حضرت یوسفؑ کو جیلخانہ بھیجے اور ذلیل و رسوا کر نیکی اس عورت نے دھکی
 دی۔ کہ اگر تم میرا مقصد پورا نہیں کرو گے تو میں تمہیں جیل بھیج دوں گی۔ اور ذلیل و رسوا کر دوں گی
 ظاہر ہے یہ ایک زبردستی ہے بدکاری پر جبر و اکراہ کیا جا رہا ہے کیونکہ یہ اس عورت کی دھکی
 ہے جو ایسا کر سکتی ہے غور کرو یہاں داعیہ شہوت بھی موجود ہے اور جیل سے۔ اور جیل کی ذلت
 و تکلیف سے سلامتی تلاش کرنے کا داعیہ بھی موجود ہے۔

۱۳۔ یہ کہ اس عورت کے شوہر نے حضرت یوسفؑ کے متعلق کبھی غیرت و نخوت۔ اور شبہ کا
 اظہار نہیں کیا تھا۔ جس سے یہ خیال کیا جائے کہ دونوں میں تفریق و جدائی پیدا کی جائے گی اور ایک
 دوسرے کو علیحدہ کر دیا جائے گا۔ بلکہ بی بی کا معاملہ طشت از بام ہو جاتا ہے۔ ہسوت بھی وہ اپنی بی بی
 اور حضرت یوسفؑ کو خطاب کر کے کہتا ہے۔ حضرت یوسفؑ سے کہتا ہے۔
 اعوض عن هذا (سورۃ یوسف)
 اور بی بی سے کہتا ہے۔
 یوسف اس کو جانے دو

استغفری لذنبک انک کنت من
 الخاطئین۔ (سورۃ یوسف)
 تو اپنے قصور کی معافی مانگ لیونکہ سزا سزا تری
 ہی خطا ہے۔

یہ ظاہر ہے۔ کہ شوہر کی غیرت اس کام میں ایک زبردست رکاوٹ ہوا کرتی ہے
 اور یہاں یہ رکاوٹ بھی مفقود ہے۔

غرض ہمہ قسم کے روابط و اسباب کے ہوتے ہوئے بھی حضرت یوسفؑ خدا کی رضامندی
 رضا جوئی۔ اور اس کے خوف کو مقدم رکھتے ہیں اور محبت خداوندی انکا دامن پکڑتی ہے اور خدا سے
 ہاند کھتی ہے۔ اور زنا کے مقابلہ میں وہ جیل اور جیل کی امیری کو پسند کر لیتے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم
 آپ کے فریضہ قول کو یوں نقل کرتا ہے۔

رب السجن احب الی من اذ عونت
 الید (سورۃ یوسف)
 اے میرے رب جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بلاتی
 ہیں۔ قیدیں اپنا مجھ اس سے رہنا زیادہ پسند ہے۔

حضرت یوسفؑ خوب سمجھ رہے تھے کہ
 اور مصیبت جیل کے بغیر طینے والی نہیں ہے اور

واقعہ یہ ہے کہ پروردگار عالم آپکی دستگیری نہ فرمانا۔ تو سمر کی عورتوں نے جو کند اور پھندے آپ کے لئے بچھائے تھے ان سے بچ نکلنا بہت دشوار تھا۔ آپ طبعی طور پر اس طرف جھک پڑتے اور جاہلوں کی ہرست میں اپنا نام لکھوا دیتے۔ اور یہ حضرت یوسفؑ کا کمال علم و معرفت تھا۔ کہ اپنے اپنے رب اور اپنے نفس اور اپنے مقام کو اچھی طرح سمجھ لیا۔ اور صبر و ثبات کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

حضرت یوسفؑ کے اس قصہ میں بڑی بڑی عبرتیں۔ اور بے شمار فوائد و حکمتیں مضمون ہیں۔ جو ہر اردو فائدہ پر مشتمل ہے۔ خدائے قدوس توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کے فوائد کو ایک مستقل تصنیف کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔

فصل

(عشاق و حسن پرستوں کا دوسرا گروہ لوطی ہے)

عشاق و حسن پرستوں کا دوسرا گروہ جس کا تذکرہ خدائے قرآن حکیم کے اندر کیا ہے۔ وہ لوطیوں کا گروہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وجاء اهل المدينة
ليتبشرون. قال هؤلاء
ضيفي فلا تفضحون. والقوالله
ولا تخزون: قالوا الم ننتهك
عن العالمين؟ قال هؤلاء
بناتى ان كنتم فاعلين.
لعمرك اذ هم لنفى سكرتهم
يعمرون (سورة جبر)

ابو شہر کے لوگ بارادۃ بدخوشیاں مناتے
ہوئے لوط کے پاس پہنچے لوط نے ان سے کہا
یہ میرے بہان ہیں تو مجھے تم نصیحت نہ کرو اور خدا سے
ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔ وہ بولے کیا ہم نے تم کو
دینا جہان کے لوگوں کی ممانعت نہیں کر دی تھی
لوط نے کہا اگر تم کو کرنا ہے۔ تو یہ میری بیٹیاں
ہیں ان سے نکاح کر لو۔ ایسے بیٹیرا تمہارا تھا
جان کی قسم یہ لوط کی قوم سے لوگ اپنی بدستی
پر بڑے جھوم رہے تھے۔

عشق کی یہ دو صورتیں ہیں۔ جو دو قسم کے گروہ کے متعلق خدائے پیش کی ہیں۔ جن کا قصہ
خدائے قرآن حکیم کے اندر بیان کیا ہے۔ اور پھر دو قسم کا عشق۔ اور حسن پرستی اس نے حرام
قرار دی ہے۔ لیکن لوگوں نے اس کی پروا نہیں کی ہے۔ اور اس عشق اور حسن پرستی کی مغزوں اور تفصیلات

کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔

عشق و حسن پرستی ایسا لا علاج مرض ہے کہ بڑے بڑے اطباء اس کے علاج سے قاصر اور عاجز ہو چکے ہیں۔ مریضان عشق کی صحت و شفاء ناممکن ہے۔ قسم خدا کی یہ ایک مہلک مرض اور قاتل زہر ہے جس پر بھی اس نے وار کیا ختم کر کے چھوڑا۔ اور اس کی قید و بند سے نجات دلانا ساری دنیا کیلئے دشوار و ناممکن ہو گیا جس جگہ بھی یہ آگ مشتعل ہوئی۔ اس سے نکلنا اور نکالنا دشوار ہو گیا۔

اس عشق و محبت اور صورت پرستی کی بہت سی قسمیں ہیں۔ یہ عشق انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اگر انسان اپنے معشوق کو معبود بنا لے۔ اور اس سے اسی قسم کی محبت کرنے لگے۔ جیسی خدا سے کی جاتی ہے تو یہ کفر ہے۔ اور اگر یہ محبت ایسی ہو کہ خدا کی محبت سے بھی زیادہ ہو تو یہ بڑی ہی خطرناک اور مہلک محبت ہے۔ یہ ایسا عشق اور ایسی محبت ہوگی جسے خدا کبھی نہیں بخشے گا۔ کیونکہ یہ عظیم ترین شرک ہے اور خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ شرک کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ شرک کے سوا دوسرے گناہ توبہ و استغفار سے معاف کر دے گا۔ لیکن شرک ایسا گناہ ہے جو ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا۔

اس عشق شرکی و عشق کفری کی علامت یہ ہے کہ عاشق اپنے معشوق کی رضا مندی کو خدا کی رضا مندی کے مقابلہ میں ترجیح دے جب معشوق کا حق اور خدا کا حق، معشوق کی طاعت اور خدا کی طاعت باہم ٹکرائیں تو وہ معشوق کے حق اور معشوق کی طاعت کو مقدم سمجھے۔ معشوق کی رضا مندی کو خدا کی رضا مندی کے مقابلہ میں ترجیح دے۔ اور اپنے تمام اوقات معشوق کے لئے وقف کر دے اور اگر خدا کے لئے کچھ وقت نکالے بھی تو وہی جو معشوق کے اوقات سے فاضل ہو۔

اب تم عشاق و حسن پرست لوگوں کے حالات پر غور کرو۔ کیا ٹھیک ٹھیک ان حالات پر منطبق نہیں ہوتے؟ ان لوگوں کے حالات کو تم ایک پلہ میں رکھو اور ان کی توحید کو ایک پلہ میں رکھو اور تلو اور اندازہ کرو کہ کیا اللہ اور اس کے رسول کی رضا جوئی اور عدل الہی کے مطابق ہیں؟

بعض عشاق تو وصل معشوق کو توحید رب العالمین سے بھی زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ جیسا کہ کسی خبیث نے کہا ہے۔

یتوشفن من فیہ شفات ہن اخلی فیہ من توحید
یہ ان کے منہ میں توحید سے بھی زیادہ شیریں ہوتے ہیں۔
ایک اور خبیث کہتا ہے۔ وصل معشوق مجھے پروردگار کی رحمت سے زیادہ مرغوب ہے۔

ایک اور شاعر کہتا ہے -

وصلک اشہی الی نوادی

من رحمة الخالق الجلیل

تیرا وصل میرے دل کو خالق جلیل کی

رحمت سے زیادہ مرغوب ہے -

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قسم کا عشق ایک عظیم ترین شرک ہے چنانچہ بہت سے عشاق صاف لفظوں میں اس کی تصریح کر رہے ہیں کہ ان کے قلوب میں معشوق کے سوا کسی کی جگہ نہیں معشوق ان کے پورے قلب کا مالک ہو جاتا ہے۔ اور یہ لوگ اپنے معشوق کے خالص غلام اور بند بن جاتے ہیں۔ اپنے پروردگار خالق جل جلالہ کی عبودیت و غلامی چھوڑ کر اپنے جیسے مخلوق کی عبودیت و غلامی پر راضی ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ عبودیت اسی کمال محبت اور خضوع انکساری ہی کا تو نام ہے ان لوگوں نے بھی اپنی محبت اور خضوع اور خاکساری کو اپنے معشوق تک منحصر کر دیا ہے اور اپنی عبودیت کو ان کے چرنوں میں ڈال دیا ہے اور ظاہر ہے۔ اس عظیم کے مفسدے میں اور زنا کاری کے مفسدے میں آسمان کا فرق ہے۔ زنا کبیرہ گناہ ہے۔ جس طرح دوسرے کبائر ہیں۔ اور یہ شرک ہے۔ چنانچہ بعض کا قول ہے۔ کہ ان صورتوں کی پرستش سے زنا کرنا میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔ اگر میں عشق و حسن کے امتحان و ابتلا کے مقابلہ میں کسی سے زنا کر لوں تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ عشق میرے قلب معشوق کی عبادت کرا لیتا ہے اور قلب کو خدا کی طرف سے موڑ کر اپنی طرف جھکا لیتا ہے۔

فصل

(عشق و حسن پرستی کے مفسد اور ان کا علاج)

عشق ایک مرض جہلک ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے انسان اچھی طرح سمجھ لے کہ جس مرض اور بیماری میں یہ مبتلا ہوا ہے۔ وہ سراسر توحید خداوندی کے خلاف اور متضاد ہے۔ اس کے بعد کچھ ایسی ظاہری اور باطنی عبادتیں کرتا رہے۔ جو اس کے قلب سے عشق کے افکار کا تسلسل منقطع کرے۔ بارگاہ خداوندی میں انتہائی عاجزی اور خاکساری کے ساتھ التجا اور تضرع بہت زیادہ کرے کہ وہ اس مرض کو دفع فرمائے۔ اور اس کے قلب کو اپنی طرف موڑ دے۔

اس مرض کی دوا اس سے بہتر اور سود مند کوئی نہیں کہ اخلاص کے ساتھ خدا کی طرف رجوع کیا جائے اور یہی وہ دوا ہے جس کا ذکر خدا نے قرآن حکیم کے اندر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

كذلك لنصرف عند اليسور والفضحاء
ان من عبادنا المخلصين :
اس طرح ہم نے یوسفؑ کو ثابت قدم رکھا
تاکہ بدکاری اور بے حیائی سے ان کو دور
رکھیں۔ بلاشبہ کہ وہ ہمارے نیک بندوں میں سے ہے۔
آیت میں خدایہ خبر دیتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کو ان کے اخلاص کی وجہ سے عشق کی مصیبت اور
بدکاری سے بچایا گیا۔ جب قلب کے اندر خلوص ہوتا ہے اور اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کے لئے
عمل ہوتا ہے تو عشق حرام ایسے دل میں جاگزیں نہیں ہو سکتا۔ عشق حرام اسی قلب میں جگہ بناتا ہے۔
جو خالی ہوتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

اتانی هواها قبل ان اعرف الهري
میں محبت کو جانتا بھی نہ تھا۔ اس سے پہلے محبوبہ
کی محبت میرے پاس آگئی۔
تصادف قلباً خالیا فتمکنا
اس نے قلب کو خالی پایا تو وہ جاگزیں ہو گئی۔

عقل مند اور ذی ہوش کو سمجھنا چاہیے کہ عقل اور شریعت تحصیل مصالح اور اس کی تکمیل اور مفاسد
کی مدافعت کو واجب اور لازم قرار دیتی ہے۔ جب کسی عقلمند کے سامنے کوئی ایسی چیز پیش آئے جس
کے اندر مصلحت بھی ہے اور مفسدہ بھی۔ تو اس وقت اس پر دو باتیں لازم ہو جاتی ہیں ایک علمی،
دوسری عملی، علمی یہ ہے کہ انسان مصلحت و مفسدہ میں سے راجح پہلو پر غور کرے اور پوری کوشش
سے راجح پہلو کو سمجھے اور جو پہلو صالح ہو اسے اختیار کرے۔ کیونکہ اصل پر عمل کرنا انسان کے لئے
واجب اور ضروری ہے۔

یہ معلوم ہے کہ عشق اور صورت پرستی میں نہ کوئی دینی مصلحت موجود ہے۔ نہ دنیوی اور
اگلاس میں کوئی مصلحت موجود بھی ہو تو اس سے کہیں زیادہ اس کے اندر دینی، دنیوی مفاسد موجود
ہوتے ہیں اور یہ کسی طریقوں پر ہے۔

اول یہ کہ پروردگار عالم کی محبت و ذکر کے ساتھ مخلوق کی محبت و ذکر میں اسے مشغولیت
ہو جاتی ہے اور یہ ظاہر ہے۔ کہ یہ دونوں چیزیں ایک قلب میں اور ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں اور اس لئے یہ
ہر دو چیزیں باہم ایک دوسرے پر غالب ہونے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔ اور بالآخر جو غالب آتا ہے۔
اسی کی سلطنت و حکومت قلب پر قائم ہو جاتی ہے اور قلب اسی کا ہر کردہ جاتا ہے۔

دوم یہ کہ معشوق کے عشق و محبت میں اس کا قلب بخت ترین عذاب کا شکار ہو جاتا ہے۔ جس
سے اس کو کسی وقت بھی نجات نہیں ملتی۔ اور جو آدمی خدا کے رسول کسی اور سے محبت کرتا ہے۔ اس کے لئے

یہ عذاب لازم اور ضروری ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

فما فی الارض اشقی من محب
وان وجد الهوی حلوا لمذاق
عجبت کہ نیوالے سے زیادہ اس زمین پر کوئی بد بخت نہیں
تراہ باکیانی کل حین
تم دیکھو گے کہ وہ ہر وقت روتا ہی رہے گا۔
فیسکی ان ناواشرفا لیسلم
اگر معشوق دور ہوتا ہے تو شوق کے مارے روتا ہے۔
فتسحن عینہ عند الفراق
پس اس کی آنکھیں فراق کے وقت گرم آنسو ٹپکتی ہیں۔ اور ملاقات کے وقت بھی روتی ہیں۔
غرض! عشق وہ مصیبت ہے کہ عاشق لذت اندوز ہوتا ہے۔ تب بھی اس کا قلب عذاب
میں مبتلا رہتا ہے۔

سوم۔ یہ کہ معشوق عاشق کا اسیر اور غلام بن جاتا ہے اور ایسا اسیر و غلام کہ وہ اسے ہر
وقت ذلیل و خوار اور سوا کرتا رہتا ہے۔ لیکن عشق کا نشہ اس پر کچھ اس طرح سوار ہوتا ہے کہ اسے اس
ذلت و رسوائی کی مصیبت کا شعور و احساس تک نہیں ہونے پاتا اور اس کے قلب کی حالت
اس چڑیا کی سی ہو جاتی ہے۔ جو کسی بچہ کے ہاتھ میں گرفتار ہوتی ہے۔ بچہ اسے ستاتا رہتا ہے اور
اسے ایک کھیل و تماشہ سمجھتا ہے۔ لیکن چڑیا کی جان جاتی ہے۔ غرض! عاشق کی حالت ایک دست و
پابستہ قیدی کی سی ہے۔ بخلاف اس کے جو اس بیماری سے آزاد ہے۔ وہ اس مصیبت سے بھی آزاد ہے۔
عاشق کی حالت کے متعلق کسی نے کہا ہے۔

طلیق برای العین و هو اسیر
عاشق بظاہر تو آزاد نظر آتا ہے مگر وہ ایک قیدی ہے۔
وہ میت میری فی صورتہ الحی غار یا
وہ ایک مرد ہے جو زندوں کی طرح چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔
اعوجمات صناع فیہن قلبہ
وہ ایسے غاروں میں پڑا ہے جہاں اس کا قلب کھو گیا۔
علیل علی قطب الہلاک یدور
وہ ایک بیمار ہے جو ہلاکت کے محور پر گھوم رہا ہے۔
ولیس لہ حتی النشور نشور
لیکن حشر کے دن تک بھی اس کا زندہ ہونا و شوار ہے۔
فلیس لہ حتی الممات حضور
اب موت تک اسے پھر اس کا قلب ملنے کا نہیں۔
چہارم: یہ کہ عشق انسان کو دینی و نبوی مصالح سے بالکل غافل اور بے خبر کر دیتا ہے۔ اور اسے

عشق کی مشغولیتوں ہی میں مصروف رکھتا ہے۔ اس لئے عشق و صورت پرستی سے بڑھ کر مصالح دین و دنیا کو ضائع کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ دینی مصالح کا دار و مدار جمعیت قلب، جمعیت خاطر اور توجہ الی اللہ پر ہے اور عشق صورت پرستی قلب و نظر کو کلیتہً متفرق و مشتت کر دیتی ہے اور مصالح دنیویہ حقیقتہً مصالح دین پر موقوف ہیں۔ پس جس کے مصالح دینی ضائع ہوں گے۔ اس کے مصالح دنیویہ یقیناً زیادہ سے زیادہ ضائع ہو جائیں گے۔

پانچم : یہ کہ عشق کے لئے دنیا و آخرت کی آفتیں اس قدر زیادہ اور تیز ہوتی ہیں۔ گویا خشک لکڑی میں آگ رکھنے کی دیر ہے۔ بلکہ خشک لکڑی میں آگ اس قدر جلد تیز نہیں ہوتی۔ جتنی زیادہ آگ تیز ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عشق جب قدر قلب سے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ اور عاشق سے جس قدر اس کا اتصال بڑھتا جاتا ہے۔ اسی قدر وہ خدا سے دور ہوتا جاتا ہے۔ اور اس لئے خدا سے جس قدر عشاق کو بعد و دوری ہوتی ہے۔ کسی کو نہیں ہوتی اور جب انسان کا قلب خدا سے دور ہو جاتا ہے تو ہر طرف سے اس پر آفتیں ٹوٹ پڑتی ہیں۔ کیونکہ شیطان کا اس پر غلبہ ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے جس آدمی پر اس کا دشمن غالب آجائے۔ وہ مصائب ڈھانے میں کسی قسم کی کمی نہیں کرے گا۔ اور جس قدر بھی اس کے امکان میں ایذا رسائی اور تکلیف دینی ہوگی۔ وہ اسے ضرر پہنچائے گا۔ اب سوچو! کہ اس قلب کا کیا حال ہوگا۔ جس پر اس کا قوی ترین دشمن پوری طرح غلبہ پالے۔ اور اس پر حاوی ہو جائے اور ایسا دشمن کہ ساری مخلوق سے زیادہ اس کی عیب جوئی اور تخریب میں لگا ہوا ہو۔ اور اسے اپنے حقیقی دوست سے کہ جس کی دوستی اور نزدیکی کے بغیر اسے سعادت نصیب نہیں ہو سکتی۔ نجات و نجات اور فرجیت و مسرت میسر نہیں آ سکتی، بھٹکانے پر تلا ہوا ہے۔

ششم : یہ کہ جب اس کا یہ دشمن اس کے قلب پر قابض ہو جاتا ہے اور اس پر اپنی سلطنت و فرمانروائی قائم کر لیتا ہے تو پھر وہ اس کے ذہن کو کلیتہً تخریب کر دیتا ہے۔ اور اس کے اندر خیالات و وسوس کی گندگیاں بھر دیتا ہے اور لمبائوتات اسے دیوانہ بنا کر رکھ دیتا ہے اور ایسا پاگل کر دیتا ہے کہ وہ اپنی عقل سے کسی قسم کا فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتا۔

عشاق کی یہ حالت ہر جگہ ہوتی ہے اور بعض واقعات مشاہدے سے گذرے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ انسان کے اندر اہم ترین قوت عقل ہے اس عقل کی وجہ سے انسان دیگر حیوانات کے مقابلہ میں ممتاز ہے۔ جب یہ عقل ہی ماری جائے تو وہ ایک جانور سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ بلکہ جانور بھی اس سے اچھا ہے۔ اور یہ جانور سے بھی بدتر ہے۔

عجزوں کی عقل لیلیٰ نے اور اس کے ہمنواؤں کی عقل ان کے معشوقوں نے عشق و محبت ہی کے ذریعہ خراب کی ہے۔ یا کسی اور چیز کے ذریعہ؟ عشاق کا جنون تو عجیب و غریب ہوا کرتا ہے۔ ہر ایک کا جنون دوسرے کے جنون کو مات کر دیتا ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

قالوا اجتت لمن تھوی فقلت لہم

العشق اعظم عما بالمجانین

لوگوں نے کہا کہ تو اپنے محبوب کی محبت میں دیوانہ ہو گیا ہے؛ میں نے ان سے کہا عشق تو دیوانوں کے روگ سے بھی بڑا روگ ہے۔

العشق لا لشفیق الدھر صاحبہ

وانما یصوع الجنون بالحنین

عشق کے مارے کو کبھی افاقہ ہی نہیں ہوتا۔ اور دیوانوں پر تو کبھی کبھی ہی دورہ پڑا کرتا ہے۔

ہفتم۔ یہ کہ عشق انسان کے حواس بگاڑ دیتا ہے۔ اور بالکل فاسد کر کے رکھ دیتا ہے۔

اور یہ فساد معنوی بھی ہوتا ہے اور صوری بھی۔ فساد معنوی، فساد قلب کے تابع ہے۔ جب

انسان کا قلب فاسد اور خراب ہو جاتا ہے تو اس کی آنکھیں کان زبان تمام چیزیں فاسد اور خراب ہو جاتی

ہیں اور پھر وہ اپنے معشوق کی قبیح ترین چیز کو بھی اچھی سمجھنے لگتا ہے۔ جیسا کہ مسند امام احمد میں ایک مرفوع

حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

حبك الشئ یعنی ویصم کسی شے کی محبت تمہیں اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔

محبت قلب کو اندھا کر دیتی ہے جس کی وجہ سے اسے محبوب کی برائیاں دکھائی نہیں دیتیں۔ کان کو

بہرہ کر دیتی ہے جس سے کان دنیا کی ملامت سننے نہیں پاتے۔ اور پھر معشوق کی طرف اس کی رغبت معشوق

کے عیوب کی پردہ پوشی کرتی رہتی ہے۔ کیونکہ انسان جس سے محبت کرتا ہے۔ اس کے عیوب نہیں دیکھا کرتا۔

اور عیوب اس وقت نظر آنے لگتے ہیں جبکہ اس کی محبت کم ہو جاتی ہے۔ شدید ترین رغبت و شوق اور

افراط محبت اس کی آنکھوں پر ایک زبردست پردہ بن کر چھا جاتی ہے اور چیز کو اس کی اصل حالت میں

دیکھنے سے قاصر کر دیتی ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

فلما انجلت قطعت نفسی الوملها

ہو تیلک اذ عینی علیہا غشاوة۔

میں نے تجھ سے محبت اس وقت بھی کی جبکہ

میرا آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا۔

انسان جس چیز میں گھس پڑتا ہے۔ اسے اس چیز کے عیوب نظر نہیں آتے اور جو اس سے باہر ہوتا

ہے۔ اسے بھی اس کے عیوب نہیں دکھائی دیتے۔ اس کے عیوب تو اس وقت معلوم ہوتے ہیں جب اس میں

گھس کر پھر باہر آجائے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو صحابہ کفر و جاہلیتہ دیکھنے کے بعد اسلام لائے۔ ان کا درجہ

ان مسلمانوں سے بڑھا ہوا تھا۔ جو اسلام میں پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں۔
 انما ینقض الاسلام عروۃ عروۃ اذا ولد
 فی الاسلام من لا یرف الجاہلیۃ ؛
 اسلام میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔ جنہوں نے
 جاہلیۃ کو نہیں دیکھا۔

حواس ظاہری کے فاسد و خراب ہونے کی صورت یہ ہے کہ عشق جسم کو بیمار اور لاغر کر دیتا ہے۔
 بلکہ لہذا اوقات عاشق کو گور میں پہنچا دیتا ہے۔ جیسا کہ بہت سے عشق کے ماروں کے
 قصے سنے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ عرفات کے میدان میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک نوجوان کو پیش کیا گیا۔
 جو بالکل حقیر اور لاغر ہو گیا تھا۔ بڑیوں پر چمڑے کے سوا کچھ نہ تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اسے دیکھ
 کر فرمایا۔ یہ ایسا کیوں ہو گیا ہے؟ لوگوں نے کہا۔ عشق و محبت نے اس کو ایسا کر دیا ہے۔ چنانچہ اس
 دن سے حضرت ابن عباسؓ روزانہ عشق سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

ہشتم: یہ کہ عشق افراط محبت کا نام ہے۔ محبت اس قدر غلبہ پا جائے کہ اس کے قلب
 اور دل پر معشوق کی حکومت قائم ہو جائے۔ اور اس کے خیالات، تصورات، ذکر و فکر پر پورا پورا
 قابو پالے اور کسی وقت بھی اس کا دل و دماغ معشوق کے تصور سے خالی نہ ہو۔ جب اس حد تک نوبت پہنچ
 جاتی ہے۔ تو پھر اس کا نفس خواطر نفسانیہ ہی کے اندر الجھ کر رہ جاتا ہے اور اس طرح نفس کی تمام قوتیں
 معطل اور مختل ہو کر رہ جاتی ہیں اور اس کے تعطل و اختلال کی وجہ سے جسم و روح پر وہ آفتیں ٹوٹ
 پڑتی ہیں۔ کہ انسان کا جینا دشوار ہو جاتا ہے اور اس کا علاج ناممکن ہو جاتا ہے اور پھر اس کے تمام افعال
 و کردار تمام مقصد و مطالب، تمام اوصاف و اطوار متغیر اور مختل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور انسان اپنی
 اصلاح و بہبود سے قطعاً قاصر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے۔

الحب اول ما یكون لجاہتر

محبت آغاز میں محض ایک لہر ہوتی ہے۔

یا قی بہا د تسرقہ الاقدار

اور پھر تقدیر سے آگے بڑھ جاتی رہتی ہے۔

حتی اذا خاض الفتنی لبح النہری

یہاں تک کہ جب کوئی جوان محبت کی لہروں میں گھس پڑتا ہے۔ تو پھر وہ حالات تبیش آتے ہیں۔ جو

بڑے بڑوں کی طاقت سے باہر ہوتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ عشق کی ابتداء سہل و آسان ہے۔ عشق کا وسیلہ اور درمیانی حصہ ہم دغم، حزن و

ملال اور قلب کی بیماری ہے۔ اور عشق کا انجام اگر پروردگار عالم کی مہربانی نہ ہو۔ اور اس کی عنایت و ستگیری نہ فرمائے۔ تو پریشانی، تباہی، ہلاکت اور موت ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔
 وعش خالیاً فالحب اولیٰ عناً
 وادسطن سقم و آخوہ قتل
 خالی الذہن زندگی گزارو کیونکہ محبت کی ابتداء پریشانی ہے اور وسط بیماری اور انجام موت۔
 کسی اور شاعر نے کہا ہے۔

تولع بالعشق حتی عشق فلما استقل بہ لم یطق

عشق کے خاتمہ میں اس نے گھسنے کی کوشش کی تا آنکہ عاشق ہو گیا۔ جب عشق نے اس کے مستقل جگہ بنالی تو میں بردا کی طاقت نہ رہی۔

سألی لجتہا طنہا موجتہا فلہا تمکن عرق

اسنے ایک لہر دیکھی۔ گمان کیا کہ ایک موج ہی تو ہے لیکن جب اسنے قابو پا لیا تو غرق ہو کر رہ گیا۔
 اور واقعہ یہ ہے کہ یہ خود اسی کا جرم ہے اور اسی کا گناہ ہے اس نے خود اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔
 اور اس پر ٹھیک ٹھیک عربی کی یہ مثل صادق آتی ہے۔

بیداك ادکتا و فوک نفع (۱) تیرے ہاتھوں نے مشکیزہ کا منہ باندھا اور تیرے ہی منہ نے پھونک ماری۔

فصل

عاشق خود اپنے معشوق پر ظلم کرتا ہے اور بلا وجہ معشوق کو رسوا کرتا ہے۔ عشق کے اسباب۔ پاک عشق کی نشانیں۔
 حضرت عقبہ بن الحباب بن المندر کا قصہ۔

(۱) یہ ایک ضرب المثل ہے۔ کسی جزیرہ میں کوئی آدمی رہتا تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ اپنی مشک کے ذریعہ دریا عبور کر کے کنارہ پر جائے۔ اپنی مشک میں اس نے اپنے منہ سے پھونک کر ہوا بھری۔ اور اپنے ہاتھ سے اس کا منہ باندھا۔ لیکن اس میں جس قدر استہام کی ضرورت تھی نہیں کیا۔ مشک پر سوار ہو کر دریا میں اتر پڑا۔ جب وسط دریا میں پہنچا تو مشک سے ہوا خارج ہونے لگی اور وہ ڈوبنے لگا۔ کسی آدمی سے جو کشتی پر اس کے قریب تھا امداد چاہی۔ اس نے جواب دیا۔ ادکتا و فوک نفع (تیرے ہاتھوں نے مشک باندھی تھی۔ اور تیرے منہ نے اس میں ہوا بھری تھی) یہ ضرب المثل اس آدمی کیلئے بولی جاتی ہے جہاں پہنچے ہی ہاتھوں بلا بول لی جائے۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

عاشق کے تین مقام ہیں۔ ابتدائی مقام۔ درمیانی مقام۔ انتہائی مقام۔ عشق کا ابتدائی مقام ہی قابل غور ہے۔ انسان کے لئے واجب ہے۔ کہ وہ غور کرے اور سوچے کہ از روئے قدر و شرع معشوق تک پہنچ سکتا ہے۔ یا نہیں؟ اگر وہ نہیں پہنچ سکتا تو ہر ممکن طریقہ سے وہ اس کی مدافعت کرے اور کسی طرح بھی اس کی جانب توجہ نہ کرے۔ اگر پوری مدافعت کے بعد بھی وہ اس کی مدافعت نہ کر سکا۔ اور محبوب کی طرف اقدام سفر جاری رکھا۔ اور درمیانی اور انتہائی مقام سامنے آ گیا۔ تو اب اس کا فرض ہے۔ کہ محبت کو چھپائے اور لوگوں پر اپنی محبت ظاہر نہ کرے۔ محبوب کو رسوا اور ذلیل نہ کرے۔ لوگوں میں جگہ ہنسائی نہ ہو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے شرک کے ساتھ ظلم بھی شامل ہو جاتا ہے۔ اور اس بارے میں جو بھی ظلم ہوگا۔ وہ بڑے سے بڑے ظلم ہوگا۔ کیونکہ ایسا اوقات یہ ظلم معشوق اور اس کے کنبے اور متعلقین کے حق میں مال و دولت کی تباہی و بربادی سے بڑھ کر ظلم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس عشق کی وجہ سے خواہ مخواہ معشوق کی ہنگ بے عزتی ہوتی ہے۔ جا بجا چرچا ہوتا ہے۔ طرح طرح کی بے سرو پایا باتیں اس کے متعلق اڑائی جاتی ہیں۔ اور پھر ماننے والے ایسی باتیں بہت کچھ مان لیتے ہیں۔ اور جھٹلانے والے جھٹلا بھی دیتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ ادنیٰ سے ادنیٰ شبہ کی بنا پر اس بات کی تصدیق کرنے والے زیادہ ہوا کرتے ہیں۔ جب کبھی کہا جائے۔ کہ فلاں مرد یا فلاں عورت نے ایسا کام کیا تو ایک ہزار میں نو سو ننانوے آدمی اس کو سچ مان لیں گے۔ اور صرف ایک ہی آدمی اس کی تکذیب کرے گا۔ خصوصاً عاشق کی بات بے گناہ معشوق کے حق میں اور معشوق کی بات کے مقابلہ میں قطعی اور یقینی مانی جاتی ہے۔ اگر معشوق کے متعلق غلط، جھوٹا، بے سرو پایا افتراء اور بہتان باندھا جائے تو لوگ اسے مان لیتے ہیں اور اس پر یقین کر لیتے ہیں۔ اور اس بات کو ایسی یقینی مان لیتے ہیں کہ جھوٹ کا احتمال تک نہیں سمجھا جاتا اگر کہیں عاشق و معشوق اتفاق سے کسی جگہ مجتمع ہو گئے۔ تو معشوق کی شامت ہی آگئی۔ تمام لوگ یہی کہتے ہیں کہ یہ کسی عدسے کی بنا پر یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اور پھر اس بارے میں طرح طرح کی بدگمانیاں اور شبہات و خیالات پیدا ہوتے ہیں اور جھوٹی، غلط بے سرو پایا باتوں کا یقین کر لیا جاتا ہے اور اس طرح یقین کر لیا جاتا ہے جس طرح مسوس چشم دید امور کا یقین کر لیا جاتا ہے اور یہی وہ چیز تھی جس کی بنا پر آنحضرتؐ کی محبوبہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر اہل انک نے تہمت لگائی تھی جس کی صفائی خدا کی جانب سے کی گئی اور یہ الزام اس شبہ کی بنا پر لگایا گیا تھا۔ کہ صفوان بن معطل تنہا اسلامی فوج کے پیچھے آرہے تھے۔ انہوں نے دور سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو دیکھا۔ اور فوراً اپنے اونٹ پر سے نیچے اتر گئے۔ اور آپ کو اس پر بٹھالیا اور خود اونٹ کی نیل پکڑ کر آگے چلنے لگے۔ اس پر مزو و لوگوں نے الزام کھڑا کر دیا اور اگر خدا آپ کی برأت و صفائی

نہ فرماتا۔ پشت پناہی نہ فرماتا۔ اور تہمت لگانے والوں کی تکذیب نہ فرماتا۔ تو معاملہ کچھ اور
ہی بن کر رہ جاتا۔

مقصود یہ ہے کہ حرام و ناجائز کے لئے عاشق کا اظہار عشق معشوق کے حق میں زبردست ظلم ہے۔
اس پر اس کے خاندان اور قرابتداروں پر بلا وجہ ظلم و جور ہے۔ اپنا عشق ظاہر کر کے اسے بدگمانیوں کا
نشانہ بنایا جاتا ہے اور لوگوں کی بدگمانیوں کی تصدیق کی جاتی ہے۔

اور اگر وہ معشوق کو اپنی طرف مائل کرنے کی غرض سے کسی کو واسطہ اور ذریعہ بناتا ہے۔ تو یہ ظلم
بالائے ظلم ہے۔ اس سے بے گناہ معشوق کی خواہ مخواہ تشہیر اور رسوائی ہوتی ہے۔ اور جو درمیانی
واسطہ اور ذریعہ ہے وہ دیوث بنتا ہے۔

جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت ستانی، رشوت دہانی کے درمیانی واسطہ پر لعنت
بیجی ہے تو پھر اس دیوث کے لئے کیا کچھ نہ کہا ہوگا۔ جو عاشق و معشوق کی حرام ملاقات کا ذریعہ اور

واسطہ ہے۔ اس صورت میں معشوق پر خود عاشق تو ظلم کرتا ہے اور ان سے بھی اس پر ظلم کر رہا ہے۔ اپنی ناپاک
غرض پوری کرنے کے لئے معشوق کی جان۔ مال۔ آبرو و عزت پر خود ظلم کرتا ہے۔ دوسروں سے بھی ظلم کرتا
ہے۔ اور بسا اوقات اس کی یہ غرض اس وقت پوری ہوتی ہے۔ جبکہ اس آدمی کو قتل کر دیا جائے۔ جو

اس کی غرض میں خارج اور حائل ہے۔ اور افسوس ہے کہ عشق نے دنیا میں ہزاروں لاکھوں خون کراہیے
کسی نے اپنے شوہر کو قتل کر دیا۔ کسی نے اپنے سید و آقا کو قتل کر دیا۔ اور افسوس ہے کہ یہ خون

بلا قصاص اور بغیر دیت و خونبہا کے اڑ گئے۔ اور کتنی ہی عورتیں اپنے شوہروں کے خلاف، کتنے ہی
غلام اور باندیاں اپنے سید و آقاؤں کے خلاف خبیثت بن کر رہ گئے۔ اور ظاہر ہے کہ آنحضرت نے ان

باتوں سے منع فرمایا ہے اور ایسا کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے اور اس قسم کے لوگوں سے اپنے کو بڑی
دبیراں بتایا ہے۔ اور اس گناہ کو اکبر الکبائر فرمایا ہے۔ اور جبکہ آنحضرت نے اس امر کی ممانعت فرمادی

ہے کہ اپنے بھائی کے پیغام پر دوسرا پیغام نہ کرے۔ اور جب ایک بھائی کسی چیز کا نرخ اور بھاؤ
کھٹھار رہا ہو تو اس پر گھر کا نرخ بھاؤ اور قیمت نہ بڑھائے تو بتاؤ کہ اس آدمی کا کیا حال ہوگا جو کسی عورت

کو اس کے شوہر کے خلاف اور باندی کو سید و آقا کے خلاف درغللائے۔ اور ان میں باہم تفریق کرنے
کی کوشش کرے۔ صورتوں کے عاشق اور حسن پرست لوگ اور ان کے معاون و مددگار جو اس جرم کو

جرم نہیں سمجھتے، دیوث ہیں۔ کیونکہ معشوقہ کے وصل سے عاشق اس کے شوہر کا اور باندی کے آقا کا
شریک بن جاتا ہے اور یہ دیوثی ہے اور دوسرے پر ظلم و زیادتی ہے۔ اور ایسا جرم ہے جو زنا سے کسی حال میں

نہیں۔ اگر ذناب سے بڑھا ہوا نہیں ہے تو اس سے کم بھی نہیں ہے یہ حتیٰ غیر ہے جو ذناب سے تو بڑھ کر ہے پر بھی معاف نہیں ہو سکتا تو اس سے
خدا کا حتیٰ سبقت ہو سکتا ہے۔ بندے کا حتیٰ سبقت نہیں ہو سکتا۔ بندے کا حتیٰ بندے کا مطالبہ قیامت تک باقی رہے گا۔
اگر بیٹے کو اس کے باپ کے خلاف درغلا یا جائے۔ جو دنیا میں تمام سے زیادہ اسے عزیز
ہے۔ اس کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ تو یہ باپ پر انتہائی ظلم ہے۔

اگر اپنی مجبورہ کو اس کے شوہر کے خلاف درغلا یا جائے۔ اور شوہر کے بستر پر جرم کا ارتکاب
کیا جائے۔ یہ انتہائی ظلم ہے اور ایسا ظلم ہے کہ اس کا مال و متاع اور زندگی کا سارا اثاثہ اس سے چھین
لیا جائے۔ تو ایسا ظلم نہ ہوگا۔ یہ ظلم ان تمام سے بڑھ کر ظلم ہے اور یہی وجہ ہے۔ جو شوہر کو اس سے
سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس ظلم کے مساوی یہی ظلم ہو سکتا ہے کہ شوہر کو قتل کر دیا جائے۔ پس عاشق
کے لئے بدکاری و زنا سے بڑھ کر کوئی جرم اور کوئی گناہ نہیں۔

اور اگر یہ حق کسی غازی۔ مجاہد فی سبیل اللہ کا ہے۔ جو جہاد کے لئے گیا ہوا ہے تو یہ مجرم قیامت
کے دن اس مجاہد کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ اور اسے خدا کی جانب سے حکم ہوگا۔

خدا من حسانہ ما شدت جتنا چاہو اس کی نیکیوں میں سے لے لو۔

اس جملہ کے بعد آنحضرت نے ارشاد فرمایا۔

فما ظنکم؟ اب تم کیا خیال کر سکتے ہو؟

یعنی اب تم سمجھ سکتے ہو کہ اس کے پاس اس کی نیکیاں باقی کیا رہ جائیں گی؟

اور اگر یہ منظوم اس کا پڑوسی ہے تو پادری رحم محرم ہے اور اس کی بی بی کے ساتھ اس نے ایسا
فعل کیا ہے تو اس ظلم کے ساتھ دوسرے کسی مظالم شامل ہو جائیں گے۔ اس نے پڑوسی پر ظلم کیا۔ ذی رحم
کی حرمت توڑی۔ اور یہ معلوم ہے کہ پڑوسی کی حرمت توڑنے والا اور قاطع رحم جنت
میں داخل نہیں ہوگا۔

اور اگر یہ عاشق معشوق کے وصل کے لئے شیاطین سے جادو کے ذریعہ یا کسی اور طریقہ
پر ادا و چاہتا ہے۔ تو یہ ایک اور جرم اور ظلم ہے۔ یہ ظلم اسے شرک کی طرف پہنچانے کا اور
یہ ظاہر ہے کہ جادو بجائے خود کفر ہے اور اگر یہ کام خود اس نے نہیں کیا۔ اس کے لئے کسی دوسرے
نے کیا ہے۔ تو یہ بات تو یقینی ہے کہ یہ اس کفر پر راضی ہے اور اس لئے یہ ضرور کہا جائے گا کہ یہ
اس کفر پر راضی ہے۔ کیونکہ اسی کے مقصد کے لئے کیا گیا ہے اور یہ بلا جبر و اکراہ اس پر راضی اور
رضا مند ہے اور ایسا کرنا بھی قریب بہ کفر ہے۔

مقصود یہ ہے کہ اس بارے میں کسی قسم کا بھی تعاون اور امداد کی جائے تو وہ اثم و عدوان ظلم و جور۔ جرم و گناہ میں تعاون اور اس کی امداد ہے۔

عاشق کی غرض و مطلب کے حصول کے لئے ظلم و تعدی ہوتا ہے اور اس سے جو ضرر و نقصان ہوتا ہے یہ بالکل واضح اور ظاہر ہے۔ لیکن جب عاشق اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے اور معشوق اس کا ہوا جاتا ہے تو اس کے بعد معشوق کے مطالبات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اب عاشق کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ معشوق کے مطالبات پورے کرے، اب دونوں عاشق و معشوق ایک دوسرے کے معین و مددگار بن جاتے ہیں۔ دونوں کے دونوں ایک دوسرے کی اعانت کی خاطر ظلم و عدوان پر اتر آتے ہیں۔ معشوق اپنے عاشق کے اہل و عیال اور قرابت داروں پر اور غلام ہے تو سیدو آقا پر اور اس کی بی بی پر ظلم و زیادتی کرنے میں اس کی شریک ہوتی ہے اور ظلم و عدوان میں اس کی اعانت کرتی ہے۔ اور اسی طرح عاشق اپنے معشوق کے اہل و عیال قرابت داروں پر ظلم کرتا ہے اور کراتا ہے۔

غرض! عاشق و معشوق دونوں اپنی اپنی اغراض کی خاطر خدا کے بندوں پر ظلم کرتے اور ظلم کرتے ہیں۔ اور ظلم کرنے میں ایک دوسرے کی اعانت و امداد کرتے ہیں۔ اور سارے مظالم دونوں کے اشتراک سے ہوتے ہیں۔ اور ساری قباحتیں ایک دوسرے کے تعاون سے وقوع میں آتی ہیں۔

اور یہ تو ایک عام عادت ہو گئی ہے کہ عاشق ایسے ایسے کاموں میں اپنے معشوق کی اعانت کرتا ہے۔ جو سراسر ظلم ہیں۔ تاکہ بسا اوقات معشوق کے لئے ایسا منصب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس کا وہ قطعی اہل نہیں ہوتا۔ نیز حرام و ناجائز مال کی تحصیل میں وہ معشوق کی اعانت و امداد کرتا ہے اور اگر اس کا معشوق کسی سے مخالفت اور جھگڑا کرتا ہے تو عاشق اپنے معشوق ہی کی طرف داری اور جانبداری کرتا ہے۔ معشوق خواہ مخواہ ناحق پر ظالم ہو یا مظلوم یہ تمام مظالم عاشق اپنے معشوق کے حصول اور اس کی رضا مندی کے لئے کر گزرتا ہے۔ اس کے حصول اور رضا مندی کے لئے لوگوں پر نظر ڈالتا ہے اور مال کی تحصیل کے لئے طرح طرح کے حیلے اور فریب کرتا ہے۔ معشوق تک پہنچنے اور اسے رضی کرنے کے لئے سرقہ، چوری، غصب، خیانت، ڈاکوئی، نقب زنی اور اس قسم کے بے شمار جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ تاکہ بعض اوقات یہاں تک قربت پہنچتی ہے۔ خون حرام، خون ناحق سے بھی اپنے دامن کو ملوث کر دیتا ہے۔

غرض! یہ اور اس قسم کی بے شمار افتیں عشق و حسن پرستی میں موجود ہیں۔ بعض واقعات یہ عشق کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ چنانچہ بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ بعض لوگ اسلام میں پیدا ہوئے تھے۔ عشق نے ان کو نصرانی اور عیسائی بنا دیا۔ بعض مساجد کے مؤذن تک عشق کی خاطر نصرانی اور عیسائی بن گئے۔ ایک مؤذن کا واقعہ ہے۔ کہ اس نے مسجد کی چھت پر سے کسی عیسائی کی خوبصورت لڑکی کو دیکھ لیا۔ اور اس پر شیفتہ ہو گیا۔ اسی وقت وہ مسجد کی چھت سے اُترا۔ اور اس لڑکی کے پاس پہنچا۔ اور اس سے شادی کی درخواست کی۔ اس نے کہا میں عیسائی ہوں۔ اگر تم عیسائی دین قبول کر لو تو شادی ہو سکتی ہے۔ اس نے اسی وقت عیسائی دین قبول کر لیا۔ اور اس سے شادی کر لی۔ لیکن خدا کی شان کہ وہ ابھی اس سے خلوت بھی کرنے نہیں پایا تھا کہ اس دنیا سے چلتا بنا۔ وہ اس عیسائی کے مکان کی چھت پر چڑھا۔ اور پاؤں پھسل گیا اور اسی وقت گر کر مر گیا۔ خسر الدنیا والآخرۃ۔ یہ قصہ علامہ عبدالحق نے اپنی کتاب العاقبہ میں نقل کیا ہے۔

عیسائیوں کا عام دستور رہا ہے کہ جب کبھی مسلمان ان کے ہاتھوں میں گرفتار ہوئے اور اسیر و قیدی ہو کر ان کے پاس پہنچتے۔ حسین و خوبصورت عورتیں ان کے پاس پہنچاتے اور ان عورتوں سے کہا جاتا کہ ہر ممکن طریقہ سے ان کو اپنی محبت کے جال میں پھانسو۔ جب وہ محبت کے جال میں پھنس جائیں۔ ان سے کہو اگر تم ہمارا دین قبول کر لو۔ تو ہم تمہارے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہیں۔ اس موقع پر وہی خدا کا بندہ ثابت قدم رہ سکتا ہے۔ جو ایمان کی حلاوت سے مرشار ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں حق اور قول پر ثابت اور قائم رکھے اور خدا ظالم کو تو گمراہ ہی کر دیتا ہے اور اس کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے۔ جو وہ چاہتا ہے۔

غرض! عشق کا معاملہ بڑا نازک ہے۔ عاشق و معشوق دونوں ظلم کرتے ہیں۔ ظلم کرنے میں دونوں ایک دوسرے کی امداد کرتے ہیں۔ زنا، بدکاری میں دونوں شریک ہیں۔ اور اپنی اپنی جانوں پر ظلم کرنے میں ایک دوسرے کی معاونت و امداد کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنی جان پر اپنے ساتھ ہی ظلم کرتا ہے اور ان کا یہ حکم دوسروں تک متعدی ہوتا ہے۔ جیسا کہ تم پہلے معلوم کر چکے۔ اور سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ یہ دونوں کے دونوں ہلاکت و بربادی اور تباہی کے لانے میں ایک دوسرے کے شریک ہو جاتے ہیں۔

غرض! عشق میں ہمہ قسم کی خرابیاں اور ہمہ قسم کے مظالم موجود ہیں۔ اور اگر کہیں معشوق ناخدا

توس ہے تو اپنے عاشق کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

اور معشوقان عشوہ گر کا یہ تو ایک عام دستور ہے کہ عشاق کو طرح طرح کے لالچ میں ڈال دیتے ہیں۔ ہر گھڑی مختلف طریقوں سے اپنے کو مزین اور آراستہ کر کے عاشق کو اپنی طرف متوجہ اور مائل کرتے ہیں اور ہر امکانی طریقہ سے اس پر ڈورے ڈالتے اور اسے شیفتہ بناتے ہیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ عاشق سے مال و زرینے کھینچے۔ بسا اوقات اس وقت تک وہ عاشق کو اپنے پر قابو نہیں پانے دیتے۔ جب تک کہ وہ اپنی تمام غرضیں پوری نہ کر لے۔ اور یہ اس لئے کرتے ہیں کہ عاشق اپنی حاجت برآری کر کے کہیں اس سے بے پروا نہ ہو جائے۔ اس طرح معشوق اپنے عاشق پر ظلم کرتا ہے۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عاشق کو قتل کر دیتا ہے۔ تاکہ ہمیشہ کے لئے اس سے نجات پا جائے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ معشوق کسی اور سے ملنے لگتا ہے۔

غرض! دنیا کے عاشق و معشوق بہتوں کو قتل کر چکے۔ بہتوں کو نعمتوں اور عیش آرام سے محروم کر چکے ہیں۔ بہت سے دولت مند گھرانے ان کے ہاتھوں تاراج و برباد ہو گئے۔ بہت سے ارباب مدارج منصبوں سے گرا دیئے گئے۔ بہت سے خاندان اور گھرانے ویران کر دیئے گئے۔ اور ان کے اہل و عیال بیٹے بیٹیاں تباہ حال کر دی گئیں۔

اگر ایک عورت اپنے شوہر کو دیکھتی ہے۔ کہ وہ کسی اور پر عاشق ہو گیا ہے تو وہ بھی اپنے لئے ایک معشوق کھڑا کر لیتی ہے۔ جس سے شوہر پر یہ مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے کہ یا تو اسے طلاق دے کر گھر کو ویران کر لے۔ یا اسے گھر میں رہنے دے۔ اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دے۔ اور خود شب و روز کڑھتا رہے۔ اس صورت میں بعض آدمی پہلی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور بعض دوسری صورت عقلمند، ہوشمند انسانوں کا فرض ہے کہ وہ پوری ہوشیاری اور مستعدی سے عشق کے دروازے اپنے اوپر بند کر لے۔ تاکہ وہ ان مصائب و آلام اور تکالیف و اذیت کا شکار نہ بنے۔ کیونکہ عشق کا مارا بالآخر ہلاک و تباہ ہو جاتا ہے یا پھر ان مفسد کا یا ان میں سے اکثر خرابیوں کا شکار تو ضرور ہوتا ہے۔ اور کم بیش کچھ نہ کچھ مصائب تو اسے بھیلنے ہی پڑتے ہیں۔ اور جو آدمی بھی ایسا کرتا ہے۔ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ عورت پر ظلم کرتا ہے۔ کیونکہ اسے گمراہ کرتا ہے۔ جس سے وہ ہلاک ہوتی ہے۔ اور اس کی ہلاکت و تباہی کا سبب یہی شخص بنتا ہے۔ اگر یہ شخص بار بار اپنے جدید معشوق کی طرف نگاہ نہ کرتا۔ تو پسندیدگی پیدا نہ ہوتی اور اس سے وصل و ملاقات کی طمع اور تمنا نہ کرتا تو اس معشوق کی اس کے قلب میں جگہ نہ ہوتی۔ کیوں کہ عشق کا

ابتدائی سبب یا تو نظر ڈنگاہ ہے۔ یا کان اگر اس کے بعد وصل معشوق کی طمع نہ ہوتی اور کلیتہً ناامید ہو جاتا تو اس کے اندر یہ عشق پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اگر طمع و تمنا بھی پیدا ہو جاتی۔ لیکن پھر وہ عقل و خرد سے کام لے کر اپنی توجہ کو اس طرف سے ہٹالیتا۔ اور دل کو ادھر مشغول نہ ہونے دیتا تو یہ عشق پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اگر وہ اپنی فکر و خیالات کی رو میں بہ گیا اور معشوق کے محاسن ہی کی طرف دیکھتا رہا۔ تو اس وقت بھی اس سے وہ خوف اس گناہ سے اس کو بچالیتا۔ جو بہت بڑا اور زبردست خوف ہے۔ اور جو اس کے نزدیک لذت وصال کے مقابلہ میں بڑا ہی خطرناک ہے۔ یہ خوف خواہ دینی ہو جیسا کہ جہنم کا خوف۔ جبار حقیقی کے غضب کا خوف۔ یہ خوف اس کی طمع و لالچ اور فکر و عشق پر غالب آ گیا ہوتا۔ تب بھی یہ عشق اس کے اندر پیدا نہ ہونے پاتا۔ اور دینی خوف نہیں تو کوئی دنیوی خوف اس کا دامن پکڑ لیتا۔ مثلاً اپنی جان و مال۔ عزت و آبرو کا خطرہ۔ لوگوں میں رسوائی اور ذلت۔ اگر یہ خوف دایہ عشق پر غالب آ جاتا۔ تب بھی وہ اس عشق سے بچ جاتا۔ اسی طرح اگر وہ اس بات سے ڈرتا کہ اگر یہ عشق جاری رہا۔ تو وہ اس محبوب کو کھو دیکار۔ جو اس معشوق کے مقابلہ میں زیادہ محبوب اور زیادہ نافع ہے۔ اور اس کی محبت کو معشوق کی محبت پر ترجیح دیتا۔ تب بھی یہ عشق کی مصیبت اس سے ٹل جاتی۔

اگر یہ تمام صورتیں مفقود ہو جاتی ہیں۔ اور یہ تمام موانعات اسے عشق سے باز رکھنے میں ناکام ثابت ہوتے ہیں۔ تو اب اس کے قلب پر پوری طرح عشق مسلط ہو جاتا ہے اور اس کا قلب پوری طرح اس معشوق کی طرف جھک پڑتا ہے۔ اور اب وہ ہمہ قسم کی مصیبتوں کا شکار بن کر رہ جاتا ہے۔

اگر کہا جائے **ہمیش ہمہ گفتی، ہنرش نیز بگو!**
 تم نے عشق کی ساری مصیبتیں، آفتیں، مضرتیں اور مفاسد تو بیان کر دیئے۔ لیکن کچھ اس کے فوائد اور منافع کا بھی ذکر کر دیتے کہ عشق طبیعت میں رقت، درد، دسوز پیدا کرتا ہے۔ نفس میں لطافت پیدا کرتا ہے۔ نفس کی مرونی اور اس کی مشقت و کلفت دور ہو جاتی ہے۔ عشق انسان کو مکارم اخلاق پر آمادہ کرتا ہے اور شجاعت و بہادری، کرم و سخاوت، مرویت و رقت پیدا کرتا ہے۔ جو ارح و جسم میں فروتنی پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ بحیبی بن معاذ الرزازی سے مروی ہے کسی نے ان سے کہا۔ تمہارا بیٹا فلان عورت پر عاشق ہو گیا ہے۔ اس کے جواب میں انہوں

نے کہا الحمد للہ کہ خدا نے اسے انسان کی طبیعت عطا فرمائی۔

بعض لوگوں نے کہا ہے: "عشق شرفاء اور معزز لوگوں کے دل کی دوا ہے۔"

کسی دوسرے نے کہا ہے: "عشق کی صلاحیت اسی میں ہوتی ہے۔ جو پاک مروت، پاکیزہ اخلاق رکھتا ہو۔ یا پاکیزہ زبان اور کامل احسان رکھتا ہو۔ یا پاکیزہ ادب اور ممتاز عادات رکھتا ہو۔ کسی اور نے کہا ہے: "عشق بزدل نامرد کو مرد اور بہادر بنا دیتا ہے۔ غمی کے ذہن کو روشن کر دیتا ہے۔ بخیل کو سخاوت و کرم سکھاتا ہے۔ بادشاہوں کا غرور توڑ دیتا ہے۔ انسان میں اعلیٰ اخلاق پیدا کرتا ہے۔ عشق ان لوگوں کا انیس ہے۔ جن کا دنیا میں کوئی انیس نہیں۔ ان لوگوں کا جلیس ہے۔ جن کا کوئی جلیس نہیں۔"

کسی دوسرے نے کہا ہے: "عشق دنیا کی گرا نیاریوں کو ہلکا کر دیتا ہے۔ روح میں لطافت پیدا کرتا ہے۔ قلب کو کہ درتوں سے پاک صاف کر دیتا ہے۔ شرفا کو نیک اعمال و کردار پر ابھارتا ہے۔ اور انسان کو مکارم اخلاق کا شوگر بناتا ہے۔"

بعض حکماء کہتے ہیں: "عشق نفس میں تازگی پیدا کرتا ہے۔ اخلاق کو مہذب بناتا ہے۔ عشق کا اظہار طبعی امر ہے۔ اور اس کا اخفاء سراسر تکلیف۔"

کسی اور نے کہا ہے: "جس کا نفس خوش الحانی، خوش گلونی اور اچھی آواز اور خوبصورت چہرہ کو دیکھ کر اچھلنے کو دے نہ لگے۔ وہ فاسد المزاج ہے۔ اسے اپنا علاج کرنا ہے اور اسی معنی میں کسی نے یہ شعر کہا ہے۔"

اذا انت لم تعشق ولم تدرس ما الهوى فمالك في طيب الحياة نصيب -

جب تک تم کسی پر عاشق نہیں ہوتے اور تمہیں یہ خبر ہی نہیں کہ محبت کیا ہے۔

کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

اذا انت لم تعشق ولم تدروا الهوى فكم واعتلف بتنا فانت حبار

جب تک تم کسی پر عاشق نہیں ہوتے۔ اور محبت کو جانا نہیں کہ محبت کیا ہے؟

توا اٹھو اور گھاس کھاؤ کہ تم گدھے ہو۔

کسی اور شاعر نے کہا ہے۔

فكن حجرا من يابس الصخر جلدا

اذا انت لشق ولم تدروا الهوى

اگر تم کسی پر عاشق نہیں ہوئے اور محبت کو نہیں پہچانا۔
تو تم خشک پتھروں میں سے ایک سخت ترین پتھر بن جاؤ۔

بعض لوگوں نے کہا ہے۔ عاشق وہ ہیں جو عقیق اور پاکیزہ نفس ہوں۔ عاشق جب عقیق ہوتے ہیں تو بڑے بن جاتے ہیں۔ عقیق لوگ جب عاشق ہو جاتے ہیں تو ظریف بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ بعض عشاق سے پوچھا گیا کہ اگر تم اپنے محبوب پر ظفر مند ہو جاؤ۔ تو کیا کرو؟ اس نے جواب دیا۔ اگر میں ظفر مند ہو جاؤں تو یہ کروں کہ اس کا منہ دیکھنے سے اپنی آنکھیں سچی کر لوں اور اس کی یاد اس کی باتوں سے اپنے قلب کو خوش کرتا رہوں اور اس کی باتیں جو قابل کشف و اظہار نہ ہوں۔ ان کو مخفی رکھوں۔ اور کوئی بھی ایسی بات مجھ سے سرزد نہ ہو جو اس کے درجہ مرتبہ اور منصب کے خلاف ہو۔ اس کے بعد اس نے یہ شعر پڑھے۔

اخلوبہ فاعف عنہ نکرما
خوف الדיانۃ لست من عشاقہ
اس سے تنہائی میں ملوں تو اس کے اکرام و
دیانتداری کے خوف سے کہ کہیں میں اس کے
احترام کی خاطر اس سے بچتا رہوں۔
عاشقوں میں سے نہیں ہوں۔
کالباء فی یدھا ثور یلتذہ
ظما فیصبر عن لذیذ مذاقہ
اس طرح بچتا رہوں کہ کسی روزیادہ کے ہاتھ
پیاسے کو وہ بہت لذیذ ہے۔ لیکن وہ اس
لذیذ کے چکھنے سے صبر کرتا ہے۔
میں پانی ہے۔

ابو سلمان بن ابراہیم نے کہا ہے۔ عاشق روحیں لطیف عطر ہیں۔ ان کے اجسام رقیق اور ہلکے چھلکے ہیں۔ ان کی موانست پاکیزہ ہے۔ ان کی باتیں مردہ دلوں میں جان ڈال دیتی ہیں اور عقل میں فراوانی پیدا کر دیتی ہیں۔ اگر عشق و محبت نہ ہو تو دنیا کی ساری نعمتیں بے کار اور بیچ ہیں۔

کسی دوسرے نے کہا ہے۔ روح کے لئے عشق ایسا ہے۔ جیسا جسم کے لئے غذا۔ اگر تم کھانا چھوڑ دو گے۔ تو تمہیں نقصان ہوگا۔ اور ضرر پہنچے گا۔ اگر زیادہ کھا لو گے نقصان پہنچے گا۔ یہی حال عشق و روح کا ہے۔ اس معنی میں کسی شاعر نے کہا ہے۔

خلیلی ان الحب فیہ لذائذہ
وفیہ شقاء و اثم و کروب
اسیرے دوستی، محبت میں بڑی لذت ہے۔
اور اس میں دائمی برائی، نفسی اور درد و دکھ بھی ہے۔
علی ذالک ما عیش یطیب تعبیرہ۔
والاعیش الا بالمحبیب یطیب۔

باوجود اس کے اسکے بغیر زندگی ناگوار ہے۔ اور زندگی تو محبوب ہی سے خوشگوار بنتی ہے۔

ولاخیر فی الدنيا بخیر صبا بتی ولا فی نعیم لیس فیہ حبیب

اور بغیر عشق و سوز و گداز کے دنیا میں کوئی خیر نہیں اور وہ نعمت ہی نہیں جس میں محبوب نہ ہو۔

خرا نطی نے ابو عسان سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ ایک روز کسی راہ سے گزرے۔ دیکھا ایک جاریہ یہ شعر پڑھ رہی ہے۔

دھوایتے من قبل قطع تھا تھی

مما یلا مثل القضیب الناعم
اور اس طرح جھک پڑا۔ جیسے نرم ڈالی جھک
میرے بچپن کے تعویذ ابھی کاٹے بھی نہ گئے تھے کہ
ہیں اس پر عاشق ہو گیا۔ پڑتی ہے۔

آپ نے اس جاریہ سے پوچھا۔ کیا تم حرہ ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ بانڈی ہوں۔ آپ نے کہا
تو کسی سے محبت رکھتی ہے؟ وہ شرمائی۔ آپ نے اسے قسم دیکر پوچھا؟ تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

وانا التي لعب الهوى بفرادها۔

تقلت بحب محمد بن القاسم
میں وہ ہوں جس کے دل سے محبت نے کھیل کیا ہے۔
میں محمد بن القاسم کی محبت کی مقولہ ہوں۔

آپ نے اس بانڈی کو اس کے آقا سے خرید لیا۔ اور اسے محمد بن القاسم بن جعفر بن ابی طالب کے پاس بھیج دیا۔ اور فرمایا۔ یہ وہ عورتیں ہیں جو مردوں کو فتنوں میں ڈالا کرتی ہیں۔ قسم خدا کی ان کے ذمہ
بہت سے اشراف موت کے گھاٹے اتر گئے۔ اور اچھے خاصے تندرست ان سے مصائب کا
شکار ہو گئے۔

ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں ایک جاریہ آئی۔ اور ایک انصاری کے متعلق دعویٰ پیش
کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ بتا تیرا قصہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ امیر المؤمنین اس انصاری
کے بیٹے سے مجھے عشق ہے اور میں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔

انصاری کو بلا کر کہا۔ یہ بانڈی تم اپنے بیٹے کو رہہ کر دو۔ یا پھر مجھ سے اس کی قیمت لے لو۔ انصاری نے
کہا۔ امیر المؤمنین آپ ہی گواہ رہیں کہ میں نے یہ لونڈی بیٹے کو دیدی۔

عشق کی خرابیوں سے ہمیں انکار نہیں۔ لیکن یہ خرابیاں معشوق کے ساتھ بدکاری کرنے سے
دالستہ ہیں۔ ہمارا کلام تو عقیقتہ و پاک عشق میں ہے۔ ایک معقول آدمی کا عشق کہ جس کے اندر
ایمان و دین موجود ہو۔ جس میں عفت و مروت موجود ہو۔ خلا سے اچھا معاملہ رکھتا ہو معشوق
سے حرام کاری کرنے سے قطعاً بچتا ہو۔ کیونکہ یہاں ہو سکتا ہے؟ ذرا تم اسلاف کرام اور

آئمہ اعلام کے عشق پر بھی غور کر لو۔ چند واقعات ہم آپ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ عبداللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود مدینہ منورہ کے ان سات فقہاء میں سے ایک ہیں۔ جن کی شہرت و مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ کسی نے بھی ان کی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ ان کو برا کہنے والے کو ظالم کہا گیا ہے۔ ان کے یہ اشعار پڑھ لیجئے۔

ولامک اقوام ولو مظلم ظلم
اور لوگوں نے تجھ پر لامت کی۔ لیکن ان کا ملامت
کرنا تجھ پر ظلم ہے۔

کتبت البصوی حتی اضربک الکتب
تو نے اپنی محبت کو چھپایا۔ تاآنکہ اس کتبان نے
تجھے بہت ضرر پہنچایا۔

فتم علیک الکاشحون و قبلہم
تمہارے دشمنوں نے تمہارا راز افشا کر دیا۔

ما صحبت کالنمری اذا حسرت
تیرا حال نمری کا سا ہو گیا۔ وہ ہند کے پیچھے
حسرت سے مر گیا۔

تجینت اتیان الحبيب تا ثنا
تو نے گناہ سمجھ کر محبوب کے پاس جانے سے
اجتناب کیا۔

فدق هجوها قد كنت تزعم انى
پس اب تو محبوب کی جدائی کا مزہ چکھو، تو سمجھتا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنی بی بی فاطمہ بنت عبدالملک ابن مروان کی ایک باندی پر عاشق تھے۔ آپ کا قصہ تاریخ میں مشہور ہے۔ باندی کی نہایت حسین ذریعہ صورت تھی۔ اس سے آپ کو انتہا سے زیادہ محبت تھی۔ اکثر اپنی بی بی سے کہتے رہے کہ یہ باندی مجھے بہہ کر دو۔ لیکن وہ انکار کرتی رہی۔ جب آپ خلیفہ ہوئے۔ آپ کی بی بی اس جاریہ کو عمدہ لباس سے مزین کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا۔ امیر المؤمنین یہ باندی حاضر ہے۔ میں ہمیشہ اسے بہہ کرنے سے انکار کرتی رہی۔ لیکن اب میرا جی چاہتا ہے کہ آپ اسے قبول کر لیں۔ بی بی کے جملے سنا کر آپ کے چہرے پر تازگی آگئی۔ اور فرمایا

بہت اچھا۔ باندی سامنے آئی تو آپ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ خلوت میں لیجا کر فرمایا کپڑے اتار دو۔ اس نے کپڑے اتار دیئے۔ لیکن پھر فرمایا ابھی ٹھہرو۔ یہ بتاؤ تم پہلے کس کی ملکیت میں تھیں؟ فاطمہ کے پاس تم کس طرح اور کہاں سے پہنچیں؟ اس نے کہا۔ میں پہلے عامل کوفہ کے پاس تھی۔ حجاج بن یوسف نے اس عامل کو تباہ کر دیا۔ اور اس کا سارا مال۔ سامان لوٹ لیا۔ اس لوٹ میں بھی اس کے پاس پہنچی۔ حجاج نے مجھے عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔ عبدالملک نے مجھے فاطمہ کو سہیہ کر دیا۔ آپ نے پوچھا وہ عامل اب کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ تو مر گیا۔ آپ نے کہا اس کی کوئی اولاد ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں لڑکا ہے۔ آپ نے کہا اس کی کیا حالت ہے؟ اس نے کہا نہایت خراب حالت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا۔ تم اپنے کپڑے پہن لو۔ اور ابھی تم وہاں چلی جاؤ۔ جہاں رہا کرتی ہو۔ اس کے بعد آپ نے عراق کے عامل کو لکھا کہ فلاں آدمی فلاں کے بیٹے کو فوراً گلاسد کے ہمراہ میرے پاس بھیجو۔ چنانچہ وہ لڑکا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ حجاج نے جو کچھ تمہارے باپ کا چھینا ہے۔ اس کی فہرست تیار کر کے مجھے دو۔ اس نے فہرست بنا کر آپ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے تمام چیزیں اور مال واپس کرنے کا حکم دیا۔ اور پھر یہ حکم بھی دیا کہ یہ باندی بھی اس کے حوالے کر دو۔ اس لڑکے سے آپ نے کہا یہ باندی بھی لے جاؤ تمہاری ہے۔ لیکن اس کو اپنے کام میں نہ لانا۔ شاید تمہارے باپ نے اس سے خلوت کی ہو۔ اور جس سے باپ نے خلوت کی ہو وہ بیٹے کے لئے جائز نہیں۔ لڑکے نے کہا۔ امیر المؤمنین! یہ باندی آپ رکھ لیں۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ لڑکے نے کہا۔ آپ اسے خرید لیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں ایسا کروں تو ان لوگوں میں میرا شمار نہیں کیا جائے گا۔ جن کے متعلق کہا گیا ہے۔

ونھی النفس عن الساری اور نفس کو بہا اور خواہشات سے روک رکھا۔

جس وقت یہ نوجوان وہاں سے واپس کوٹھا۔ باندی اس کے ہمراہ تھی۔ باندی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے خطاب کر کے کہا، امیر المؤمنین! آپ کو مجھ سے عشق تھا۔ وہ کہاں گیا؟ آپ نے فرمایا۔ وہ اپنی جگہ پر ہے۔ بلکہ پیٹے سے زیادہ ہے۔ اس باندی کا عشق آپ کو مرتے دم تک رہا لیکن خوف خدا ذمہ کا وہ عالم تھا۔ جو تم نے پڑھ لیا۔

ابو بکر بن محمد بن داؤد ظاہری جو مختلف علوم و فنون، فقہ و حدیث، تفسیر و ادب کے ایک زبردست مشہور و معروف عالم تھے۔ ان کا عشق مشہور ہے۔ نکتہ یہ کہتے ہیں۔ ان کے مرض موت کے وقت میں ان کے پاس گیا۔ انکی حالت دیکھ کر میں نے کہا۔ آپ کا یہ حال کیوں ہو گیا؟ انہوں نے کہا۔ جس نے

مجھ سے پڑھا ہے۔ اس کی محبت نے میرا یہ حال کر دیا ہے۔ میں نے کہا۔ تم اپنے معشوق سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ پھر کیوں فائدہ نہیں اٹھاتے؟ فائدہ اٹھانے کی دو صورتیں ہیں نظر مباح اور نظر حرام۔ نظر مباح نے تو میرا یہ حال کر دیا ہے۔ اور نظر حرام سے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کی وجہ سے بچتا ہوں۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے۔

من عشق و کتم دعف و صبر
عفر الله له و دخل الجنة۔

جو شخص کسی پر عاشق ہو گیا۔ اور اس نے اپنے عشق کو چھپایا اور پاکدامن رہا۔ اور صبر کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا۔

اس کے بعد انہوں نے یہ شعر پڑھے۔

انظر الی السحر یجری من لوا حنطہ
فلا سحر کی طرف دیکھو کہ وہ اپنی آخری جھلکیاں لے کر جا رہی ہے۔

وانظر الی شیخ فی طرق الساجی
اور معشوق کے سیاہ بڑے بڑے دیدے دیکھ کر وہ اپنی جگہ ساکن ہیں۔

انظر الی شعرات فوق عارضہ
اور ان بالوں کو دیکھو جو اسکے رخساروں پر ہیں۔

انظر الی شعرات فوق عارضہ
اس کے بعد انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

ما لہم انکر داسواء الخدیسی
اس کے رخساروں پر سیاہی نکلی ہے۔ اس سے لوگ انکار نہیں کر سکتے۔

ولا نیکون ورد الخصدون
اور ٹہنیاں نکل آئی ہیں۔ اس سے بھی انکار نہیں کر سکتے۔

ان یلک عیب خدہ بدو الشخص
اگر رخساروں پر بال اگتا کوئی عیب ہے۔

فعبیب العیون شعرا الجفون
تو پھر بالوں کے بال بھی آنکھوں کے عیب ہیں۔

لفظویہ نے کہا۔ آپ فقہ میں تو قیاس کو ناجائز کہتے ہیں۔ اور اشعار میں قیاس کو جائز رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا غلبہ عشق اور معشوق کی خوردنی ادھن کا یہ اثر ہے کہ اس نے مجھے قیاس پر مجبور کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ اسی دن رات میں انتقال کر گئے۔ اسی معشوق کے عشق کی وجہ سے انہوں نے کتاب الزہرہ لکھی ہے اور انہی کا یہ قول ہے "جو آدمی محبوب کی جانب سے مایوس ہو اور وہ اسی وقت نہ مر گیا۔ تو محبت اسے تازیا نے نکاتی رہے گی۔"

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب محبت کا پہلا وار ہوتا ہے۔ آدمی اس کے لئے پوری طرح مستعد نہیں ہوتا۔ لیکن جب قلب پر اس کا دوبارہ وار ہوتا ہے۔ وہ اس سے روزِ ڈالتا ہے۔

انہی ابو بکر بن محمد بن داؤد ظاہری اور ابو العباس ابن شریح کے درمیان وزیر ابو الحسن علی بن عیسے کے رو برو ایلاء کے ایک مسئلہ میں مناظرہ ہوا۔ اثناء گفتگو میں کوئی بات زیر بحث آگئی تو ابن شریح کہنے لگے۔ آپ کہتے ہیں۔ جن لوگوں کی نگاہ زیادہ گھومتی ہے۔ ان کی حسرتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ کیا یہ آپ فقہ کے ساتھ مذاق نہیں کر رہے ہیں۔؟ انہوں نے جواب دیا۔ میں آج بھی اسی پر قائم ہوں۔ اور کہتا ہوں۔

دامنع نفسی اذ تنال محرما
اور اپنی جان کو حرام تک جانے سے
روک لیا۔

یصب علی الصحر الاصح تھدما
یہ سخت سے سخت پتھر پر اگرے تو وہ بھی پارہ پارہ
ہو جائے۔

فلولا اختلاس دودہ لتکلمنا
اگر یہ اس کی محبت میں مبتلا نہ ہوتا تو اس
سے باتیں کرنے لگتا۔

فلست اری دوا صحیحا مسلما
لیکن میں انکی محبت کو صحیح سالم نہیں دیکھتا۔

قدبت اسمعه لذیذ سناتہ
اور میں نے اس طرح رات گزاری کہ ساری رات
اس کی لذیذ آوازیں سناتا رہا۔

وانزه اللخطات عن وجناتہ
اور میں نے اس کے رخساروں کی طرف نگاہ کرنے

انزہ فی روض المحاسن مقلتی
حسن کی کیا ریوں میں نے اپنی آنکھوں
کے دیدوں کو پاک رکھا۔

واحمل من ثقل الهوی ما لو انہ
اور میں محبت کا ایسا بار گراں اٹھا رہا ہوں
کہ اگر

دینطقی طرفی عن مترجم خاطری
میری نوک زبان میرے دل کی ترجمانی کرتی ہے۔

ما ایت السہوی دعوی من الناس کلہم
میں دیکھتا ہوں تمام لوگ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔
اس پر ابو العباس بن شریح نے کہا۔ تم کس بات پر میرے سامنے اتر رہے ہو؟ میں بھی کچھ
کہہ سکتا ہوں۔ لیجئے سنئیے۔

مطاعہ میں کالشہد فی نجاتہ
اس کے نعموں میں شہد کی سی چاشنی ہے۔

بصباۃ و بحسنہ و حد یشہ
اس کی محبت کی وجہ سے اس کے حسن اور اس کی

باتوں کی وجہ سے ۔

سے اپنے کو پاک رکھا۔

حتى اذا ما الصبح لاح عموده

دلی بنجام د بند برانہ

تا آنکہ صبح کی سفید دھاریاں ظاہر ہو گئیں۔

تو وہ اپنے پروردگار کا حکم نامہ بخشش اور

برایت نامہ لے کر واپس لوٹا۔

یہ سن کر ابو بکر بن محمد بن داؤد ظاہری بولے۔ تم جو کچھ کہہ رہے ہو۔ وزیر صاحب سن رہے ہیں۔

وزیر صاحب آپ ان کے اس قول پر دو گواہ رکھیں۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ پروردگار کے حکم نامہ بخشش اور اس کی برایت کے وہ مالک ہیں۔ ابن شریح نے کہا۔ جو الزام آپ مجھے دے رہے

ہیں۔ وہی الزام آپ کے کلام سے آپ پر ہے۔ آپ کہتے ہیں۔

انزه في سروض المحاسن مقلتي

واضع نفسي ان تنال محوما

وزیر صاحب یہ بات سن کر منہس پڑے اور کہنے لگے۔

آپ دونوں صاحبوں نے آج مجلس نطف و ظرافت

کو خوب گرم رکھا۔ بڑا لطف آیا۔ یہ قصہ ابو بکر خطیب نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

ایک مرتبہ ابو بکر بن محمد بن ابو داؤد کے پاس اشعار میں یہ استفتاء آیا۔

يا بن داود يا فقيه العراق

افتدانی فواتر الاحداق

اے ابن داؤد! اے فقیہ عراق

ان لوگوں کے متعلق آپ سے فتویٰ دیجئے جو

چتوڑوں سے قتل کیا کرتے ہیں۔

هل عليها بما انت صفت جناح

ام حلال بله ادم العشاق ؟

آپ کی رائے میں وہ کچھ گنہگار ہوتے ہیں۔

یا معشوق کے لئے عشاق کا خون حلال ہے ؟

اس کا جواب انہوں نے انہی دو بتیوں کے نیچے یہ لکھا۔

عندى جواب سائل العشاق

فا سمع من قرح الحما مشاق

عشاق کے سائل کا جواب میرے نزدیک یہ ہے۔

زخمہائے ورون سے بشوق سنو۔

لما سلت عن الهوى هيجتني

دارقت دمعالم يكن مهورات

تو نے محبت کے بارے میں سوال کر کے مجھے مہیمان میں ڈال دیا۔

اور وہ انس جو ابھی ہے نہ تھے وہ بھی تو نے بہا دیئے۔

ان كان معشوقا بعدد من عاشقا

كان المعذب انعم المشاق

اگر کسی عاشق کو معشوق تکلیف پہنچاتا ہے۔

تو یہ ستم رسیدہ سے زیادہ لطف اندوز عاشق ہو گا۔

ان اشعار کے بعد مصنف ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ نے اور بہت سے اشعار اور ایک قدیم کہانی

عاشق و معشوق کے مرجانے کی کسی کتاب سے نقل کر دی ہے۔ چونکہ اس کا تعلق تمام تر عربی شاعری اور ادب سے ہے اور اس فصل کے مضمون کے لئے غیر ضروری ہے۔ اس لئے ترجمہ میں اسے چھوڑ دیا گیا۔

اگر عشق کے بارے میں اور کچھ نہیں تو صرف ایک حدیث جو مختلف اسنادوں سے مروی ہے۔ پیش کر دی جائے تو عشق کی اجازت اور رخصت کیلئے کافی ہے۔ تم نے عشق کے بارے میں حسب قدر سخی بیان کی ہے۔ وہ سخی تو ہے۔ مگر سوید بن سعید کی حدیث ہے کہ:-

سوید بن سعید عن علی بن مسہر - عن ابی یحیی القات
 القات عن مجاہد عن ابن عباس
 سوید - عن علی بن مسہر - عن ابی یحیی القات
 عن مجاہد - عن ابن عباس مرفوعاً
 جو کسی پر عاشق ہو گیا اور پاکدامن رہا اور اپنے عشق کو
 چھپایا۔ جس سے وہ مر گیا تو وہ شہید ہے۔
 فمات فله شہید۔

یہ روایت سوید بن سعید نے ابن مسہر عن ہشام بن عروہ عن اسیبہ عن عائشہ بھی روایت کی ہے اور اسے مرفوع کہا ہے۔ یہی روایت خطیب نے بروایت المازہری عن المعانی بن ذکریا عن عطیہ عن ابن الفضل عن احمد بن مسروق عن بیان کی ہے۔

اور بروایت زبیر بن کبار عن عبدالعزیز الماجشون عن عبدالعزیز بن ابی حاتم عن ابن ابی نجیح عن مجاہد عن ابن عباس بھی مروی ہے۔

مذکورہ بالا اسانید سے حدیث مذکورہ بالا مروی ہے جو عشق کی رخصت کے لئے کافی وافی ہے۔ خود آنحضرت صلعم جو سید الاولین و الآخرین اور رب العالمین کے رسول و پیغمبر ہیں۔ جب آپ کی نگاہ حضرت زینب بنت جحش پر پڑی۔ فرمایا۔

سبحان مقلب القلوب

پاک ہے دلوں کو لوٹ پھیر کرنے والی ذات۔

اس وقت حضرت زینب بنت جحش نے حضرت زبیر بن عارضہ کے نکاح میں تھیں۔ جو آپ کے غلام تھے جب

حضرت زبیر نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے فرمایا۔

اموالہ و اموالہ و اموالہ و اموالہ

خدا سے ڈرو اور اپنی بی بی کو روکے رکھو۔

لیکن جب حضرت زبیر نے طلاق دیدی تو خود خدائے قدوس نے عرش پر حضرت زینب کا نکاح

آنحضرت صلعم سے بڑھا دیا۔ ولایت نکاح کے تمام امور خود خدائے قدوس نے انجام دیئے۔ اور

اپنے پیغمبر صلعم پر اس نے یہ آیت اتاری۔

اے پیغمبر! اس بات کو یاد کرو جب تم اس شخص کو سمجھاتے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور تم بھی اس پر احسان کرتے رہے کہ اپنی بی بی کو اپنی زوجیت میں رہنے دو، اور اللہ سے ڈرو۔ اور تم اپنے دل میں چھپتے تھے جس کو آخر کار اللہ ظاہر کرنے والا تھا۔ اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے۔ اور خدا اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

وَأَذَقُوا لَذَىٰ الْإِيمَانِ الَّذِي اللَّهُ عَلَّمَهُ نِعْمَةً عَلَيْهِ وَأَسْكَتَ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقَىٰ اللَّهَ وَتَخَفَىٰ فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْتَشَىٰ النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ
(سورہ الاحزاب)

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے پیغمبر تھے۔ ان کی تانوسے بیبیاں تھیں۔ ایک اور عورت سے ان کو عشق ہو گیا تو انہوں نے اس سے بھی نکاح کر لیا، اور اس عورت سے لپڑی کر لیں۔ اما زہری کہتے ہیں۔ اسلام میں سب سے پہلی محبت آنحضرت صلعم کی محبت ہے جو آنحضرت صلعم کو حضرت عائشہ صدیقہ سے تھی۔

امام مسروق، حضرت عائشہ صدیقہ کو جب بیتا رسول اللہ رب العالمین کہا کرتے تھے۔ ابوالقیس مولیٰ عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں۔ مجھے عبداللہ بن عمرو نے حضرت ام سلمہ کے پاس یہ بات دریافت کرنے کے لئے بھیجا تھا کہ آنحضرت صلعم روزے کی حالت میں اپنی بیبیوں کا بوسہ لیا کرتے تھے یا نہیں؟ حضرت ام سلمہ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا حضرت عائشہ صدیقہؓ تو فرماتی ہیں۔ آنحضرت صلعم روزے کی حالت میں میرا بوسہ لیا کرتے تھے۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا: آنحضرت صلعم جب حضرت عائشہ صدیقہؓ کو دیکھ لیتے تو قابو سے باہر ہو جاتے تھے۔

سعید بن ابراہیم عن عامر بن سعید عن الجلیہ مردی ہے۔ حضرت جبریلؑ روزانہ براق پر سوار ہو کر حضرت ابراہیمؑ کی ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے۔ حضرت جبریلؑ کو آپ سے اتنا درجہ محبت تھی اور آپ کی ملاقات کے بغیر نہیں چین نہیں آتا تھا۔

نواظلی کہتے ہیں عبداللہ بن عمرو نے ایک رومی جاریہ خریدی تھی۔ اس سے آپ کو اتنا درجہ محبت تھی۔ ایک دن وہ خچر پر سے گر پڑی تو آپ دوڑے۔ اور اس کے چہرے پر سے مٹی جھانٹنے لگے۔ اور فرمانے لگے: میں تم پر فدا ہو جاؤں۔ اس کے بعد آپ اس کا منہ چومنے لگے۔ یہ رومی جاریہ اکثر آپ کی شان میں کہا کرتی تھی۔

اے میرے مولیٰ آپ بڑے اچھے آدمی ہیں۔

یا بطرون، انت قالون

اس کے کچھ دنوں بعد وہ بھاگ نکلی جس سے آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور فرمانے لگے۔

قدکت احسنی قالون فانصرفت
فالیوم اعلما فی غیر قالون

اپنے کو واقعی میں اچھا آدمی سمجھتا تھا
لیکن وہ بھاگ گئی تو آج میں یہ سمجھا کہ میں

اچھا آدمی نہیں ہوں۔

ابو محمد بن حزم کہتے ہیں۔ خلفاء راشدین اور ائمہ مہتدین میں سے اکثر عشق میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایک شخص حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا۔ امیر المؤمنین! میں نے اتفاق سے ایک عورت کو دیکھ لیا اور میں اس پر عاشق ہو گیا ہوں۔ آپ نے جواب دیا۔ ذالک مالا یملک (یہ وہ چیز ہے جو بندے کے اختیار سے باہر ہے)

فالجواب وباللہ التوفیق! اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس باتے میں کلام کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ جائز نافع اور مضر ناجائز محبت میں فرق و امتیاز کر لیا جائے۔ صرف عشق و محبت بحیثیت عشق و محبت کے نہ موجب مدح و قبول ہے۔ نہ قابل مذمت و انکار۔ یہاں ہم محبت نافع و جائز اور حرام و ناجائز کو واضح کر دینا چاہتے ہیں۔

سمجھ لینا چاہیے کہ علی اور طلاق نافع ترین۔ واجب ترین۔ اعلیٰ و اجل محبت اس ذات کی محبت ہے جس کی محبت کے لئے جو انسان کی فطرت و جبلت میں داخل ہے۔ اسی محبت سے زمین آسمان قائم ہیں۔ اور یہ محبت ساری مخلوق کی فطرت میں داخل ہے۔ اور یہی محبت کلمہ شہادت اشہد ان لا الہ الا اللہ کا اصل راز ہے۔ اللہ یا اللہ وہ ذات ہے جس سے محبت کی جاسکتی ہے۔ جس کا اجلال و تعظیم کی جاسکتی ہے۔ جس کے سامنے ذلت و خاکساری خضوع و خشوع کے ساتھ عبادت کی جاسکتی ہے۔ اور ظاہر ہے۔ عبادت صرف ایک ہی صحیح ہے کہ اس وحدہ لا شریک ہی کی عبادت کی جائے۔ اور عبادت اس کا نام ہے کہ خضوع و ذلت کے اظہار کے ساتھ اس سے محبت کی جائے۔ اس عبودیت میں کسی کو شریک بنانا عظیم ترین ظلم ہے۔ اور ایسا ظلم کہ خدا کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ اگر کسی اور سے محبت کی جاسکتی ہے تو ذات الہی کی محبت کے ضمن میں کی جاسکتی ہے۔

اللہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت کے وجوب پر ساری آسمانی کتابیں۔ اور تمام انبیاء کرام کی دعوت دلالت کرتی ہے اور وہ فطرت دلالت کرتی ہے جس پر خدا نے اپنے بندوں کو پیدا کیا ہے اور وہ عقلمندانہ دلالت کرتی ہیں جو انسان کے اندر خصوصی ترکیب کے ساتھ پیدا کی گئی ہیں

اور وہ نعمتیں دلالت کرتی ہیں۔ جو خدائے اپنے بندوں پر نازل کی ہیں۔ کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے۔ کہ اس پر جو احسان کرے۔ اسے نوازے۔ اس سے محبت کرے۔ اور اسی وجہ سے اس ذات کی محبت نہایت اہم ہے۔ انسان پر جس قدر بھی احسانات ہیں۔ وہ اسی کے احسانات ہیں۔ اگر مخلوق اس پر جو احسانات کرتی ہے وہ بھی اس ذخیرہ لا شریک ہی کے احسانات ہیں۔ جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے

وما یکن من نعمة فمن الله۔ (الانبیاء: ۶۴) اور جو نعمت بھی تم کو پہنچتی ہے اللہ کی جانب سے اور اس کی مصنوعات و کمالات۔ اسکی جلالت و عظمت و جوب محبت پر دلالت کرتی ہے۔

عشق و محبت کے اصل داعی و دہان ہیں۔ جلال اور جمال۔ اور یہ دونوں امر علی الاطلاق بدرجہ اتم صرف ذات الہی کے اندر پائے جاتے ہیں۔ دوسرے کسی کے اندر نہیں پائے جاتے۔ خدا بھیل ہے۔ اور جمال کو محبوب رکھتا ہے۔ بلکہ ہمہ قسم جمال اسی کے لئے ہے اور اسی کی جانب سے ہے اور اس لئے من کل الوجوه اس کی ذات محبت کی مستحق ہے۔ کوئی دوسرا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی
یحبیکم الله۔ (سورہ آل عمران)

اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو تم میری اتباع کرو۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

اور ارشاد ہے

یا ایہا الذین امنوا من برئنا منکم عن دیننا
نوف یا قی اللہ بقوم یحییوننا۔
(سورہ المائدہ)

مسلمانو! تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو خدا ایسے لوگ موجود کرے گا جن کو وہ دوست رکھتا ہوگا۔ اور وہ اس کو دوست رکھتے ہوں گے

دلالت۔ موالات کی اصل محبت ہے۔ اور محبت کے بغیر موالات پائی نہیں جاسکتی جس طرح کہ عداوت کی اصل بغض و نفرت ہے۔ بغض و نفرت کے بغیر عداوت نہیں پائی جاسکتی۔ اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ولی ہے۔ اور ایمان والے خدا کے اولیاء ایمان والے خدا سے موالات رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ خدا سے محبت رکھتے ہیں۔ اور خدا ان سے موالات کرتا ہے۔ اس لئے ان سے محبت کرتا ہے۔ پس خدا اپنے بندوں سے اسی قدر محبت کرتا ہے جس قدر وہ خدا سے موالات کرتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو خدا کو چھوڑ کر دوسرے سے موالات کرنے والوں سے خدا خفا اور ناراض ہوتا ہے۔ بخلاف خدا کے دوستوں کی محبت کے کہ یہ دوسری

چیز ہے کیونکہ خدا کے دوستوں سے موالات و محبت کرنے والے خدا کو چھوڑ کر دوسرے کی محبت نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں سے محبت و موالات کرنا خدا ہی سے محبت و موالات کرنا ہے۔ خدا ان لوگوں سے خفا اور ناراض ہوتا ہے۔ جو دوسروں کو خدا کی محبت میں خدا کا ہمسر بنا لیں۔ اور خدا خبر دیتا ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کو خدا کا شریک بناتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں۔ جیسی خدا سے محبت کی جاتی ہے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں۔ اللہ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔

اور یہ بھی خدا نے خبر دی ہے کہ جو لوگ اپنے بنائے ہوئے شریکوں اور مشیوں کو خدا کی محبت کے برابر بنا دیتے ہیں۔ وہ بھی جہنم میں جائیں گے۔ یہ لوگ اپنے معبودان باطل سے کہیں گے۔

تَاٰلٰہٗٓ اِنْ کٰنٰ فِیْ ضَلٰلٍ مّبِیْنٍ
اِذْ لَسُوْا یٰۤکٰذِبٰٓ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (سورہ الشعراء)
تھم خدا کی ہم تو صریح گمراہی میں تھے کہ ہم تم کو پروردگار کے برابر سمجھتے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ خدا نے اپنے رسول اور پیغمبر اسی لئے بھیجے ہیں کہ توحید فی المحبت کی لوگوں کو تعلیم دیں۔ اور اپنی ساری کتابیں بھی اسی غرض سے نازل فرمائی ہیں ابتدا سے لے کر آخر تک جس قدر بھی رسول اور پیغمبر آئے۔ اسی توحید فی المحبت کی دعوت کی غرض سے آئے اور اسی توحید فی المحبت ہی کے لئے آسمان، زمین، جنت، دوزخ پیدا کئے ہیں۔ جنت خدا نے اپنی توحید والوں کے لئے بنائی ہے۔ اور اس محبت میں کسی دوسرے کو خدا کا شریک قرار دینے والے کو مشرک کہا۔ اور مشرکوں کے لئے جہنم بنائی۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے قسم کھا کر سزا دیا۔

لَا یُوْہِنُ عِبٰدَتِیْ یٰۤکُوْنُ الرَّسُوْلُ اٰحِبَّ
اٰلِہٖٓ مِنْ وٰلِدٰہٗٓ وَوَالِدٰہٗٓ وَاٰلِیِّہٖٓ اٰجْمَعِیْنَ
اس وقت تک بندہ مومن نہیں جب تک کہ رسول سے اپنی اولاد اپنے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ رکھے۔

جب رسول اللہ کی محبت سے متعلق یہ حکم ہے تو پھر پروردگار جل جلالہ کی محبت کے متعلق

کیا حکم ہو گا؟ آنحضرتؐ نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے فرمایا۔

لاحتی اکون احب الیک

من نفسک

جب آنحضرتؐ کی محبت اور لولعہ محبت کا یہ حکم ہے تو پھر رب العالمین جل جلالہ و تقدست اسمائہ و صفائہ و تبارک اسمہ و تعالیٰ و لا الہ غیرہ کی محبت و عبادت کا کیا حکم ہو گا؟ سب سے زیادہ اس کی محبت کیوں اقدم نہ ہوگی؟

بندوں کے پاس خدا کی جانب سے جو کچھ پہنچ رہا ہے۔ وہ اس امر کی دعوت دے رہا ہے کہ خدا ہی سے محبت کی جائے۔ اور جس سے خدا محبت کرتا ہے۔ اسی سے محبت کی جائے۔ اور جس سے خدا کراہت و نفرت کرتا ہے۔ اسی سے کراہت و نفرت کی جائے۔

خدا کی عطیات اور رکاوٹیں۔ معانات اور ابتلائیں۔ قبض و بسط عدلی و فضل امارنا جلانا لطف و کرم، رحمت و احسان، ستر پوشی و عفو حلم و صبر، اجابت دعا و دفع کرب و تکالیف مصیبت زدوں کی اعانت و امداد۔ اس کی یہ ساری مہربانیاں اور بلا غرض مہربانیاں ہیں۔ حالانکہ بندوں سے من الوجوہ مستغنی اور بے پروا ہے۔ یہ تمام باتیں انسان کو اس امر کی دعوت دے رہی ہیں کہ عبادت و محبت صرف خدا ہی کی اور خدا ہی سے کی جائے۔ بلکہ اس نے اپنے بندوں کو مصیبت و نافرمانی کی جو قوت دے دی ہے اسی سے مصیبت کے اباب مہیا کر دیتا ہے۔ پھر بھی ان کی ستر پوشی کرتا ہے۔ اور بندے اپنی خواہشات پوری کر لیتے ہیں۔ اس وقت تک ان کی محافظت و نگہبانی کرتا ہے۔ بندے مصیبت و نافرمانی کرتے ہیں۔ اپنی خواہش پوری کرتے ہیں۔ پھر بھی وہ ان کی اعانت و امداد کرتا ہے۔ اور انہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ یہ تمام امور متقاضی ہیں کہ بندے صرف خدا ہی سے محبت کریں۔ اگر ایسا سلوک، بلکہ اس سے بھی کمتر درجہ کا سلوک بھی انسان کے ساتھ کوئی دوسرا کرے تو اپنے دل میں کوئی شخص محبت ایسے آدمی کے ساتھ باقی نہیں رکھ سکتا۔ پس بندے کوئی جمعیت خاطر کے ساتھ ہمہ تن اس ذات سے محبت کیوں نہ کریں۔ جو ہمہ قسم کی نافرمانیوں اور گناہوں کے بعد بھی اپنے بندوں کے ساتھ احسان کرتی ہے؟ اور بندوں کی ہر ہر سانس اس کے احسانات سے گراں بار ہے اور خیر و نلاج کی تمام تر برکتیں اسی کی جانب سے اترتی ہیں۔ بندوں کا سراور بد علی دیکھتا ہے۔ پھر بھی اسے نعمتیں دیتا ہے۔ اور نعمتیں دے کر خوش ہوتا ہے اور خدا تو ان سے بالکل مستغنی اور بے پروا ہے۔ بندے گناہ اور نافرمانی کرتے ہیں۔ اور اس سے بعض وعاد کا ثبوت

دیتے ہیں۔ حالانکہ بندے ہر حال میں خدا کے محتاج ہیں۔ پھر بھی بندوں کے گناہ اور معصیت خدا کی خیر خدا کے احسانات و انعامات کو نہیں روکتے۔ بندوں کی شومی اعمال اور نحوست عصیان رب العالمین کے احسانات کو بند نہیں کرتی۔ پس وہ قلوب جو اس شان کے خدا سے محبت نہ کریں بلکہ دوسروں سے محبت کریں۔ وہ کس قدر منحوس و مشوم ہوں گے ؟

اگر کوئی آدمی تم سے محبت کرتا ہے یا تم اس سے محبت کرتے ہو تو اپنی اپنی اغراض کی بنا پر کرتے ہو لیکن رب العالمین اپنی غرض سے نہیں۔ تمہارے لئے اور تمہاری ہی غرض کے لئے تم سے محبت کرتا ہے جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں ہے۔

عبدی کل یریدك لنفسه وانا
اریدك لنفسك
میرے بندے! ہر شخص تجھے اپنے لئے چاہتا ہے
اور میں تجھے تیرے لئے چاہتا ہوں۔

پس بندوں کو شرم آنی چاہیے کہ اس شان کے پروردگار سے وہ اعراض کرتے ہیں۔ اور دوسروں سے محبت کرتے ہیں۔ اور خدا کے سوا دوسروں کی محبت میں غرق اور محو ہتے ہیں۔

نیز یہ کہ مخلوق میں سے کوئی بھی تم سے اس وقت تک بھلائی اور اچھا معاملہ نہیں کرتا جب تک کہ وہ اپنا فائدہ نہ سوچ لے۔ لیکن رب العالمین کی شان یہ ہے کہ تمہارے ہی فائدہ کے لئے اور تمہاری ہی بھلائی کے لئے۔ تمہارے ساتھ بھلائی اور اچھا معاملہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ تمہیں بڑے بڑے فائدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ تفع پہنچے۔ نیکی کرو تو ایک درہم کے عوض دس اور دس سے لیکر سات سو تک اور اس سے بھی زیادہ تمہیں تفع ملے۔ اور اگر گناہ کرو تو ایک کے بدلہ میں ایک ہی سزا دے۔ اور توبہ کرو تو یہ بھی معاف کر دے۔

نیز حق سبحانہ و تعالیٰ نے تم کو صرف اپنی ذات کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور ساری خدائی دنیا اور آخرت تمہارے لئے پیدا کی ہے۔ اب بناؤ محبت کس سے کی جاتے ؟ اور کس کی ضمانت و رضا جوئی کے لئے جدوجہد کی جاتے ؟

نیز تمہارے مقاصد و مطالب کی بلکہ ساری مخلوق کے مقاصد و مطالب کی کنجیاں اس کے پاس ہیں اور وہ سب سے بڑا جواد سب سے بڑا کریم و رحیم اور سب سے بڑا سخا ہے۔ سوال کرنے سے پہلے بندوں کو نوازتا ہے اور بندوں کی امیدوں سے زیادہ ان کو دیتا ہے۔ بندوں کے قلیل سے قلیل عمل سے وہ خوش ہوتا ہے اور اسے بڑھا دیتا ہے۔ بندوں کی خطاؤں لغزشوں کو معاف کرتا ہے اور محو کر دیتا ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کی ساری مخلوق اس کے سامنے اپنی اختیاجات پیش

کرتی ہے۔ اس کی شان ہی کچھ عجیب و غریب ہے۔ کل یوم ہونی شان۔ وہ سب کی سنتا ہے سب کو دیتا ہے۔ کسی کو بھول نہیں جاتا۔ سائین کی کثرت نہ اسے پریشان کرتی ہے۔ نہ اسے اس سے کوئی مغالطہ ہوتا ہے۔ وہ الحاج وزاری کرنے والوں سے نہ اکتاتا ہے۔ نہ ٹھکتا ہے بلکہ زیادہ الحاج وزاری کرنے والوں کو زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ اور زیادہ چاہتا ہے۔ اور مانگنے والوں سے خوش ہوتا ہے۔ اور جو نہ مانگے اور سوال کرنے سے جان چلنے اس پر خفا اور ناراض ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر وہ شرماتا ہے۔ جہاں بندہ نہیں شرماتا۔ اور پھر بھی اسکی ستر پوشی کرتا ہے اور ایسی ستر پوشی کہ بندہ خود اپنی ستر پوشی بھی اس طرح نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے بندوں کو اپنے عطیات و انعامات، احسانات و مواہب، بخششوں اور رضامندیوں کی طرف پکار پکار کر بلاتا ہے لیکن بندے دور بھاگتے ہیں۔ اور جب بندے دور بھاگتے ہیں تو اس نے اپنے رسول اور پیغمبر ان کے پاس بھیجے کہ وہ ان کو بلائیں اور منائیں۔ اور اپنا عہد اور معاہدہ ان رسولوں اور پیغمبروں کے ساتھ بھیجا کہ ان کے سامنے پیش کریں۔ اور اس کی طرف بلائیں۔ اور پھر صرف یہی نہیں بلکہ وہ خود نیچے اتر کر بندوں کی طرف آتا ہے اور کہتا ہے۔

مجھ سے کون مانگتا ہے؟ میں اسے دوں۔ مجھ سے کون معفرت چاہتا ہے۔ میں اسکی معفرت کروں؟

من یستلنی فاعطی من لیستغفرنی
فاعفد لہ
اور کہتا ہے

میں تجھے وصل کے لئے بلاتا ہوں۔ لیکن تو انکار کرتا ہے۔ تجھے بلانے کے لئے رسول اور پیغمبر بھیجے۔ میں خود اتر کر تیرے پاس آیا۔ نیند میں آ کر میں نے تجھ سے ملاقات کی۔

ادعوك للوصل فتاجی۔ البعث رسلی
فی الطلب۔ انزل الیک بنفسی التالق
فی النوم:

پس انسانی قلوب خدا کی ذات سے محبت کیوں نہ کریں؟ کہ وہ ایسی ذات ہے کہ اس کے سوا بندوں پر کوئی احسان کرنے والا، برائیوں کو رفع کرنے والا۔ بندوں کی دعا قبول کرنے والا گناہوں کا بخشنے والا۔ عیوب کی ستر پوشی کرنے والا، تکالیف و مصائب دور کرنے والا، مصیبتوں کی امداد کرنے والا۔ حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ خدا ہی ذکر و شکر حمد و ثنا کا مستحق ہے اور بس وہی حقدار ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں۔ وہی تو ہے جو درد مانگنے والوں کی نصرت و امداد کرتا ہے۔ مملوکوں اور غلاموں پر سب سے زیادہ مہربان ہے۔ طلب کرنے والوں کیلئے

سب سے بڑا سخی ہے اور دینے والوں میں سب سے بڑا دینے والا ہے۔ رحم کی درخواستیں کرنے والوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ مانگنے والوں پر سب سے زیادہ کرم اور بخشش کرنے والا ہے۔ التجا کرنے والوں کی سب سے زیادہ قدر کرنے والا ہے۔ اس پر توکل و اعتماد کرنے والوں کی کفالت کرنے والا ہے۔ بندوں پر ان کی ماؤں سے زیادہ مہربان ہے۔ بندوں کی توبہ سے وہ اس قدر خوش ہوتا ہے کہ کسی آدمی کی سواری گم ہو گئی۔ جس پر اس کا کھانا پینا۔ تمام سرمایہ اور مال و متاع اور سرو سامان لدا ہوا تھا، کسی مہلک سرزمین میں پہنچ کر اس کی سواری گم ہو گئی۔ اور ہر چیز سے وہ محروم ہو گیا۔ بالآخر وہ زندگی سے تنگ آ گیا۔ اور موت کا انتظار کرنے لگا۔ اس حالت میں سواری اسے اصل حالت میں لے گئی۔ جو خوشی اس حالت میں اس اذیت والے کو حاصل ہوتی ہے، توبہ کرنے والے سے خدا اسی طرح خوش ہوتا ہے۔

خدا وہ بادشاہ اور شاہنشاہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کا کوئی مانند و مثل نہیں۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ اس کی اجازت اور حکم ہی سے اس کی اطاعت و عبادت کی جاتی ہے اس کی نافرمانی اس کے علم کے بغیر ناممکن ہے۔ اس کی عبادت کی جاتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے حالانکہ اطاعت اور عبادت کی توفیق و انعام اسی کی جانب سے ہے اور پھر بھی اگر نافرمانی کی جاتی ہے، وہ مغفرت فرماتا ہے۔ اس کا حتیٰ ضائع کیا جاتا ہے پھر بھی وہ عفو و درگزر کرتا ہے وہ قریب و نزدیک والوں کا شاہد محافظ، نگراں ہے۔ سب سے بڑا عہد وفا کرنے والا۔ سب سے بڑا عادل اور سب سے بڑا منصف ہے۔ بندوں کے ساتھ ہے۔ بندوں کی پشیمانیوں اور چوٹیاں اور ان کے اختیارات اس کے ہاتھ میں ہیں۔ سارے آثار اس نے لکھ رکھے ہیں۔ بندوں کی اہل اس کے قلم سے لکھی جا چکی ہے۔ یہی ذات اور صرف یہی ذات ایسی ہے کہ قلوب خواہ مخواہ اس کی طرف کھینچتے ہیں۔ ہر مخفی چیز اس کے سامنے ظاہر اور روشن ہے۔ علانیہ اور ظاہر غائب اور منور چیزیں اس کے سامنے واضح اور روشن ہیں۔ ہر ایک اس کا محتاج ہے۔ ساری مخلوق اس کے نور کے سامنے جھکی ہوئی ہے۔ اس کی کہنہ و حقیقت معلوم کرنے سے دنیا عاجز اور قاصر ہے۔ فطرت اور دلائل دلالت کرتے ہیں کہ اس کا مثل۔ مانند، شبیہ، معتق اور محال ہے۔ ظلمتیں اس کے نور سے منور اور روشن ہیں اور زمین و آسمان اس کے نور سے منور ہیں۔ ساری مخلوق کو اس نے صالح بنایا۔ وہ سوتا نہیں، اور سونا اس کے لئے سزاوار نہیں۔ قسط و عدل کا پلہ کبھی جھکا دیتا ہے۔ کبھی اونچا کر دیتا ہے۔ بندوں کے رات کے اعمال دن بکھنے سے پہلے اور دن کے اعمال رات آنے سے پہلے اسکے سامنے پیش ہو جاتے ہیں

اس کا نور اس کا حجاب ہے۔ اگر یہ حجاب اٹھا دیا جائے تو ساری مخلوق جل کر خاک ہو جاتی ہے۔

ما اعتاض یا ذل حبا سوا لا من عوض ولو ملک الوجود باسرا
خدا سے محبت کرنے والا جو معاوضہ پائے گا وہ معاوضہ کسی کو بھی نصیب نہ ہوگا۔ اگرچہ وہ کل موجودات کا مالک ہی کیوں نہ بن جائے۔

فصل

لذت کا کمال محبوب کے کمال سے وابستہ ہے۔ بڑی سے بڑی نعمت دیدار الہی ہے اس کام کا سنا بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ دنیا کی لذتیں تین قسم کی ہیں بہتر سے بہتر لذت وہ ہے جو آخرت کی لذت تک پہنچاتی ہے۔ بری لذت وہ ہے جو بندے کو آخرت کی لذت سے محروم کر دیوے۔

یہاں ایک عظیم الشان امر ہے۔ جس کی طرف ہر عقلمند کو توجہ کرنی چاہیے اور وہ یہ کہ لذت و سرور و فرحت و مسرت اور نجات روح دو چیزوں سے وابستہ ہے۔ ایک یہ کہ محبوب اور محبوب کا جمال کامل و اکمل ہو کہ خود محبوب کا جمال انسان کو اپنی طرف جذب کر لے اور دوسری طرف سے اسے ہٹا دیے۔

دوسری چیز یہ کہ محبوب سے کامل ترین محبت ہو۔ اور اس کی محبت میں تا امکان کوشش کی جائے اور اس سے تقرب و نزدیکی حاصل کرنے کی سعی کی جائے۔ اور اس تک پہنچنے میں ہمت کا اٹھار کیا جائے اور ہر چیز سے اس کے تقرب کو مقدم سمجھا جائے۔

ہر عقلمند انسان یہ سمجھتا ہے کہ حصول محبوب کی لذت باعتبار قوت محبت کے ہے۔ جس قدر محبت قوی اور زیادہ ہوگی، اسی قدر لذت زیادہ ہوگی۔ مثلاً جیسے پانی کی شدت زیادہ ہوگی، اسے ٹھنڈے پانی کی لذت زیادہ حاصل ہوگی۔ جیسے بھوک زیادہ ہوگی اسے کھانا زیادہ مرغوب ہوگا۔ اور کھانے میں زیادہ لذت حاصل ہوگی ایسی بے شمار مثالیں ہم کو مل سکتی ہیں۔ نیز لذت باعتبار شوق۔ شدت ارادہ اور شدت محبت کے ہوتی ہے۔ جس قدر شوق ارادہ محبت زیادہ اور قوی ہوگی، لذت زیادہ ہوگی۔

جب ہم یہ معلوم کر چکے تو اب یہ سمجھ لو کہ لذت و سرور اور فرحت و مسرت کی لذت مطلوب چیز ہے

بلکہ ہر عقلمند کی زندگی کا مقصد اعلیٰ ہے جبکہ لذت فی نفسہ ایک مطلوب چیز ہے تو وہ لذت جس کے بعد بڑا سے بڑا رنج اور تکلیف پہنچے۔ یا وہ لذت جو اس سے بڑی لذت سے محروم کر دیوے۔ وہ قابلِ مذمت لذت ہوگی۔ اب بتاؤ اس لذت کے متعلق تم کیا کہتے ہو جس کے بعد انسان کو بڑی سے بڑی بے پناہ ہمتیں برداشت کرنی پڑیں۔ اور جس کی وجہ سے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ لذتوں سے محروم ہو جائے؟

واقعہ یہ ہے کہ لذت قابلِ تعریف اور موجبِ ستائش وہی ہے جس کے اندر کسی قسم کی تلخی اور کدورت نہ ہو۔ اور یہ لذت آخرت اور آخرت کی نعمتوں کی لذت ہے۔ انسان کی بہترین عیش اور مرغوب زندگی اسی لذت سے وابستہ ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے۔
 بل تترکون الحیات الدنیا والآخرۃ
 خیر والقی راہی
 آخرت دنیا سے کہیں بہتر اور زیادہ پائیدار ہے۔

فرعون کے جادوگروں نے ایمان لانے کے بعد یہ نعرہ لگایا تھا۔

فاقمی حانت قاض انہا تقضی ہذہ
 الحیاۃ الدنیا۔ الا تیر رطلہ
 اے فرعون! جو تو کرنے والا ہے کہ گذر تو دنیا ہی کا زندگی پر حکم چلا سکتا ہے۔

اور خدا نے مخلوق کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ اپنے بندوں کو اور اطاعت گزاروں کو جنت الخلد کی اس دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ دنیا ختم ہونے والی ہے۔ دنیا کی لذتیں سانی اور کدورتوں سے پر ہیں۔ بخلاف آخرت کی لذتوں کے کہ یہ لذتیں حقیقی لذتیں ہیں اور ہمیشہ باقی رہنے والی لذتیں ہیں۔ آخرت کی لذتیں اور نعمتیں خالص صاف ستھری اور کدورتوں اور آلام سے پاک ہیں۔ جنت کی لذتیں جنت کی نعمتیں اسی مرغوب ہیں کہ ہر انسان ان کی آرزو کرتا ہے۔ اور انہیں ان سے لذت اندوز ہوتی ہیں اور پھر یہ لذتیں دائمی ابدی لذتیں ہیں اور کسی کو معلوم نہیں کہ خدا نے اپنے بندوں کے لئے کیا کیا۔ اور کسی کیسی چیزیں پردہ غیب میں مخفی رکھ چھپی ہیں؟ جنت میں تو وہ وہ چیزیں خدا نے رکھ چھپائی ہیں۔ کہ آج تک نہ کسی نے دیکھی ہیں نہ کسی کا آنے سنا ہیں۔ نہ اب تک کسی انسان کے قلب میں اس کا خطرہ اور خیال گذرا ہے۔ اور ناصح قوم کا مقصد اس قول سے یہی تھا۔

یا قوم! اتبعون احسن الرشد
 اے میری قوم تم میری اتباع کرو۔ میں تم کو

اسے یہ ناصح قوم وہ تھا جو فرعون کے گھرانے سے تھا اور ایمان سے شرف اندوز ہوئے ابدی قوم کو نصیحت کر رہا تھا

یا قوم! انما هذا لا الحیاة الدنیا متاع
وان الآخرة هی دار المقارن (مومن)

راستہ دکھا دوں گا۔ اے قوم اس دنیا کی زندگی
کے بس چند روزہ فائدے ہیں اور آخرت
ہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔

خدا اس آیت میں یہ خبر دیتا ہے کہ دنیا ایک متاع اور سامان ہے۔ جس سے انسان بچے استمتاع
استمتاع کر سکتا ہے۔ ہمیشہ کا ٹھکانہ اور جگہ تو آخرت ہے۔
جب تم معلوم کر چکے کہ دنیا کی لذتیں ایک متاع اور سامان کی حیثیت رکھتی ہیں اور آخرت
کی لذتوں کا ذریعہ ہے۔ دنیا مقصود بالذات بنا کر پیدا نہیں کی گئی۔ لہذا جو لذت کہ آخرت کی
لذت کی طرف پہنچاتے اس سے لذت اندوز ہونا قابل مذمت نہیں ہے۔ بلکہ بایں حیثیت کہ
یہ لذت آخرت کی لذت کا ذریعہ ہے قابل تعریف ہے۔

اب یہ سمجھ لو کہ آخرت کی بڑی سے بڑی نعمت و لذت یہ ہے کہ بندہ سے کو اللہ تعالیٰ کا
دیدار نصیب ہو اور اس کا کلام سنا میسر آئے۔ اور اس سے تقرب و نزدیکی حاصل ہو۔ جیسا کہ
حدیث روایت باری کے متعلق ایک صحیح حدیث صحیحہ اندر مروی ہے۔

فواللہ ما اعطاہو شیئا احب الیہ
من المنظر الیہ

قسم خدا کی انہیں اس سے زیادہ کوئی محبوب چیز
نہیں دی گئی کہ وہ اس کو دیکھیں گے۔

ایک دوسری حدیث ہے

انما انا تجلی لہو ورتوہ لسوا ما ہو ضیاء
من النعیم

جیسا خدا ان کے سامنے تجلی فرمائے گا تو وہ
لوگ اپنی ساری نعمتیں بھول جائیں گے۔

نابی اور مسند احمد کے اندر حضرت عمار بن یاسر کی حدیث ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اپنی دعاؤں میں فرماتے تھے۔

واسئلك اللہ لذاتہ النظر الی وجہك الکریم
والشوق الی لقاءك

اے اللہ! میں تیرے رخ کریم سے لذت نظر
اور تیری ملاقات کا شوق تیرے سے مانگتا ہوں۔

عبداللہ بن امام احمد کی کتابت السنہ کے اندر یہ خبر مروی حدیث مروی ہے۔

كان الناس يوم القيامة لهم لسمعوا
القرآن من الرحمن، فاذا سمعوا من
الرحمن كانوا لهم لسمعوا قبل ذلك

جن لوگوں نے کبھی خدا کا قرآن، خدا کی زبان
سے نہیں سنا۔ جب قیامت کے دن وہ خدا
کی زبان سے قرآن سنیں گے تو انہیں تو ایسا
معلوم ہوگا گویا انہوں نے اس سے پہلے کبھی
قرآن سنا ہی نہ تھا۔

جب یہ بات سمجھ لی گئی تو اب یہ سمجھ لو کہ دنیا کی جس لذت سے آخرت کی یہ لذت حاصل
ہو وہ سب سے بڑی لذت ہے اور یہ لذت معرفت الہی، محبت خداوندی کی لذت ہے
یہی لذت دنیا کی لذتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے۔ دنیا کی تمام لذتیں اس لذت و
نعمت کے مقابلہ میں ایسی ہیں گویا سمندر کے مقابلہ میں قطرہ، انسان کی روح، انسان کا
قلب اور بدن درحقیقت اسی لذت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ پس دنیا میں سب سے بڑی لذت
اور سب سے بڑی نعمت خدا کی معرفت اور اس کی محبت ہے۔ اور جنت میں لذت
سے لذت ترین چیز ریت خداوندی ہے۔ کہ انسان خدا کو اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے
دیکھے گا۔ خدا کی محبت و معرفت انسان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور روح کی لذت اور قلب کی
اصل فرحت و مسرت ہے۔ اور دنیا کی وہ نعمتیں، مسرتیں، لذتیں جو محبت و معرفت کی لذتوں
سے محروم کرنے والی ہوں۔ وہ سراسر مصیبت اور عذاب ہیں۔ کیونکہ یہ لذتیں عذاب سے
منقلب ہو جائیں گی۔ اور ان سے لذت اندوز ہوتے والی تنگی معیشت میں مبتلا ہو کر رہ جانے
گا۔ پس خوشگوار زندگی وہ ہے جو خدا کے ساتھ، خدا کی رضا مندی و خوشنودی کے ساتھ گزرنے
اور یہ زندگی کیسی ہوتی ہے؟ خدا والوں سے پوچھو۔ خدا سے محبت کرنے والوں سے پوچھو
بعض خدا والوں کا قول ہے "بعض اوقات ہم پر ایسے گذرتے ہیں کہ اگر جنتوں کو جنت میں
اس جیسی لذت و نعمت ملے تو سمجھ لو وہ ایک خوشگوار زندگی ہے۔ وگرنہ جنت بیکار ہے"
کسی اور خدا والے کا قول ہے۔ "اگر بادشاہ اور بادشاہوں کی اولاد
وہ چمپیز پائیں جو ہمیں حاصل ہے تو رشک کے مارے وہ تلواروں سے
ہماری گردنیں اڑادیں"

دنیا کی باطلی محبت کے متعلق کہنے والے نے کہا ہے۔

فلا جنوفین لا یحب و بعشق

وما الناس الا العاشقون ذروا الهوی

جو کسی سے محبت نہیں کرتا، کسی پر عاشق نہیں ہوا اس کے اندر کوئی خیر نہیں۔

ساری دنیا عاشقوں اور محبت کرنے والوں ہی سے تو بھری ہوئی ہے

کسی اور نے کہا ہے۔

صاحب الدنیا محب اوحبیب
یا وہ کسی کا محبوب نہیں اسکی دنیا پرتف ہے

ان للدنیا متی ما لم یکن
وہ صاحب دنیا جو کسی سے محبت نہیں کرتا
کسی دوسرے نے کہا ہے۔

وانت وحید مفرد غیر عاشق
اگر تو تنہا اکیلا ہے اور کسی پر عاشق نہیں ہوا ہے

ولا خیر فی الدنیا ولا فی نعیمها
دنیا اور دنیا کی نعمتوں میں کوئی خیر نہیں
کسی اور شاعر نے کہا ہے

وصب الزمان وانت مفرد
تم کسی ایسی تسکین سے تسلی حاصل کرو جس کی محبت سے تمہیں لذت حاصل ہو۔ اگر تم مفرد اور

اسکن الی سکن تلتا بحبہ
تنہا ہو تو زمانہ تمہارے لئے مصیبت ہے۔
کسی اور شاعر کا قول ہے۔

تخلت ما یلقون من ینہم وحدی
کاش ان تمام کی مصیبتیں تنہا مجھ پر لاو دی جائیں
فلولیعقا قلبی محب ولا بعدی

لیکن المیون الصابنا بلیتی۔
عشاق محبت کی مصیبتوں کی شکاریں کرتے ہیں
ذکانت تعلی لذت الحب کلہا۔

اگر ایسا ہوتا تو مجنوں کی ساری قوتیں تنہا مجھے حاصل ہوجاتیں۔ اور یہ لذتیں نہ مجھ سے پہلے کسی کو
ملتی نہ میرے بعد کسی کو ملتی۔

جب اس دنیا کی محبت کا یہ حال ہے۔ تو پھر اس محبت کے متعلق کیا کہہ گے؟ جس سے
قلب کی حقیقی زندگی وابستہ ہے۔ اور جو روح کی اصل غذا ہے؟ جس محبت کے بغیر قلب کے لئے نہ
کوئی لذت ہے نہ نعمت۔ جس کے بغیر نہ فلاح ہے نہ نجات۔ نہ ہی زندگی۔ جب قلب اس محبت
سے محروم ہو جائے۔ تو اس کے رنج و الم کا کیا حال ہوگا؟ اس کی یہ مصیبت تو آنکھوں کی
ریشنی کانوں کی سماعت، ناک کی قوت شامہ۔ زبان کی قوت ذائقہ اور قوت ناطقہ چلے جانے کی
مصیبت سے بھی بڑھ کر مصیبت ہے۔ بلکہ جو قلب اپنے خاطر و خالق، اللہ الخن کی محبت سے خالی ہے وہ
ہل جسم سے بھی بدتر اور خراب ہے جس سے سوز نکل چکی ہو۔ اس حقیقت کو وہی سمجھ سکتا ہے۔ اور

اور وہی اس کی تصدیق کر سکتا ہے جس کے اندر روح اور زندگی موجود ہو۔ مردوں کو زخموں کی تکالیف کا پتہ کیونکر چل سکتا ہے؟

مقصود یہ ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی اور کمال ترین لذت وہ ہے جو آخرت کی لذت کا ذریعہ ہو۔ اور آخرت کی لذت تک پہنچانے۔

دنیا کی لذتیں تین قسم کی ہیں۔

پہلی۔ یہ کہ وہ لذت آخرت کی لذت کی طرف لے جائے۔ آخرت کی لذت کا ذریعہ ہو۔ اور اس لذت سے انسان کو بڑے بڑے اجر و ثواب ملے۔ یہ سب سے بڑی اور کمال ترین لذت ہے اور مومن بندہ اگر کھانے پینے، لباس، نکاح، جماع، شکار اپنے اور خدا کے دشمنوں پر غصے و غضب، قہر و غصہ میں رضار الہی مقصود رکھے۔ اور اس کی یہ تمام باتیں لوجہ اللہ ہیں تو یہ چیزیں موجب اجر و ثواب ہیں۔ جب یہ لذتیں اجر و ثواب کا موجب ہیں تو بتاؤ اس لذت کا کیا کہنا۔ جو معرفت الہی، محبت الہی، شوق نقار خداوندی سے حاصل ہوتی ہے؟ اور جو جنت نعیم میں بیت خداوندی کی موجب ہے؟

دوسری۔ لذت وہ ہے جو بندے کو آخرت کی لذت سے محروم کر دیوے۔ اس قسم کی لذت میں بڑے بڑے مصائب و آلام موجود ہیں۔ مثلاً ان لوگوں کی لذت جو خدا کو چھوڑ کر بتوں سے رشتہ جوڑ لیتے ہیں۔ اور بتوں سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اور خدا سے جس قسم کی محبت کرنی چاہیے وہ بتوں سے کرتے ہیں اور آپس میں باہم ایک دوسرے سے متمتع ہوتے ہیں۔ آخرت میں ایسے لوگ خدا کے حضور میں کہیں گے۔

ما بنا استمتع بعضنا ببعض وبلغنا اجلنا

الذی اجلت لنا۔ الایم (انعام)

اے ہمارے پروردگار دنیا میں ہم ایک دوسرے

سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ اور جو وقت تو نے

ہمارے لئے مقرر کیا تھا۔ ہم اس وعدے تک

پہنچ گئے۔

اور مثلاً بدکاروں، ظالموں، مفسدوں، بھیکروں، سہکڑی بازوں کی لذت کہ ایسی لذتیں استدرج اور خدا کی جانب سے امتحان ہیں۔ تاکہ انہیں بعد میں بڑے بڑے آلام و مصائب کے اندر مبتلا کر دیوے۔ اور آخرت کی بڑی سے بڑی لذت سے انہیں محروم کر دیوے جس طرح کہ کسی کے آگے لذیذ کھانا زہرا لود کر کے رکھ دیا جاتا ہے۔ اس سے کھانے والے کی موت یقینی ہے۔

لیکن یہ ایک استدراج ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

سنتستمزجہم من حیت لا یعلمون۔ اور ہم اسی طرح پر کہ ان کو خبر بھی نہ ہو آہستہ

الی قولہ ان کیدی متین (تلم) آہستہ ان کو جہنم کی طرف گھسیٹتے ہیں۔

بعض سلف صالحین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ جب یہ لوگ گناہ اور نافرمانی کرتے ہیں تب ہم انہیں نعمتیں دیتے ہیں۔

یہاں تک کہ جو نعمتیں ان کو دی گئی تھیں ان کو حتی اذا فرہوا بما اولوا۔ اخذنا ہم

پاکر خوش ہوئے۔ یکایک ہم نے ان کو دھر بکیرا بغتہ ناذا ہم مبلسون۔ الی قولہ۔

اور عذاب کا آنا تھا کہ وہ بے آس ہو والحد للہارب العالمین (انعام)

کر رہ گئے۔ الخ

اور اسی قسم کے لذت اندوز لوگوں کے حق میں خدا کا یہ ارشاد ہے۔

کیا یہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ جو مال اور ایکسبون انما نھدہم یر من مال و

اولاد سے ان کی امداد کے لئے چلے جا رہے ہیں بیتن نسا رع لھم فی الخیرات۔ بل

ان کو فائدہ پہونچاتے ہیں۔ جلدی کر رہے ہیں؟ لا یشعرون۔ (مومنون)

نہیں بلکہ یہ لوگ سمجھتے ہیں۔

اور ایسے ہی لوگوں کے حق میں خدا کا یہ ارشاد ہے۔

تو اے پیغمبر! نہ تو ان کے مال تمہارے لئے قلا تعجبک انھو الھم ولا اولادھم انھا

موجب حیرت ہوں۔ نہ ان کی اولاد خدا چاہتا ہے یرید اللہ لیعذب سبھم بہا فی الحیاة

کہ دنیا کی زندگی میں ان کو مال اور اولاد کی الدنیا۔ الایما (توبہ)

دجہر سے مبتلائے عذاب ہی رکھے۔

یہ ساری لذتیں بالآخر بڑے بڑے مصائب و آلام سے تبدیل ہو جائیں گی جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

یا رب کانتما فی الحیاة لاهلھا عذابا فصدارت فی المعاد عذابا

بہت سی چیزیں جو دنیا میں ان کو شیریں اور مرغوب تھیں، آخرت میں ان کے لئے عذاب بن کر رہ گئیں۔

تیسری لذت وہ ہے جس سے آخرت میں اسے نہ لذت لگے گی نہ اسے تکلیف پہونچائیگی

اگرچہ آخرت کے کمال میں اس سے کچھ نقص ضرور ہوگا۔ یہ وہ مباح لذتیں ہیں جن سے آخرت کی لذتوں کے لئے استعانت نہ کی جائے۔

اس قسم کی لذتوں سے لذت اندوز ہونے کا زمانہ نہایت قلیل اور مختصر ہے بندے کو چاہیے انہی لذتوں میں اپنے کو مشغول رکھے جو اس کے لئے موجب خیر و فلاح ہوں۔ آنحضرت صلعم نے اس حدیث میں اسی قسم کی لذتوں کے متعلق فرمایا ہے۔

كل لهو يلهون به الرجل فهو باطل
الارميا۔ لقوس۔ و تاديبه فرسا
وملا عتبا امرأته فانهن
من الحق۔

آدمی کا ہر کھیل باطل ہے۔ مگر کمان سے تیر
چلانا۔ گھوڑے کو ادب سکھانا۔ اپنی بی بی
کے ساتھ کھیلنا۔ یہ کھیل حق ہیں۔

جو لذت مطلوب لذت کی معاونت کرے وہ حق ہے۔ اور جو لذت اس لذت کی معاونت نہ کرے باطل ہے۔

فصل

قرآن حکیم سے محبت کرنا۔ خدا کی محبت کا معیار ہے
قرآن حکیم سننے کے آداب۔

بذکر محبت بری اور قابل مذمت نہیں ہے۔ بلکہ محبت کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ آنحضرت صلعم سے محبت کرنا بھی اسی قسم کی محبت ہے۔ محبت سے ہماری مراد ایک خاص محبت ہے اور وہ یہ کہ محبت کرنے والے کے قلب کو اس کے ذکر و فکر کی تمام قوتوں کو اپنی طرف موڑ لیں۔ ورنہ آنحضرت صلعم کی محبت تو ہر مسلمان کے قلب میں موجود ہے، آپ کی محبت کے بغیر تو کوئی آدمی مسلمان ہی نہیں ہو سکتا اور محبت کے بے شمار درجات اور مراتب ہیں۔ جن کا احصاء مشکل ہے۔

یہ محبت لطف و مہربانی کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ مصائب و تکالیف کا بوجھ ہلکا کرتی ہے۔ بخیل کے اندر سخاوت کی روح پیدا کرتی ہے۔ بزدلوں کو بہادر و لیر بنا دیتی ہے ذہن اور عقل میں لطافت و پاکیزگی پیدا کرتی ہے۔ نفس میں تازگی پیدا کرتی ہے۔ اور حقیقی عیش و زندگی کو خوشگوار بناتی ہے۔ یہ تمام مقدس صفات حرام صورتوں کی محبت اور حسن پرستی سے حاصل

نہیں ہو سکتیں۔

قیمت کے دن جبکہ بندے خدا کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ اور بندوں کے سرائے اور اعمال مخفیہ ظاہر ہوں گے۔ ایسے بندوں کے سرائے اور اعمال تمام سے بہتر ہوں گے ان کے سرائے میں سراسر خیر و فلاح ہی ہوگی۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

تجلیتی لکھنی مضموا القلب والحننا
سیرتہ حب یوہ بتلی السرائر
قلب اور اندر دن شکم قلب کی محبت کے سرائے
اس دن تک کہ جس دن سرائے ظاہر کئے جائینگے
باقی رہیں گے۔

یقیناً یہ محبت چہرے کو نورانی کرتی ہے۔ سینے میں انشراح و فراخی پیدا کرتی ہے۔ قلب کو زندہ کرتی ہے۔ اور جو حال محبت الہی کا ہے وہی حال محبت کلام الہی کا ہے کیونکہ کلام الہی کا محبت علامت ہے محبت الہی کی۔ اگر تم اپنے اندر یا کسی دوسرے کے اندر محبت الہی کا اندازہ کرنا چاہتے ہو تو دیکھ لو کہ تمہارے اندر یا اس کے اندر محبت کلام الہی کس قدر ہے؟ آلات طرب و سرود گانے بجانے کی سماعت کا شوق زیادہ ہے۔ یا قرآن حکیم سننے کا؟ کیونکہ جو آدمی میں سے محبت کرتا ہے اس کی باتیں اسے سب سے زیادہ محبوب اور مرغوب ہوتی ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے۔

ان كنت حزیناً حبی قلبی مؤقت کتابی
امانا ملت ما قہی من لذینا خطابی
اگر تو میری محبت کا دم بھرتا ہے تو پھر تو نے میرا
میرے لذیذ و مرغوب خطاب پر تو نے غور و تامل
کھٹ کیوں چاک کر دیا؟
کیوں نہیں کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے

لو طهرت قلوبنا لما شبعنا من كلام الله
اگر ہمارے قلوب پاک ہوتے تو کلام الہی سے
کبھی سیر نہ ہوتے۔

اور واقعہ بھی یہ ہے کہ ایک محبوب اپنے حقیقی محبوب کے کلام سے سیر بھی کس طرح ہو سکتا ہے؟
ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔
اقتدا علی
کچھ قرآن مجھے پڑھ کر سناؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ قرآن تو آپ پر اترا ہے۔ اور میں پڑھ کر سناؤں؟
آپ نے فرمایا۔

انی احب ان اسمع عن غیرہ
میں پسند کرتا ہوں کہ دوسرے کسی سے میں سناؤں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سورہ نسا شروع کی۔ تاآنکہ اس آیت پر پہنچے۔

فکیف اذا جئنا من کل امة بشہید وقتنا
عبداللہ علی ہولاء شہیدا، (نسا)
بھلا اس دن کیا حال ہو گا جب ہم ہر ام
کے گواہ طلب کریں گے۔ اور ایسے پیغمبر ہم تم
اس امت کی گواہی کے لئے طلب کریں گے۔

آپ نے فرمایا۔

حسبک الائن

اب بند کرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنا سراؤ نچا کر کے آنحضرتؐ سلم کی طرف دیکھا تو دیکھا کہ
رود رہیں۔ آنکھوں سے آنسووں کی تھیری لگی ہوئی ہے۔

آنحضرتؐ سلم کے صحابہ سب کبھی کسی جگہ بھیجے ہوئے اور ان میں حضرت ابو موسیٰ اشعر
میرے ہوتے تو سب ہی گزراؤں کرتے۔ ابو موسیٰؓ کچھ قرآن بناؤ۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے قرآن پڑھا
اور صحابہ کرام بیٹھے۔

قرآن حکیم سے محبت رکھنے والا اور کا وہ ذوق لذت، علاوت، مسرت، سماج، شہ

اور گانے بجانے کے وجہ۔ ذوق، لذت و علاوت اور مسرت سے لاکھوں اور بے شمار ہزار
ہے۔ اگر تم کسی آدمی کو دیکھو کہ اسے اشعار سننے کا شوق زیادہ ہے۔ اشعار سے اس کے اندر

وجہ کس قدر پیدا ہوتا ہے؟ اور پھر دیکھو اسے قرآن حکیم سننے سے ذوق و جذبہ پیدا ہوتا ہے
یا نہیں؟ اگر قرآن حکیم سننے سے ذوق و جذبہ پیدا نہیں ہوتا تو اس کا حال وہ سمجھو جو کسی شاعر

قریبیک انعمتہ وانتم جامل کا لکھا
وہ بیت من الشعر نیش فقیل کا لکھا

تیرے سامنے ہم قرآن پڑھتے ہیں تو فریج جھری پھری کا ہاتھ لگتا ہے اور جب کوئی شعر پڑھا جا رہا ہے
تو بہستوں کی طرح جھومتا ہے۔

یہ حالت اس امر کی دلیل ہے کہ اس کا قلب محبت الہی سے خالی ہے اور اسے صرف سماع

شیطان سے قفل ہے اور انہوں نے فریب خوردہ لوگ سماع شیطان کو بھی کوئی چیز سمجھتے ہیں۔

حق و حسن پرستی کے فوائد اور منافع پیش کیے گئے ان سے لاکھوں اور زیادہ خواہاں ہونے کے

کلام کی خدائے رسولؐ کی محبت میں فوائد و منافع موجود ہیں۔ بلکہ اس محبت کے ساتھ تمام گناہوں

سودا بے فائدہ اور بے نفع ہیں۔ اس محبت کے سوا کسی اور شے کو نہیں سمجھتے ہیں۔ اگر وہ محبت الہی میں محبت

نہیں کرتیں۔ اور حقیقی محبوب کی طرف راہ نہ لگائی ہو تو یہ ساری محبتیں باطل و غلط اور بے نفع ہیں۔

متوجہ کر لیوے تو چاہیے کہ وہ اسی وقت اپنی بی بی
کے پاس چلا جائے۔ اس سے اس کے نفس کے
خیالات دور ہو جائیں گے۔

اس حدیث کے اندر بہت سے فوائد ہیں ایک یہ کہ اگر کسی غیر عورت پر نگاہ پڑ جائے اور دل
میں اس کی جانب سے غمخیزیاں و خیالات پیدا ہو جائیں تو اپنی بی بی سے جو اسی عورت کی ہم جنس ہے اپنی
حاجت پوری کر لی جائے۔ اس سے انسان کو تسکین و تسلی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک کھانے کی بجائے دوسرا
کھانا کھانے سے۔ اور ایک کپڑے کی بجائے دوسرا کپڑا پہن لینے سے تسکین و تسلی حاصل ہو جاتی ہے۔ دوسرا
یہ کہ آنحضرت صلعم نے حکم فرمایا کہ اگر کسی عورت کی خوبصورتی شہوت برانگیزہ کر دیوے۔ تو اسی وقت
اس کا علاج کر لیا جائے۔ اور اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ اپنی بی بی سے اپنی خواہش پوری کر لی
جائے اس سے اس کی شہوت کم ہو جاتی ہے۔

آپ کا یہ حکم ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ آپ نے دو باہم محبت کرنے والوں کے متعلق عقد نکاح کر
دینے کا حکم دیا تھا۔ جیسا کہ سنن ابن ماجہ کے اندر ایک مرفوع حدیث میں مروی ہے۔

لمیر للتماہین مثل النکاح
باہم محبت کرنے والوں کے لئے نکاح سے
بہتر کوئی چیز نہیں۔

عاشق کا نکاح معشوق سے کر دینا اس سے بہتر عشق کی کوئی دوا نہیں۔ اس مرض کی یہ دوا
خدا نے از روئے شرع اور قدر مقرر کر دی ہے۔

یہ دوا خدا کے پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی کی کہ حرام سے احتراز کرتے ہوئے
نکاح سے کام لیا۔ کبھی عورت سے محبت ہو گئی تو اسے اپنے نکاح میں لے لیا۔ اس بارے میں
حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ تو بارگاہ خداوندی میں ان کی قدر و منزلت اور عالی درجہ کے اعتبار سے
تھی۔ اس سے زیادہ ہم اس بارے میں یہاں کچھ نہیں کہنا چاہتے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے قصہ پر بھی ہم کچھ روشنی ڈال دیتے ہیں۔ قصہ یہ ہے کہ حضرت
زینب بنت جحش کو طلاق دینا چاہتے تھے۔ ان میں باہم موافقت نہیں تھی۔ حضرت زینب بنت جحش نے
حاضر ہوئے اور ان کو علیحدہ کرنے کے متعلق آپ کی رائے طلب کی۔ آپ نے ان کو طلاق دینے سے روک دیا
لیکن آپ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ حضرت زینب بنت جحش انہیں چھوڑ دیں گے۔ اور یہ بھی آپ کو معلوم تھا کہ ان کی علیحدگی کے
بعد آپ ان سے نکاح کریں گے۔ لیکن یہ بات آپ اپنے دل میں چھی رکتے تھے کہ لوگ ان باہم

چہرہ چاکریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی بی بی سے نکاح کیا۔ حضرت زینبؓ آپ کے بیٹے نہیں تھے۔ متنی تھے۔ لیکن عرب متنی کو مٹیا کہتے تھے۔ رب العالمین کا یہ مقصد تھا کہ بندوں کی مصلحتوں کے پیش نظر اس بارے میں ایک عام قانون بنا دیا جائے۔ جب حضرت زینبؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دیدی اور ان کی عدت طلاق پوری ہوگئی تو آپ نے اپنے لئے حضرت زینبؓ کو پیغام دے کر بھیجا۔ حضرت زینبؓ نے حضرت زینبؓ کے مکان پر پہنچے۔ اور دروازے کی طرف پیٹھ کر کے کھڑے ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر گئے تھے۔ غیرت نے تقاضا نہ کیا کہ منہ سامنے کر کے کھڑے ہوں۔ دروازے سے دور رہ کر آواز دی زینبؓ میں تمہارے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام کے کر آیا ہوں۔ حضرت زینبؓ نے کہا جب تک رب العالمین کا حکم نہیں ملتا۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اس کے بعد حضرت زینبؓ اپنے گھر کی مسجد کی محراب میں کھڑی ہو گئیں۔ اور نماز شروع کر دی۔ چنانچہ آپ کے نکاح کی دلالت خود خدائے قدوس نے کی اور عرش معلیٰ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا نکاح کر دیا اور خدا کی جانب سے یہ وحی اتری۔

فلما قضی زینبہا و طراز و جنا کما۔
پھر جب زینبؓ اس عورت سے بے لعلقی کر چکا تو
ہم نے تمہارے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔

اس آیت کے اترنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوراً حضرت زینبؓ کے پاس تشریف لے لئے حضرت زینبؓ اس بات پر ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیبیوں کے سامنے فخر کیا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے پڑھایا ہے لیکن میرا نکاح تو عرش معلیٰ پر خود اللہ تعالیٰ نے پڑھایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زینبؓ کا قصہ یہ ہے۔

یہ امر یقینی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے محبت رکھتے تھے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے جسے نسائی نے اپنے سنن میں اور طبرانی نے اپنی اوسط میں بھی روایت کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
حبیب الی من دینا کبر۔ النساء والطیب وجعلت
قرۃ عینی فی الصلاة
تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں مجھے محبوب ہیں عورتیں
خوشبو اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

یہ الفاظ بالکل ٹھیک ٹھیک حدیث کے الفاظ ہیں۔ باہر کا ایک لفظ نہیں۔ جیسا کہ بعض نے یہ الفاظ پڑھائے ہیں۔

حبیب الی من دینا کبر ثلاث۔ تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔

امام احمد نے اپنی تصنیف کتاب الزہد کے اندر کچھ اور الفاظ بھی روایت کئے ہیں۔

اصبر عن الطعام والشراب۔ ولا اصبر عنہن
میں کھانے پینے سے صبر کر سکتا ہوں لیکن عورتوں سے صبر نہیں کر سکتا

خدا کے دشمن یہودی آنحضرت صلعم سے حد کرتے تھے اور کہتے تھے، محمد کا بڑا مقصد یہ ہے کہ عورتوں سے شادیاں کرتے رہیں۔ خدا نے یہود کے خیالات کی تردید فرمائی اور جلا دیا کہ آپ کی شان نہایت بلند ہے۔ فرمایا۔

ام یحسدون الناس علی ما اتاہم من فضلہ یا خدا نے جو اپنے فضل سے لوگوں کو نعمت عطا
(الانبیاء - نساء)
فرمائی ہے اس پر جل مرتے ہیں انہی

امام انصار حضرت ابراہیم خلیلؑ کے نکاح میں حضرت سارہ جیسی حسین و جمیل اور دنیا جہان کی عورتوں سے زیادہ خوبصورت عورت تھیں۔ پھر بھی آپ نے حضرت ہاجرہ سے اپنا رشتہ قائم کیا۔ حضرت داؤدؑ کے پاس تنانوے بیبیاں تھیں، لیکن ایک بہور عورت سے محبت ہو گئی تو اس سے نکاح کر کے تنو پوری کر لیں۔

حضرت داؤد کے بیٹے حضرت سلیمانؑ ایک رات میں تنانوے بیبیوں کے پاس جا یا کرتے تھے کہ حضرت صلعم سے کسی نے پوچھا آپ کو کس بی بی سے زیادہ محبت ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ سے۔ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

انہی رزقت جہا مجھے ان کی محبت دی گئی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ عورتوں سے محبت کرنا انسانی کمالات میں سے ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔

خیر ہذا الامۃ اکثرہم نساء اس نعمت میں بہترین آدمی وہ ہے جس کی عورتیں زیادہ ہوں۔
امام احمدؒ نے فرمایا ہے، جلدی آؤر کی فتح کے موقع پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حصہ میں ایک بانڈی آئی تھی۔ نہایت خوبصورت تھی۔ اس کی گردن ایسی تھی گویا چاندی کی صراحی۔ اسے دیکھ کر حضرت عبداللہ سے صبر نہ ہو سکا۔ اور لوگوں کی موجودگی میں اسے چومنا شروع کر دیا۔

اس واقعہ سے امام احمدؒ نے اسیر شدہ باندیوں سے فائدہ اٹھانے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ استبراء رحم سے قبل جماع وہم بستری کے سوا دوسرا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ بخلاف اس بانڈی کے جو چند آدمیوں میں مشترک ہو اس سے کسی قسم کا بھی فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ مشترک بانڈی میں یہ امکان ہے کہ کسی کا

(۱) جولاخر اسان جانتے ہوتے راستہ میں پڑتا ہے۔ اس میں مسلمانوں اور ایرانیوں میں یہاں سخت جنگ ہوئی تھی اس جنگ میں یہ جاریہ بھی گرفتار ہو کر آئی تھی اور تقسیم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حصہ میں آئی تھی۔ ۱۲

حصہ نسخ ہو جائے۔ اور البتہ ہو تو غیر کی باندی سے فائدہ اٹھانا لازم آئے گا۔ اور یہ حرام ہے۔
آنحضرت صلعم نے عاشق کے حق میں معشوقہ سے سفارش فرمائی ہے کہ اس سے نکاح کر لو لیکن
معشوقہ نے انکار کر دیا۔ یہ بات معیثؓ اور بڑی بڑی کے قصہ میں موجود ہے۔ معیثؓ نے بڑی کو طلاق
دے دی۔ طلاق دینے کو تو ویدی۔ لیکن اب اس کے پیچھے پھرنے لگے۔ اور اس کے فراق میں زار زار روتے
اور اپنے روتے کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگسا جاتیں۔ معیثؓ کی یہ حالت دیکھ کر آنحضرت
صلعم نے بڑی سے کہا۔

لورا جعیۃ ؟
بڑی اگر پھر تم معیثؓ کے نکاح میں چلی جاؤ تو؟
بڑی نے کہا یا رسول اللہ آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں میں سفارش کر رہا ہوں۔
بڑی نے کہا۔ یا رسول اللہ اب مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم نے
اپنے چچا حضرت عباسؓ سے کہا۔

یا عباس ! العجب من حبب معیث
لے عباس ! معیث کی محبت اور بڑی کی ان سے
بہرہ؟ وہ من بعضہا لہ؟
نقرت پر آپ کو تعجب نہیں ہوتا؟
آنحضرت صلعم نے معیثؓ کو اسی محبت کی وجہ سے برا بھلا نہیں کہا۔ کیونکہ عشق و محبت شیرا اختیار
ہے۔ آنحضرت صلعم نے اپنی تمام بیویوں میں باری تقسیم کر دی تھی۔ اور سب سے مساوات برت رہے تھے۔
لیکن پھر بھی بارگاہ الہی میں اتھا کرتے ہیں۔

هذا قسمی . فیما الیک فلا تلمنی
فیما لانا .
اے خدا ! جو میرے اختیار میں ہے میں نے اس
طرح تقسیم کر دی لیکن جو میرے اختیار میں نہیں ہے
اسی میں مجھے علامت نہ کر۔

یعنی محبت و اختیار کا پیر ہے۔ اس میں علامت نہ کرنا اور یہ اس آیت کی اتباع ہے۔ اور
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

والن تمظیہوا ان تصد او بین النساء
ولوہرستم دنام
اور تم پیرا چاہو لیکن یہ تو تم سے ہو نہیں سکتا
کہ کئی بیبیوں میں پوری پوری برابری کر سکو۔

یعنی محبت و جوارح میں مساوات و برابری کرنا بہت دشوار ہے۔ اور اس لئے خدا نے اس فرمان
کے بعد ہی ارشاد فرمادیا کہ مساوات دشوار ہے لیکن تم ایک ہی عورت کی جانب کاتبہ نہ جھک پڑنا۔ فرمایا۔
فلا تہینوا کل الیل (نار)
تربا کل ایک ہی طرف مست جھک پڑ۔

خلفاء راشدین جو سب سے زیادہ رحمدل تھے عشاق کے حق میں جائز معشوقوں سے سفارش کر دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عثمانؓ کا عمل نہیں پہلے معلوم ہو چکا۔ حضرت علیؓ کا بھی یہی عمل تھا۔ ایک مرتبہ رات کے وقت کس عرب کے لڑکے کو کسی کے گھر میں پالیا جسے لوگوں نے پکڑ لیا تھا۔ لڑکے سے آپ نے پوچھا، تیرا کیا قصہ ہے؟ اس نے کہا میں چور نہیں ہوں، سچا قصہ یہ ہے۔

تعلقت فی داس الریاحی خسریداً
لہانی نبات الروم حسن و منظر
فلما طرقت الدار من حب مہجنتی
تبادر اهل الدار جی شد مسجوا
یذل لہا من حسن منظر ہا المدار
انما افتخرت بالحسن عانتھا الفخر
آبت و فیہا من یوقد ہا الحجر
ہو اللص محتوم لہ القتل والاسر

جب حضرت علیؓ نے اس کا قصہ سنا تو آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ اور مہلب بن رباح سے کہا اس عورت کے بارے میں اس پر رحم کرو۔ مہلب نے کہا، اس سے پوچھئے کہ یہ کون شخص ہے؟ آپ نے کہا یہ نہ اس بن عینیہ ہے۔ اس نے کہا، اچھا جاؤ۔ مجھے یاد ہے بانڈھا میں نے اسے بچھڑی۔ حضرت معاویہؓ نے ایک بانڈھا خریدی۔ اس سے آپ کو انتہا درجہ محبت تھی، ایک دن آپ نے اسے یہ شعر پڑھتے سنا۔

وفارقتہ کالغض یہترنی الشوری
طروا ویسا بعد ما طر شامر بہ

حضرت معاویہؓ نے اس سے پوچھا، ایسا کون شخص ہے؟ اس نے کہا مجھے میرے پہلے کا قاتل محبت ہے۔ حضرت معاویہؓ نے اسی وقت اسے واپس کر دیا، اور اس جاریہ کا داغ محبت ہمیشہ آپ کے دل پر رہا۔

زخم شری نے اپنی ربیعہ کے اندر ایک واقعہ لکھا ہے کہ زبیدہ جب مکہ منظرہ جا رہی تھی، مگر منظرہ کے راستہ میں ایک دیوار پر یہ شعر لکھے دیکھے۔

امانی عباد اللہ اوتی امانہ
لمقلتہ اما الماء فقر بیبہ
کریدہ بجلی الہم عن نازل العقل؟
واما الحشا فان التار منہ علی رجل

زبیدہ نے نذر مانی کہ اگر میں اس لکھے والے کو پاؤں کی تو میں فرود اسے اس کے محبوب سے ملا دوں گی۔ چنانچہ زبیدہ منظرہ پہنچی تھی، اس نے سنا کوئی یہی شعر پڑھ رہا ہے۔ زبیدہ نے اسے بلا یا اور اس سے پوچھا، اس نے کہا یہ شعر میں نے اپنے چچا کی لڑکی کے متعلق لکھے ہیں۔ میرے چچا کے گھر والے اس لڑکی کا نکاح مجھ سے کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ ان لوگوں نے قسم کھائی ہے کہ

اس کا نکاح میرے ساتھ نہیں کریں گے۔ یہ قصہ سننے کے بعد زبیدہ نے اس کے قبیلہ کے لوگوں کو بلایا اور تمام کو مال مال کر دیا۔ اور انہیں مناکر اس لڑکی کا نکاح اس سے کرا دیا۔ نکاح کے بعد زبیدہ نے لڑکی کی جانچ کی تو معلوم ہوا یہ بھی اس نوجوان پر عاشق اور شفیقہ تھی۔ بلکہ اس نوجوان کو جس قدر اس سے عشق تھا۔ اس سے کہیں زیادہ اسے اس نوجوان سے عشق تھا۔ زبیدہ ہمیشہ اپنے اس کام کو اپنے تمام نیک کاموں سے بہتر سمجھتی رہی اور اس پر فخر کرتی رہی۔ اور کہا کرتی تھی کہ مجھے اس کام سے جس قدر خوشی ہوئی کسی کام سے نہیں ہوئی۔ میں نے ایک نوجوان لڑکے اور لڑکی کو ان کے مقصد تک پہنچا دیا۔ اور دونوں کا نکاح کر کے ایک جگہ جمع کر دیا۔

خرالطی نے کہا ہے سلیمان بن عبد الملک کے پاس ایک غلام اور ایک باندی تھی۔ ان دونوں میں اتنا سے زیادہ عشق و محبت تھی۔ ایک دن اس غلام اس جا رہے کے نام یہ اشعار لکھ بھیجے۔

ولقد آتیک فی المنام کانما
وکان کفک فی یدی وکانتا
فطفقت نومی کلام متراقدا
اسقیتی من ماء فیک البارد
بتنا جمیعا فی فراشی واحد
لا اراک فی نومی ولست براقدا

اس باندی نے اس کے جواب میں یہ لکھ بھیجا۔

خیر اس آیت وکی ما ابصرتہ
انی لا رجوان تکون، معانقی
واراک بین خلاخلی وما یحی
ضتنا لہمتی بوغصم الحاسد
وتبیت منی فوق ثلثی ناھد
واراک فوق توالی و مجاسدی

سلیمان کو جب یہ قصہ معلوم ہوا تو اس نے ان دونوں کا نکاح کرا دیا۔ اور دونوں کو خلعت و مال سے خوب خوب نوازا۔

جامع بن مرجیہ نے کہا ہے۔ میں نے عفتی مدینہ سعید بن المسیب سے دریافت کیا۔ آدمی کسی سے عشق و محبت رکھے تو کوئی گناہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ بلا امت اس پر ہے جو تمہارے اختیار میں ہو۔ اس کے بعد سعید نے فرمایا۔ قسم خدا کی یہ مسئلہ مجھ سے کسی نے نہیں پوچھا اور اگر کوئی دوسرا پوچھتا تو میں جواب بھی نہ دیتا۔ اور دیتا تو یہی دیتا جو تمہیں دیا ہے۔

عورتوں سے عشق تین قسم کا ہے۔

ایک وہ جو عین تقرب الہی اور اطاعت و ثواب کا موجب ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی بانی یا باندی سے محبت کرے۔ یہ عشق مفید اور موجب اجر و ثواب ہے۔ یہ عشق انسان کو ان مقاصد

کی طرف لے جاتا ہے۔ جن مقاصد کے لئے نکاح شروع ہوا ہے۔ یہ عشق اسے اس کی آنکھ اور قلب کو غیر کی جانب مائل ہونے سے روکتا ہے۔ اور اسی سبب سے یہ عشق عند اللہ اور عند الناس قابلِ تعریف سمجھا جاتا ہے۔

دوسرا عشق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی خشکی، ناراہنگی اور دوری رحمت کا موجب ہے یہ عشق دین و دنیا دونوں کے لئے مضر ہے۔ اور سخت مضر ہے۔ اور وہ امر و دول کا عشق ہے۔ امر و دول کے عشق میں جو بھی مبتلا ہوا۔ خدا کی نگاہ سے گر گیا۔ اور خدا نے اسے اپنے دروازے سے نکال دیا۔ اس کے قلب کو اپنے سے دور پھینک دیا۔ یہ بندے کے لئے بڑا سے بڑا حجاب ہے جو اسے خدا سے دور رکھتا ہے۔ جیسا کہ بعض اسلاف کا قول ہے۔

اذا سقط العبد من عين الله ابتلاه بحبة المردان۔
جو بندہ خدا کی نگاہ سے گر جاتا ہے۔ خدا اسے
امر و دول کی محبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

یہ محبت قوم لوط میں عام تھی۔ اور اس قوم کی یہ جہالت بن چکی تھی۔ یہ مرض اس قوم میں عام طور پر پھیلیا گیا تھا۔ اور اس قوم پر جو کچھ عذاب اترا۔ اسی عشق کی وجہ سے اترا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لعمرك انهم لنفي سكو تنهم يعصون (حجر)
تمہاری عمر کی قسم یہ لوطی لوگ اپنی بدستی میں
پڑے جھوم رہے تھے۔

اس مرض کا علاج اور دوا یہ ہے کہ بندہ خدا کے مقرب القلوب کی بارگاہ میں دعا اور التجا اور فریاد و زاری کرے۔ اور خدا سے قریب ہونے کی کوشش کرے۔ اور اپنے کو ہمیشہ ذکر الہی میں مشغول رکھے اور پوری صدق دلی کے ساتھ خدا کے سامنے روئے۔ اور گڑگڑائے اور خدا سے تعلق جوڑے اور اس عشق سے جو مصائب و آلام پہنچتے ہیں۔ اور اس لذت سے جو لذتیں فوت ہوتی ہیں ان پر غور کرے اور خوب غور کرے کہ اس محبت سے محبوب اعظم سے رشتہ ٹوٹ جائے گا اور بڑا سے بڑا عذاب اس پر مسلط ہو جائے گا۔ ان تمام باتوں کے بعد بھی یہ آدمی اپنے محبوب اعظم کے مقابلہ میں اس محبوب کو ترجیح دیتا ہے۔ تو اب اسے چاہیے کہ اپنی جان پر تکبیر خازنہ پڑھ لیوے اور سچ لیوے کہ یہ بلا اور مصیبت پوری طرح اس پر قابو پا چکی ہے۔ جس سے نجات و رستگاری دشوار ہے۔ تیسرا عشق وہ ہے جو مباح ہے اور غیر اختیاری ہے مثلاً کسی کے سامنے ناگہانی طور پر کوئی عورت آگئی۔ اور بلا مقصد و ارادہ ناگہانی طور پر اس پر اس کی نگاہ پڑ گئی اور اس سے اس کے اندر عشق

کی آگ بھڑک اٹھی۔ لیکن اس عشق کی وجہ سے اس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ اس نے کوئی نافرمانی نہیں کی۔ یہ عشق غیر اختیاری ہے جس پر کوئی موافقہ نہیں ہے نہ ملامت ہے۔ لیکن اس قسم کے عاشق کے حق میں زیادہ سے زیادہ مفید بات یہ ہے کہ تا امکان اس کی مدافعت کرے۔ اور خدا سے عشق و محبت کا رشتہ مضبوط کرنے کی کوشش کرے۔ یہ چیز اس کے حق میں سب سے زیادہ مفید اور سود مند ہے۔ نیز اس پر فرض ہے کہ اپنے عشق کو چھپائے اور اس کی ابتلاؤں پر صبر کرے صبر کرنے سے خدا سے بہت بڑے اجر و ثواب سے نوازے گا۔ اور اس نے جو کچھ صبر کیا۔ گناہ سے بچا رہا۔ خواہشات سے اجتناب کیا۔ اللہ کی رضا مندی تلاش کی۔ اور خدا اس کے صلہ میں جو کچھ عطا فرمائے گا۔ اسے مقدم سمجھا تو خدا سے بہت کچھ دے گا۔ اس کا عوض و بدلہ بہت بھاری اور قیمتی ہوگا۔

فصل

عشاق کی قسمیں — عشق کی تہمتیں

عشاق کی تین قسمیں ہیں۔ اول وہ جو جمال مطلق سے عشق رکھتا ہے۔ دوم وہ جو جمال تہمت پر عاشق ہوتا ہے۔ چاہے وصل کی طرح دآرزو ہو یا نہ ہو۔ سوم۔ وہ عاشق جو صرف وصل کی تمنا اور طلب رکھتا ہے۔

عشق کی یہ ہر قسمیں باعتبار قوت و صنعت بلحاظ شدت و خفت مختلف ہیں اور اس کے بے شمار درجات و مراتب ہیں۔

جمال مطلق کے عاشق کا عشق ایسا ہوتا ہے کہ وہ ہر وادی ہر میدان میں گھومتا پھرتا ہے۔ ہر صاحب جمال۔ ہر خوب رو اس کا معشوق و مطلوب ہوتا ہے۔

فیوما بحزوی دیوما بالعقیق
و بالعذیب یوما دیوما بالخلصاء
وتارة ینحی بنجد اودیه
شعب العقیق و بلاد انصر بیتما

اس قسم کے عاشق کا میدان بہت وسیع ہوتا ہے۔ اس کا عشق قائم، دائم اور ثابت نہیں ہوتا
کبھی یہاں کبھی وہاں، کبھی ادھر کبھی ادھر

تم ہر جانی سہی ہمارا یہ طور سہی

تم نہ سہی اور سہی، اور نہیں اور سہی

ولیلہم من وقتہ حین یصبح

بھیہرہ لانا شہر یوشوق غیبرہ

جمال مقید۔ یعنی کسی ایک معشوق کا عاشق اپنے معشوق کے جمال پر قائم اور ثابت قدم ہوتا ہے۔ اس کی محبت دیرپا اور محبت کی پہلی قسم کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور سخت ہوتی ہے کیونکہ یہاں جمال اور محبت دونوں جمع ہو جاتے ہیں لیکن اس میں یہ بات ہے کہ جب وصل کی امید منقطع ہو جاتی ہے تو یہ عشق کمزور ہو جاتا ہے۔

وہ عاشق جمال جو وصل کی امید اور آرزو رکھتا ہے۔ وہ عقلمند، سمجھدار اور دانشمند عاشق ہے۔ اور اس کی محبت قوی اور سخت ہوتی ہے۔ کیونکہ وصل کی امید اس عشق کی اعانت کرتی ہے اور اسے تقویت پہنچاتی ہے۔

فصل

سوید بن سعید کی روایت پر تنقید و تبصرہ

اب رہی وہ حدیث جو عشق کے بارے میں سوید بن سعید سے مروی ہے کہ۔

من عشق وعف۔ الخ جو عاشق ہوا اور پاکدامن رہا۔ الخ

تو اس روایت کے حدیث ہونے سے تمام حفاظ اسلام اور ماہرین حدیث نے انکار کیا ہے

چنانچہ ابن عدی نے کتاب کمال میں لکھا ہے

هذا حدیث احمد ما انکر علی سوید

سوید کی یہ بھی ایک حدیث ہے جس کی بنا پر

اسے منکر الحدیث کہا گیا ہے۔

امام بیہقی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ابن طاہر نے ذخیرہ اور تذکرہ کے اندر یہی لکھا ہے۔ ابو

الفرج ابن الجوزی نے بھی یہی لکھا ہے۔ اور اس حدیث کا شمار موضوعات میں کیا ہے۔ اور ابو

عبداللہ الحاکم نے بھی سوید کے اس تساہل پر انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

انی تعجب منه

مجھے سوید پر تعجب ہو رہا ہے۔

اب میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں ہے۔ سوید نے اسے مرفوع کہنے میں

غلطی کی ہے۔ چنانچہ ابو محمد بن خلف بن المرزبان کہتے ہیں۔ حدثنا ابو یوسف عن الازرق عن سوید الخ

اس اسناد پر میں نے ابو بکر کو ڈانٹا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر چھوڑ دیا۔ چنانچہ بعد میں جب کبھی بھی

ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا گیا۔ تو کبھی انہوں نے اسے مرفوع نہیں کہا۔ اور واقعہ یہ ہے۔

ہے کہ ایسی حدیث کلام نبوت ہو ہی نہیں سکتی۔

اب رہی خطیب کی روایت جو زہری سے مروی ہے کہ حدیثنا المعافی بن ذکرہ قال حدثنا قطیب بن الفضل۔ قال حدثنا احمد بن مسروق عن هشام بن عروة عن ابیہ عن عائشة مرفوعاً، یہ ایک فاش غلطی ہے۔ جس کے اندر علم حدیث کی بوجہ ہوگی وہ اس روایت کو سوید عن ہشام بن ابیہ۔ عن عائشہ کی اسناد کو تسلیم نہیں کرے گا۔ خود ہماری شہادت یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آنحضرتؐ سے یہ الفاظ کبھی روایت نہیں کئے۔ نہ عروہ نے کبھی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں۔ نہ ہی ہشام نے کبھی یہ الفاظ روایت کئے ہیں۔

رہ گئی ابن الماجشون کی حدیث جو انہوں نے عن عبد اللہ بن ابی حازم عن ابن ابی نجیح عن مجاہد عن ابن عباس۔ مرفوعاً روایت کی ہے کہ یہ ابن الماجشون پر صریح اتہام ہے۔ انہوں نے کبھی یہ حدیث بیان نہیں کی۔ نہ ان سے زبیر بن کبار نے کبھی یہ حدیث روایت کی یہ وہاں حدیث کی خصوصی کارستانیاں ہیں۔ سبحان اللہ! اس اسناد کے ساتھ یہ حدیث تعجب کی بات ہے۔ فبحم اللہ الوضاعین۔

یہ حدیث ابوالفرج ابن الجوزی نے من حدیث محمد بن جعفر بن سہل۔ قال حدثنا یعقوب بن عوف عن ابن ابی نجیح عن مجاہد، مرفوعاً۔ روایت کی ہے۔ یہ ایک فاش غلطی ہے۔ یہ محمد بن جعفر وہی خوالطی تو ہے جس کا انتقال ۲۷۷ھ میں ہوا ہے۔ یہ یعقوب بن ابی نجیح کو جن کو وہ اپنا استاد کہہ رہے ہیں۔ کیونکہ پاس کتاب ہے؟ اور کس طرح یہ اس کے استاد ہو سکتے ہیں؟ جبکہ دونوں کی ملاقات ہی ممکن نہیں ہے۔ خصوصاً جبکہ انہوں نے اس حدیث کو کتاب الاعتلال کے اندر اس اسناد سے پیش کیا ہو۔ عن یعقوب بن سہل عن ابیہ عن عبد الملك عن عبد العزيز عن ابی نجیح۔

نیز خوالطی حدیث کے بارے میں ضعیف الروایت مشہور ہے۔ جیسا کہ ابوالفرج نے کتاب الصغائر کے اندر بیان کیا ہے۔

حدیث کے انکار پر حفاظ اسلام اور ناقدین حدیث کا قول میزان عدل کا حکم رکھتا ہے پس اس حدیث کے متعلق بھی ان ہی کے قول کی طرف رجوع کرنا چاہیے جس کی طرف علم حدیث کے بارے میں رجوع کیا جاتا ہے۔ جس کے قول پر صحیح و غلط ہونے کا فیصلہ کیا جاسکتا ہو اور جسے حدیث

کے بارے میں تسامح اور تساہل کی عادت نہ ہو۔ ایسے لوگوں میں سے کس نے اس حدیث کو صحیح یا حسن نہیں کہا۔ یہاں اس قدر کہنا کافی ہے کہ ابن طاہر وہ شخص ہے جس نے تصوف کی احادیث میں بہت کچھ تساہل ہوتا ہے۔ ساری عفت و سمن، برطب و یابس حدیثیں جمع کر دی ہیں خصوصاً ایسی احادیث جو صحیح البطلان اور منکر ہیں۔

البتہ حضرت ابن عباسؓ پر انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ ان کا قول ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ابو محمد بن حزم نے حضرت ابن عباسؓ سے عشق کے بارے میں ایک قول نقل کیا ہے۔ جو اس قول کے قریب قریب ہے کہ ایک آدمی عشق کی بیماری میں مر گیا تو لوگوں نے اس کی موت کے متعلق آپ سے سوال کیا۔ آپ نے اس کا یہ جواب دیا۔

قتل الملوہی لا عقل ولا قود محبت کے مقبول کی دیت ہے۔ نہ قصاص۔

آپ سے ایک اور روایت بھی مروی ہے۔ میدان عرفات میں ایک نوجوان کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جو کبوتر کی طرح تڑپ رہا تھا۔ آپ نے پوچھا۔ اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا۔ یہ عشق کا مارا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ اس کے بعد ہمیشہ بارگاہِ خدادندی میں عشق سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

یہ ہے حدیث من عشق۔ وعف وکتود مات فہو شہید کا تفسیر و تشریح۔ اگر اس کی مزید توضیح و تشریح درکار ہے تو اور سن لو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں شہدار کا ذکر کیا ہے۔ حدیث بالکل صحیح ہے۔ اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے۔ مقتول فی الجہاد شہید ہے بیضہ سے مر جائے وہ شہید ہے، جل کر مر جائے وہ شہید ہے، بچہ کی پیدائش کے بعد جو عورت حالت نقاس میں مر جائے وہ شہید ہے، پانی میں ڈوب کر مر جائے وہ شہید ہے۔ اس حدیث میں عشق سے مر جانے والے کا کہیں ذکر نہیں۔

اور پھر یہ کہ اگر حضرت ابن عباسؓ سے یہ اثر ثابت ہو جائے۔ تب بھی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عاشق اس وقت جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خدا کے خوف کے باسے میں صبر نہ کرے۔ خدا کے خوف سے پاکدامن نہ رہے۔ جب تک کہ وہ خدا کے لئے اپنا عشق دنیا والوں سے نہ چھپائے۔ اور یہ تمام باتیں بھی اس وقت پائی جاسکتی ہیں جبکہ وہ اپنے معشوق پر قدرت پاتے۔ اور باوجود قدرت و قابو کے محبت الہی اور رضائے الہی کو ترجیح دیں اور صبر و پاکدامنی سے کام لیں۔ اس قسم کا عاشق قرآن حکیم کے اس حکم میں شامل ہو سکتا ہے۔

اور جو اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکتا رہا۔ اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔

واما من خاف مقام ربه ونهى النفس
عن الهوى فان الجنة هي الماوى۔
(سورة النازعات)

نیز اس فرمان کے ماتحت آسنا ہے۔

جو شخص اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا اس کے لئے دو باغ ہیں۔

و لمن خاف مقام ربه حنان۔
(سورة الرحمن)

ہم اللہ العظیم رب العرش الکریم کی جناب میں دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں میں شامل کرے جو ہمیں پستی کے مقابلہ میں خدا کی محبت کو خدا کی خشکی کے مقابلہ میں اسکی رضامندی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور خدا سے اس کا تقرب و رضامندی چاہتے ہیں۔ آمین یا رب العالمین
وصلی اللہ علی محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ آمین

رحمت باخیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔



دَوَائِ شَانِی

ترجمہ

الجواب الکافی

لین سؤال عن الدواء الشانی

مصنف

شیخ الاسلام امام محمد بن ابی بکر ابن قسیم الجوزیہ

(۶۹۱ھ — ۷۵۱ھ)

مترجم

ابوالعلاء محمد اسماعیل گودھروی

(المتوفی ۱۳۸۳ھ)

تصحیح و تحقیق

مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی

ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

(پاکستان)